Dars e Nizami Tanzeem ul Madaris

ایسا نسخۂ کیمیا جسے دینی مدارس، کالجز و یونیورسٹیز کے طلباء اور عربی کے عام شائق یکساں مفید پائیں گے۔

ثانویہ عامہ کے پرچہ نحو میں یقینی کامیابی حاصل کرنے اور کافیہ جیسی عظیم و دقیق کتاب صحیح معنوں میں حل کرنے کے لئے نہایت ضروری

وِقَایَۃُ النَّحْو

شرح اردو مع ترجمہ

هِدَایَۃُ النَّحْو

تصنیف

علامہ الحاج نذیر احمد مہروی مدظلہ

بانی ومہتمم دار العلوم غوثیہ مہریہ چوک شاہ عباس ملتان

ناشر

مکتبہ فیضان سنت // دار العلوم غوثیہ مہریہ

نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ ملتان 0306-7305026

چوک شاہ عباس ملتان
0301-7547507
0302-6500818

Ghousia Mehria Multan

وقایۃ النحو شرح اردو مع ترجمہ ھدایۃ النحو

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

ایسا نُسخۂ کیمیا جسے دینی مدارس، کالجز و یونیورسٹیز کے طلباء اور عربی کے عام شائق یکساں مُفید پائیں گے۔

ثانویہ عامہ کے پرچہ نحو میں یقینی کامیابی حاصل کرنے اور کافیہ جیسی
عظیم و دقیق کتاب صحیح معنوں میں حل کرنے کے لئے نہایت ضروری

وِقَايَةُ النَّحْو

شرح اُردو مع ترجمہ

هِدَايَةُ النَّحْو

تصنیف
علامہ الحاج نذیر احمد مہروی مدظلہ
بانی و مہتمم دار العلوم غوثیہ مہریہ چوک شاہ عباس ملتان

ناشر
مکتبہ فیضان سنت // دار العلوم غوثیہ مہریہ
نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ ملتان 0306-7305026
چوک شاہ عباس ملتان
0301-7547507
0302-6500818

نام کتاب .... وقایة النحواردوشرح هدایة النحو

مؤلف .... علامہ حاجی نذیر احمد مہروی

تقریظ لطیف .... شیخ الحدیث علامہ سید ارشد سعید کاظمی

نظر ثانی .... مولانا محمد اعظم چشتی، مولانا سعید احمد سعیدی

پروف ریڈنگ .... علامہ الحاج نذیر احمد مہروی

کمپوزنگ .... مولانا محمد اختر محمود

صفحات ۳۱۰

تعداد اشاعتِ اول .... گیارہ سو (ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۵ء)

تعداد اشاعتِ ثانی .... گیارہ سو (صفر المظفر ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء)

تعداد اشاعتِ ثالث .... بارہ سو (۲۰۱۲ء)

تعداد اشاعتِ چہارم .... ایک ہزار (۲۰۱۶ء)

ناشر .... مکتبہ فیضان سنت

قیمت .... =/450 روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبه مهریه دارالعلوم غوثیه مہریہ چوک شاہ عباس ملتان فون نمبر 0301-7495171

☆ مکتبه مهریه کاظمیه متصل جامعہ انوار العلوم ٹی بلاک نیو ملتان، فون نمبر 0301-6982154

☆ مکتبه اهل سنت جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور، فون نمبر 042-7634478

☆ کاظمی کتب خانه داتا گنج بخش روڈ رحیم یار خان، فون نمبر 0731-71361

☆ مکتبه اسلامیه سعیدیه عثمان آباد مانسہرہ، فون نمبر 0987-550115

☆ شبیر برادرز اردو بازار لاہور۔	☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔
☆ فرید بک اسٹال لاہور۔	علامه محمد هاشم نقشبندی جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور 0300-7341995
☆ مکتبه غوثیه ہول سیل کراچی۔	☆ مکتبه اعلیٰ حضرت لاہور۔
☆ زاوایه پبلشرز لاہور۔	☆ مکتبه امام احمد رضا کری روڈ راولپنڈی

تقریظ

از:۔ استاذ المدرسین شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالرشید صاحب

مصنف فتح المنعم شرح صحیح مسلم، شیخ الحدیث دارالعلوم غوثیہ مہریہ ملتان

بسم الله الرحمن الرحیم حامدا و مصلیا ....

ہدایت النحو کی شرح وقایۃ النحو کو چند مقامات سے پڑھنے کا موقع ملا اور مفید پایا، ماشاء اللہ حضرت علامہ قبلہ حاجی نذیر احمد صاحب دامت برکاتہم کا طویل ترین تدریسی تجربہ اور آپ کی بے پناہ خداداد صلاحیتیں کسی سے مخفی نہیں، مشکل ترین مسائل کو انتہائی سہل اور آسان انداز میں بیان کرنا آپ کی نمایاں خصوصیات میں سے ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ اخیر تک طلباء میں جو کمزوری شدت سے دیکھی جاتی ہے وہ نحو وصرف کی کمزوری ہے، ماشاء اللہ حاجی صاحب قبلہ نے اس کمزوری کا ادراک فرما کر صرف میں ''تحفہ سعیدیہ شرح علم الصیغہ اور شرح میزان''، نحو میں وقایۃ النحو اور لطائف المعانی وتکملہ لطائف المعانی وتوضیح منثور'' لکھ کر ایک تو طلباء پر عظیم احسان فرمایا دوسرا ان بنیادی کتب پر انتہائی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ کام فرما کر اپنے اساتذہ کرام، اور اپنے علمی خاندان کا نام روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور صلاحیتوں میں اور برکت فرمائے اور انہیں ہمت دے کہ میدان تالیف میں اپنا قلم رواں دواں رکھیں۔ آمین

عبدالرشید

خادم دارالعلوم غوثیہ مہریہ ملتان





فہرست مضامین وقایۃ النحو

فہرست مضامین وقایۃ النحو

فہرست مضامین وقایۃ النحو

فہرست مضامین وقایۃ النحو

فہرست مضامین وقایۃ النحو

اِنْتِسَاب

اپنی فروتنی اور کم مائیگی کے اعتراف کے ساتھ اِس حقیر کوشش "وِقَایَۃُ النَّحْو شرح ہِدَایَۃُ النَّحْو" کو اُس جلیل القدر ہستی کے نام منسوب کرتا ہوں

☆ جو------- ہزاروں گم گشتہ راہ انسانوں کیلئے راہبر و راہنما ہیں۔

☆ جن کے وجودِ مسعود کی برکت سے بلاشبہ ہزاروں مشامِ ایمان معطر رہے۔

☆ جنہوں------------- نے زندگی بھر شفقت و محبت بانٹی۔

☆ جن--- کی نظرِ کیمیا اثر نے آلودہ ذہنوں کو پاکیزگیٔ فکر و خیال بخشی۔

☆ جن--- کی روحانی توجہ آج بھی اپنے وابستگان کی یاوری کرتی ہے۔

میرے محسن، میرے ہادی و مرشد، شیخِ طریقت

قُدْوَۃُ السَّالِکِیْنَ، زُبْدَۃُ الْوَاصِلِیْنَ

حضرت پیر سَیِّدْ امام علی شاہ قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْزُ

(مہر آباد شریف)

اور

میرے دادا جان، فخر الصلحاء والمدرسین

حضرت علامہ مولانا **خدا بخش** رحمۃ اللہ علیہ

جن کی تمناؤں کا عکسِ جمیل بننے کی آرزو میں زندگی بسر ہو رہی ہے

اور میرے والد گرامی حضرت علامہ **مولانا غلام رسول** رحمۃ اللہ علیہ

جنکی تربیت سے علم کی محبت اور بزرگوں کے احترام کا سلیقہ نصیب ہوا

خاکسار **نذیر احمد مہروی**

عرضِ ناشر

ہدایۃ النحو کو درس نظامی میں جو مقبولیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ عالم اسلام کا کوئی ایسا مدرسہ نہیں جس کے نصاب میں یہ کتاب داخل نہ ہو۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ اس کی اردو زبان میں ایک ایسی مختصر اور عام فہم شرح لکھی جائے جو طلباء وطالبات کیلئے یکساں مفید اور تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کے امتحان ثانویہ عامہ کے پرچہ نحو میں کامیابی کی ضامن ہو، یہ ضرورت وقایۃ النحو سے پوری ہو چکی ہے اور اس شرح نے طلباء وطالبات، معلمین ومعلمات کو کسی اور شرح کے دیکھنے سے بے نیاز کر دیا ہے۔ تاہم علم دوست حلقوں سے ہدایۃ النحو کے ترجمہ کرنے کا پُرزور مطالبہ ہوا ہے، احباب کے اس اصرار پر شارح نے ہدایۃ النحو کا ترجمہ کیا ہے جس کی طباعت کا شرف مکتبہ غوثیہ مہریہ کو حاصل ہو رہا ہے۔ اس سے قبل یہ شرح باشتراک مکتبہ مہریہ کاظمیہ ومکتبہ غوثیہ مہریہ دو مرتبہ شائع ہو کر داد تحسین حاصل کر چکی ہے اور اب تیسری مرتبہ طبع ہو کر آپ کی نگاہوں کی زینت بن رہی ہے۔

آخر میں ہم کتاب کی طباعت میں تمام معاونین بالخصوص مکرم ومحترم حاجی نذیر احمد صاحب، رحمت اللہ آٹو زلاری اڈا ملتان کے تعاون کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ رب کریم انکی مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین

طالب دعا:

حبیب الرحمن ساقی

مکتبہ غوثیہ مہریہ ملتان

تقریظِ لطیف

استاذ العلماء فخر المدرسین جگر گوشہ غزالی زماں حضرت علامہ

صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی شاہ صاحب

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدك اللّٰھم علی ماوجھت نحونامن سوابغ النعم انت الفاعل المختار والمحکم لکل مفعول من الکائنات ونصلی ونسلم علی سیدنا ومولٰینا محمد المفرد مصدر الفضائل وعلی اٰله وصحبه ومن نحانحوھم من الاواخر والاوائل۔

امابعد . . .

علمِ نحواُن بنیادی اورضروری علوم میں سے ہے جنکا پڑھنا، پڑھانا قرآنِ مجید اور حدیثِ رسول کے سمجھنے کیلئے نہایت ضروری ہے۔علم نحو کی مشہور و معروف کتاب ''**ہدایۃ النحو**'' جو ہمیشہ سے داخلِ نصاب رہی ہے اُسکی متعدد شروح لکھی گئی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اُن شروح میں ایک قابل قدر اضافہ ہے جس کے مصنف حضرت العلام الحاج مولانا حافظ نذیر احمد صاحب مہروی ہیں ۔ مولانا موصوف ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔

تین روز قبل فاضل مصنف میرے پاس تشریف لائے اور تقریظ لکھنے کے بارے میں ارشاد فرمایا۔اہلِ علم پر یہ امر مخفی نہیں کہ کسی کتاب پر تقریظ لکھنے سے قبل اُس کا مطالعہ ضروری ہے اور ایسی عظیم الشان کتاب کو تو تین روز میں مکمل طور پر کماحقہٗ دیکھا بھی نہیں جا سکتا جبکہ دیگر مصروفیات بھی اپنے شباب پر ہوں۔

اِس کتاب کو دیکھنا تو چیدہ چیدہ جگہ سے ہی ہوا ہے مگر جہاں سے بھی ملاحظہ کیا بہترین پایا۔

حضرت الحاج حافظ نذیر احمد صاحب مہروی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے یہ اہم کام سرانجام دیا مزید برآں قارئین کرام کو اِس بات کا اندازہ بھی بطریقِ احسن ہوگا کہ اِس شرح (**وقایۃ النحو**) کی صورت میں دنیا کی حسین لائبریریوں میں ایک بہترین نگینے کا اضافہ ہوا۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ رب العالمین مولانا کو دینی خدمات کیلئے طویل زندگی عطا فرمائے اوران کی اِس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر نافعِ خلائق بنائے، آمین۔

سید ارشد سعید کاظمی

شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان

تقریظ

جامع المعقول والمنقول الحضرة العلامة مولانا **عبدالعزیز** الجشتی

مدرس الجامعة الاسلامیة العربیة انوار العلوم ببلدة ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم، امّابعد ... فیقول العبد الحقیر عبدالعزیز الجشتی قد رأیت وقایة النحو فی شرح هدایة النحو للعلامة الفهامة الحاج الحافظ نذیر احمد المهروی دامت برکاتهم العالیة من مواضع متعددة فوجدته شیئاً عجیباً مفیداً للمحصلین من الطلاب والعالمین ومشتملاً علی فوائد کثیرة بترتیب انیق۔ لاشك ان هذا الشرح مرأة لکمالات الشارح اللّٰهم اجعل الشارح الفاضل مظهراً لابیه وجده بجاه نبیك الکریم علیه الصلٰوة والتسلیم،

العبد الضعیف

خویدم العلماء عبدالعزیز الجشتی عفی عنه

تقریظ

ازاستاذ العلماء زینت المدرسین حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالحکیم چشتی مدظلہ مدرس

جامعہ انوار العلوم ملتان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ، علم صرف ونحو کی ضرورت اور اہمیت کو اہلِ علم نے ہمیشہ محسوس کیا۔ لغتِ عربیہ کے افہام وتفہیم میں اِن دونوں فنون کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ''اَلصَّرْفُ اُمُّ الْعُلُوْمِ وَالنَّحْوُ اَبُوْھَا'' کے الفاظ سے علماءِ ملت نے اِن کی ضرورت کو ظاہر فرمایا۔

ملتِ اسلامیہ کے جلیل القدر فضلاء نے قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علی قدر الطاقۃ البشریہ سمجھنے کیلئے ادب ِعربی کے ساتھ ساتھ دوسرے فنونِ ادبیہ اور عقلیہ کی تعلیم وتعلم کو بھی ضروری قرار دیا۔ مگر اولین حیثیت ہمیشہ صرف ونحو کو دی جاتی رہی۔ اجلہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے بعد تمام مفسرین، اور جلیل القدر محدثین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب اپنے اپنے وقت میں حضراتِ نُحات کی طرف رجوع فرماتے رہے۔

جب نحو کی تدوین ہوچکی اور اہم کتبِ نحو منظرِ عام پر آگئیں تو رجوع کا یہ سلسلہ بامِ عروج کو پہنچ گیا چنانچہ اُس دور کے ماہرینِ نحو خصوصاً علامہ امام سیبویہ (متوفّٰی ۱۹۶ھ) علامہ امام فَرَّاء (متوفّٰی ۲۰۷ھ) علامہ امام خلیل بن احمد (متوفّٰی ۱۷۰ھ) علامہ زَجّاج (متوفّٰی ۳۱۱ھ) علامہ ابوعلی الحسن بن احمد الفارسی (متوفّٰی ۳۷۷ھ) علامہ سید شریف جرجانی (متوفّٰی ۸۱۶ھ) اور علامہ عبدالرحمٰن جامی (متوفّٰی ۸۹۸ھ) جیسے حضرات کے اقوال اور تفاسیر کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ تمام اَجلہ مفسرین ان کے اقوال کو بطورِ سند پیش کرتے ہیں بلاشبہ علماء صرف ونحو علومِ قرآنیہ کے اولین خدام میں سے ہیں۔ اسی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے عزیزِ محترم، فاضلِ جلیل حضرت علامہ الحاج حافظ نذیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے علم صرف کی اہم اور بنیادی کتاب علم الصیغہ کی ایک بہترین شرح '' تحفہ سعیدیہ '' تصنیف فرمائی، جو علم صرف کی کتب میں ایک گراں قدر اضافہ اور اہلِ علم وفضل کے نزدیک قابل پزیرائی ہے (اسکا چوتھا ایڈیشن جلد شائع کیا جارہا ہے) اور اب موصوف نے علم نحو کی مختصر، جامع اور اہم ترین کتاب ''ہدایۃ النحو'' جو اپنے عظیم مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کی یادگار ہے

اور جسے ہر دور کے اہلِ فضل وکمال نے داخل نصاب رکھ کر علم نحو کی تمام بنیادی کتب سے زیادہ اہمیت دی ہے، اُس کی وقایۃ النحو کے نام سے ایسی عمدہ اور مفید شرح لکھی ہے جسے دیکھ کر طبیعت خوش ہوجاتی ہے فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

عزیزِ محترم علامہ حافظ نذیر احمد صاحب مدظلہ العالی حافظِ قرآن، بہترین قاری، علوم عقلیہ اور نقلیہ کے ماہر اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں بلاشبہ آپ جامع معقول ومنقول ہیں۔قبل ازیں جامعہ رضویہ مظہر العلوم اور جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن میں پڑھاتے رہے ہیں اِسوقت دار العلوم غوثیہ مہریہ کے مہتمم اعلیٰ اور شیخ الحدیث ہیں، ہزاروں کی تعداد میں مشہور علماءِ کرام آپ سے فیض یافتہ ہیں۔

اسقدر علم وفضل کے باوجود انتہائی منکسر المزاج ہیں بلاشبہ علم وفضل کے باوصف انکسار، تواضع اور منکسر المزاجی کی صورت میں اپنی ذات کی نفی کر کے رہنا ہمارے آباء اجداد کا طرۂ امتیاز رہا ہے اجدادِ کرام حضرت قبلہ مولانا غوث بخش صاحب، حضرت قبلہ مولانا احمد بخش صاحب، خصوصاً سیدی وجدی حضرت علامہ مولانا خدا بخش صاحب، عمِ محترم حضرت علامہ مولانا غلام رسول صاحب اور والدِ گرامی حضرت قبلہ علامہ مولانا فیض احمد صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ سب کے سب جید علماء اور صالحین میں سے تھے اِن کے علم وفضل کو بیان کرنا شاید "پدرم سلطان بوذ" والی بات سمجھی جائے۔اِن حضرات نے ہمیشہ نمود ونمائش سے اپنا دامن بچا کے رکھا بندہ نے تو اِن صالح حضرات کا ذکر بھی صرف اظہارِ تشکر کے ساتھ ساتھ برکت حاصل کرنے کیلئے کیا اور اِس لئے بھی کہ وقایۃ النحو سے استفادہ کرنے والے اِن حضرات کیلئے دعاءِ مغفرت کریں۔ ہمارے لئے تو تدریس کی ذمہ داری اور پاکیزہ علمی ماحول میں رہنے کا موقع یہ سب کچھ اِن عظیم ہستیوں کی دعاؤں کا ثمر ہے۔یقیناً ہر عظیم کام میں کچھ ایسے حضرات کی دعاؤں کا دخل ضرور ہوتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کتاب کو طلبہ کیلئے زیادہ سے زیادہ مفید بنائے اور عزیزِ محترم علامہ حافظ نذیر احمد صاحب مہروی سلمہ اللہ تعالیٰ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے مقاصدِ حسنہ کے حصول میں کامیابی اِنکا مقدر بنے آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

خادم العلماء الراسخین
حافظ محمد عبد الحکیم چشتی
مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان

از عمدۃ المدرسین حضرت علامہ مولانا سعید احمد سعیدی صاحب صدر مدرس جامعہ غوثیہ مہریہ لودھراں شہر

حضرت استاذ العلماء، فخر المدرسین، علامہ مولانا الحاج حافظ محمد نذیر احمد مہروی زید مجدہٗ، آقائے نعمت سیدی و مرشدی غزالی زماں رازیِ دوراں امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز کے اُن فاضل اور پیکر اخلاق و سادگی شاگردوں میں سے ہیں جن کی تدریس میں اللہ تعالیٰ نے بہت فیض اور تحریر میں بڑی برکت رکھی ہے۔ تدریس میں تو ایک عرصہ سے آپ کا لوہا مانا ہی جارہا تھا اب تحریر خصوصاً درسی کتب کی شرح و توضیح میں بھی آپ کا سکہ خوب جما ہے۔ آپ کی تازہ ترین کاوش تو بہت ہی قابل قدر ہے...... اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ......

زیر نظر تصنیف ''**وقایۃ النحو** اردو شرح **ہدایۃ النحو**'' کو راقم نے مبنی کی بحث سے آخر تک بالاستیعاب پڑھا ہے۔ بلاخوفِ تردید یہ کہنا بجا ہے کہ **ہدایۃ النحو** کی ایسی مختصر اور جامع شرح اب تک نظروں سے نہ گزری تھی۔

حضرت علامہ مہروی صاحب دَامَ ظِلُّہٗ کی خوبیوں میں یہ بہت اہم ہے کہ آپ نے درسی کتب کی شرح و توضیح کیلئے اُس وقت قدم اٹھایا جب تجربہ کمال کی بلندیوں کو چھو رہا تھا تو پختگیِ خیال اپنے عروج پر تھی **تحفہ سعیدیہ** شرح **علم الصیغہ** اور **حاشیہ میزان الصرف** اگر ابتداء ہے تو ''**وقایۃ النحو**'' حسنِ تحریر کا سنورا، نکھرا روپ۔ پوری شرح کا انداز...... تفہیم کا مکمل آئینہ دار، ہر مشکل مقام کا حل ایسا شافی اور سادہ و سلیس کہ کیا مجال جو قاری کا ذہن اُکتائے، پھر اَسباب و عِلل کا بیان ہو یا ترکیب اور سوال و جواب کا موقع سب کچھ ایسا جامع اور مربوط و منظم کہ اس نے ''**وقایۃ النحو**'' کو ہدایۃ النحو کی دیگر شروح میں بہت بلند اور پُروقار مقام عطا کیا ہے۔

یہ بجا کہ حضرتِ شارح مدظلہ اپنی یا شرح کی اِس تعریف و توصیف کو مبالغہ قرار دیں گے مگر راقم کو اِس حقیقت کے اعتراف و اظہار میں ذرا بھی تامّل نہیں کہ اہلِ علم طبقہ میں تحفہ سعیدیہ اور حاشیہ میزان الصرف کو جو شاندار پذیرائی ملی ''**وقایۃ النحو**'' کی اشاعت انشاء اللہ اُس کو چار چاند لگائے گی۔

اللہ تعالیٰ استاذ العلماء کی اِس پر خلوص کاوش کو قبول فرما کر علماء و طلبہ کیلئے نافع اور حضرتِ شارح کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے آمین۔

آپکی دعاؤں کا ہر وقت طالب،

سعید احمد سعیدی غفرلہٗ

صدر مدرس جامعہ غوثیہ لودھراں

تأثرات

از فاضلِ جلیل حضرت علامہ مولانا محمد اعظم چشتی صاحب صدر المدرسین جامعہ اظہر العلوم شجاع آباد ضلع ملتان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا

فقیر عاجز نے محترم و فاضل شارح اور ماہر و تجربہ کار استاذ علامہ حاجی نذیر احمد صاحب مہروی مدظلہُ العالی کی کتاب وقایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو کو ابتداء سے تا آخر بحث غیر منصرف بالاستیعاب لفظاً لفظاً، سطراً سطراً پڑھا ہے۔ بحمد اللہ زیر نظر کتاب عصری تقاضوں کے مطابق اُن تمام خوبیوں سے آراستہ ہے جو شرح ہونے کے حوالے سے نحو کی کسی کتاب میں ہونی چاہئیں مثلاً ترکیب، احتمالاتِ ترکیب، حلِ لغات اور شافی ووافی فوائدِ کثیرہ جو اساتذہ اور طلبہ کے لئے مفید سمجھے جاتے ہیں بلکہ یہ شرح مبتدی اور منتہی دونوں کیلئے یکساں مفید و نافع ہے.............

ترجمہ وتشریح کی زبان رواں اور ثقل سے پاک ہے جو عموماً انسانی طبع اور ذوقِ سلیم پر گراں گزرتا ہے چنانچہ اِس تسہیل اور لطافت نے ترجمہ وشرح کی عمدگی میں مزید نکھار پیدا کردیا ہے۔ فاضلِ محتشم حضرتِ علامہ حاجی نذیر احمد مہروی صاحب مدظلہ العالی نے بلاشبہ اہل علم کیلئے "وقایۃ النحو" کی صورت میں اپنی تعلیمی وتدریسی خوبیوں کا نہایت مؤثر اور قابل قدر تعارف پیش کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شارح کو اجرِ عظیم اور فضل جزیل سے نوازے اور اِس شرح (وقایۃ النحو) کو مستفیضین کیلئے نافع تر بنائے، آمین۔

طالب دعا

محمد اعظم چشتی شجاع آباد

حضرت علامہ الحاج مولانا نذیر احمد مہروی صاحب

ایک نامور علمی شخصیت اور بے مثال استاذ

قابلِ رشک ہیں وہ حضرات جنہیں منعمِ حقیقی اور فیاضِ ازلی نے علم وتحقیق کے ذوق سے بہرہ ورفرمایا ہے اور لائق صد تحسین ہیں وہ لوگ جن کی راتیں قرآن وحدیث اور کتبِ فقہ وتفسیر کے مطالعہ میں بسر ہوتی ہیں، تو دن درس و تدریس میں گذرتے ہیں-- اُنہیں مبارک اور لائقِ تقلید علماء واساتذہ کی جماعت سے تعلق رکھنے والی ایک عظیم شخصیت حضرت استاذ العلماء علامہ الحاج مولانا نذیر احمد صاحب مہروی دامت مکارم العالیہ ہیں جو ایک طویل عرصہ سے مسند تدریس کی زینت بن کر اپنے علمی سرچشمہ سے تشنگانِ علم وحکمت کو سیراب فرمارہے ہیں۔

پیدائش ------آپ ۱۹۴۴ء/ ۱۳۶۳ھ میں بستی میاں پور تحصیل وضلع لودھراں میں پیدا ہوئے ......آج کل بیری والا باغ بیرون چوطاقہ گیٹ شجاعباد شہر میں رہائش پذیر ہیں۔آپ کے والدِ گرامی کا نام حضرت مولانا غلام رسول (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہے جو علم وعمل کے پیکر، اخلاص وتقویٰ کے حسین مرقع اور اپنے دور کے عمدہ مدرّس تھے۔

خاندانی شرف -----علامہ الحاج نذیر احمد صاحب مہروی ایک معروف علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں چنانچہ آپ کے جدِ امجد زبدۃُ الاصفیاء حضرت علامہ مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ علومِ عربیہ کے ماہر ترین اساتذہ میں شمار ہوتے تھے بالخصوص علمِ نحو اور منطق کی تدریس اُن کا محبوب ترین مشغلہ تھا......تدریس سے شغف کا اندازہ اِس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں آپ کی بینائی ختم ہوگئی تھی مگر پھر بھی تادمِ واپسیں سلسلہ تدریس جاری رکھا ......بقول علامہ مہروی زِیدشرفہٗ ''اُس دور میں مَیں نے خود اُن کو عبدالغفور اور قطبی جیسی کتابیں پڑھاتے ہوئے دیکھا''۔ علامہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کی اِس دلی خواہش اور دیرینہ تمنا کو بڑی شہرت حاصل ہے کہ ''اللہ تعالیٰ میری اولاد میں مدرسین پیدا کرے'' کہتے ہیں وہ شب و روز یہی دعا کرتے اور اولاد کو محنت ولگن کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کی تلقین فرماتے رہے۔ایک مرتبہ ایک بزرگ سے ملاقات کے دوران اُنہوں نے فرمایا''آپ یہ دعا کریں کہ میرے بعد میری اولاد دینِ متین کی خدمت میں مشغول رہے اور ربِ کریم میری اولاد میں مدرسین پیدا کرے'' آپ کی دعا

مستجاب ہوئی اور آپ کے بڑے فرزند حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (والدِ گرامی حضرت علامہ نذیر احمد مہروی صاحب) اور چھوٹے فرزند حضرت مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ (والدِ گرامی حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبد الحکیم صاحب چشتی) جید علماء ہوئے اور اِس طرح اپنے والدِ ماجد کے عظیم مشن کو بڑی خوش اُسلوبی سے جاری رکھا اور اپنی اولاد کی علمی، دینی اور اخلاقی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا...... بحمد اللہ ہمارے ممدوح علامہ مہروی صاحب کے جدِ امجد کی دعاؤں کا فیضان، آپ کے والد گرامی اور عمِ محترم کی پُرخلوص کاوشوں کا نتیجہ و ثمرہ ہے کہ آج آپ کے خاندان اور جدامجد کی اولاد میں درجنوں حفاظِ کرام اور علوم وفنونِ دینیہ کے ماہر اساتذہ خدمتِ دین میں مصروفِ عمل ہیں، ایسے قابل رشک افراد میں حضرت علاّمہ مولانا محمد عبد العزیز صاحب چشتی، حضرت علامہ مولانا حافظ عبد الحکیم صاحب چشتی (مدرسین جامعہ انوار العلوم ملتان) حضرت علاّمہ مولانا سعید احمد سعیدی صاحب صدر مدرس جامعہ غوثیہ مہریہ لودھراں اور حضرت علاّمہ مولانا حافظ عبد الرشید صاحب صدر مدرس جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن ملتان قابل ذکر ہیں

تعلیم کا آغاز------آپ نے قرآنِ مجید حفظ کرنے کی سعادت حضرت استاد الحفاظ حافظ پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی جو نابینا تھے اور آپ کے دادا جی کے شاگردِ رشید۔ اِس کے بعد گھر پر ہی اپنے والدِ گرامی حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ سے مروّجہ نصاب کے مطابق فارسی کے اسباق پڑھے۔ بلاشبہ اُنہوں نے بڑی توجہ اور محنتِ شاقہ سے اپنے عزیز بیٹے کو تعلیم دی۔

اساتذہِ کرام-----بعد ازاں آپ نے علومِ اسلامیہ کی عظیم درس گاہ اور علمی و روحانی مرکز جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں داخلہ لے لیا اور مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھنے والے اپنے دور کے ماہر ترین شیوخ واساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے اکتسابِ علم کیا، اُن قابلِ قدر اساتذہ کرام کے اسماءِ گرامی یہ ہیں ☆ غزالی زماں رازی دوراں امامِ اہلسنت حضرت علاّمہ سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز، آپ سے بخاری شریف، شرح عقائد، سلم العلوم اور فنون کی دیگر کتب پڑھیں ☆ شیخ الحدیث حضرت علاّمہ مولانا محمد شریف رضوی صاحب، آپ سے دورہ حدیث شریف کے دوران بعض کتبِ حدیث پڑھنے کا شرف حاصل کیا ☆ رئیس المدرسین حضرت علاّمہ مولانا مفتی امید علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، سے اِبن ماجہ، تفسیر بیضاوی، شرح جامی اور کافیہ وغیرہ جیسی اہم کتب پڑھیں ☆

حضرت علامہ مولانا عبدالکریم جام پوری سواگی رحمۃ اللہ علیہ سے حسّامی وغیرہ کا درس لیا ☆ حضرت علاّمہ مولانا مفتی سیّد مسعود علی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے جامع ترمذی اور فن کی بعض کتب پڑھنے کا موقع ملا، جبکہ فنون کی دیگر کتب مناظر اسلام حضرت علاّمہ مولانا محمد جعفر ☆ حضرت علاّمہ مولانا منظور احمد پٹیالوی رحمۃ اللہ علیہما ☆ حضرت علاّمہ مولانا محمد یوسف صاحب تونسوی نظامی ☆ حضرت علاّمہ مولانا فقیر محمود صاحب سدیدی مدرس مدرسہ محمودہ محمودیہ تونسہ شریف اور حضرت علاّمہ مولانا حافظ عبدالحکیم صاحب چشتی مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان سے پڑھیں۔

تدریس ------آپ کو درس و تدریس کا ذوق و شوق چونکہ وراثت میں ملا ہے اِس لئے ۱۹۶۵ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں پڑھانے کا آغاز کیا جو یقیناً آپ کی دورانِ تعلیم استعداد و قابلیت کی عکاسی اور اساتذہ کی نگاہوں میں بلند اور اہم مقام کو نمایاں کرتا ہے۔ چھ ماہ تک جامعہ انوار العلوم میں تدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد درجہء تخصص فی التفسیر والحدیث کے لئے حضرتِ غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور) کے ساتھ جامعہ اسلامیہ بہاولپور چلے گئے اور مقصد حاصل کیا۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے تخصص کرنے کے بعد چھ سال تک جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان میں بطورِ استاذ فرائض انجام دیئے پھر جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن ممتاز آباد ملتان میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے اور متواتر ۲۲ سال تک نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے خصوصاً یہاں آپ نے تدریس کا خوب جادو جگایا اور ایسے تلامذہ تیار کئے جو اِس وقت ملک کے متعدد سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ (جن کا ذکر آئندہ سطروں میں آرہا ہے) پھر دو سال تک جامعہ غوثیہ دار القرآن جامع مسجد درس والی اندروں دولت گیٹ ملتان میں پڑھاتے رہے اور اَب عرصہ چار سال سے دار العلوم غوثیہ مہریہ چوک شاہ عباس ملتان میں مہتمم اور صدر المدرسین کی حیثیت سے خدمتِ دینِ مصطفٰی کا بیڑہ اُٹھایا ہوا ہے اور یہ ادارہ ''دار العلوم غوثیہ مہریہ'' آپ ہی کی کاوشوں سے ۲۰۰۱ء کو معرض وجود میں آیا اور نہایت قلیل عرصہ میں قابل ذکر ترقی کی اِس وقت سو (۱۰۰) سے زائد طلبہ، شعبہ درسِ نظامی اور تحفیظ القرآن کے ساتھ یہ ادارہ اہلسنت کے اہم اداروں میں شمار ہونے لگا ہے۔

روحانی نسبت-----آپ کو روحانی نسبت قدوۃ السالکین، عمدۃ الواصلین حضرت پیر سیّد امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (مہر آباد شریف ضلع لودھراں) سے حاصل ہے۔ اِس سعادت کا باعث ایک تو خاندان کے بزرگوں کی حضرت سے عقیدت اور دوسرے حضرت کا زہد وورع تھا چنانچہ آپ سے متاثر ہو کر ۱۹۶۰ء میں ہی بیت کا شرف حاصل کر لیا۔

تلامذہ-----یوں تو آپ کے تلامذہ اور شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے مگر یہاں آپ کے چند اہم تلامذہ اور فیض یافتہ حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے تا کہ پتہ چلے کہ آپ کا علمی فیضان کہاں کہاں تک پہنچا ہے اور وہ حضرات مہتمم، ناظم، مدرس، مفتی اور خطیب جیسے کن کن اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں۔ ☆ حضرت علاّمہ مولانا ظہور احمد صاحب نظامی شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن ملتان ☆ حضرت علامہ مولانا غلام حسین صاحب رضوی دارالعلوم غوثیہ رضویہ کلور کوٹ بھکر ☆ حضرت مولانا محمد ابراھیم صاحب رضوی مہتمم مظہرالعلوم ملتان ☆ حضرت مولانا محمد اقبال صاحب لیکچرار بین الاقوامی اِسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ☆ حضرت مولانا خواجہ عبدالحیّ صاحب سجادہ نشین سندیلہ شریف ☆ حضرت مولانا سیّد عتیق الرحمن سول جج بلوچستان ☆ علامہ رحمت اللہ لیکچرار گورنمنٹ کالج مظفر گڑھ ☆ علامہ مولانا سیّد حسین احمد مدنی چوک منڈا ☆ مولانا سیّد احمد کمال مدرس فیض العلوم فقیر والی ہارون آباد ☆ مولانا مفتی محمد اقبال چشتی صاحب (ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت پاکستان پنجاب) لاہور ☆ حضرت مولانا قاری احمد یار صاحب سعیدی مہتمم مدرسہ سعیدیہ کاظمیہ فیض العلوم ملتان ☆ حضرت مولانا محمد شفیع چشتی صاحب مدرس جامعہ خیر المعاد ملتان ☆ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سلیمانی مدرس مدرسہ فخریہ ڈیرہ غازی خاں ☆ حضرت مولانا فیض احمد فیضی صاحب ٹبہ سلطان پور ☆ مولانا قاضی قاری عطاء اللہ مہروی صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ ضیاء الاسلام جامع مسجد غوثیہ گلبرگ کالونی ملتان ☆ حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب ☆ حضرت مولانا عطا محمد صاحب ☆ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب ☆ حضرت مولانا محمد کلیم صاحب ☆ قاری محمد رمضان صاحب ☆ قاری خدا بخش صاحب مدرسین مدرسہ ہدایت القرآن ملتان ☆ مولانا محمد رفیق صاحب مدرس مدرسہ فیضان رسول ملتان ☆ مولانا حافظ رب نواز سعیدی صاحب مہتمم وصدر مدرس جامعہ سعیدیہ حسان بن ثابت قاسم پور کالونی ملتان ☆ مولانا محمد ہاشم صاحب نقشبندی ☆

مولانا حبیب الرحمن صاحب عاصی مدرس دارالعلوم غوثیہ مہریہ ملتان ☆ مولانا غلام مصطفی قادری صاحب ☆ مولانا محمد اسماعیل صاحب فیضی مدرسین دارالعلوم غوثیہ مہریہ ملتان ☆ مولانا بشیر احمد صاحب اویسی خطیب مسجد دربار حضرت خواجہ اویس ملتان ☆ مولانا قاری فقیر محمد صاحب لاہور ☆ قاری محمد رمضان صاحب ایم،اے خطیب پاکستان آرمی ☆ مولانا فیاض احمد صاحب خطیب پاکستان آرمی ☆ مولانا عبدالرسول صاحب ☆ مولانا عبدالرزاق صاحب مدرسین مدرسہ سراج الاسلام لودھراں ☆ مولانا محمد اکرم سعیدی صاحب مدرس مدرسہ رحمت العلوم ملتان ☆ مولانا بشیر احمد صاحب معصومی مدرس مدرسہ فیض القرآن لکڑ منڈی ملتان اور ☆ مولانا گل حسن صاحب۔ طبہ سلطان پور (عربی ٹیچر)

اِن کے علاوہ بھی آپ کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد ہے جو علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

ذوقِ تصنیف------اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریس کے ساتھ ساتھ ذوقِ تصنیف وتالیف سے بھی خوب نوازا ہے حالانکہ جو شخص تدریس کی بھاری ذمہ داریاں نبھار ہا ہو اُس کیلئے تصنیف وتالیف کیلئے وقت نکالنا آسان کام نہیں ہوتا مگر حضرت علامہ نذیر احمد مہروی صاحب تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کیلئے وقت نکال لیتے ہیں چنانچہ آپ مختلف موضوعات پر کتب، رسائل، فتاوٰی اور مقالات سپردِ قلم کر کے عوام وخواص سے دادِ تحسین وصول کر چکے ہیں اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ آپ کی تحریری خدمات اور قلمی کاوشوں میں تازہ ترین وقایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو ہے اِس سے قبل تحفہ سعیدیہ اردو شرح علم الصیغہ، حاشیہ میزان الصرف مطبوعہ ہیں اور شرح صرف میر تکمیل کے مراحل میں ہے جبکہ کافیہ، شرح ملا جامی جیسی اہم فنی کتب کی شرح وتسہیل مستقبل کے عزائم میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تصدق اِن خوابوں کو جلد شرمندۂ تعبیر فرمائے، آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (1/1/2005ء)

خادم العلم والعلماء

حافظ عبدالعزیز سعیدی

مدرس جامعہ انوار العلوم ٹی بلاک نیو ملتان

{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}

اظہارِ تشکر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد: فقیرناچیز، اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان اور اُسکے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایتِ خاص پر بے حد مسرور ومطمئن ہے کہ **وقایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو** پیش کرنے کی سعادت نصیب ہورہی ہے۔ فقیر اُن تمام اکابر اور محسنین کا ممنونِ احسان ہے جنکی شفقت وتعاون سے یہ اہم مرحلہ سرہوا۔ اِس موقع پر راقم جگر گوشہ غزالی زماں فاضل جلیل حضرت علامہ صاحبزادہ سید ارشد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ العالی کا تہہ دل سے سپاس گزار ہے کہ آپ نے انوار العلوم کے ایک پرانے خوشہ چین کیلئے اپنے قیمتی لمحات میں سے چند، وقف فرمائے اور تقریظ لکھی۔ نیز اپنے خاندان کے بزرگ اور علمی عظمتوں کے وارث بحرالعلوم حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز صاحب چشتی اور سندالمدرسین حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالحکیم صاحب چشتی (مدرسین جامعہ انوارالعلوم ملتان) کا شکر گزار ہے کہ اُنہوں نے اپنی بزرگ عمری اور تدریسی مصروفیات کے باوجود "وقایۃ النحو" پر تقریظ لکھ کر اِس ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ فاضلِ محتشم حضرت علامہ مولانا محمد اعظم چشتی صاحب (ڈیرہ غازیخان) نے "وقایۃ النحو" کو ابتداء سے تا آخر بحث غیر منصرف بالاستیعاب پڑھ کر نہ صرف زبانی اپنے جذباتِ تحسین کا اظہار کیا بلکہ قلمی تاثرات بھی ارسال فرمائے۔ عزیزِ محترم حضرت علامہ مولانا سعید احمد سعیدی صاحب (صدر مدرس جامعہ غوثیہ مہریہ لودھراں) نے نہایت توجہ سے کتاب کو مبنی کی بحث سے آخر تک پڑھ کر پرخلوص اور مفید مشوروں کے قابل سمجھا، اُنکے محسوسات قارئین کے ملاحظہ کیلئے کتاب کا حصہ ہیں۔

راقم دارالعلوم غوثیہ مہریہ ملتان کے نوجوان وفعال مدرس حضرت علامہ حبیب الرحمن صاحب ساقی کا بے حد ممنون ہے جنہوں نے کتاب کی کمپوزنگ اور طباعت کے تمام مراحل اپنی نگرانی میں مکمل کرائے، اور مکتبہ غوثیہ مہریہ کی طرف سے کتاب کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

قارئین کرام! اِس پیش کش میں اغلاط کی تصحیح اور پروف ریڈنگ کی احتیاط کے باوجود اغلاط رہ گئی ہونگی، اہل علم کسی سہو وخطا پر مطلع ہوں تو ضرور آگاہ فرمائیں۔ انشاء اللہ تعمیل ہوگی۔

نذیر احمد مہروی غفرلہ

{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}{☆}

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا وَّبَعْدُ سوال:-ھِدَایَۃُ النَّحْو کس نے لکھی ہے؟ جواب:-اس کے متعلق دو قول ہیں۔(۱) صاحب دِرَایَۃُ النَّحْو کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ھِدَایَۃُ النَّحْو، مشہور نحوی علامہ ابوحیان نے لکھی ہے۔(۲) علامہ غلام جیلانی میرٹھی لکھتے ہیں کہ اِس کے مصنف علامہ سراج الدین ہیں جو حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی کے خلیفہ تھے۔ فائدہ:- ''سیرِ علماء'' میں ہے کہ ابوحیان نحوی کافیہ ابن حاجب کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا اور ''ھٰذَا نَحْوُ الْفُقَھَاءِ'' کہہ کر اُس کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اگر یہ نقل درست ہے تو علامہ غلام جیلانی میرٹھی کی بات قوی ہے اِس لئے کہ مصنفِ ہدایت النحو نے کافیہ اور اُسکی ترتیب کو پسند کیا ہے۔ سوال:-مصنف نے کتاب کا آغاز تسمیہ اور تحمید سے کیوں کیا ہے؟ جواب:-ایسا کرنے میں کلامِ مجید کا اتباع ہے بایں طور کہ کلامِ پاک کی ابتداء تسمیہ اور تحمید سے ہے اور حدیث شریف کی بھی اقتدا ہے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ''کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ فِیْہِ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبْتَرُ'' اور ایک حدیث میں ''بِبِسْمِ اللّٰہِ'' کی جگہ ''بِحَمْدِ اللّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ وَاَجْزَمُ'' ہے۔ نیز اسلاف کا طریقہ بھی یہی رہا ہے۔ قولہ بِسْمِ اللّٰہِ:-بِسْمِ اللّٰہِ کی باء جارہ برائے تبرک یا برائے استعانت ہے جو ''مُتَبَرِّکًا یا مُسْتَعِیْنًا'' مقدر کے متعلق ہوکر ''اَشْرَعُ'' فعلِ مقدر کی ضمیر سے حال ہے، تقدیرِ عبارت اِس طرح ہے ''مُتَبَرِّکًا اَوْ مُسْتَعِیْنًا بِبِسْمِ اللّٰہِ اَشْرَعُ'' اور لفظ اِسْمٌ بروزن اِفْعٌ ہے اِس کا ہمزہ وصلی ہے یعنی ہمزہ سے پہلے اگر حرف متحرک ہو تو یہ صرف لکھا جاتا ہے پڑھا نہیں جاتا اور اِس جگہ ہمزہ لکھا بھی نہیں جاتا کیونکہ بِسْمِ اللّٰہِ کا کثیر الاستعمال ہونا تخفیف کو چاہتا ہے اور باء کے شوشہ کو ذرا سا لمبا کر کے لکھتے ہیں تا کہ الف محذوفہ پر دلالت کرے۔ لفظ اَللّٰہُ، معبودِ برحق کا نام ہے جو واجب الوجود اور تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع ہے۔ فائدہ:-لوگ جس طرح کہ ذات باری تعالیٰ اور صفات باری میں حیران ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسم (اَللّٰہ) کی تحقیق کے بارے میں حیران اور مختلف الخیال ہیں۔(۱) قدماء فلاسفہ تو اَللّٰہ، کے اسم ذاتی ہونیکا انکار کرتے ہیں۔(۲) بعض کا خیال ہے کہ لفظ اَللّٰہ، علم ہے۔(۳) بعض کے نزدیک یہ اسم مشتق ہے۔(۴) کچھ حضرات کہتے ہیں کہ اَللّٰہ، صفتِ مشتقہ ہے۔(۵) بعض کے نزدیک یہ عربی نہیں بلکہ سریانی زبان کا لفظ ہے۔ راجح یہ ہے کہ یہ معبود برحق کا علم ہے۔ قولہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:-یہ دونوں صفتِ مشبہ ہیں جن میں مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں اور رَحْمٰن میں رَحِیْم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے لیکن اِبن ہشام کے نزدیک یہ علم ہیں لہٰذا اِس جگہ (تسمیہ میں) یہ دونوں لفظِ اَللّٰہِ سے بدل ہونگے۔ سوال:-بِسْمِ اللّٰہِ میں باء جارہ لفظِ اَللّٰہ پر داخل کر کے ''بِاللّٰہِ'' کیوں نہیں کہا؟ جواب:-تا کہ یَمِیْنٌ اور تَیَمُّنٌ میں فرق ہوجائے یعنی یہ واضح ہوجائے کہ بِسْمِ اللّٰہِ کی باء قسمیہ نہیں بلکہ تبرک و استعانت کی باء ہے۔ سوال:-تسمیہ میں اللہ تعالیٰ کے تین نام کیوں ہیں؟ جواب:-گذشتہ زمانے میں تین قومیں گذری ہیں جو اللہ تعالیٰ کو اِن ناموں سے یاد کیا کرتی تھیں اِس لئے تسمیہ میں وہ تینوں نام جمع کر دیئے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

تمام تعریفیں مختص ہیں اللہ تعالیٰ کیلئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے

قولہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ: -حمد کے لغوی معنی ہیں ستودن یعنی تعریف کرنا اور حمد کی تعریف یہ ہے "اَلثَّنَاءُ بِالِلّسَانِ عَلَی الْجَمِیْلِ الْاِخْتِیَارِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَوْغَیْرِھَا" یعنی زبان سے ذکرِ حسن کرنا جمیل اختیاری پر خواہ وہ نعمت کے مقابلہ میں ہو یا نعمت کے مقابلہ میں نہ ہو اور اَلْحَمْدُ کے لام میں تین احتمال ہیں۔(۱) لام جنسی ہو، اُس وقت معنی ہونگے جنسِ حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔(۲) لامِ استغراقی ہو، معنی ہونگے تمام افرادِ حمد ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔(۳) یہ لام عہد کا ہو اور اِس سے مراد وہ حمد ہو جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کی فرمائی ہے۔ سوال:-مصنف نے تسمیہ کو تحمید پر مقدم کیوں کیا؟ جواب:-قرآنِ مجید کی موافقت کے لئے اور اِس لئے کہ بوقت اجتماع تسمیہ وتحمید، تسمیہ کی تقدیم پر اَسلاف کا اجماع واتفاق ہے۔ نیز اِس لئے کہ تسمیہ، حمد پر مشتمل ہے کیونکہ حمد کے معنی ہیں کمال اور خوبی کو بیان کرنا۔ سوال:-اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں اسم جلالت کو مقدم کیوں نہیں کیا؟ جبکہ وہ مستحقِ تقدیم ہے۔ جواب:-کیونکہ یہ مقام، حمد کا مقام ہے تو مقام کی رعایت کیلئے حَمْدُ کو اسمِ جلالت پر مقدم کر دیا گیا ہے کہ رعایتِ مقام اولیٰ ہے۔ قولہ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ:- لفظِ رَبّ میں تین احتمال ہیں(۱) یہ رَبَّ یَرُبُّ سے مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو بتدریج حدِ کمال تک پہنچا دینا، اِس صورت میں "رَبّ" کا اطلاق ذاتِ باری تعالیٰ پر بطورِ مبالغہ از قبیلِ "زَیْدٌ عَدْلٌ" ہوگا یا مصدر بمعنی اسم فاعل ہوگا یعنی تربیت کرنے والا۔ (۲) یہ صفتِ مشبہ ہے صَعْبٌ کی طرح۔(۳) رَابٌّ اسم فاعل کا مخفف ہے۔ سوال:-"رَبٌّ" اگر صفتِ مشبہ یا اسمِ فاعل ہے تو "رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" کو لفظ اَللّٰہ کی صفت بنانا درست نہیں کیونکہ "رَبٌّ" کی اضافت از قبیلِ اضافتِ لفظیہ ہوگی جو مفیدِ تعریف نہیں ہوتی جبکہ لفظ اَللّٰہ معرفہ ہے؟ جواب:- صیغہ صفت کے عمل کیلئے زمانہ حال یا استقبال شرط ہے اور یہاں وہ شرط مفقود ہے اس لئے کہ "رَبٌّ" میں استمرار ہے لہٰذا "رَبٌّ" کی اضافت از قبیل اضافت معنویہ ہوئی جو مفید تعریف ہوتی ہے۔ جواب نمبر۲:-اضافتِ لفظیہ کی مطلقاً ہیئت ترکیبی اگرچہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی لیکن اِس جگہ یہ ترکیبِ خاص معنی کے اعتبار سے مفیدِ تعریف ہے اِس لئے کہ "رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" کا مصداق ذاتِ پاک کے سوا کوئی نہیں۔ قولہ:-"اَلْعَالَمِیْنَ" یہ "عَالَمٌ" (اسمِ آلہ) کی جمع ہے بمعنی "مَا یُعْلَمُ بِہِ الشَّیْئُ" یعنی جس چیز سے دوسری جانی جائے اور عرف عام میں عَالَمٌ سے مراد جمیع ما سوی اللہ ہے۔ سوال:-جب عَالَمٌ بمعنی جمیع ما سوی اللہ ہے تو اِسکو جمع کیوں لایا گیا ہے؟ جواب:-اِس کے مابعد یعنی مُتَّقِیْنَ کے ساتھ رعایتِ سجع کیلئے اور رعایتِ سجع ماقبل اور مابعد دونوں میں ملحوظ ہوتی ہے۔ سوال:-سجع تو ممنوع ہے تو شی ممنوع کی رعایت کیوں کی گئی؟ جواب:-ہر سجع ممنوع نہیں بلکہ ایسی سجع ممنوع ہے جسمیں تکلف ہو اور یہ سجع تکلف سے خالی ہے۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ.........

اور اچھا انجام ثابت ہے متقین کیلئے۔ اور رحمت کاملہ نازل ہو اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم.................

قولہ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: -عاقبت کے معنی ''انجام'' ہیں خواہ انجام خیر ہو یا شر، اِس لئے اِسکا مضاف مقدر مانا جاتا ہے اَیْ خَیْرُ الْعَاقِبَةِ یعنی اچھا انجام متقین کے لئے ہے۔ یہ جملہ معترضہ ہے اور حمد وصلوٰۃ کے درمیان اِس نکتہ پر تنبیہ ہے کہ اعمال میں عمدہ عمل تقویٰ ہے۔ قولہ وَالصَّلٰوةُ: -صَلٰوۃ بابِ تفعیل کا اسم مصدر ہے یہ اصل میں صَلَوَۃٌ تھا قَالَ کے قاعدے سے واوٗ، الف سے بدل گیا تو صَلٰوۃٌ ہو گیا۔ فائدہ: -اِسکی کتابت میں قیاس یہ تھا کہ الف کے ساتھ (صَلَاۃٌ) لکھا جاتا جیسے عَصَا، لیکن چونکہ تَفْخِیْمٌ کے وقت اِسکا الف واوٗ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اِس لئے اِس کے الف کو واوٗ کے ساتھ لکھتے ہیں اور واوٗ کے بغیر الف کے ساتھ بھی لکھتے ہیں بالخصوص جب اِس کی اضافت ضمیر کی طرف ہو جیسے صَلَاتِیْ۔ فائدہ: - لفظِ صَلٰوۃ، درج ذیل معانی اربعہ میں مشترک لفظی یا مشترک معنوی ہے۔ رحمت، دعاء، استغفار اور تسبیح۔ اور بوقت قرینہ کسی ایک معنی کیلئے ہوگا مثلاً اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو گی تو معنی رحمت یعنی فضل واحسان ہونگے جیسے صَلٰوۃُ اللہِ میں۔ جب اِس کی نسبت مؤمنین کی طرف ہو گی تو معنی دعاء ہوں گے یعنی طلبِ رحمت اور جب ملائکہ کی طرف ہو گی، تو معنی استغفار ہونگے اور جب وحوش وطیور کی طرف ہو گی تو معنی تسبیح ہونگے۔ سوال: -مشترک لفظی ومعنوی کس کو کہتے ہیں؟ جواب: -مشترک لفظی یہ ہے کہ ایک لفظ متعدد معانی کے لئے ابتداً الگ الگ وضع کیا گیا ہو جیسے لفظِ عَیْنٌ، آنکھ وسونا وغیرہ بہت سے معانی کے لئے موضوع ہے اور مشترکِ معنوی یہ ہے کہ لفظ ایک معنیٰ کلی کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کے بہت سے افراد ہوں جیسے لفظِ انسان، حیوانِ ناطق کیلئے موضوع ہے جس کے بہت سے افراد ہیں۔ فائدہ: - اگر یہ لفظِ صَلٰوۃ اِس جگہ معانی اربعہ کے لئے الگ الگ موضوع ہے تو یہ مشترکِ لفظی ہوگا اور اگر معنی کلی یعنی اِفَاضَةُ الْخَیْرِ کیلئے موضوع ہے جس کے معانی اربعہ افراد ہیں تو مشترک معنوی ہوگا۔ قولہ عَلٰی رَسُوْلِهٖ: -رَسُوْلٌ لغت میں بمعنی مُرْسَلٌ ہے یعنی بھیجا ہوا اور اصطلاحِ شرع میں رسول، وہ انسان ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف تبلیغِ احکام کے لئے بھیجا ہو اور اُسکے پاس کتاب ہو یا نئی شریعت ہو۔ قولہ مُحَمَّدٍ: -لفظِ مُحَمَّدٌ تحمید سے ہے جس کے معنی ہیں وہ ذات جس کے فضائل محمودہ کثیر ہوں، کیونکہ بابِ تفعیل کا خاصہ تکثیر ہے، آپکو اِس نام کے ساتھ بِالْهَامِ خداوندی موسوم کی گیا یہ نام تمام ناموں کی اصل ہے جس طرح کہ اِس نام کا مسمّٰی بحکمِ حدیث ''کُلُّ الْخَلَائِقِ مِنْ نُّوْرِیْ'' سارے عالم کی اصل ہے۔

وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ.............

اور آپکے تمام آل واصحاب پر۔حمد وصلوٰۃ کے بعد..........

قولہ وَاٰلِہٖ: -اٰلُ،اسمِ جمع ہے جس کے اصل میں دوقول ہیں،نمبر۱-سیبویہ کے نزدیک اٰلٌ کی اصل اَھْلٌ ہے کیونکہ اُس کی تصغیر اُھَیْلٌ ہے اور قاعدہ ہے کہ ہر شے کی تصغیر شے کو اُس کی اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے، اَھْلٌ کی ھاء کو خلاف قیاس ہمزہ کیا پھر اٰمَنَ کے قاعدے سے اٰلٌ ہوا۔ نمبر۲-کسائی کے نزدیک اسکی اصل اَوَلٌ ہے قَالَ کے قاعدہ سے واؤ کو الف کیا تو اٰلٌ ہوا،کسائی نے یہ دلیل دی ہے کہ میں نے ایک فصیح اعرابی کو یہ کہتے ہوئے سنا''اٰلٌ وَّاُوَیْلٌ،اَھْلٌ وَّاُھَیْلٌ'' یعنی اس اعرابی نے اٰلٌ کی تصغیر اُوَیْلٌ اور اَھْلٌ کی تصغیر اُھَیْلٌ ذکر کی جس سے معلوم ہوا کہ اٰلُ اور اَھْلُ مستقل دولفظ ہیں۔

فائدہ:-کسائی کا قول قیاسًا بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اِس سے خلافِ قیاس کوئی امرلازم نہیں آتا۔ فائدہ:-اٰل اور اَھْلُ میں فرق (۱) اٰل،صرف ذوی العقول کی طرف مضاف ہوتا ہے اس لئے''اٰلُ الْعِلْمِ یا اٰلُ الْمِصْرِ'' نہیں کہتے اور اَھْلُ، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کو عام ہے۔(۲) اٰل،کی اضافت ذوی العقول میں صرف مذکر کی طرف ہوتی ہے بخلاف اَھْلُ کے کہ وہ عام ہے۔(۳) اٰلُ کی اضافت ذوی العقول مذکر میں اشراف کے ساتھ خاص ہے اٰلِ حَجَّام نہیں کہتے۔اور لفظِ اَھْلُ عام ہے۔ سوال:-آپ نے کہا کہ اٰل،اسمِ جمع ہے تو کیا جمع اور اسمِ جمع میں کوئی فرق ہے؟ جواب:-ہاں ان میں تین طریقوں سے فرق کیا گیا ہے(۱) اسمِ جمع وہ ہے جو دو سے زائد پر دلالت کرے اور جمع کے کسی وزن پر نہ ہو خواہ اس کا کوئی مفرد مِنْ لَفْظِہٖ ہو یا نہ ہو۔ جبکہ جمع کیلئے اوزانِ جمع میں سے کسی وزن پر ہونا نیز اُسکا مفرد پایا جانا ضروری ہے۔(۲) اسمِ جمع کی تصغیر لانے کیلئے اُس کو مفرد کی طرف لوٹانا ضروری نہیں بخلاف جمع کے کہ اسکو لوٹانا ضروری ہے۔(۳) اسمِ جمع خلافِ قیاس ہوتی ہے اور جمع قیاس کے مطابق ہوتی ہے۔ قولہ وَاَصْحَابِہٖ:-مشہور نحوی سیبویہ نے صراحت کی ہے کہ اَصْحَابٌ،صَاحِبٌ کی جمع ہے جیسے اَطْھَارٌ،طَاھِرٌ کی جمع ہے۔صحابی وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور ایمان ہی پر اُسکا خاتمہ ہوا ہو۔اٰلُ میں اگرچہ اصحاب بھی داخل ہیں کیونکہ اٰلُ ہر متقی پرہیزگار کو شامل ہے لیکن چونکہ اٰلُ کا یہ معنیٰ عوام میں غیر مشہور ہے اور رافضی صحابہ کرام کو سَبّ کرتے ہیں اس لئے اہلسنت نے اظہارِ حق کیلئے اٰل کے بعد صحابہ کے ذکر کا التزام کیا ہے۔ قولہ اَجْمَعِیْنَ:-یہ اٰلُ اور اَصْحَابُ کی تاکید ہے اور اِس سے روافض پر رد مقصود ہے جو بعض صحابہ کرام کو صَلٰوۃُ کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور خوارج پر بھی رد ہے جو اٰلُ سے دشمنی رکھتے ہیں اور اُن پر صَلٰوۃُ نہیں بھیجتے۔ قولہ اَمَّا بَعْدُ:-یہ لفظ علمِ بدیع میں فصلِ خطاب کے نام سے موسوم ہے مصنفین حمد و صلوٰۃ کے بعد مقصود کی طرف انتقال کرتے وقت یہ لفظ لاتے ہیں تاکہ کلام مقدم و مؤخر میں فصل احسن پیرایہ میں ظاہر ہوجائے۔کلمہ بَعْدُ اصل میں ظرفِ مکان ہے جو بعد میں ظرف زمان کے لئے استعمال ہونے لگا۔

فَهٰذَا مُخْتَصَرٌ مَضْبُوْطٌ فِی النَّحْوِ جَمَعْتُ فِیْهِ مُهِمَّاتِ النَّحْوِ عَلٰی تَرْتِیْبِ الْكَافِیَةِ مُبَوَّبًا وَّمُفَصَّلًا

پس یہ مختصر ہے ضبط کی ہوئی ہے علم نحو میں۔ جمع کیا ہے میں نے اس میں نحو کے مقاصد کو کافیہ کی ترتیب پر اس حال میں کہ باب بنانے والا اور فصل بنانے والا ہوں

قولہ فَهٰذَا :۔ھٰذَا کا مشارالیہ وہ مضامینِ مُرَتَّبہ ہیں جو مصنف کے ذہن میں حاضر وموجود ہیں خواہ خطبہ الحاقیہ ہو یا ابتدائیہ کیونکہ موجودِ ذہنی جب کشف وظہور میں محسوس کے مشابہ ہو تو موجود ذہنی کو محسوس مان کر اس کی طرف بھی اسمِ اشارہ کے ذریعے اشارہ کرتے ہیں چونکہ اِس کتاب کے مضامین محسوس کی طرح ظاہر ومنکشف ہیں اس لئے مصنف نے اِن مضامین کو محسوس فرض کر کے اِن کی طرف ھٰذَا سے اشارہ کیا ہے اور طلبہ کو تسلی دی ہے کہ ھِدَایَۃُ النَّحْوُ کے مسائل مشکل نہیں ہیں بلکہ محسوس کی طرح واضح ہیں۔ فائدہ:۔بعض شروح میں جو یہ کہا گیا ہے کہ خطبہ الحاقیہ ہو تو مشارالیہ معانی ہونگے اور ابتدائیہ ہو تو الفاظ ہونگے درست نہیں۔ اِس لئے کہ الفاظ ومعانی کا وجود خارج میں نہیں ہے اور جو خارج میں موجود ہیں وہ نقوش ہیں۔ قولہ مُخْتَصَرٌ مَّضْبُوْطٌ :۔مُخْتَصَرٌ، بابِ اِفْتِعَالٌ سے صیغہ اسمِ مفعول ہے۔اصطلاح میں مُخْتَصَرٌ اُس کو کہتے ہیں جسکی عبارت قلیل اور معانی کثیر ہوں۔مَضْبُوْطٌ، بھی اسمِ مفعول کا صیغہ ہے بمعنی محفوظ اور مُخْتَصَرٌ کی صفتِ اول ہے اور فِی النَّحْوِ صفتِ ثانی اور موصوف ،صفت سے ملکر مبتدا (ھٰذَا) کی خبر ہے۔ قولہ جَمَعْتُ فِیْهِ :۔یہ جملہ بھی مُخْتَصَرٌ کی صفت ہے یعنی ایسی مختصر کہ جسمیں میں نے نحو کے مقاصد جمع کئے ہیں "مُهِمَّات" مُهِمٌّ یامُهِمَّةٌ کی جمع ہے جو ہمت بمعنی قصد سے ہے "مُهِمٌّ" اگرچہ بمعنی رنج بھی ہے لیکن پہلا معنی بہت مناسب ہے۔ قولہ عَلٰی تَرْتِیْبِ الْكَافِیَةِ :۔یہ "جَمَعْتُ" کے متعلق ہے یا کَائِنٌ مقدر کے متعلق ہوکر مُخْتَصَرٌ کی چوتھی صفت ہے اور موصوف صفت کے درمیان فاصلہ اگر اجنبی کے ساتھ نہ ہو تو یہ فاصلہ جائز ہے، نیز "مُشْتَمِلَةً" کے متعلق کر کے مُهِمَّات سے حال بھی بنایا جاسکتا ہے اَیْ حَالَ کَوْنِ تِلْکَ الْمُهِمَّاتِ مُشْتَمِلَةً عَلٰی تَرْتِیْبِ الْكَافِیَةِ "اور ثَابِتًا کے متعلق کر کے مفعولِ مطلق مقدر کی صفت بنانا بھی درست ہے اَیْ جَمَعْتُ جَمْعًا ثَابِتًا عَلٰی تَرْتِیْبِ الْكَافِیَةِ ۔ تَرْتِیْب، لغت میں بمعنی ساختنِ شئی ہے یعنی کوئی چیز بنانا اور اصطلاح میں بمعنی وَضْعُ کُلِّ شَیْئٍ فِیْ مَرْتَبَتِهٖ (یعنی ہر چیز کو اسکے مرتبہ میں رکھنا) مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے اِس مختصر کی ترتیب کافیہ کے مطابق رکھی ہے جیسے کافیہ میں پہلے بحثِ اسم پھر بحثِ فعل اور آخر میں بحثِ حرف ہے یہی ترتیب اِس مختصر میں بھی ہے یعنی جو مسائلِ نحو اِس مختصر میں مذکور ہیں وہ کافیہ کی طرز پر ہیں۔ قولہ مُبَوَّبًا وَّمُفَصَّلًا :۔یہ دونوں یا تو جَمَعْتُ کی ضمیر سے حال ہیں اور بصیغہ اسمِ فاعل ہیں یعنی میں نے اِس مختصر میں مقاصد نحو کو جمع کیا اِس حال میں کہ اِن مقاصد کو باب باب اور فصل فصل کرنے والا ہوں یا فِیْهِ کی ضمیرِ مجرور سے حال ہیں اور بصیغہ اسمِ مفعول ہیں یعنی میں نے اِس مختصر میں نحو کے مقاصد کو جمع کیا اِس حال میں کہ وہ مختصر باب باب اور فصل فصل کی ہوئی ہے۔ فائدہ:۔مصنف کے قول عَلٰی تَرْتِیْبِ الْكَافِیَةِ میں اگر کافیہ سے اس کی نفسِ عبارت مراد ہو تو مصنف کا قول مُبَوَّبًا وَّمُفَصَّلًا بمنزلہ استثناء کے ہوگا یعنی یہ مختصر میں نے کافیہ کی ترتیب پر جمع کی ہے مگر یہ مبوب ومفصل ہے اور کافیہ میں ابواب وفصول قائم نہیں کئے گئے اور اگر کافیہ کے قواعد کلیہ مراد ہیں جو مبوب اور مفصل ہیں تو اس صورت میں تبویب وتفصیل کا ذکر محض مدعیٰ کے انکشاف کیلئے ہوگا۔(تسھیل الحمایہ)

بِعِبَارَةٍ وَّاضِحَةٍ مَّعَ اِيْرَادِ الْاَمْثِلَةِ فِيْ جَمِيْعِ مَسَائِلِهَا مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلْاَدِلَّةِ

واضح عبارت کے ساتھ ہمراہ لے آنے مثالوں کے اس کے تمام مسائل میں بغیر در پے ہونے دلائل.................

قولہ بِعِبَارَةٍ وَّاضِحَةٍ :-''عبارت''لغت میں بمعنی خواب کی تعبیر بیان کرنا اور اصطلاح میں عبارت ان الفاظ کو کہتے ہیں جو معنی پر دلالت کرتے ہیں چونکہ یہ الفاظ دل میں پوشیدہ چیز کو ظاہر کرتے ہیں اِس لئے اِنکو عبارت کہا جاتا ہے اور وَاضِحَةٍ کے لغوی معنی ظاہر کرنے والی۔ عبارتِ واضحہ ،ایسی عبارت کا نام ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں واضح ہو(اَیْ غَیْرَ صَعْبَةٍ) عبارت واضحہ سے مصنف نے اس وہم کا ازالہ کیا ہے کہ جب یہ مختصر کافیہ کی ترتیب پر جمع کی گئی ہے تو اس کی عبارت بھی کافیہ کی طرح مغلق اور غیر واضح ہوگی فَقَالَ بِعِبَارَةٍ وَّاضِحَةٍ ۔ فائدہ:-بِعَبَارَةٍ وَاضِحَة کی ترکیب میں چند احتمال ہیں (۱) یہ جار مجرور جَمَعْتُ کے متعلق ہو۔(۲) کَائِنٌ مقدر کے متعلق ہو کر مُخْتَصَرٌ کی صفت بنے۔(۳) فِيْهِ کی ضمیر سے حالِ مترادفہ بنے۔(۴) مُبَوَّبٌ وَ مُفَصَّلٌ (بصیغہ اسم مفعول) کی ضمیر سے حالِ متداخلہ بنے۔سوال:-حالِ مترادفہ اور حالِ متداخلہ کی تعریف کریں؟ جواب:-ایک ذوالحال سے دوبارہ جو حال بنایا جائے اُس کو حالِ مترادفہ کہتے ہیں جیسے ھدَایَةُ النَّحْو کی عبارت جَمَعْتُ فِيْهِ کی ضمیرِ مجرور سے مُبَوَّبًا وَمُفَصَّلًا حال ہے اور اِس کے بعد بِعِبَارَةٍ وَّاضِحَةٍ بھی ضمیرِ مجرور سے حال ہے تو یہ حالِ مترادفہ ہے اور حالِ متداخلہ وہ ہے جو پہلے حال کے معمول سے حال واقع ہو جیسے مُبَوَّبًا وَّمُفَصَّلًا، فِيْهِ کی ضمیرِ مجر رسے حا ہے پھر مُبَوَّبٌ وَمُفَصَّلٌ کی ضمیر سے بِعِبَارَةٍ وَاضِحَةٍ حال واقع ہو رہا ہے تو یہ حالِ متداخلہ ہے۔ قولہ مَعَ اِيْرَادِ الْاَمْثِلَةِ:-یہ ظرف مع مضاف الیہ وَاضِحَةٍ کے متعلق ہے یا کَائِنَةٍ کے متعلق ہو کر عِبَارَةٍ کی صفت ہے۔اِيْرَادِ، بابِ افعال کا مصدر ہے جو اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے اَلْاَمْثِلَةِ، مِثَالٌ کی جمع ہے۔ مثال، بغرضِ انکشافِ مسائل لائی جاتی ہے اور دلیل و برہان اثباتِ مدعٰی کے لئے لائی جاتی ہے۔فائدہ:-مثال اور شاہد میں یہ فرق ہے کہ مثال اُس کو کہتے ہیں جو قاعدہ کی وضاحت کے لئے لائی جائے اور شاہد اس کو کہتے ہیں جو قاعدہ کے اثبات کے لئے ذکر کیا جائے، پس مثال عام اور شاہد خاص ہے کہ شاہد قرآن یا حدیث یا عربی کے ماہر کے کلام سے لایا جاتا ہے جبکہ وضاحت اور مثال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔ قولہ فِيْ جَمِيْعِ مَسَائِلِهَا:-کلمہ فِيْ بمعنی لام اِيْرَادِ کے متعلق ہے۔مَسَائِلُ جمع مَسْئَلَةٌ کی ہے لغت میں مسئلہ کے معنی ہیں سوال کی جگہ یا سوال کا وقت، یہاں مراد قواعد ہیں اور اصطلاح میں کسی امر کا اسناد کرنا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یا کسی مجتہد کی طرف۔مَسَائِلِهَا کی ضمیر کا مرجع، مُهِمَّاتِ ہے یا مُخْتَصَرٌ، بتاویل رسالہ۔اور تمام مسائل سے مراد اکثر و غالب مسائل ہیں لِاَنَّ لِلْاَكْثَرِ حُكْمَ الْكُلِّ۔ قولہ مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ :- تَعَرُّضٌ بابِ تفعل کا مصدر ہے بمعنی کسی چیز کے در پے ہونا، اَدِلَّةٌ دلیل کی جمع ہے کسی چیز کی دلیل وہ ہے جس سے وہ چیز پہچانی جائے، قیاس اِس امر کا مقتضی ہے کہ مصنف اَدِلَّةٌ، جمع قلت کی جگہ دَلَائِلُ صیغہ جمع کثرت لاتے کہ مقام اسی کو چاہتا ہے لیکن صیغہ جمع کثرت و جمع قلت ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں اس لئے مصنف صیغہ جمع قلت لائے جو بمعنی جمع کثرت ہے۔

وَالْعِلَلِ لِئَلَّا يُشَوِّشَ ذِهْنَ الْمُبْتَدِئ عَنْ فَهْمِ الْمَسَائِلِ وَسَمَّيْتُهٗ بِهِدَايَةِ النَّحْوِ رَجَاءَ اَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهِ الطَّالِبِيْنَ وَرَتَّبْتُهٗ عَلٰی مُقَدِّمَةٍ وَّثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ وَّخَاتِمَةٍ..............

اور علل کے تاکہ نہ پریشان کرے یہ مختصر مبتدی کے ذہن کو مسائل کے سمجھنے سے۔اور میں نے اس کا نام ہدایۃ النحو رکھا اس امید پر کہ ہدایت دے گا اللہ اس کے ذریعے طلب کرنے والوں کو۔اور میں نے اس مختصر کو مرتب کیا ہے ایک مقدمہ اور تین اقسام اور خاتمہ پر

قولہ وَالْعِلَلِ :-یہ عِلَّةٌ کی جمع ہے جیسے هِمَمٌ، هِمَّةٌ کی جمع ہے،اصطلاح میں علت اس کو کہتے ہیں جس پر وجودِ معلول موقوف ہو، دلیل اور علت علمائے عربیت کے نزدیک مترادف ہیں اور مصنف کا یہ قول بھی اَغلب پر محمول ہے ورنہ بعض مواضع میں علل کا بیان کیا گیا ہے۔ قولہ لِئَلَّا يُشَوِّشَ : -لِئَلَّا، اصل میں لِاَنْ لَا تھا،نون کو لام کر کے اُس میں ادغام کیا اور ہمزۂ مستقیمہ کو ہمزۂ مُنْحَنِيَة سے بدل دیا تو لِئَلَّا ہوا یہ جار مجرور جَمَعْتُ کے متعلق ہے اور مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ کی علت ہے۔يُشَوِّشَ، صیغہ مضارع ہے تَشْوِيْشٌ، بمعنی پریشان کرنا سے یہ معلوم بھی پڑھا جاسکتا ہے اس صورت میں اس کا فاعل ضمیرِ مستتر ہوگی اور ذِهْنَ الْمُبْتَدِئ بنابر مفعول منصوب ہوگا اور معنی ہونگے تاکہ یہ تعرض مبتدی کے ذہن کو پریشان نہ کردے اور مجہول بھی پڑھا جاسکتا ہے اِس صورت میں ذِهْنُ الْمُبْتَدِئ نائب فاعل ہوگا اور معنی ہونگے تاکہ مبتدی کا ذہن پریشان نہ کیا جائے۔مُبْتَدِئ،لغت میں بمعنی آغاز کنندہ ہے اور اصطلاح میں مبتدی وہ ہے جس نے کسی چیز کے اول جز کو شروع کیا ہو اور باقی اجزاء کے حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ قولہ عَنْ فَهْمِ الْمَسَائِلِ :-مَسَائِل، مَسْئَلَةٌ کی جمع ہے اور اس میں لام عہد کا ہے جس سے اس مختصر کے مسائل مراد ہیں یا لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور اصل عبارت ہے عَنْ مَسَائِلِ الْمُخْتَصَرِ یعنی میں نے دلائل و علل ترک کر کے صرف بیانِ مسائل پر اکتفا کیا ہے تاکہ بیانِ مسائل کے بعد دلائل و علل کا بیان مبتدیٔ اکتسابی کے ذہن کو پریشان نہ کردے۔ قولہ وَسَمَّيْتُهٗ بِهِدَايَةِ النَّحْوِ :-اور میں نے اس مختصر کا نام هِدَايَةُ النَّحْو رکھا۔باب سَمّٰی يُسَمِّيْ بنفسہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اِس لئے بِهِدَايَةِ کی باء،زائدہ خلاف قیاس ہے اِس لئے کہ باء قیاسًا استفہام بِهَلْ اور لَيْسَ اور نفی بِمَا کی خبر میں زائد ہوتی ہے اور یہاں ان تین میں سے کوئی صورت نہیں ہے۔کلمہ هِــــدَايَة کی اضافت میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ یہ از قبیلِ اضافتِ مصدر اِلَی الْمَفْعُوْلِ فِيْهِ ہو اور فاعل و مفعول بہ دونوں مقدر ہوں اور تقدیر عبارت اس طرح ہو بِهِدَايَتِهِ الْمُبْتَدِئَ فِي النَّحْوِ، دوم یہ کہ یہ از قبیلِ اضافتِ مصدر اِلَی الْمَفْعُوْلِ بِهٖ ہو اور فاعل محذوف ہو۔ قولہ رَجَاءَ :-یہ را کی فتح اور آخر میں ہمزہ کے ساتھ بمعنی امید رکھنا ہے یہ مصدر تاویلی کی طرف مضاف ہے اور فاعل اِس کا محذوف ہے رَجَائِيْ هِدَايَةَ اللّٰهِ اور ترکیب میں سَمَّيْتُهٗ کا مفعول لہٗ ہے یعنی میں نے اس کتاب کا نام هِدَايَةُ النَّحْو اِس امید پر رکھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ طلبہ کی رہنمائی فرمائے گا۔ قولہ وَرَتَّبْتُهٗ :-اور میں نے اِس مختصر کو ایک مقدمہ اور تین اقسام پر مرتب کیا۔رَتَّبْتُ،ترتیب سے ہے ترتیب کے لغوی معنی ہیں ہر شئی کو اس کے مرتبہ میں رکھنا اور اصلاح میں یہ کہ چند اشیاء کو اس طرح سے رکھنا کہ اُن پر ایک نام بولا جائے۔

فائدہ:-بعض نسخوں میں خاتمہ کا بھی ذکر ہے یعنی کتاب کو ایک مقدمہ اور تین اقسام اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا ہے،صاحبِ الْهَامِيَة کہتے ہیں کہ یہ ناسخ کی غلطی ہے کتاب میں خاتمہ کا کوئی وجود نہیں۔

بِتَوْفِيْقِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْعَلَّامِ اَمَّا الْمُقَدِّمَةُ فَفِى الْمَبَادِى الَّتِىْ يَجِبُ تَقْدِيْمُهَا لِتَوَقُّفِ الْمَسَائِلِ عَلَيْهَا وَفِيْهَا فُصُوْلٌ ثَلٰثَةٌ فَصْلٌ اَلنَّحْوُ...............

اس بادشاہ کی توفیق سے جو غالب ہے بہت جاننے والا ہے۔لیکن مقدمہ پس ان مبادی میں ہے جن کو مقدم کرنا واجب ہے بوجہ موقوف ہونے مسائل کے ان مبادی پر۔اور اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں: (فصل) نحو..........

قولہ بِتَوْفِيْقِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ :-یہ جار مجرور جَمَعْتُ یا رَتَّبْتُ کے متعلق ہے۔تَوْفِيْق، کے لغوی معنی ہیں کسی کے کام میں معاونت کرنا،اور اصطلاح میں بندہ کے نیک مقصود کے مطابق اسباب پیدا کر دینا توفیق کہلاتا ہے (اِلْهَامِيَّة) فائدہ:-اَلْمَلِكُ، بمعنی بادشاہ۔اَلْعَزِيْزِ، بمعنی غالب۔اَلْعَلَّام، بمعنی بہت جاننے والا۔مصنف نے ان تینوں اسماء کو اس لئے ذکر کیا کہ یہ بڑی صفاتِ الٰہی پر دلالت کرتے ہیں پھر صرف تین کا ذکر اس لئے کیا کہ اَللّٰهُ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ۔ایک اور پانچ بھی اگرچہ وتر ہیں لیکن مصنف نے خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا پر عمل کیا ہے۔ قولہ اَلْمُقَدِّمَةُ :-مقدمہ کا اطلاق معانی کثیرہ پر آیا ہے۔(۱)مُقَدِّمَةُ الْجَيْش یعنی جَمَاعَةٌ مُتَقَدِّمَةٌ عَلَى الْجَيْشِ۔(۲)جزءِ دلیل پر جیسے صغریٰ یا کبریٰ۔ (۳)جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو۔(۴)مُقَدِّمَةُ الْعِلْمِ، یعنی وہ معانی جن پر علم کا شروع کرنا موقوف ہو جیسے علم کی تعریف،غرض، موضوع وغیرہ۔(۵)مُقَدِّمَةُ الْكِتَابِ، یعنی وہ مجموعہ کلام جو مقصود سے پہلے لایا جائے جس کے ساتھ مقصود کا ارتباط ہو اور انتفاع کی وابستگی ہو اور اِس جگہ یہی مراد ہے۔ قولہ وَفِيْهَا فُصُوْلٌ :-فُصُوْلٌ، فَصْلٌ کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ہیں کاٹنا، جدا کرنا اور اصطلاح میں دو حکموں کے درمیان حاجز اور فاصل کو فصل کہتے ہیں۔ قولہ ثَلَاثَةٌ:-یہ فصول کی صفت ہے اور اِن میں معنوی مطابقت پائی جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ ثَلَاثَةٌ باعتبار معنی جمع ہے تو مطابقتِ معنوی،مطابقتِ لفظی کے قائم مقام کردی گئی۔ قولہ فَصْلٌ اَلنَّحْوُ :-لفظ فصل کو اگر غیر مرکب مانیں تو یہ مبنی علی السکون ہوگا اور اگر مرکب مانیں تو یہ مبتدا محذوف کی خبر بنے گا اَیْ هٰذَا فَصْلٌ، مصنف نے اِس فصل میں امورِ اربعہ میں سے تین کو بیان کیا ہے جن کا جاننا شارع فِى الْعِلْمِ کے لئے ضروری ہے یعنی تعریف،غرض اور موضوع اور برائے اختصار واضعِ نحو کا ذکر نہیں کیا جو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔نحو کے لغوی معنی سات ہیں۔

ہفت معنی درمیان نحوای جانم بجو　　　　قصد،مقدار و قبیلہ،صرف،مثل،شبہ سُو

اور یہ تمام معانی اِس رباعی میں میں آگئے ہیں۔

نَحَوْنَا نَحْوَ نَحْوِكَ يَا حَبِيْبِىْ	نَحَوْنَا نَحْوَ اَلْفٍ مِنْ رَّقِيْبِىْ
وَجَدْنَاهُمْ مَرِيْضًا نَحْوَ قَلْبِىْ	تَمَنَّوْا مِنْكَ نَحْوًا مِّنْ زَبِيْبِىْ

اور نحو کے اصطلاحی معنی ہیں،عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ .... الخ۔

عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ يُعْرَفُ بِهَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثَّلٰثِ مِنْ حَيْثُ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَكَيْفِيَّةُ تَرْكِيْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ وَالْغَرَضُ مِنْهُ صِيَانَةُ الذِّهْنِ عَنِ الْخَطَاءِ اللَّفْظِيِّ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ وَمَوْضُوْعُهُ..........................

جاننا ہے ایسے قوانین کا جنکے ذریعے سے معلوم کیے جائیں کلمات ثلثہ کے آخر کے احوال معرب اور مبنی ہونے کی حیثیت سے اور بعض کلمات کو بعض کے ساتھ ملانے کا طریقہ۔اور اس سے غرض ذہن کو بچانا ہے ایسی لفظی غلطی سے جو ہونے والی ہے کلام عرب میں۔اور اس کا موضوع..........................

سوال:-علم کے لغوی معنیٰ ہیں دانستن (جاننا) اور اصطلاحی معنیٰ ہیں حُصُوْلُ صُوْرَةِ الشَّيْئِ فِي الْعَقْلِ، کسی شئی کی صورت کا عقل میں آنا جو امر ذہنی ہے اور نحو قواعدِ ملفوظہ مکتوبہ کا نام ہے لہٰذا نحو پر علم کا اطلاق صحیح نہیں؟ جواب:- اصطلاح میں علم کا اطلاق درج ذیل معانی پر ہوتا ہے۔(۱) حُصُوْلُ صُوْرَةِ الشَّيْئِ فِي الْعَقْلِ۔(۲) قواعدِ ملفوظہ مکتوبہ۔(۳) قواعدِ منقولہ از مجتہدین اور اِس جگہ علم دوسرے یا تیسرے معنیٰ میں ہے۔ قولہ بِاُصُوْلٍ :-اُصُوْل، اصل کی جمع ہے اور لفظِ اصل متعدد معانی پر بولا جاتا ہے(۱) مَايَبْتَنِيْ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ ۔ وہ چیز جس پر غیر قائم ہو۔ (۲) راجح، يُقَالُ الْاَصْلُ فِي الْكَلَامِ الْحَقِيْقَةُ۔(۳) دلیل، يُقَالُ الْاَصْلُ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔اور اصطلاح میں اصل اس قاعدہ کلیہ کو کہتے ہیں جو اپنے تمام جزئیات پر منطبق ہو۔ فائدہ:- قاعدہ، قانون، ضابطہ اور اصل تمام ہم معنیٰ الفاظ ہیں۔ قولہ وَالْغَرَضُ :-غرض، اُسکو کہتے ہیں جس کے سبب فاعل سے فعل کا صدور ہو اور غایت، وہ ہے جو فعل کے صدور پر مرتب ہو۔اِن میں اتحاد ذاتی اور تغایر اعتباری ہے۔مثلاً ذہن کو لفظی غلطی سے بچانا اِس اعتبار سے کہ علم نحو کی تحصیل پر مرتب ہے غایت ہے اور اس اعتبار سے کہ یہ علم نحو کی تحصیل کا باعث ہے غرض ہے اور علم نحو کی غرض ذہن کو کلام عرب میں خطاءِ لفظی سے بچانا ہے کیونکہ فکری غلطی سے بچانا علم منطق کا کام ہے اور معنوی غلطی سے بچانا علم معانی کا کام ہے۔ سوال:-غلطی تلفظ میں ہوتی ہے جو زبان کا فعل ہے لہٰذا نحو کی غرض صِيَانَةُ اللِّسَانِ ہونی چاہیے نہ صِيَانَةُ الذِّهْنِ ۔ جواب:-غلطی اصل میں ذہن سے ہوتی ہے کہ وہی درحقیقت تلفظ کرنے والا ہے زبان تو محض مُبَيِّنْ ومُفَسِّرْ ہوتی ہے۔اصل عبارت اِس طرح ہے صِيَانَةُ مُبَيِّنِ الذِّهْنِ الخ یا صِيَانَةُ اٰلَةِ الذِّهْنِ وَهُوَ اللِّسَانُ۔ قولہ وَمَوْضُوْعُهٗ :-کسی علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس کے عوارضِ ذاتیہ سے اُس علم میں بحث کی جائے۔نحو کا موضوع کیا چیز ہے اِس میں چار قول ہیں (۱) اَللَّفْظُ الْمَوْضُوْعُ، یعنی بامعنیٰ لفظ، علمِ نحو کا موضوع ہے اور یہی مختار ہے۔(۲) علمِ نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے اور مرکب غیر مفید بوجہِ عدم افادہ، کلمہ میں داخل ہے یا بوجہِ ترکیب کلام میں داخل ہے۔ سوال:-دو موضوع تعددِ علم پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا دو چیزوں کو نحو کا موضوع قرار دینا صحیح نہیں کہ علم نحو ایک ہے۔جواب:-متعدد کی دو قسمیں ہیں۔ اول لفظ و معنیٰ دونوں لحاظ سے متعدد ہو جیسے

اَلْكَلِمَةُ وَالْكَلَامُ فَصْلٌ اَلْكَلِمَةُ لَفْظٌ............................

کلمہ اور کلام ہے۔(فصل) کلمہ وہ لفظ ہے..

عاقل اور بالغ۔ دوم صرف لفظ کے اعتبار سے جیسے قاعد اور جالس اور کلمہ وکلام صرف لفظ کے اعتبار سے متعدد ہیں معنیٰ دونوں کا ایک ہے یعنی اَللَّفْظُ الْمَوْضُوْعُ۔ جواب نمبر۲:۔موضوع کا تعدد علم کے تعدد پر اُس وقت دلالت کرتا ہے جب اُن کے درمیان کوئی امرِ مشترک نہ ہو اور یہاں متعدد یعنی کلمہ اور کلام کے درمیان امرِ مشترک (اَلـلَّـفْـظُ الْـمَوْضُوْعُ) موجود ہے لہٰذا یہ تعددِ موضوع، تعددِ علم کو مستلزم نہیں ہے۔جس طرح کہ علمِ اصولِ فقہ کے موضوع قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس میں امرِ مشترک موجود ہے یعنی احکامِ دین کا اثبات لہٰذا یہ تعددِ موضوع، علم کے تعدد کو مستلزم نہیں۔علم اصولِ فقہ ایک علم ہے۔(۳) نحو کا موضوع کلمہ ہے کیونکہ نحو میں کلمہ کی بحث بالذات ہوتی ہے اور کلام کی بحث بِـــالتَّبُعْ ہوتی ہے۔ (۴) نحو کا موضوع کلام ہے کیونکہ علم نحو میں کلام کے احوال بالذات بیان کئے جاتے ہیں اور کلمہ کے احوال بِالتَّبُعْ۔ سوال:۔ مصنف نے کلمہ کو کلام پر کیوں مقدم کیا ہے؟ جواب:۔اس لئے کہ افرادِ کلمہ، افرادِ کلام کے جز ہوتے ہیں اور مفہوم کلمہ مفہومِ کلام کا جز ہوتا ہے اور جزء، فہم میں کل پر مقدم ہوتا ہے تو مصنف نے ذکر میں بھی جزء(کلمہ) کو مقدم کردیا تاکہ کلمہ کا ذکر اس کی طبع کے موافق ہوجائے۔ فائدہ:۔ لفظِ اَلْكَلِمَةُ کے تین جز ہیں اوّل اَلِفْ لَامْ، دوم كَلِمْ، سوم تَاء۔اس کا الف لام جنس کے لئے ہے اور كَـلِـمْ اسمِ جنس ہے۔اسمِ جنس وہ ہوتا ہے جو واحد اور کثیر سب کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے تَـمَرٌ۔اور تَاء، وحدت کی ہے کیونکہ اسمِ جنس ذی عقل نہ ہو تو وحدت پر دلالت کے لئے اُس کے آخر میں تاء بڑھا دیتے ہیں جیسے تَـمَـرَةٌ۔ سوال:۔اَلْـكَـلِـمَةُ میں الف لام جنسی اور تاء وحدت ماننا درست نہیں کیونکہ جنس اور وحدت کے درمیان منافات ہے۔ جواب نمبر۱:۔ تاء اس جگہ وحدت کے معنیٰ سے خالی ہے اور صرف تانیث کے لئے ہے۔ جواب نمبر ۲:۔وحدت کی چار قسمیں ہیں (۱) وحدتِ جنسی (۲) وحدتِ نوعی (۳) وحدت صنفی (۴) وحدتِ شخصی۔وحدت کی آخری قسم یعنی وحدتِ شخصی اور جنس کے درمیان منافات ہے اور یہاں تاء وحدتِ شخصی کے لئے نہیں کہ منافات لازم آئے۔ فائدہ:۔ تاء چند معنیٰ کے واسطے آتی ہے۔ (۱) وحدت جیسے اَلْـكَـلِـمَةُ میں۔(۲) تانیث جیسے قَـائِـمَةٌ۔(۳) تذکیر جیسے ثَلَاثَةٌ۔ (۴) عوض جیسے عِـدَةٌ جو اصل میں وِعْـدٌ تھا اوّل سے واؤ حذف کرکے اس کے عوض آخر میں تاء لائی گئی۔(۵) نقل جیسے كَافِيَة۔(۶) مصدریہ جیسے فَاعِلِيَّة۔(۷) مبالغہ جیسے عَلَّامَة۔ قولہ لَفْظٌ:۔لفظ، لغت میں بمعنیٰ رَمْی ہے یعنی پھینکنا اصطلاح میں مَـا يَـتَـلَـفَّـظُ بِـهِ الْاِنْـسَـانُ یعنی جس کے ساتھ انسان تکلم کر سکے۔ فائدہ:۔کلمہ کی تعریف میں لفظ کا معنیٰ اصطلاحی مراد ہے اور اسی معنیٰ کے اعتبار سے کلمہ پر اُس کا حمل ہے۔ سوال:۔ مبتدا اور خبر کے درمیان تذکیر وتانیث میں مطابقت واجب ہے لہٰذا مصنف کو اَلْـكَـلِـمَةُ لَـفْـظَةٌ ''ة'' کے ساتھ لکھنا چاہیے تھا؟ جواب:۔یہاں خبر مشتق نہیں اِس لئے مطابقت واجب نہیں۔

وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ وَهِيَ مُنْحَصِرَةٌ فِيْ ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ لَّا تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا..........................

جو معنی مفرد کیلئے بنایا گیا ہو اور وہ کلمہ تین قسموں میں بند ہے اول اسم، دوم فعل اور سوم حرف اس لیے کہ تحقیق وہ کلمہ یا بذات خود اپنے معنی پر دلالت نہیں کرے گا..........................

قولہ وُضِعَ :- یہ وَضْعٌ مصدر بمعنی رکھنا سے صیغہ ماضی مجہول ہے۔ اصطلاح میں وضع کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری کے ساتھ اِس طرح خاص کر دینا کہ جب شئی اوّل کا اطلاق یا احساس کیا جائے تو شئی ثانی سمجھ میں آجائے۔ پہلی شئی کو موضوع اور دوسری کو موضوع لہٗ کہتے ہیں۔ قولہ لِمَعْنًى :- لفظِ معنی، لغت میں بمعنی مراد و مقصود ہے اور اصطلاح میں مَايُقْصَدُ مِنَ اللَّفْظِ کو معنی کہتے ہیں اور یہ قول بواسطہ لام وُضِعَ کا مفعول بہٖ ہے۔ فائدہ:- معنی، مفہوم، مدلول اور مسمی، متحد بالذات ہیں کہ تمام مَاحَصَلَ فِي الذِّهْنِ سے عبارت ہیں اور مختلف بالاعتبار ہیں۔ معنی، وہ ہے جو لفظ سے مستفاد ہو اِس اعتبار سے کہ لفظ سے مراد لیا گیا ہے۔ مفہوم، وہ ہے جو لفظ سے مستفاد ہو اِس اعتبار سے کہ لفظ سے سمجھا گیا ہے۔ مدلول، وہ ہے جو لفظ سے مستفاد ہو اِس اعتبار سے کہ لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ مسمی، وہ ہے جو لفظ سے مستفاد ہو اس اعتبار سے کہ لفظ اِس کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ قولہ مُفْرَدٍ :- لفظِ مفرد یا تو معنًی کی صفت کی بنا پر مجرور ہے یا لفظ کی صفت کی بنا پر مرفوع ہے یا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور یہ وُضِعَ کی ضمیرِ مستتر یا مَعْنًى سے حال ہے اِس لئے کہ معنًی بواسطہ لام وُضِعَ کا مفعول بہ ہے۔ سوال:- مُفْرَدًا کو مَعْنًى سے حال ماننا غلط ہے اِس لئے کہ ذوالحال جب نکرہ ہو تو حال کی تقدیم واجب ہوتی ہے یہاں ذوالحال نکرہ ہے لیکن حال اِس پر مقدم نہیں ہے؟ جواب:- حال کی تقدیم اُس وقت واجب ہے جب ذوالحال نکرہ ہو اور مجرور نہ ہو یہاں ذوالحال مجرور ہے اِس لئے حال کی تقدیم واجب نہیں۔ فائدہ:- حال، ذوالحال کا تابع ہوتا ہے اس لئے جہاں ذوالحال کی تقدیم ممنوع ہو تو وہاں حال کی تقدیم بھی ممنوع ہوتی ہے اور لِمَعْنًى میں مجرور کی تقدیم جار پر ممنوع ہے اِس لئے مفرد کی تقدیم بھی حرفِ جر پر ممنوع ہے۔ قولہ وَهِيَ مُنْحَصِرَةٌ :- هِيَ ضمیرِ مرفوع کا مرجع لفظِ کَلِمَةٌ ہے اور تقسیم مفہوم کلمہ کی ہے یعنی کلمہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے تین قسموں میں منحصر ہے۔ قولہ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ :- اِس عبارت میں اعراب کی اقسام ثلاثہ یعنی رفع، نصب اور جر کا احتمال ہے۔ رفع مبتداء محذوف کی خبر کی بنا پر اَيْ اَحَدُهَا وَثَانِيْهَا وَثَالِثُهَا اور نصب اَعْنِيْ مقدر کا مفعول ہونے کی بنا پر اور جر بنا بر بدل از اقسام اور یہی اولیٰ ہے کیونکہ حذف خلاف اصل ہے۔ قولہ لِاَنَّهَا :- یہ جار مجرور مُنْحَصِرَةٌ کے متعلق ہے اور کلمہ کے اقسام ثلاثہ میں منحصر ہونے کی دلیل ہے یعنی اگر کلمہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہیں کریگا تو وہ حرف ہے۔ فائدہ:- مصنف کا قول اَنْ لَّاتَدُلَّ، اسمِ تاویلی مبتداء ہے اور مِنْ صِفَتِهَا اُس کی خبر محذوف ہے تقدیرِ عبارت اس طرح ہے لِاَنَّهَا اِمَّا مِنْ صِفَتِهَا اَنْ لَّا تَدُلَّ......الخ، پھر یہ جملہ حرفِ مشبہ بالفعل کی خبر ہے یا اَنَّ کے اسم سے پہلے مضاف مقدر ہے یعنی لِاَنَّ حَالَهَا اِمَّا اَنْ لَّا تَدُلَّ، اور حال کلمہ وصف ہے لہٰذا یہ وصف کا حمل وصف پر ہے۔ فائدہ:- اِمَّا اَنْ تَدُلَّ میں کلمہ اِمَّا تردید یہ ہے جو اَوْ سے قبل جوازًا اور اِمَّا عاطفہ سے قبل وجوبًا لایا جاتا ہے۔ سوال:- اقسام ثلاثہ کی تعریف سے پہلے مصنف نے دلیلِ حصر کیوں بیان کی ہے جبکہ تعریف کی تقدیم واجب ہے؟ جواب:- تعریف کی تقدیم اُس وقت واجب ہے جب وجہ حصر تعریف کو متضمن نہ ہو اور اِس جگہ وجہ حصر تعریف کو متضمن ہے۔

وَهُوَ الْحَرْفُ اَوْ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَيَقْتَرِنُ مَعْنَاهَا بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ وَهُوَ الْفِعْلُ اَوْ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا وَلَمْ يَقْتَرِنْ مَعْنَاهَا بِهٖ وَهُوَ الْاِسْمُ فَحَدُّ الْاِسْمِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا غَيْرِ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ اَعْنِي الْمَاضِيَ وَالْحَالَ وَالْاِسْتِقْبَالَ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ وَعَلَامَتُهٗ

اور وہ حرف ہے یا بذات خود اپنے معنی پر دلالت کرے گا اور اس کا معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک سے ملا ہوا ہوگا اور وہ فعل ہے یا اپنے معنی پر بذات خود دلالت کریگا اور تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہوگا اور وہ اسم ہے۔ پس اسم کی تعریف، اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے ایسا معنی جو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ملنے والا نہ ہو۔ میں ماضی، حال اور استقبال کو مراد لیتا ہوں جیسے رجلٌ اور علمٌ اور اسم کی علامت یہ ہے کہ..........

قولہ وَهُوَ الْحَرْفُ:- لفظ اَلْكَلِمَةُ بقرینہ تقسیم بتاویل اَلْقِسْمُ ہے اور یہی اَلْقِسْمُ، هُوَ ضمیر کا مرجع ہے یعنی قسم اول حرف ہے۔ فائدہ:- چونکہ حرف، لغت میں بمعنی طرف ہے اِس لئے مصنف نے تقسیم کلمہ میں حرف کے مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو طرفِ آخر میں ذکر کیا ہے کہ اس کا رتبہ اسم وفعل سے کم ہے اور دلیل حصر میں حرف کے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو طرفِ اول میں ذکر کیا ہے کیونکہ حرف کا معنی عدمی ہے اور کائنات میں عدم وجود پر مقدم ہے۔

قولہ وَهُوَ الْفِعْلُ:- اور وہ قسم ثانی فعل ہے یہاں فعل کو بنا بر شرافت اسم پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ فعل کی تعریف وجودی ہے اور وجود، عدم سے اشرف ہے۔ قولہ فَحَدُّ الْاِسْمِ :- یہ عبارت شرط محذوف کی جزا ہے، تقدیر عبارت اس طرح ہے اِذَا بَيَّنَّا دَلِيْلَ الْحَصْرِ فَحَدُّ الْاِسْمِ الخ، فَحَدُّ الْاِسْمِ مبتدا ہے اور كَلِمَةٌ اُس کی خبر ہے چونکہ مبتدا مصدر ہے اس لئے خبر کو مؤنث لانا درست ہے۔ فائدہ:- حد کے معنی ہیں روکنا چونکہ تعریف دخول غیر سے مانع ہوتی ہے اِس لئے اس کو حد کہتے ہیں اور یہاں حد سے مراد جامع ومانع تعریف ہے۔ قولہ غَيْرِ مُقْتَرِنٍ :- کلمہ غَيْر اضافت کے باوجود نکرہ ہے اس لئے یا تو معنًی کی صفت کی بنا پر مجرور ہے یا معنًی سے حال ہے یا مبتدا کی خبر ہے اور عدم اقتران سے مراد عدمِ اقتران بحسب الوضع ہے لہٰذا اُن اسماء سے اعتراض نہیں ہو سکے گا جو استعمال میں مقترن بالزمان ہوتے ہیں۔ فائدہ:- ابن الخباز کہتے ہیں کہ ازمنہ ثلاثہ پر دلیل یہ ارشاد ہے مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ۔ قولہ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ:- یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے اَیْ هُوَ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ، پہلی اسم جامد کی مثال ہے اور دوسری اسمِ مصدر کی۔

قولہ وَعَلَامَةُ:- مصنف نے اسم کی علامتیں اگر چہ بہت سی ذکر کی ہیں لیکن صیغہ مفرد لائے ہیں اس لئے کہ لفظ علامت جنس ہونے کی وجہ سے اپنے تمام انوع واقسام کو شامل ہے نیز مصنف نے جو علامتیں ذکر کی ہیں اسم کی صرف یہ علامتیں نہیں بلکہ اور بھی ہیں، صاحب الھامیہ نے کل بتیس علامتیں ذکر کی ہیں۔

صِحَّةُ الْاِخْبَارِ عَنْهُ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْاِضَافَةُ نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ وَدُخُوْلُ لَامِ التَّعْرِيْفِ كَالرَّجُلِ وَالْجَرِّ............................

اس سے خبر دینا صحیح ہو جیسے زید قائم اور مضاف ہونا جیسے غلام زید اور لامِ تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل۔ اور جر

قولہ اَنْ يَّصِحَّ:۔ اسم کی علامت یہ ہے کہ اس سے خبر دینا درست ہو یعنی اس میں یہ صلاحیت ہو کہ محکوم علیہ بن سکے چونکہ محکوم علیہ وہ کلمہ ہوتا ہے کہ جس کے معنی مطابقی مستقل ہوں اور فعل وحرف کے معنی مطابقی مستقل نہیں ہیں اس لئے محکوم علیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے نیز فعل کی وضع اس لئے ہے کہ وہ ہمیشہ مسند ہو اور حرف کی وضع اس لئے کہ وہ نہ مسند الیہ ہو اور نہ مسند ہو تو مسند الیہ ہونا اسم کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔ قولہ وَالْاِضَافَةُ:۔ اور اسم کی علامت مضاف ہونا ہے یہاں اضافت سے مراد اضافت بتقدیرِ حرفِ جر ہے غالباً مصنف نے تقدیرِ حرفِ جر کی قید اس لئے ذکر نہیں کی کہ مطلق اضافت بولیں تو یہی اضافت بتقدیر حرف جر مراد ہوتی ہے ورنہ حرفِ جر ملفوظ کے ساتھ فعل بھی مضاف ہوتا ہے جیسا کہ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ میں فعل (مَرَرْتُ) زید کی طرف مضاف ہے۔ فائدہ:۔ اضافت کے لوازم یعنی تعریف تخصیص اور تخفیف اسم کے ساتھ ہیں اس لئے اضافت بھی اسم کے ساتھ خاص ہے یا اِس لئے کہ اضافت تنوین اور قائم مقام تنوین کو گرا دیتی ہے اور یہ دونوں اسم میں ہوتے ہیں۔ قولہ دَخُوْلُ لَامِ التَّعْرِيْفِ:۔ چونکہ یہ لام رفعِ ابہام کے لئے آتا ہے اور ابہام صرف اسم میں ہوتا ہے اِس لئے یہ لام اسم کے ساتھ مختص ہے۔ فائدہ:۔ حرفِ تعریف کے متعلق تین قول ہیں جو درجِ ذیل رباعی میں مذکور ہیں۔

حرفِ تعریف اَلْ نزد خلیل　　　دُو میں نزد سیبویہ جلیل

اولیں مذہبِ مبرد داں　　　پس تو خیر الامور اوسط داں

یعنی خلیل نحوی کے نزدیک حرفِ تعریف الف اور لام ہے وہ کہتا ہے کہ اَلْ هَلْ کی مثل ہے یعنی جس طرح حرف استفہام هَلْ ہے ویسے ہی حرفِ تعریف اَلْ ہے اور سیبویہ کے نزدیک حرفِ تعریف صرف لام ہے اِسی کو مصنف نے اختیار کیا ہے جو خیر الامور ہے اور مبرد کے نزدیک صرف ہمزہ مفتوحہ حرفِ تعریف ہے اور اس کے ساتھ لام اِس لئے لازم کر دیا گیا کہ ہمزۂ تعریف اور ہمزۂ استفہام میں فرق ہو جائے۔ قولہ وَالْجَرِّ:۔ چونکہ جر (کسرہ) حرف جار کا اثر ہے اور حرفِ جار صرف اسم پر داخل ہوتا ہے اس لئے اسکا اثر بھی اسم کے ساتھ مختص کر دیا گیا ہے اور اَلْجَرِّ مصنف کے قول لَامِ التَّعْرِيْفِ پر معطوف ہے یعنی اسم کی علامت جر کا داخل ہونا ہے۔ فائدہ:۔ لحوق کا معنی ہے کسی شئی کا آخر میں آنا اور کبھی بمعنی دخول بھی آتا ہے جیسے اسماءِ اشارات کی بحث میں ہے وَيَلْحَقُهَا حَرْفُ التَّنْبِيْهِ، حالانکہ حرف تنبیہ اوّل میں آتا ہے اور دخول عام ہے اول میں ذکر کرنے یا آخر میں ذکر کرنے کو، لہٰذا مصنف کے قول اَلْجَرِّ کا عطف اَللَّام پر درست ہے کہ دخول عام ہے۔

وَالتَّنْوِيْنِ نَحْوُ بِزَيْدٍ وَالتَّثْنِيَةُ وَالْجَمْعُ وَالنَّعْتُ وَالتَّصْغِيْرُ وَالنِّدَاءُ فَإِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَاصُّ الْاِسْمِ..................

اور تنوین کا داخل ہونا جیسے بزید. اور تثنیہ اور جمع اور صفت اور مصغر اور منادی ہونا۔ پس تحقیق یہ تمام علامات اسم کے خاصے ہیں۔..................

قولہ وَالتَّنْوِيْنِ :-تنوین لغت میں بمعنی نون دینا اور اصطلاح میں تنوین، وہ نونِ ساکن ہے جو تاکید کیلئے نہ ہو اور کلمہ کے آخری حرکت کے تابع ہو۔تنوین کی پانچ اقسام ہیں۔

زتنوین، تنکیر باشد غرض　　　ترنم، تمکن، تقابل، عوض

تنوین ترنم کے علاوہ باقی چاروں قسمیں اسم کے ساتھ خاص ہیں اس لئے کہ ان کے محل اسم ہی ہوتے ہیں مثلاً تنوین تمکن کا محل اسمِ منصرف ہے اور تنکیر کا محل اسمِ نکرہ ہے اور تنوین عوض کا محل اسمِ مضاف اور تنوین مقابلہ کا محل جمع مؤنث سالم ہے اور اس لئے بھی کہ تنوین علامتِ انفصال ہے جبکہ فعل اپنے فاعل کے ساتھ اتصال کا خواہاں ہے اگر یہ فعل کی علامت ہو تو اجتماع متنافیین لازم آئیگا جو کہ صحیح نہیں۔ قولہ وَالتَّثْنِيَةُ وَالْجَمْعُ :-اور تثنیہ وجمع ہونا بھی اسم کی علامت ہے اس لئے کہ یہ دونوں تعدد پر دلالت کرتے ہیں اور تعدد اسم میں ہوتا ہے اور فعل کو تثنیہ وجمع مجازاً کہا جاتا ہے، حقیقۃً فاعل تثنیہ یا جمع ہوتا ہے کیونکہ فعل ماہیت پر دلالت ہے جو قلت وکثرت سے خالی ہوتی ہے۔ فائدہ:-فاضل مدقق فرماتے ہیں کہ فعل کے ساتھ ضمیر متصل برائے تثنیہ وجمع ہوتی ہے اگر فعل بھی تثنیہ وجمع ہو تو کلمہ واحدہ میں دو علامت تثنیہ وجمع پائی جائینگی اور یہ ممنوع ہے۔ قولہ وَالنَّعْتُ :-نحو میر وغیرہ کتبِ نحو میں موصوف ہونا اسم کی علامت وخاصہ ذکر کیا گیا ہے نہ صفت ہونا اِس لئے کہ صفت فعل بھی ہوتی ہے جیسے جَاءَ نِیْ رَجُلٌ یَضْرِبُ میں یَضْرِبُ صفت ہے، مصنف نے صفت ہونا اسم کا خاصہ قرار دیا ہے لہٰذا جَاءَ نِیْ رَجُلٌ یَضْرِبُ، مصنف کے نزدیک بتاویل جَاءَ نِیْ رَجُلٌ ضَارِبٌ ہے۔ قولہ وَالتَّصْغِيْرُ:-تصغیر اس لئے اسم کی علامت ہے کہ زیادہ تر یہ قلت وحقارت پر دلالت کرتی ہے اور معنی فعل وحرف قلت وحقارت کو قبول نہیں کرتا۔ قولہ وَالنِّدَاءُ:-اور اسم کی علامت منادیٰ ہے کیونکہ ندا اسم کو کی جاتی ہے اور ارشاد باری تعالیٰ یَا لَیْتَنَا نُرَدُّ میں منادیٰ مقدر ہے اَیْ یَا قَوْمَنَا لَیْتَنَا نُرَدُّ، یا کلمہ یَا اس میں برائے تنبیہ ہے۔ قولہ فَإِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ:-یہ شرط محذوف کی جزا ہے چونکہ مصنف نے اشیاءِ معدودہ بالا کو اسم کی علامت قرار دیا ہے اور کسی چیز کی علامت اُس سے جدا نہیں ہوتی جبکہ بہت سے اسماء ایسے ہیں کہ مذکورہ بالا علامتوں میں سے کچھ اُن میں نہیں پائی جاتیں مثلاً ضمائر اور اسماءِ اشارات پر تنوین نہیں آتی لہٰذا اُن کو علامت قرار دینا درست نہ ہوا۔ مصنف نے فرمایا علامت بمعنی خاصہ ہے اور کسی شئی کا خاصہ وہ ہوتا ہے جو اس چیز کے غیر میں نہ پایا جائے خواہ اُس شئی کے تمام افراد میں پایا جائے یا بعض میں اور تنوین اسم کے بعض افراد میں پائی جاتی ہے۔

فائدہ:-مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں اسم کی گیارہ علامتیں بیان کی ہیں ان میں سے محکوم علیہ ہونا، مضاف ہونا اور صفت ہونا یہ تینوں معنوی علامتیں ہیں جو پڑھنے میں نہیں آتیں کیونکہ یہ ذہنی حکم ہیں باقی آٹھ لفظی علامتیں ہیں جو پڑھنے میں آتی ہیں۔

وَمَعْنَى الْاِخْبَارِ عَنْهُ اَنْ يَّكُوْنَ مَحْكُوْمًا عَلَيْهِ لِكَوْنِهٖ فَاعِلًا اَوْ مَفْعُوْلًا اَوْ مُبْتَدَأً وَيُسَمّٰى اِسْمًا لِسُمُوِّهٖ عَلٰى قَسِيْمَيْهِ لَا لِكَوْنِهٖ وَسْمًا عَلَى الْمَعْنٰى وَحَدُّ الْفِعْلِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا..

اوراخبار عنہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ محکوم علیہ ہو بوجہ ہونے اس کے فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ یا مبتدا۔اور نام رکھا جاتا ہے اس اسم کا اسم بوجہ بلند ہونے اس کے اپنے دونوں قسیموں پر۔نہ بوجہ ہونے اس اسم کے علامت اپنے معنی پر۔اور فعل کی تعریف،فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت کرے...

قولہ وَمَعْنَى الْاِخْبَارِ عَنْهُ:-اسم کے پہلے خاصہ کے علاوہ باقی تمام خواص ظاہر المراد تھے اس لئے مصنف نے اُنکو دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور پہلا خاصہ چونکہ مخفیُ المراد تھا لہٰذا اس کی وضاحت کردی کہ اِخبار عنہ کے معنی یہ ہیں کہ اسم کا محکوم علیہ بننا درست ہو کیونکہ اسم یا تو فاعل یا مفعول مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ یا مبتدا ہوگا اور یہ تمام محکوم علیہ ہوتے ہیں۔ سوال:-یہ کہنا کہ محکوم علیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے درست نہیں اس لئے کہ شرح مائۃ عامل میں ہے وَعَنْ لِلْبُعْدِ فَلَا يُقَالُ حَتَّاهُ اور کہا جاتا ہے يَعْلَمُ مَرْفُوْعٌ، پہلی مثال میں حرفِ عَنْ مبتدا ہے،دوسری مثال میں حرف حَتّٰی نائب فاعل ہے اور تیسری مثال میں فعل يَعْلَمُ،مبتدا ہے؟ جواب:-اِسم کی تین اقسام ہیں(۱)حقیقی جیسے مصدر،جامد وغیرہ(۲)حکمی جب فعل پرحروفِ مصدریہ میں سے کوئی حرف داخل ہو جیسے اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ (۳)اسمِ تاویلی،وہ فعل اور حرف جس سے لفظ مراد ہو معنی مراد نہ ہو اور ذکر کردہ مثالوں میں لفظ عَنْ،حَتّٰی اور يَعْلَمُ سے لفظ مراد ہے اور اسمِ تاویلی ہونے کی بنا پر یہ محکوم علیہ بن رہے ہیں۔ قولہ وَيُسَمّٰى اِسْمًا:-اسم کا نام اسم اس لئے رکھا گیا کہ وہ اپنے قسیمین یعنی فعل اور حرف پر بلند ہے بایں طور کہ تنہا اسم کے افراد سے کلام مرکب ہو جاتا ہے بخلاف فعل اور حرف کے کہ تنہا اِن کے افراد سے کلام مرکب نہیں ہوتا۔ فائدہ:-کسی چیز کی قسم وہ ہوتی ہے جو اُس چیز سے خاص ہو جیسے اسم،فعل اور حرف کہ ہر ایک کلمہ سے خاص ہے لہٰذا ہر ایک کلمہ کی قسم ہے۔اور کسی شئی کا قسیم وہ ہوتا ہے جو اُس کا مقابل ہو اور وہ دونوں اَمرِ عام کے تحت ہوں جیسے اسم،فعل اور حرف آپس میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور کلمہ کے تحت ہیں اس لئے یہ آپس میں قسیم ہیں۔ قولہ لَا لِكَوْنِهٖ وَسْمًا:-اس قول سے مصنف نے نحاۃِ کوفہ پر رد کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسم کو اسم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مسمّٰی پر علامت ہے۔ فائدہ:-نحاۃِ بصرہ وکوفہ کے مابین اسم کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے نحاۃِ بصرہ کے نزدیک اسم سِمْوٌ بمعنی بلندی سے ماخوذ ہے کیونکہ اسم کو فعل اور حرف پر بلندی و برتری حاصل ہے کہ وہ مسند اور مسند الیہ ہوتا ہے اِس لئے اُس کو اسم کہتے ہیں۔اور نحاۃِ کوفہ کے نزدیک اسم وَسْمٌ بمعنی علامت سے ماخوذ ہے چونکہ اسم اپنے مسمّٰی کی علامت ہے اِس لئے اس کو اسم کہتے ہیں۔ سوال:-سِمْوٌ کا وزن لکھیں؟ جواب:-سِمْوٌ یا بکسر سین بروزن قِنْوٌ ہے یا بضمِ سین بروزن قُفْلٌ ہے کہ اِن کی جمع بروزن اَفْعَالٌ آتی ہے۔ اور بفتح سین نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کی جمع بروزن اَفْعَالٌ نہیں آتی حالانکہ اسم کی جمع اَسْمَاءٌ آتی ہے(عقدالنامی)۔

دَلَالَۃً مُقْتَرِنَۃً بِزَمَانٍ ذَالِکَ الْمَعْنٰی کَضَرَبَ یَضْرِبُ اِضْرِبْ وَعَلَامَتُہٗ اَنْ یَّصِحَّ الْاِخْبَارُ بِہٖ لَا عَنْہُ وَدُخُوْلُ قَدْ وَالسِّیْنِ وَسَوْفَ.....................

ایسی دلالت جو مقترن ہو اس معنی کے زمانہ کے جیسے ضرب اور یضرب اور اضرب. اور فعل کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو نہ کہ اس سے۔ اور داخل ہونا قد اور سین اور سوف کا..........................

قولہ دَلَالَۃً مُقْتَرِنَۃً:- یعنی فعل وہ کلمہ ہے جو اُس معنی پر دلالت کرے جو کلمہ کی ذات میں ہے اور یہ معنی کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقترن ہو۔ قولہ عَلَامَتُہٗ:- یعنی فعل کی علامت یہ ہے کہ اسکا مُخْبَرْبِہٖ ہونا یعنی مسند اور محکوم بہٖ ہونا درست ہو کیونکہ فعل حدث اور عرض ہوتا ہے اور اَحداث اور اَعراض مسند ہی ہوتے ہیں۔ سوال:- مسند اور محکوم بہ تو اسم بھی ہوتا ہے لہٰذا مخبر بہ اور مسند ہونا اسم کا خاصہ ہوا؟ جواب:- مخبر بہ ہونا دو قسم پر ہے، اوّل یہ کہ مخبر بہ ہونے کی صلاحیت کے ساتھ مخبر عنہ ہونے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو یہ اسم کا خاصہ ہے۔ ثانی، یہ کہ صرف مخبر بہ کی صلاحیت رکھتا ہو اور مخبر عنہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یعنی صرف مسند ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو مسند الیہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یہ فعل کا خاصہ ہے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے لَا عَنْہُ کہہ کر اِسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فائدہ:- اِقترانِ زمانہ کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل، یہ کہ وجود میں اقتران ہو جیسے معنی مصدری کہ اس معنی کا وجود کسی نہ کسی زمانہ میں ہوتا ہے۔ ثانی، یہ کہ فہم میں اِقترانِ زمانہ ہو یعنی معنی کے ساتھ زمانہ بھی سمجھ آئے، فعل کی تعریف میں اِقتران کی یہی قسمِ ثانی مراد ہے۔ سوال:- بعض حضرات کا مسلک یہ ہے کہ مضارع کی وضع حال اور استقبال کے لئے ہے لہٰذا اُن کے نزدیک مضارع ایک زمانے سے مقترن نہ ہونے کی وجہ سے فعل نہ ہوا؟ جواب:- اوّل تو مضارع میں اشتراکِ وضعی تسلیم نہیں، اگر اشتراک ہو بھی تو مضارع فعل ہونے سے نہیں نکلتا اِس لئے کہ جب کلمہ ایک زمانہ کے ساتھ اِقتران کی وجہ سے فعل قرار پائیگا تو دو زمانوں کے اِقتران سے تو بطریقِ اَولیٰ فعل قرار پائیگا جیسے معتل کی تعریف کی گئی کہ جس کے حروفِ اصلیہ میں ایک حرف علت ہو لہٰذا جس کے حروفِ اصلیہ میں دو حرفِ علت ہونگے تو وہ بطریقِ اَولیٰ معتل ہوگا۔ قولہ وَدُخُوْلُ قَدْ:- لفظِ قَدْ کے اِختصاص بالفعل کی وجہ یہ ہے کہ قَدْ ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لئے آتا ہے یا مضارع کی تحقیق یا تقلیل کے لئے اور یہ معنی فعل کے علاوہ کلمہ کی کسی قسم میں نہیں پائے جاتے۔ قولہ وَالسِّیْنِ وَسَوْفَ:- اِنکے اِختصاص بالفعل کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں استقبال وضعی کے لئے آتے ہیں اوّل قریب کے لئے اور ثانی بعید کیلئے اور استقبال صرف فعل میں ہوتا ہے۔

فائدہ:- لفظِ سِیْنٌ، چھ معنوں کے لئے آتا ہے (۱) طلب کے لئے جیسے اِسْتَعْجَلْتُ میں نے عجلت طلب کی۔ (۲) کسی چیز کو کسی صفت پر پانے کے لئے جیسے اِسْتَعْظَمْتُہٗ میں نے اسکو صفتِ عظمت کے ساتھ متصف پایا۔ (۳) تحویل کے لئے جیسے اِسْتَحْجَرَ الطِّیْنُ مٹی پتھر بن گئی۔ (۴) استقبال کے لئے جیسے سَیَضْرِبُ زَیْدٌ، زید مارے گا۔ (۵) سین زائدہ جیسے اِسْتَطَاعَ۔ (٦) سینِ سکتہ، یہ سین کاف مؤنث کے بعد بحالتِ وقف آتا ہے جیسے اَکْرَمْتُکِسْ۔ یہاں سین سے سینِ استقبال مراد ہے اس لئے اَلسِّیْنُ معرفہ ذکر کیا ہے۔

وَالْـجَـزْمِ وَالتَّـصْـرِيْفُ اِلَى الْـمَاضِىْ وَالْمُضَارِعِ وَكَوْنُهٗ اَمْرًا وَنَهْيًا وَاتِّصَالُ الضَّمَائِرِ الْبَارِزَةِ الْمَرْفُوْعَةِ نَحْوُ ضَرَبْتَ وَتَاءِ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةِ نَحْوُ ضَرَبَتْ وَنُوْنَيِ التَّاكِيْدِ فَاِنَّ كُلَّ هٰذِهٖ خَوَاصُّ الْفِعْلِ..................

اور جزم کا۔ اور پھیرنا ماضی اور مضارع کی جانب. اور اس کا امر یا نہی ہونا. اور متصل ہونا ضمائر بارزہ متصلہ کا جیسے ضـربـتُ. اور متصل ہونا تائے تانیث ساکنہ کا جیسے ضـربـتْ اور متصل ہونا تاکید کے دونوں نون کا. پس تحقیق یہ تمام علامتیں فعل کے خاصے ہیں..................

قولہ وَالْـجَـزْمِ:-اور جزم بھی فعل کی علامت ہے اِس لئے کہ جزم جوازم کا اثر ہے اور جوازم فعل کے ساتھ خاص ہیں لہٰذا جزم بھی فعل کے ساتھ خاص ہوگی۔ قولہ وَالتَّـصْـرِيْفُ :- اَلتَّـصْـرِيْفُ میں لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اَیْ تَصْـرِيْفُ الْفِعْلِ یعنی فعل کی علامت اُس کا ماضی و مضارع کی طرف متصرف ہونا ہے اور وجہ تخصیص یہ کہ ماضی یا مضارع ہونا زمانہ سے سمجھا جاتا ہے اور زمانہ صرف فعل میں ہوتا ہے لہٰذا تصریف الی الماضی والمضارع بھی فعل کا خاصہ ہوگی۔ قولہ وَكَوْنُهٗ اَمْرًا:-امر یا نہی ہونا فعل کی علامت ہے اس لئے کہ یہ دونوں طلب کے لئے آتے ہیں ایک میں طلبِ فعل اور دوسرے میں طلب ترکِ فعل ہوتی ہے اور طلب، کلمہ کے اقسامِ ثلاثہ میں سے صرف فعل میں ہوتی ہے اِس لئے امر اور نہی جو دال علی الطلب ہیں فعل کی علامت ہیں۔ فائدہ:-مصنف نے یہ نہیں فرمایا کہ فعل کی علامت اَمر اور نہی کی طرف اُس کی تصریف ہے اِس لئے کہ بعض حضرات اَمر اور نہی کو ماضی و مضارع کی طرح اقسامِ فعل میں شمار کرتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ فعل کی صرف دو قسمیں ہیں ماضی اور مضارع۔ اور امر و نہی مضارع سے مشتق ہیں اور کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ فعل کی تین اقسام ہیں ماضی، مضارع اور امر۔ مصنف نے تمام مذاہب کی رعایت کرتے ہوئے وَكَوْنُهٗ اَمْرًا وَنَهْيًا کہا۔ قولہ وَاتِّصَالُ الضَّمَائِرِ:-ضمائرِ بارزہ مرفوعہ کا فعل کے ساتھ اتصال، علامتِ فعل اِس وجہ سے ہے کہ یہ ضمائر فاعل ہوتی ہیں اور فاعل فعل کا ہوتا ہے یا فعل کی فرع کا یعنی شبہِ فعل کا۔ فائدہ:-ضمیرِ مستتر اَخف ہوتی ہے اس لئے وہ فعل اور اُس کی فرع میں آتی ہے لیکن ضمیرِ بارز فعل کے ساتھ خاص ہے تاکہ فرع یعنی شبہِ فعل اَپنی اصل کے برابر نہ ہوجائے۔ قولہ وَتَاءُ التَّانِيْثِ :-یہ اَلضَّمَائِرِ پر معطوف ہے یعنی فعل کی علامت یہ کہ اُس کے آخر میں تاءِ تانیث ساکنہ آتی ہے جیسے ضَرَبَتْ اور تاءِ ساکنہ کے فعل کے ساتھ اختصاص کی وجہ یہ ہے کہ یہ تا فاعل کے مؤنث ہونے کی علامت ہے اور فاعل فعل کا ہوتا ہے اور اسمِ فاعل وغیرہ میں یہ تاء اِس لئے نہیں ہوتی کہ اُن میں علامتِ تانیث تاءِ متحرکہ ہوتی ہے۔ قولہ وَنُوْنَيِ التَّاكِيْدِ :-نونِ تاکید کے اختصاص کی وجہ یہ ہے کہ یہ امر اور مضارع کی تاکید کے لئے آتے ہیں جب کہ اُس میں طلب کے معنی ہوں اور معنیٔ طلب، فعل کے ساتھ خاص ہیں۔ فائدہ:-مصنف نے فعل کی گیارہ علامتیں بیان کی ہیں جن میں بعض علامتیں معنوی ہیں اور بعض لفظی، حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ "اَلْبَشِيْر" شرحِ نحو میر میں فرماتے ہیں کہ فقیر کی نظرِ قاصر میں نہی ہونا فعل کی علامتِ لفظی ہے اس لئے کہ حرفِ لَا کلمہ کے نہی ہونے پر دال ہے اور وہ لَا ملفوظ ہے۔

وَمَعْنَى الْاِخْبَارِ بِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ مَحْكُوْمًا بِهٖ وَيُسَمّٰى فِعْلًا بِاسْمِ اَصْلِهٖ وَهُوَ الْمَصْدَرُ لِاَنَّ الْمَصْدَرَ هُوَ فِعْلُ الْفَاعِلِ حَقِيْقَةً وَحَدُّ الْحَرْفِ كَلِمَةٌ لَا تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا بَلْ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ غَيْرِهَا نَحْوُ مِنْ فَاِنَّ مَعْنَاهَا الْاِبْتِدَاءُ وَهِيَ لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ اِلَّا بَعْدَ ذِكْرِ مَا مِنْهُ الْاِبْتِدَاءُ كَالْبَصْرَةِ وَالْكُوْفَةِ مَثَلًا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ وَعَلَامَتُهٗ اَنْ لَّا يَصِحَّ الْاِخْبَارُ عَنْهُ وَلَا بِهٖ وَاَنْ لَّا يَقْبَلَ عَلَامَاتِ الْاَسْمَاءِ وَلَا عَلَامَاتِ الْاَفْعَالِ.........

اوراخبار بہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ فعل محکوم بہ ہو۔اور نام رکھا جاتا ہے اس کا فعل اپنے اصل کے نام کے ساتھ اور وہ اصل مصدر ہے اس لیے کہ مصدر ہی حقیقت میں فاعل کا فعل ہے۔اور حرف کی تعریف: حرف وہ کلمہ ہے جو بذات خود اپنے معنی پر دلالت نہ کرے بلکہ دلالت کرے ایسے معنی پر جو اس کے غیر میں ہیں۔جیسے مِنْ پس تحقیق اس کے معنی ابتدا ہیں اور وہ لفظ من ان پر دلالت نہیں کرتا مگر بعد ذکر کرنے اس چیز کے جس سے ابتدا ہو جیسے بصرہ اور کوفہ. مثلاً تو کہے: سرت من البصرة الى الكوفة. اور حرف کی علامت یہ ہے کہ اس سے خبر دینا صحیح نہ ہو اور نہ اس کے ساتھ. اور یہ کہ نہ قبول کرے وہ اسماء کی علامات کو اور نہ افعال کی علامات کو.........

قولہ وَمَعْنَى الْاِخْبَارِ بِهٖ :- کچھ افعال ایسے بھی ہیں جو مُخْبَرٌ بِہٖ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے جیسے امر، نہی وغیرہ کہ یہ از قبیلِ انشاء ہیں اِس لئے مصنف نے مُخْبَرٌ بِہٖ کے ایسے معنی بیان کردیئے جو امر وغیرہ کو بھی شامل ہیں یعنی مُخْبَرٌ بِہٖ سے مراد یہ ہے کہ وہ محکوم بِہٖ ہوسکتا ہو اور اَمر وغیرہ محکوم بِہٖ ہوسکتے ہیں۔ قولہ وَيُسَمّٰى فِعْلًا :- فعل کی تعریف اور علامات بیان کرنے کے بعد مصنف علیہ الرحمۃ فعل کی وجہِ تسمیہ بیان کرتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ فعلِ اصطلاحی کی اصل مصدر ہے جس سے یہ فعل مشتق ہوتا ہے لہٰذا مصدر کا جو نام تھا وہ فعلِ اصطلاحی کا رکھ دیا گیا اور مصدر کا نام فعل اس لئے ہے کہ حقیقت میں مصدر ہی فاعل کا فعل ہوتا ہے یہ از قبیل تَسْمِيَةُ الشَّيْئِ بِاسْمِ اَصْلِهٖ ہے۔ فائدہ:- مصنف کے قول وَيُسَمّٰى فِعْلًا بِاسْمِ اَصْلِهٖ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک نحاۃ بصرہ کا مذہب مختار ہے جو یہ کہتے ہیں کہ فعلِ اصطلاحی فعل لغوی یعنی مصدر سے مشتق ہے۔ قولہ وَحَدُّ الْحَرْفِ :- اور حرف کی تعریف، حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت نہ کرے بلکہ غیر کے ساتھ ملکر دلالت کرے جیسے کہ لفظ "مِنْ" حرف ہے اور اُس کے معنی ابتداء ہیں تو جب تک مَا مِنْهُ الْاِبْتِدَاءُ، مثلاً بصرہ سے نہ ملایا جائے اُس کے معنی نہیں سمجھے جاتے۔ قولہ وَعَلَامَتُهٗ :- اور حرف کی علامت یہ ہے کہ اُس کا مخبرعنہ اور مخبر بہ ہونا درست نہ ہو یعنی حرف مبتدا یا فاعل یا نائب فاعل نہیں بن سکتا اور نہ ہی مبتدا کی خبر۔ فائدہ:- حرف مخبر عنہ یا مخبر بہ اِس لئے نہیں ہوتا کہ مخبر عنہ یا مخبر بہ وہ ہوتا ہے جس کا معنی مستقل بِالْمَفْهُوْمِيَّةِ ہو اور حرف کا معنی مستقل بِالْمَفْهُوْمِيَّةِ نہیں ہے۔ قولہ وَاَنْ لَّا يَقْبَلَ :- اور حرف کی علامت یہ ہے کہ وہ اسماء اور افعال کی علامتیں قبول نہ کرے، مصنف کا یہ قول اُن کے قول اَنْ لَّا يَصِحَّ پر معطوف ہے۔

وَلِلْحَرْفِ فِیْ کَلَامِ الْعَرَبِ فَوَائِدُ کَالرَّبْطِ بَیْنَ الْاِسْمَیْنِ نَحْوُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ اَوِالْفِعْلَیْنِ نَحْوُ اُرِیْدُ اَنْ تَضْرِبَ اَوْ اِسْمٍ وَ فِعْلٍ کَضَرَبْتُ بِالْخَشَبَۃِ اَوِ الْجُمْلَتَیْنِ نَحْوُ اِنْ جَائَنِیْ زَیْدٌ اَکْرَمْتُہٗ وَغَیْرِ ذَالِکَ مِنَ الْفَوَائِدِ الَّتِیْ تَعْرِفُھَا فِی الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْشَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَیُسَمّٰی حَرْفًا لِوُقُوْعِہٖ فِی الْکَلَامِ حَرْفًا اَیْ طَرْفًا اِذْ لَیْسَ مَقْصُوْدًا بِالذَّاتِ مِثْلُ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَیْہِ فَصل اَلْکَلَامُ لَفْظٌ تَضَمَّنَ کَلِمَتَیْنِ بِالْاِسْنَادِ..........................

اور حرف کے کلام عرب میں بہت سے فائدے ہیں. مثلاً دو اسموں میں ربط دینا جیسے زید فی الدار یا دو فعلوں میں جیسے ارید ان تضرب یا اسم اور فعل میں جیسے ضربت بالخشبة یا دو جملوں میں جیسے ان جائنی زید اکرمته ان کے علاوہ اور بھی بہت سے فائدے ہیں جنکو تم قسم ثالث میں معلوم کرو گے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اور نام رکھا جاتا ہے اس کا حرف بوجہ واقع ہونے اس کے کلام عرب میں حرف یعنی ایک طرف میں اس لیے کہ یہ مقصود بالذات نہیں ہوتا مسند اور مسند الیہ کی مانند۔ (فصل) کلام وہ لفظ ہے جو مشتمل ہو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ..........................

قولہ وَلِلْحَرْفِ :- یہ سوال مقدر کا جواب ہے، جس کی تقریر یہ ہے کہ حرف اگر مسند الیہ اور مسند نہیں ہوتا اور نہ ہی اسم اور فعل کی علامت قبول کرتا ہے تو اُس کو زیر بحث لانا بے فائدہ ہے؟ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حرف کے کلام عرب میں کثیر فائدے ہیں مثلاً ربط وغیرہ۔ فائدہ:- فَوَائِدُ، جمع ہے فَائِدَۃٌ کی اور فائدہ اس کو کہتے ہیں جو علم، جاہ یا مال ومنال سے حاصل کیا جائے، مصنف نے فوائد صیغہ جمع کثرت لا کر اُن کے کثیر ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، جن میں سے بعض کو اپنے قول کَالرَّبْطِ سے بیان کیا ہے۔ قولہ وَغَیْرِ ذَالِکَ :- اور اِس ربط کے علاوہ مثلاً تنبیہ مخاطب جس کے کیلئے حروف تنبیہ ہیں اور کلام سابق کا اثبات جس کے لئے حروف ایجاب وضع کئے گئے ہیں اور مخاطب کو کسی کام پر ابھارنا جس کے لئے حروف تحضیض موضوع ہیں۔ قولہ وَیُسَمّٰی حَرْفًا :- لغت میں حرف بمعنی طرف وجانب ہے چونکہ حرف مسند اور مسند الیہ نہیں بنتا اس لئے اسکو حرف کہتے ہیں۔ قولہ اِذْ لَیْسَ :- یہ سوال مقدر کا جواب ہے، تقریر سوال یہ ہے کہ تمہارا یہ کہنا کہ حرف، طرفِ کلام میں واقع ہوتا ہے درست نہیں کیونکہ حرف تو وسطِ کلام میں بھی ہوتا ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں؟ جواب:- طرف سے ہماری مراد جانبِ مقابل ہے یعنی اسم اور فعل مقصود بالذات ہوتے ہیں یعنی مسند اور مسند الیہ ہوتے ہیں اور حرف اُن کی طرف مقابل ہے یعنی مسند اور مسند الیہ نہیں ہوتا۔ قولہ اَلْکَلَامُ :- کلمہ اور کلام کے لغوی معنی ایک ہیں یعنی مَایُتَکَلَّمُ بِہٖ خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ اور اصطلاحِ نحاۃ میں کلام وہ لفظ ہے جو کم از کم دو کلموں پر بطریق اِسناد مشتمل ہو۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے تعریف میں لفظِ تَضَمَّنَ اختیار فرمایا ہے، تَرَکَّبَ نہیں کہا ایک تو اس لئے کہ یہ مختصر ہے کہ اِسکے صلہ کی ضرورت نہیں، دوم مثلِ اُکْرِمْ کو شامل کرنے کے لئے کیونکہ یہ دو کلموں کو متضمن تو ہے مگر مرکب نہیں کہ دوسرا کلمہ مستتر ہے اور غیر ملفوظ بھی۔ اور ملفوظ وغیر ملفوظ باہم مرکب نہیں ہوتے البتہ متضمن ہو سکتے ہیں۔

وَالْاِسْنَادُ نِسْبَةُ اِحْدَى الْكَلِمَتَيْنِ اِلَى الْاُخْرٰى بِحَيْثُ تُفِيْدُ الْمُخَاطَبَ فَائِدَةً تَامَّةً يَصِحُّ السُّكُوْتُ عَلَيْهَا نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَقَامَ زَيْدٌ وَيُسَمّٰى جُمْلَةً............

اور اسناد نسبت کرنا ہے دو کلموں میں سے ایک کی دوسرے کلمے کی جانب ایسے طریقہ پر کہ مخاطب کو فائدہ تامہ دے کہ اس فائدہ پر خاموش رہنا صحیح ہو۔ جیسے زیدٌ قائمٌ اور قام زیدٌ اور اس کا نام رکھا جاتا ہے جملہ.................

قولہ وَالْاِسْنَادُ :- اِسْنَادُ، بابِ افعال کا مصدر ہے لغت میں اسناد کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری سے ربط دینا اور متعلق کرنا اور اصطلاح میں اَلْاِسْنَادُ نِسْبَةُ ......الخ یعنی ایک کلمہ کو دوسرے کے ساتھ قصداً اِس طرح نسبت دینا اور ملانا کہ وہ نسبت مخاطب کو ایسا فائدہ تامہ دے کہ اُس فائدہ پر متکلم کا سکوت صحیح ہو جائے یعنی اہلِ نحو کے نزدیک اُس متکلم کا کلام فائدے میں قاصر قرار نہ پائے اور متکلم کے سکوت کے بعد مخاطب کو مقصودِ اصلی سمجھنے کے لئے لفظِ آخر کے سننے کا انتظار نہ رہے مثلاً ضَرَبَ زَيْدٌ میں مقصودِ اصلی زید کے مارنے کی خبر دینا ہے جو ضَرَبَ زَيْدٌ سے سمجھا جاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ کس کو مارا اور کہاں مارا وغیرہ تو یہ عارضی بات ہے مقصودِ اصلی کا سمجھنا اس پر موقوف نہیں ہے۔

قولہ يَصِحُّ السُّكُوْتُ عَلَيْهَا :- یہ اسناد کی تعریف میں داخل نہیں بلکہ مصنف کے قول فَائِدَةً تَامَّةً کی تفسیر ہے۔

فائدہ:- اسناد کا اطلاق دو معنوں پر کیا جاتا ہے ایک اسنادِ اصلی یعنی کلمہ کو دوسرے کے ساتھ قصداً اِس طرح ملانا کہ مخاطب کو فائدہ تامہ دے۔ دومِ اسناد، بمعنی مطلق نسبت خواہ مخاطب کو فائدہ تامہ ہو یا نہ کلام کی تعریف میں معنی اوّل مراد ہیں اور اسمِ فاعل یا اسمِ مفعول اور اُن کے مرفوع میں جو نسبت ہوتی ہے اُس سے قسمِ دوم یعنی مطلق نسبت مراد ہوتی ہے خواہ اُس سے فائدہ تامہ حاصل ہو یا نہ ہو۔ تَنْبِيْہ:- هِدَايَةُ النَّحْو کی بعض شروح میں اِضْرِبْ اور لَا تَضْرِبْ کے متعلق لکھا ہے کہ اِن میں ایک حقیقی کلمہ ہے اور دوسرا حکمی اور وہ اَنْتَ ہے جو اِن میں مستتر ہے لیکن یہ غلط ہے اِس لئے کہ ضمیر مستتر پر کلمہ حقیقی کی تعریف صادق آتی ہے البتہ ضمیرِ مستتر کا تلفظ حکمی ہے۔ فائدہ:- مصنف کے قول بالاسناد میں باءِ سببیہ ہے اور جار مجرور تَضَمَّنَ کے متعلق ہے یا جار مجرور ظرف مستقر ہو کر بتقدیرِ موصوف تَضَمَّنَ کا مفعولِ مطلق ہے اَیْ تَضَمُّنًا حَاصِلًا بِالْاِسْنَادِ، یا ظرف مستقر تَضَمَّنَ سے حال ہے یا کَلِمَتَيْنِ کی صفت ہے۔

قولہ وَيُسَمّٰى جُمْلَةً:- اور کلام کا نام جملہ رکھا جاتا ہے، نحاۃ کا اِس امر میں اختلاف ہے کہ جملہ اور کلام باہم مترادف ہیں یا کلام اَخص اور جملہ عام ہے حضرت علامہ غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقیر کی نظرِ قاصر میں ترادف کا قول صحیح ہے۔

فَعُلِمَ اَنَّ الْکَلَامَ لَا یَحْصُلُ اِلَّا مِنْ اِسْمَیْنِ نَحْوُ زَیْدٌ قَائِمٌ وَیُسَمّٰی جُمْلَۃً اِسْمِیَّۃً اَوْ مِنْ فِعْلٍ وَاِسْمٍ نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ وَیُسَمّٰی جُمْلَۃً فِعْلِیَّۃً اِذْ لَا یُوْجَدُ الْمُسْنَدُ وَالْمُسْنَدُ اِلَیْہِ مَعًا فِیْ غَیْرِھِمَا وَلَابُدَّ لِلْکَلَامِ مِنْھُمَا **فَاِنْ قِیْلَ** قَدْ نُوْقِضَ بِالنِّدَاءِ نَحْوُ یَا زَیْدُ..

پس معلوم ہوا کہ کلام نہیں حاصل ہوتا مگر دو اسموں سے جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اور نام رکھا جاتا ہے اس کا جملہ اسمیہ. یا فعل اور اسم سے جیسے قَامَ زَیْدٌ اور نام رکھا جاتا ہے اس کا جملہ فعلیہ۔ اس لیے کہ مسند اور مسند الیہ ایک ساتھ ان دو صورتوں کے غیر میں نہیں پائے جاتے اور ضروری ہے کلام کیلئے ان دو سے۔ پس اگر کہا جائے کہ کلام کو دو قسموں میں منحصر کرنا ٹوٹ گیا ندا کے ساتھ جیسے یا زید..

قولہ فَعُلِمَ اَنَّ الْکَلَامَ :- یہ شرطِ محذوف کا جواب ہے تقدیرِ عبارت اِس طرح ہے اِذَا کَانَ الْاِسْنَادُ مُعْتَبَرًا فِیْ تَعْرِیْفِ الْکَلَامِ فَعُلِمَ ...... الخ، یعنی جب کلام کی تعریف میں اسناد معتبر ٹھہری تو معلوم ہوا کہ کلام یا تو دو اسموں سے حاصل ہوگا جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اور اِسکا نام جملہ اسمیہ رکھا جاتا ہے یا فعل اور اسم سے حاصل ہوگا جیسے قَامَ زَیْدٌ اور اس کا نام جملہ فعلیہ رکھا جاتا ہے۔ قولہ اِذْلَا یُوْجَدُ :- یہ لَا یَحْصُلُ کی علت ہے یعنی کلام صرف دو اسموں یا ایک فعل اور ایک اسم سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ کلام کے لئے مسند اور مسند الیہ ہونا ضروری ہے اور یہ اکٹھے اِن دو ترکیبوں کے علاوہ میں نہیں پائے جاتے۔ قولہ مَعًا :- بمعنی جَمِیْعًا ہے یہ بنا برظرفیۃ منصوب ہے اور اِس کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور یہ کَائِنًا کے متعلق ہے جو لَایُوْجَدُ کے نائب فاعل سے حال ہے تقدیرِ عبارت اسطرح ہے اِذْلَا یُوْجَدُ الْمُسْنَدُ وَالْمُسْنَدُ اِلَیْہِ کَائِنًا کُلُّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا مَعَ صَاحِبِہٖ فِیْ غَیْرِھِمَا یا مُجْتَمِعَیْنِ کے معنی میں ہو کر حال ہے۔ فائدہ:- مصنف نے کلام کی تعریف کے بعد اُس کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک جملہ اسمیہ، دوم فعلیہ اور اِس تقسیم میں کلمہ اِلَّا لا کر اُس شخص پر رد کیا ہے جس کے نزدیک کلام ایک اسم اور ایک حرف سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ قولہ وَلَا بُدَّ ......الخ :- لَابُدَّ، لَا نافیہ اور بُدَّ بمعنی چارہ سے مرکب ہے پس لَا بُدَّ کے معنی ہوئے کہ نہیں کوئی چارہ یعنی کلام کے لئے مسند اور مسند الیہ ہونا ضروری ہے۔ فائدہ:- لابد کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔ پہلا یہ کہ لانفی جنس کا ہے اور بد اس کا اسم ہے اور مِنْھُمَا خبر ہے اور لِلْکَلَامِ بد کے متعلق ہے ۔دوسرا احتمال یہ کہ یہ مرکب شدت اتصال کی وجہ سے حَبَّذَا کی مثل کلمہ واحدہ ہو گیا ہے لہٰذا یہ مبتدا ہے اور مابعد اس کی خبر کی ہے ۔قولہ فَاِنْ قِیْلَ :- یعنی اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ کلام دو اسموں یا ایک فعل اور ایک اسم سے مرکب ہوتا ہے ترکیب ندائی یعنی یَا زَیْدُ سے ٹوٹ گیا اس لئے کہ یَازَیْدُ بالاتفاق کلام ہے مگر حرفِ ندا اور اسمِ منادیٰ سے مرکب ہے۔

قُلْنَا حَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ اَدْعُوْ وَاَطْلُبُ وَهُوَ الْفِعْلُ فَلَا نَقْضَ عَلَيْهِ وَاِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمُقَدِّمَةِ فَلْنَشْرَعْ فِى الْاَقْسَامِ الثَّلَاثَةِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ **اَلْقِسْمُ الْاَوَّلُ** فِى الْاِسْمِ وَقَدْ مَرَّ تَعْرِيْفُهٗ وَهُوَ يَنْقَسِمُ اِلَى الْمُعْرَبِ وَالْمَبْنِىِّ فَلْنَذْكُرْ اَحْكَامَهٗ فِى بَابَيْنِ وَخَاتِمَةٍ **اَلْبَابُ الْاَوَّلُ** فِى الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَفِيْهِ مُقَدِّمَةٌ وَثَلٰثَةُ مَقَاصِدَ وَخَاتِمَةٌ **اَمَّا الْمُقَدِّمَةُ** فَفِيْهَا فُصُوْلٌ **فَصْلٌ** فِىْ تَعْرِيْفِ

ہم کہیں گے کہ حرف ندا ادعو اوراطلب کے قائم مقام ہے،اوروہ فعل ہیں،لہٰذااس حصر پرنقص نہیں ہے۔اورجب ہم مقدمہ سے فارغ ہوئے تو چاہیے کہ ہم شروع ہو جائیں اقسام ثلثہ میں اوراللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور مدد فرمانے والا ہے۔قسم اول اسم میں اوراس کی تعریف گذر چکی ہےاوروہ اسم تقسیم ہوتا ہے معرب اورمبنی کی طرف.پس چاہیے کہ ذکر کریں ہم اس کے احکام کو دو بابوں اورایک خاتمہ میں. پہلا باب اسم معرب میں ہےاوراس میں ایک مقدمہ اورتین مقاصداورایک خاتمہ ہے.لیکن مقدمہ پس اس میں کچھ فصلیں ہیں.

قُلْنَا :- ہم جواب دینگے کہ یَازَیْدُ میں حرفِ ندا،فعل اَدْعُوْ یا اَطْلُبُ کے قائم مقام ہےاس لئے کہ اُسکی تقدیرِعبارت اَدْعُوْ زَیْدًا یَااَطْلُبُ زَیْدًا ہےلہٰذایہ کلام بھی فعل اوراسم یعنی فاعل سے مرکب ہے۔ قولہ اِذَا فَرَغْنَا :-جب ہم فارغ ہو چکے۔کلمہ اِذَا میں اکثر اوراغلب یہ ہے کہ مستقبل کے لئے آتا ہے مگر کبھی ماضی کے لئے بھی آتا ہےاوریہاں اِذَا ماضی کے لئے ہے۔ قولہ فَلْنَشْرَعْ:- یہ صیغہ متکلم مع الغیر فعل اَمر ہے،فاء کی وجہ سے لامِ امرساکن ہوگیاہے بایں قاعدہ کہ لامِ امرواؤ کے بعدوجوبًا اورفاء کے بعد جوازًا ساکن ہوجاتا ہے۔ قولہ فِیْ تَعْرِیْفِ الْمُعْرَبِ :- معرب،اعراب سے مشتق ہےاورصیغۂ اسمِ ظرف ہے بمعنی محلِ اظہارمعانی چونکہ یہ معنی فاعلیت ،مفعولیت اورمعنیٰ اضافت کے اظہار کا محل ہے اِس لئے اِس کو معرب کہتے ہیں،یااعراب بمعنی ازالہ فساد سے ماخوذ ہے چونکہ یہ معرب بعض معانی کے بعض کے ساتھ التباس کے فساد کو دورکرتا ہے اِس لئے اِس کو معرب کہتے ہیں۔ فائدہ:-مصنف علیہ الرحمۃ نے بیانِ معرب کو اِس لئے مقدم کیا کہ اسماء میں اصل معرب ہونا ہےاوراِس لئے کہ معرب پرلفظی وتقدیری دونوں اعراب آتے ہیں اورمبنی پراعراب محلی ہوتا ہےاوراعراب میں اصل اعراب لفظی ہے یااِس لئے کہ معرب اَمرِ وجودی اورمبنی عدمی ہےاوروجود بوجہِ شرافت عدم پرمقدم ہے یااِس لئے کہ معرب کی دلالت معنیٰ فاعلیت وغیرہ پرمبنی کی نسبت بہت واضح ہے۔

اَلْاِسْمِ الْمُعْرَبِ وَھُوَ کُلُّ اسْمٍ رُکِّبَ مَعَ غَیْرِہٖ وَلَا یُشْبِہُ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ اَعْنِی الْحَرْفَ وَالْاَمْرَ الْحَاضِرَ وَالْمَاضِیَ نَحْوُ زَیْدٌ فِی قَامَ زَیْدٌ لَا زَیْدٌ وَحْدَہٗ لِعَدَمِ التَّرْکِیْبِ وَلَا ھٰٓؤُلَآءِ فِی قَامَ ھٰٓؤُلَآءِ لِوُجُوْدِ الشِّبْہِ وَیُسَمّٰی مُتَمَکِّنًا فَصْل حُکْمُہٗ اَنْ یَّخْتَلِفَ اٰخِرُہٗ بِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ..............................

(فصل) اسم معرب کی تعریف میں: اور اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو ترکیب دیا گیا ہو اپنے غیر کے ساتھ اور نہ مشابہ ہو مبنی الاصل کے. میں مراد لیتا ہوں حرف اور امر حاضر اور ماضی کو جیسے زیدٌ جو ہونے والا ہے قام زید میں نہ کہ تنہا زید بوجہ نہ ہونے ترکیب کے. اور نہ ھؤلاء، قام ھؤلاء میں بوجہ پائے جانے مشابہت کے. اور نام رکھا جاتا ہے اسم معرب کا متمکن بھی. (فصل) اسم معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر مختلف ہو جائے بسبب مختلف ہونے عوامل کے

قولہ وَھُوَ کُلُّ اسْمٍ :- معرب وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو اور مبنی الاصل تین چیزیں ہیں، جملہ حروف، ماضی اور امر حاضر معروف۔ قولہ نَحْوُ زَیْدٌ :- نحو مبتدا محذوف یعنی ھُوَ کی خبر ہے جسکا مرجع اسمِ معرب ہے اور فِیْ زَیْد ...... الخ جار مجرور اَلْکَائِنِ کے متعلق ہو کر زَیْدٌ کی صفت ہے۔ فائدہ:- نَحْوُ زَیْدٌ میں زَیْدٌ مضاف الیہ ہے چونکہ یہ حکایت ہے اور حکایت میں دو مذہب ہیں۔ (۱) مبنی، لہٰذا زَیْـــدٌ محلاً مجرور ہوا۔ (۲) معرب لہٰذا یہ تقدیراً مجرور ہوا۔ حکایت، اُس لفظ کو کہتے ہیں جو ایک کلام سے اٹھا کر دوسرے کلام میں ذکر کیا جائے مگر اُسی حالت کے ساتھ جو پہلے کلام میں تھی، چونکہ قَـامَ زَیْدٌ میں زَیْدٌ مرفوع تھا تو اس کو حالتِ سابقہ (رفع) کے ساتھ نقل کر دیا گیا۔ قولہ لَا زَیْدٌ وَحْدَہٗ :- یہ نَـحْوُ، پر معطوف ہے اور وَحْدَہٗ میں دو احتمال ہیں (۱) بتاویلِ نکرہ زَیْدٌ سے حال ہے تقدیرِ عبارت اس طرح ہے لَا زَیْدٌ مُتَوَحِّدًا یعنی زَیْدٌ معرب نہیں اس حال میں کہ مُتَوَحِّد اور منفرد ہے یعنی مرکب نہیں ہے اِس لئے کہ معرب میں ترکیب شرط ہے اور اکیلا زَیْد مرکب نہیں ہے۔ (۲) فعلِ مقدر کا مفعول مطلق ہے اَیْ یَـنْـفَـرِدُ اِنْفِرَادًا پھر جملہ حال ہے۔ قولہ وَلَا ھٰؤُلَآءِ :- اور ھٰؤُلَآءِ جو قَـامَ ھٰؤُلَآءِ میں ہے معرب نہیں اِس لئے کہ یہ مبنی الاصل کے مشابہ ہے۔ قولہ وَحُـکْمُہٗ :- یہاں حکم کے لغوی معنٰی مراد ہیں یعنی شئی کا اثر جو اُس شئی پر مرتب ہوتا ہے لہٰذا عبارت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ معرب کا اثر جو اُس پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اُس کے آخر کی ذات عوامل کے بدلنے سے بدل جائے یا آخر کی صفت بدل جائے۔

قولہ اَلْعَوَامِلُ :- یہ عَـامِلٌ کی جمع ہے اگر چہ عامل بروزن فاعل اسم مشتق ہے اور فَـاعِلٌ، مشتق کی جمع فواعل نہیں آتی مگر چونکہ عامل کا اشتقاقی معنی مراد نہیں بلکہ یہ مَـابِـہٖ یَـقُـوْمُ الْمَعْنَی الْمُقْتَضِیْ لِلْاِعْرَابِ کی طرف منقول ہو گیا ہے اِس لئے اسکی جمع عوامل درست ہے اور عوامل پر الف لام جنسی ہے، جس سے جنسِ عامل مراد ہے اور جمعیت کے معنی باطل ہو گئے ہیں۔

اِخْتِلَافًا لَفْظِيًّا نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ اَوْ تَقْدِيْرِيًّا نَحْوُ جَاءَ نِيْ مُوْسٰى وَرَأَيْتُ مُوْسٰى وَمَرَرْتُ بِمُوْسٰى اَلْاِعْرَابُ مَا بِهٖ يَخْتَلِفُ اٰخِرُ الْمُعْرَبِ كَالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَالْكَسْرَةِ وَالْوَاوِ وَالْاَلِفِ وَالْيَاءِ وَاِعْرَابُ الْاِسْمِ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَرٌّ...........

اختلاف لفظی جیسے جاء نی زید و رأیت زیدا و مررت بزید یا اختلاف تقدیری جیسے جاء نی موسیٰ و رأیت موسی و مررت بموسی اعراب وہ ہے جس کے سبب سے اسم معرب کا آخر مختلف ہو جائے۔ جیسے ضمہ اور فتحہ اور کسرہ اور واو اور الف اور یاء۔ اور اسم کا اعراب تین قسم پر ہے رفع اور نصب اور جر۔.............

قولہ اِخْتِلَافًا لَفْظِيًّا :-اِخْتِلَافًا بنابر مفعول مطلق منصوب ہے اور لَفْظِيًّا اس کی صفت ہے اور تَقْدِيْرِيًّا بھی بطریقِ عطف اِخْتِلَافًا کی صفت ہے یعنی مختلف ہونا آخر کا لَفْظًا یا تَقْدِيْرًا، اختلافِ لفظی حقیقی جیسے جَاءَ نِيْ زَيْدٌ ...... الخ اور اختلافِ لفظی حکمی جیسے مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ کہ اِس میں احمد کا آخر حکماً بدلا ہے اور یہ فتحہ اُس فتحہ کا غیر ہے جو حالت نصب میں تھا اِس لئے کہ حالتِ جر کا فتح کسرہ کے قائم مقام ہے اور اختلافِ تقدیری جیسے جَاءَ نِيْ مُوْسٰى ۔ قولہ اَلْاِعْرَابُ مَا بِهٖ :-لفظِ مَا سے مراد حرکت یا حرف ہے اور باسببیت کے لئے ہے یعنی اعراب وہ حرکت یا حرف ہے جس کے سبب سے اسمِ معرب کا آخر بدل جائے۔ فائدہ:-اعراب کی تین اقسام ہیں۔اوّل اعراب بِالْاِصَالَةِ جیسے اسماء کا اعراب، دوم اعراب بِالْمُشَابَهَةِ جیسے مضارع کا اعراب، سوم اعراب بِالتَّبْعِيَّتِ جیسے توابع کا اعراب اور بنا کی بھی تین اقسام ہیں، اوّل بالاصالۃ جیسے حروف کی بنا، دوم بالمشابہت جیسے اسماء مبنیہ، سوم بالتبعیت جیسے منادیٰ کے توابع کی بنا۔ قولہ كَالضَّمَّةِ :-ضمہ، فتحہ اور کسرہ یہ اعراب بالحرکت کی مثالیں ہیں۔جب یہ تاء کے ساتھ ہوتے ہیں تو یہ حرکاتِ اعرابیہ و بنائیہ دونوں پر اطلاق کئے جاتے ہیں اور جب تاء کے بغیر ہوں جیسے ضم، فتح اور کسر تو حرکاتِ بنائیہ پر بولے جاتے ہیں اور واوٗ، الف اور یاء یہ اعراب بالحرف کی مثالیں ہیں۔ قولہ وَاِعْرَابُ الْاِسْمِ :-اور اسمِ معرب کے اعراب تین ہیں رفع، نصب اور جر اِس لئے کہ اسمِ معرب پر وارد ہونے والے معانی بھی تین ہیں۔معنیٰ فاعلیت، معنیٰ مفعولیت اور معنیٰ اضافت۔ قولہ رَفْعٌ :-یہ یا تو مرفوع ہے مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے یا مجرور ہے اور انواع سے بدل ہے۔ فائدہ:-رفع کو رفع اس لئے کہتے ہیں کہ اِس کا مرتبہ اَخَوَيْنِ سے بلند ہے یا اِس لئے کہ اِس کے تلفظ کے وقت نیچے کا ہونٹ اوپر کو اُٹھتا ہے۔نصب، کو نصب اس لئے کہتے ہیں کہ اِس کے تلفظ کیوقت دونوں لب اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں یا اِس لئے کہ فَضْلَـةٌ کو نصب دیتا ہے اور جر، کو جر اِس لئے کہتے ہیں کہ اِس کے تلفظ کے وقت لب زیریں نیچے کھچتا ہے یا اِس لئے کہ اِسکا عامل (حرفِ جر) فعل کو اسم کی طرف کھینچتا ہے ۔اور جر بصریین کی اصطلاح ہے، کوفیین اِس کو خَفْض کہتے ہیں۔

وَالْعَامِلُ مَا بِهٖ رَفْعٌ اَوْنَصْبٌ اَوْجَرٌّ وَمَحَلُّ الْاِعْرَابِ مِنَ الْاِسْمِ هُوَالْحَرْفُ الْاَخِيْرُ مِثَالُ الْكُلِّ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ فَقَامَ عَامِلٌ وَزَيْدٌ مُعْرَبٌ وَالضَّمَّةُ اِعْرَابٌ وَالدَّالُ مَحَلُّ الْاِعْرَابِ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَايُعْرَبُ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ اِلَّا الْاِسْمُ الْمُتَمَكِّنُ وَالْفِعْلُ الْمُضَارِعُ وَسَيَجِيْءُ حُكْمُهٗ فِي الْقِسْمِ الثَّانِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى **فَصْلٌ** فِيْ اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْاِسْمِ وَهِيَ تِسْعَةُ اَصْنَافٍ اَلْاَوَّلُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِالْكَسْرَةِ.....................

اور عامل وہ ہے جس کے سبب سے رفع یا نصب یا جر ہو. اور اسم سے اعراب کی جگہ وہ حرف اخیر ہے. تمام کی مثال: مثل قام زید کے ہے۔ پس قام عامل ہے اور زید معرب ہے اور ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے۔ جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ کلام عرب میں معرب نہیں علاوہ اسم متمکن اور فعل مضارع کے. اور عنقریب فعل مضارع کا حکم انشاءاللہ قسم ثانی میں آئے گا. (فصل) یہ فصل اسم معرب کے اعراب کی اقسام میں ہے اور وہ نو قسمیں ہیں. قسم اول یہ ہے کہ رفع ضمہ سے ہو اور نصب فتحہ سے اور جر کسرہ سے.....................

قولہ وَالْعَامِلُ :-اور عامل وہ ہے جسکی وجہ سے رفع، نصب یا جر آئے۔ فائدہ:-فضلات کے عامل میں اختلاف ہے (۱) فراء کے نزدیک فعل مع الفاعل فضلات میں عامل ہوتا ہے۔ (۲) ہشام کے نزدیک صرف فاعل عامل ہوتا ہے۔ (۳) نُحاۃِ بصرہ کے نزدیک فضلات میں عامل، فعل ہوتا ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ فاعل اقویٰ ہے جب اُس میں عامل فعل ہے تو فضلات میں بھی عامل فعل ہی ہوگا۔ قولہ وَمَحَلُّ الْاِعْرَابِ :-اور اسم کا محلِ اعراب آخر حرف ہوتا ہے چونکہ یہ اسم کی بحث ہے اس لئے مصنف نے من الاسم کہا ورنہ فعلِ مضارع کا بھی محل اعراب آخر کا حرف ہوتا ہے اور اَلْحَرْفُ کی صفت اَلْاَخِيْرَةُ نہیں لائے اس لئے کہ لفظِ اَخِيْرُ مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ قولہ اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَا يُعْرَبُ :-کلمہ اِعْلَمْ ابتدائے کلام میں سامع کو کلام کی طرف مائل کرنے کے لئے لایا جاتا ہے یعنی کلامِ عرب میں صرف دو معرب ہیں ایک اِسمِ متمکن اور دوسرا فعلِ مضارع۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے اسمِ متمکن کو مضارع پر مقدم کیا اِس لئے کہ اسمِ متمکن اعراب میں اصل ہے اور مضارع سے وہ مضارع مراد ہے جو نونِ تاکید اور نونِ جمع مؤنث سے خالی ہو اور مصنف نے یہ قید اِس لئے ذکر نہیں کی کہ یہ قید بحثِ فعل میں آرہی ہے اُس پر اکتفاء کرلیا ہے۔ قولہ فِيْ اَصْنَافِ الْاِعْرَابِ :-یہ فصل اعرابِ اسم کے اقسام کے بیان میں ہے، اصناف بمعنی اقسام ہے اور اِسکا مفرد صِنْفٌ ہے۔ لفظِ صنف، قسم اور نوع ذات کے اعتبار سے مختلف ہیں لیکن استعمال میں متحد و متفق ہیں، صنف اُمرِ خارج کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے ہندی، سندھی اور یہ نوع سے خاص ہے اور نوع باعتبار ذات کے ہوتی ہے جیسے انسان، بقر اور غنم اور قسم دونوں سے عام ہے جیسے حیوان۔

وَيُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الْمُنْصَرِفِ الصَّحِيْحِ وَهُوَ عِنْدَ النُّحَاةِ مَا لَايَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِهٖ حَرْفُ عِلَّةٍ كَزَيْدٍ وَبِالْجَارِیْ مَجْرَی الصَّحِيْحِ وَهُوَ مَايَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِهٖ وَاوٌ اَوْ يَاءٌ مَاقَبْلَهُمَا سَاكِنٌ كَدَلْوٍ وَظَبْيٍ وَبِالْجَمْعِ الْمُكَسَّرِ الْمُنْصَرِفِ كَرِجَالٍ نَحْوُ جَاءَنِیْ زَيْدٌ وَدَلْوٌ وَظَبْیٌ وَرِجَالٌ وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَدَلْوًا وَظَبْيًا وَرِجَالًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَدَلْوٍ وَظَبْيٍ وَرِجَالٍ اَلثَّانِیْ اَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْكَسْرَةِ....

اور یہ اعراب مختص ہے مفرد منصرف صحیح کے ساتھ. اور صحیح نحویوں کے نزدیک وہ ہے کہ اس کے آخر میں حرف علت نہ ہو. جیسے **زیدٌ** ۔اور جاری مجرائے صحیح کے ساتھ اور وہ نحات کے ہاں یہ ہے کہ جس کے آخر میں واو یا یاء ما قبل ساکن ہو. جیسے **دلو** اور **ظبی**. اور جمع مکسر منصرف سے جیسے **رجال**. تو کہے گا **جاء نی زید ودلو وظبی ورجال و رأیت زیدا ودلوا وظبیا ورجالا و مررت بزید ودلو وظبی ورجال**. دوسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ سے ہو اور نصب وجر کسرہ سے............

قولہ يُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ :-اور اعراب کی مذکورہ بالا صنف، مفرد منصرف صحیح کے ساتھ مختص ہے مفرد کے چار معانی ہیں، اوّل مقابلِ مرکب جیسے کلمہ کی تعریف میں، دوم مقابلِ مضاف وشبہ مضاف جیسے بحث منادیٰ میں، سوم مقابلِ جملہ جیسے بحث تمییز میں، چہارم مقابلِ تثنیہ وجمع۔ اِس جگہ یہی قسم چہارم مراد ہے اس لئے کہ مقابلہ میں تثنیہ اور جمع کا اعراب آرہا ہے۔ فائدہ:-اعراب کی دو قسمیں ہیں (۱) اعراب بالحرکت (۲) اعراب بالحرف، اعراب بالحرکت بنسبت اعراب بالحرف کے اصل ہے کیونکہ اس میں خفت ہے اور اعراب بالحرف میں ثقل ہے، پھر اعراب بالحرکت میں اصل یہ ہے کہ تینوں حالتوں میں تینوں حرکات کے ساتھ ہو کہ اس میں ہر تین معنی ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں چونکہ مفرد منصرف بدو معنی اصل ہے لہٰذا بنظر تناسب اسکو یہ اعراب بحرکاتِ ثلاثہ دیا گیا۔ قولہ وَهُوَ عِنْدَ النُّحَاةِ:-نحاۃ جمع ہے ناحِ کی، اور نحویین کے نزدیک صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرفِ علت نہ ہو جیسے زَيْدٌ۔

دانی کہ صحیح چیست بنزدیک نحویاں	**شعر**	مَا لَايَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِهٖ حَرْفُ عِلَّةٍ

قولہ وَبِالْجَارِیْ :-اسکا عطف بالمفرد پر ہے یعنی یہ اعراب جاری مجریٰ صحیح کے ساتھ مختص ہے اور جاری مجریٰ صحیح وہ ہے جس کے آخر میں واو یا یا ما قبل ساکن ہو جیسے دَلْوٌ بمعنی ڈول اور ظَبْیٌ بمعنی ہرن۔ فائدہ:-اسم کی اِس قسم کو جاری مجریٰ صحیح اِس لئے کہتے ہیں کہ حرفِ ساکن کے بعد واو یا یاء پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اِس لئے اسکو جاری مجریٰ اور مُلْحَقْ بِالصَّحِيْحِ کہتے ہیں۔

قولہ وبِالْجَمْعِ الْمُكَسَّرِ :-یہ بھی بالمفرد پر معطوف ہے یعنی اعراب کی یہ قسم جمع مکسر کے ساتھ مختص ہے مصنف نے لفظِ جمع کی دو صفتیں ذکر کیں، صفتِ اوّل سے جمع صحیح سے احتراز کیا ہے اور صفتِ ثانی سے جمع مکسر غیر منصرف سے احتراز ہے۔ سوال:- اَلْجَمْعُ الْمُكَسَّرُ کے معنی ہیں توڑی ہوئی جمع اور کوئی جمع ایسی نہیں جو توڑی گئی ہو؟ جواب:-اَلْمُكَسَّرُ جمع کی صفت بحالہ نہیں بلکہ بحال متعلقہ ہے یعنی وہ جمع جس کے واحد کا وزن توڑا گیا ہو۔

وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ تَقُولُ هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ الثَّالِثُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْفَتْحَةِ وَيُخْتَصُّ بِغَيْرِ الْمُنْصَرِفِ كَعُمَرَ تَقُوْلُ جَاءَنِىْ عُمَرُ وَرَأَيْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ اَلرَّابِعُ اَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ وَالنَّصْبُ بِالْاَلِفِ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ وَيُخْتَصُّ بِالْاَسْمَاءِ السِّتَّةِ ....

اور یہ اعراب جمع مونث سالم کے ساتھ مختص ہے۔ تم کہو گے: هُنَّ مسلمات و رأيت مسلمات ومررت بمسلمات تیسری قسم یہ ہے کہ رفع ضمہ سے ہو اور نصب و جر فتحہ سے اور یہ اعراب غیر منصرف کے ساتھ مختص ہے۔ جیسے جاء نی عمرُ و رأیت عمر ومررت بعمر. اور چوتھی قسم یہ ہے کہ رفع واؤ سے اور نصب الف سے اور جر یاء سے ہو اور یہ اعراب اسماء ستہ ....

قولہ وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ :- جمع مؤنث سالم سے مراد وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو خواہ اس کا مفرد مذکر ہو یا مؤنث، جمع مؤنث سالم چونکہ جمع مذکر سالم کی فرع ہے اس لئے اِس میں بھی نصب، جر کے تابع ہے اور فرع ہونے کے باوجود اِس کو جمع مذکر پر مقدم کیا گیا ہے اِس لئے کہ اِس کا اعراب بالحرکت ہے۔ قولہ اَلسَّالِمِ :- سیبویہ کے نزدیک اَلسَّالِمِ، جمع کی صفت ہے اس لئے کہ لفظِ جمع معرفہ بالام کی جانب مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ بالام کی مثل معرفہ بن گیا ہے لیکن مبرد کے نزدیک اَلسَّالِمِ، بدل ہے کیونکہ اُس کے نزدیک معرفہ بالام کی طرف مضاف ہونے والے میں مضاف الیہ کی نسبت تعریف کم ہوتی ہے۔ قولہ وَيُخْتَصُّ بِغَيْرِ الْمُنْصَرِفِ :- اور اعراب کی یہ چوتھی قسم غیر منصرف کے ساتھ مختص ہے چونکہ غیر منصرف فعل کے مشابہ ہے اور فعل پر کسرہ نہیں آتا اس لئے غیر منصرف پر بھی کسرہ نہیں آتا بلکہ کسرہ فتح کے تابع ہوتا ہے اس لئے کہ یہ دونوں علامتِ فضلہ ہیں۔ قولہ وَيُخْتَصُّ بِالْاِسْمَاءِ السِّتَةِ :- مفرد کو بوجہِ اصالت اعراب بحرکت اور تثنیہ و جمع کو بوجہِ فرع، اعراب بحرف دیا گیا تو اُن میں منافرت تامہ ہو گئی جس کو ختم کرنے کے لئے بعض مفردات کو اعراب بحرف دیا گیا چونکہ تثنیہ و جمع کی چھ حالتیں ہیں تو ہر حالت کے مقابلہ میں ایک اسم کو اعراب بحرف دیا تو ایسے مفردات چھ ہو گئے پھر اعراب بحرف کے لئے اَبٌ وغیرہ کو اس لئے منتخب کیا گیا کہ ان کے آخر میں ایسا حرف ہے جسکو اعراب قرار دیا جا سکتا ہے نیز تثنیہ و جمع کی طرح ان اسماء کے معانی سے تعدد سمجھا جا سکتا ہے مثلاً اَبُوْكَ سے باپ بیٹا دونوں سمجھے جاتے ہیں۔

مُكَبَّرَةً مُوَحَّدَةً مُضَافَةً اِلٰى غَيْرِ يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ وَهِيَ اَخُوْكَ وَاَبُوْكَ وَهَنُوْكَ وَحَمُوْكِ وَفُوْكَ............

مکبرہ کے ساتھ مختص ہے جو یائے متکلم کے غیر کی جانب مضاف ہوں اور وہ اسماء ستہ اخوک و ابوک وھنوک وحموک وفوک............

قولہ مُكَبَّرَةً مُوَحَّدَةً مُضَافَةً :- یہ تینوں لفظ اسماء سے حال ہیں یعنی اسماءِ ستہ کا یہ اعراب اُس وقت ہے جب مُكَبَّرْ ہوں یعنی مُصَغَّرْ نہ ہوں اور جب یہ مُوَحَّدْ ہوں یعنی تثنیہ وجمع نہ ہوں اور غیر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں یاء کی طرف مضاف نہ ہوں۔ فائدہ:- اعراب کے اعتبار سے اسماءِ ستہ کے پانچ حال ہیں، اوّل یہ اسماء، مفرد مُكَبَّرْ مضاف الٰی غیر یاءِ المتکلم ہوں تو انکا اعراب بالحرف ہوگا جیسے جَاءَ اَبُوْكَ، رَاَيْتُ اَبَاكَ، مَرَرْتُ بِاَبِيْكَ۔ دوم، جب یہ اسمائے تثنیہ وجمع ہوں تو انکا اعراب تثنیہ وجمع کی طرح بحرف ہوگا جیسے جَاءَ نِيْ اَبَوَانِ ......الخ۔ سوم، یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں تو اِنکا اعراب تقدیری ہوگا جیسے جَآءَ اَبِيْ، رَاَيْتُ اَبِيْ، مَرَرْتُ بِاَبِيْ۔ چہارم، مفرد مُكَبَّرْ مَقْطُوْعٌ عَنِ الْاِضَافَةِ ہوں تو انکا اعراب بحرکت ہوگا جیسے جَآءَ نِيْ اَبٌ، رَاَيْتُ اَبًا، مَرَرْتُ بِاَبٍ۔ پنجم، مُصَغَّرْ ہوں تو اِن کا اعراب بحرکت ہوگا جیسے جَآءَ نِيْ اُبَيٌّ، رَاَيْتُ اُبَيًّا، مَرَرْتُ بِاُبَيٍّ۔ قولہ وَهِيَ اَخُوْكَ :- اَبٌ. باپ، اَخٌ. بھائی، هَنٌ. شرمگاہ، حَمٌ. مرد کی جانب سے عورت کا رشتہ دار جیسے سسر، دیور۔ یہ تمام ناقص واوی ہیں اصل میں اَبَوٌ، اَخَوٌ، هَنَوٌ، حَمَوٌ تھے (بفتحِ اول وسکونِ ثانی) واو کی حرکت ماقبل کو دیکر اُس کو بوجہِ اجتماع ساکنین گرادیا اور فَمٌ اجوف واوی ہے اصل میں فَوْهٌ تھا، ھاء خلافِ قیاس حذف ہوگئی تو فَــوْ رہ گیا۔ فائدہ:- یہ اسم مضاف نہ ہوتو اِسکے واو کو وجوبا میم سے بدل دیتے ہیں تو فَــمٌ ہوجاتا ہے اور اگر مضاف ہوتو واو کو میم سے بدلنا اور نہ بدلنا دونوں طریقے جائز ہیں اور اس تبدیلی کے وقت فاء کو فتح افصح ہے اور جب واو کو میم سے نہ بدلا جائے اُس وقت فاء کی حرکت حروفِ اعرابیہ کے تابع ہوگی یعنی واو کے ساتھ فاء کو ضمہ اور الف کے ساتھ فتح اور یاء کے ساتھ فاء کو کسرہ ہوگا لہٰذا فُوْكَ، فَاكَ اور فِيْكَ پڑھا جائیگا۔ فائدہ:- کلمہ هَنٌ کا اعراب بوقتِ اضافت واو وغیرہ کے ساتھ لغتِ غیر فصیحہ اور قلیل الاستعمال ہے اِسی وجہ سے فراء اور زَجّاج نے لفظ هَــنٌ کو اُن اسماء میں ذکر نہیں کیا جن کا اعراب بالحرف ہے اور اُنہوں نے ایسے اسماء پانچ شمار کئے ہیں اور اِس لغت کے غیر فصیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو کلمہ افراد کی حالت میں ناقص ہو وہ بحالتِ اضافت بھی ناقص استعمال کیا جاتا ہے جیسے لفظِ يَدٌ جو اصل میں يَدَيٌ تھا، یاء حذف ہونے کے بعد یہ حالتِ افراد میں ناقص (بغیر یاء کے) آتا ہے جیسے هٰذِهٖ يَــدٌ اور حالتِ اضافت میں بھی ناقص آتا ہے جیسے ارشاد باری تعالٰی ہے يَــدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِــمْ۔ چونکہ لفظِ هَــنٌ حالتِ افراد میں ناقص ہے کیونکہ اصل میں هَــنَوٌ تھا لہٰذا بحالت اضافت بھی ناقص استعمال ہوگا اور غیر ناقص یعنی هَنُوْكَ لغتِ غیر فصیحہ ہے۔

وَذُوْمَالٍ تَقُوْلُ جَائَنِیْ اَخُوْکَ وَ رَأَیْتُ اَخَاکَ وَ مَرَرْتُ بِاَخِیْکَ وَ کَذَا الْبَوَاقِیْ اَلْخَامِسُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِالْاَلِفِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْیَاءِ الْمَفْتُوْحِ مَاقَبْلَھَا وَیُخْتَصُّ بِالْمُثَنّٰی وَکِلَا مُضَافًا اِلٰی مُضْمَرٍ..........................

وذومال ہیں تم کہوگے: جاء نی اخوک و رأیت اخاک ومررت باخیک اوراسطرح باقی۔ پانچویں قسم یہ ہے کہ رفع الف سے اور نصب اور جر یاء سے ہو جس کا ماقبل مفتوح ہے اور یہ اعراب مختص ہے تثنیہ اور کِلَا کے ساتھ دراں حالیکہ وہ کلا مضاف ہو ضمیر کی طرف..........................

قولہ وَذُوْ:۔ذُوْ لفیفِ مقرون ہے اصل میں ذَوُوْ تھا ایک واؤ کو برائے تخفیف حذف کردیا تو ذُوْ رہ گیا اِس میں بھی ذال کی حرکت حروفِ اعراب کے تابع ہوتی ہے اور اِس کو ضمیر کی طرف مضاف نہیں کیا جاتا کیونکہ اِسکی اضافت اسمِ جنس کی طرف ہوتی ہے اور ضمیر اسمِ جنس نہیں ہے۔ اِس کا مؤنث ذَاتٌ ہے جو اصل میں ذَوَاتٌ تھا۔ فائدہ:۔لفظِ ذُوْ کا اعراب اسماءِ ستہ والا اُسوقت ہوگا جب یہ بمعنی صاحب ہوگا ذُوْ بمعنی اَلَّذِیْ کی صورت میں یہ مبنی ہوگا جیسے جَاءَ نِیْ ذُوْقَامَ وَرَأَیْتُ ذُوْقَامَ وَمَرَرْتُ بِذُوْقَامَ۔ قولہ وَیُخْتَصُّ بِالْمُثَنّٰی:۔اور اعراب کی یہ قسم تثنیہ اور اُس کے ملحقات کے ساتھ مختص ہے۔ مُثَنّٰی، وہ اسم ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ لاحق کیا گیا ہو، کِلَا اور اِثْنَانِ مُلْحَقٌ بِالْمُثَنّٰی ہیں کہ انکا مفرد نہیں ہے چونکہ مُثَنّٰی کی طرح اِن کا مدلول دو ہے اور اِن کی صورت مُثَنّٰی جیسی ہے اس لئے اِن کا اعراب مُثَنّٰی جیسا ہے۔ فائدہ:۔نحاۃ کوفہ کے نزدیک کِلَا، کُلٌّ کا تثنیہ ہے اور اس کا الف برائے تثنیہ ہے اُنکے نزدیک کُلٌّ کا ایک لام برائے تخفیف حذف کرکے الفِ تثنیہ بڑھایا تو کِلَا ہوا اور لزومِ اضافت کی وجہ سے اِس سے نون ہمیشہ محذوف رہتا ہے پھر کاف کو کسرہ دیا گیا تاکہ صیغہ امر سے التباس نہ ہو، لیکن نحاۃِ بصرہ کے نزدیک کِلَا کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہے یعنی اصل میں کِلَوٌ تھا کیونکہ عرب سے کِلَوِیٌّ منقول ہے۔ فائدہ:۔لفظِ کِلَا کو کُلٌّ کا تثنیہ بنانا درست نہیں اِس لئے کہ کُلٌّ اور کِلَا کا معنی ایک نہیں ہے چونکہ کِلَا صرف تثنیہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اس لئے تثنیہ ہونا اِسکو مضاف الیہ سے حاصل ہوگیا جیسا کہ مضاف، مضاف الیہ سے تانیث حاصل کرتا ہے جیسے اَقَلُّ الْحَیْضِ ثَلَاثَۃٌ میں لفظِ اَقَلُّ نے حیض سے تانیث حاصل کی ہے۔

وَاِثْنَانِ وَاثْنَتَانِ تَقُوْلُ جَائَنِیْ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَاِثْنَانِ وَاثْنَتَانِ وَرَأَيْتُ الرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاِثْنَيْنِ وَاِثْنَتَيْنِ وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَاِثْنَيْنِ وَاِثْنَتَيْنِ اَلسَّادِسُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ الْمَضْمُوْمِ مَاقَبْلَهَا وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَكْسُوْرِ مَاقَبْلَهَا وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْ وَعِشْرُوْنَ مَعَ اَخَوَاتِهَا تَقُوْلُ جَاءَنِیْ مُسْلِمُوْنَ وَعِشْرُوْنَ وَاُولُوْمَالٍ وَرَأَيْتُ مُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَاُولِیْ مَالٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ وَاُولِیْ مَال............

اور اثنان اور اثنتان کے ساتھ۔ تم کہو گے: جاء نی الرجلان کلاھما و اثنان و اثنتان و رأیت الرجلین کلیھما و اثنین و اثنتین و مررت بالرجلین کلیھما و اثنین و اثنتین ۔ چھٹی قسم یہ ہے کہ رفع واؤ سے جس کا ماقبل مضموم ہو اور نصب اور جر یاء سے جس کا ماقبل مکسور ہو اور یہ اعراب جمع مذکر سالم کے ساتھ مختص ہے جیسے مسلمون اور اُولُوْ اور عشرون ہمراہ عشرون کے اخوات کے۔ تم کہو گے: جاء نی مسلمون وعشرون و اولو مال ورأیت مسلمین وعشرین و اولی مال و مررت بمسلمین وعشرین و اولی مال.

قولہ اِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ:- یہ دونوں لفظ کلمہ کِلَا کی طرح مُلْحَقْ بِالتَّثْنِيَةِ ہیں اس لئے کہ تثنیہ کی دو قسمیں ہیں ۔ اوّل، تثنیہ حقیقی جس میں چار شرطیں ضروری ہیں، اول اُس کا مفرد بھی ہو۔ دوم، مفرد اور تثنیہ کا مادہ ایک ہو۔ سوم، دو پر دلالت کرے۔ چہارم، اُس کے آخر میں الف نون یا یاء نون ہو چونکہ کِلَا میں صرف ایک شرط پائی جا رہی ہے کہ دو پر دلالت کرتا ہے اور اِثْنَانِ اور اِثْنَتَانِ میں صرف تیسری اور چوتھی دو شرطیں پائی جا رہی ہیں اس لئے یہ ملحق بالتثنیہ ہیں اور رَجُلَانِ میں چاروں شرطیں موجود ہیں اس لئے وہ تثنیہ حقیقی ہے اور اِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ اگرچہ مُثَنّٰی پر معطوف ہیں جو باء کی وجہ سے مجرور ہے لیکن یہ دونوں حکایۃً مرفوع ہیں یا یہ مُثَنّٰی پر معطوف نہیں بلکہ کِلَا پر معطوف ہیں جو مبتدا محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے وَيُخْتَصُّ بِالْمُثَنّٰى وَمُلْحَقَاتِهٖ وَهُوَ كِلَا۔ قولہ وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ:- اور اعراب کی یہ قسم جمع مذکر سالم اور ملحق بالجمع کے ساتھ مختص ہے۔ فائدہ:- اُولُوْ میں ہمزہ کے بعد واؤ لکھا جاتا ہے اُولِیْ پر حمل کرتے ہوئے اور اُولِیْ میں واؤ اس لئے لکھا جاتا ہے کہ اِلٰی حرف جر کے ساتھ التباس نہ ہو۔

وَاعْلَمْ اَنَّ نُوْنَ التَّثْنِيَةِ مَكْسُوْرَةٌ اَبَدًا وَنُوْنَ جَمْعِ السَّلَامَةِ مَفْتُوْحَةٌ اَبَدًا وَكِلَاهُمَا تَسْقُطَانِ عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ غُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرَ اَلسَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ

جان لیجئے کہ نون تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور نون جمع سالم ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اور یہ دونوں اضافت کے وقت گر جاتے ہیں۔ تم کہو گے: جاءنی غلاما زید ومسلمو مصر. ساتویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیری ضمہ سے ہو اور نصب تقدیری فتحہ سے اور جر..

قولہ اِعْلَمْ اَنَّ :- جاننا چاہیے کہ نونِ تثنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے۔ (۱) اِس لئے کہ تثنیہ بلحاظِ جمع ومفرد درمیانہ حال ہے اور کسرہ بھی بلحاظِ رفع ونصب درمیانی حرکت ہے لہٰذا اوسط کے لئے اوسط کو اختیار کیا گیا۔ (۲) نونِ تثنیہ مفرد کی تنوین کے بدلے میں ہے اور تنوین ساکن ہے اور ساکن کو حرکت کسرہ دی جاتی ہے لہٰذا نون کو کسرہ دیا گیا۔ (۳) اگر اس نون کو فتح دیں تو توالی اربعہ فتحات لازم آئیگا اِس لئے کہ الف بمنزلہ دو فتح کے ہے اور یہ مکروہ ہے اور ضمہ دینے کی صورت میں ایک حرفی کلمہ مضموم ہوگا جو کلام عرب میں متروک ہے لہٰذا نون کو کسرہ دیا گیا۔ فائدہ:- مصنف کا قول اَبَدًا بنا برظرفیت منصوب ہے اَیْ فِی الْاَحْوَالِ الثَّلَاثَةِ۔ فائدہ:- نونِ تثنیہ وجمع کے متعلق چار مذہب ہیں۔ مذہب اول، یہ نون صرف مفرد کی تنوین کے عوض ہوتا ہے اِسی لئے بوقتِ اضافت تنوین کی طرح یہ بھی ساقط ہو جاتا ہے اور دخولِ لام سے بھی تنوین ساقط ہو جاتی ہے اِس لئے کہ وہ ساکن اور لِیۡنٌ ہے مگر نون ساقط نہیں ہوتا اِس لئے کہ وہ متحرک ہونے کی وجہ سے قوی ہوتا ہے جسمیں لام اثر نہیں کرتا۔ مذہب ثانی، یہ نون صرف مفرد کی حرکت کے عوض میں ہے اِس لئے دخولِ لام کے وقت باقی رہتا ہے لیکن اضافت کے وقت برائے اختصار حذف ہو جاتا ہے نہ بوجہ اضافت کے۔ مذہب ثالث، یہ نون حرکت اور تنوین دونوں کے عوض میں ہے اِس لئے لام کے ساتھ باقی رہتا ہے اور اضافت کے وقت گر جاتا ہے۔ مذہب چہارم، یہ نون کسی کے عوض میں نہیں بلکہ اِس لئے لایا گیا ہے کہ بعض موارد میں تثنیہ کا واحد کے ساتھ التباس لازم آتا تھا تو رفعِ التباس کے لئے نون لایا گیا پھر طَرْدًا لِّلْبَابِ تمام موارد میں لایا گیا۔ قولہ وَكِلَاهُمَا تَسْقُطَانِ :- اور یہ دونوں نون بوقتِ اضافت ساقط ہو جاتے ہیں، جن کے نزدیک یہ تنوین کے عوض ہیں بوقتِ اضافت اس لئے ساقط ہو جاتے ہیں کہ تنوین بھی ساقط ہو جاتی ہے اور جن کے نزدیک حرکت کے عوض ہیں یا دونوں کے عوض ہیں یا رفعِ التباس کے لئے آتے ہیں تو اُن کے نزدیک برائے اختصارِ کلام حذف کر دیئے جاتے ہیں۔

قطعہ

الف لام جے داخل آوے یا اضافت آوے | تنویناں دانوں وجوں حذف کیتا جاوے
اِسے طرح دے نون جمع نالے تثنیہ والا | حذف وجوباً وقت اضافت مسئلہ بے زوالا

بِتَقْدِیْرِ الْکَسْرَۃِ وَیُخْتَصُّ بِالْمَقْصُوْرِ وَھُوَ مَافِیْ اٰخِرِہٖ اَلِفٌ مَقْصُوْرَۃٌ کَعَصًا وَبِالْمُضَافِ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ غَیْرَ جَمْعِ الْمُذَکَّرِ السَّالِمِ کَغُلَامِیْ تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ عَصًا وَغُلَامِیْ وَرَأَیْتُ عَصًا وَغُلَامِیْ وَمَرَرْتُ بِعَصًا وَغُلَامِیْ اَلثَّامِنُ اَنْ یَّکُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِیْرِ الضَّمَّۃِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِیْرِ الْکَسْرَۃِ.........................

تقدیری کسرہ سے اور یہ اعراب اسم مقصور کے ساتھ مختص ہے اور وہ اسم مقصور وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصا اور اس اسم کے ساتھ جو مضاف ہو یائے متکلم کی طرف سوائے جمع مذکر سالم کے جیسے غلامی تم کہو گے جائنی عصا وغلامی ورأیت عصا وغلامی ومررت بعصا وغلامی ۔ آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیری ضمہ سے ہو اور جر تقدیری کسرہ سے.........................

قولہ وَیُخْتَصُّ بِالْمَقْصُوْرِ :- اور اعراب کی یہ قسم اسمِ مقصور کے ساتھ مختص ہے اور اسمِ مقصور وہ ہے جسکے آخر میں الف مقصورہ، غیر زائدہ ہو خواہ محذوف ہو جیسے عـصًا کہ اِس میں الف مقصورہ محذوف ہے اور الف جو نظر آ رہا ہے یہ رسم الخط کا الف ہے اِسی لئے پڑھا نہیں جاتا یا لفظ میں موجود ہو جیسے اَلْعَصَا۔ قولہ وَبِالْمُضَافِ:- یہ بالمقصور پر معطوف ہے یعنی اعراب کی یہ قسم اُس اسم کے ساتھ مختص ہے جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو، ایسے اسم کا اعراب تقدیری اس لئے ہوتا ہے کہ اُس کے آخر پر بمناسبتِ یاءِ متکلم کسرہ ہوتا ہے جسکے ہوتے ہوئے دوسری حرکت نہیں آسکتی نہ موافق نہ مخالف۔ سوال:- ایسے اسم کے آخر میں جب حالتِ جر میں کسرہ موجود ہے تو اُسکو اعراب کیوں نہیں مان لیا جاتا؟ جواب:- یہ کسرہ دخول عامل سے پہلے یاءِ متکلم کی وجہ سے ہے لہٰذا اِسکو عامل کا اثر نہیں کہا جاسکتا اور اعراب عامل کا اثر ہوتا ہے۔ قولہ غَیْرَ جَمْعِ الْمُذَکَّرِ السَّالِمِ :- یہ اَلْمُضَافِ سے حال ہے یعنی وہ اسم جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو اِس حال میں کہ وہ اسم جمع مذکر سالم کا غیر ہو تو مذکورہ بالا اعراب ہوگا۔ فائدہ:- مصنف کے اس قول پر اعتراض ہوتا ہے کہ تثنیہ جب یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے غُلَامَایَ، تو اس کا اعراب تقدیری ہونا چاہیے کیونکہ غُلَامَـــانِ یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہے اور یہ جمع مذکر سالم بھی نہیں ہے حالانکہ اس تثنیہ کا اعراب لفظی ہے لہٰذا اگر مصنف یہ کہتا وَیُخْتَصُّ بِالْاِسْمِ الْمُعْرَبِ بِالْحَرَکَۃِ الْمُضَافِ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ یعنی اعراب کی یہ قسم مختص ہے اسم معرب بالحرکت کے ساتھ جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو۔ تو تثنیہ کے ساتھ اعتراض نہ پڑتا کیونکہ تثنیہ کا اعراب بالحرکت نہیں۔

وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَيُخْتَصُّ بِالْمَنْقُوْصِ وَهُوَمَافِيْ اٰخِرِهٖ يَاءٌ مَاقَبْلَهَا مَكْسُوْرٌ كَالْقَاضِيْ تَقُوْلُ جَاءَنِي الْقَاضِيْ وَرَأَيْتُ الْقَاضِيَ وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِيْ

اَلتَّاسِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الْوَاوِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ لَفْظًا وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ مُضَافًا اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ مُسْلِمِيَّ تَقْدِيْرُهٗ مُسْلِمُوْيَ اجْتَمَعَتِ الْوَاوُ وَالْيَاءُ وَالْاُوْلٰى مِنْهُمَا سَاكِنَةٌ فَقُلِبَتِ الْوَاوُ يَاءً وَاُدْغِمَتِ الْيَاءُ فِي الْيَاءِ وَاُبْدِلَتِ الضَّمَّةُ بِالْكَسْرَةِ لِمُنَاسَبَةِ الْيَاءِ فَصَارَ مُسْلِمِيَّ وَرَأَيْتُ مُسْلِمِيَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيَّ

اور نصب فتحہ سے دراں حالیکہ وہ فتحہ لفظی ہو اور یہ اعراب اسم منقوص کے ساتھ مختص ہے اور وہ اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو جیسے القاضی. تم کہو گے: جاء نی القاضی ورأیت القاضیَ ومررت بالقاضی. نویں قسم یہ ہے کہ رفع تقدیر واو سے ہو اور نصب اور جر یاء سے دراں حالیکہ وہ یاء لفظی ہو اور یہ اعراب مختص ہے جمع مذکر سالم کے ساتھ دراں حالیکہ وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو۔ تم کہو گے: جاء نی مسلمیّ. اسکی اصل مسلموی تھی واو اور یاء جمع ہوگئیں اول ان میں سے ساکن ہے لہٰذا واؤ کو یاء سے تبدیل کیا گیا اور یاء کو یاء میں ادغام کیا گیا اور ضمہ کو کسرہ سے بدلا گیا یاء کی مناسبت سے تو مسلمیّ ہوا ورأیت مسلمیّ ومررت بمسلمیّ.

قولہ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظاً :- یعنی اعراب کی آٹھویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ ہو اور حالتِ جر تقدیری کسرہ کے ساتھ اور حالتِ نصب فتحہ لفظی کے ساتھ، لَفْظاً یا تو بمعنی ملفوظ ہو کر اَلْفَتْحَةِ سے حال ہے یا بنابر ظرفیت منصوب ہے اَیْ فِی اللَّفْظِ۔ قولہ وَهُوَمَافِيْ اٰخِرِهٖ :- اور اسم منقوص وہ ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو خواہ وہ یاء اصلی ہو جیسے اَلْقَاضِیْ یا کسی حرف سے بدلی ہوئی ہو جیسے اَلدَّاعِیْ کہ اس کی یاء واؤ سے تبدیل شدہ ہے۔ خواہ موجود ہو یا التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کردی گئی ہو جیسے قَاضٍ۔ قولہ وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ :- اعراب کی یہ قسم اُس جمع مذکر کے ساتھ خاص ہے جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے مُسْلِمِيَّ جو اصل میں مُسْلِمُوْيَ تھا یاءِ متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے مُسْلِمُوْنَ کا نون گر گیا تو مُسْلِمُوْيَ ہوا پھر واو اور یاء ایک جگہ جمع ہوئے پہلا انکا ساکن تھا لہٰذا واؤ کو یاء کر کے یاء میں ادغام کیا اور یاء کی رعایت میں میم کو کسرہ دیا تو مُسْلِمِيَّ ہوا۔ فائدہ :- جمع مذکر سالم کا اعراب حالت رفع میں واؤ کے ساتھ ہے اور وہ واؤ جب یاء سے بدل گیا تو اعراب حالتِ رفع میں بتقدیرِ واؤ ہو گیا اور جمع مذکر سالم میں حالتِ نصب وجر میں اعراب یاء کے ساتھ ہے اور وہ باقی ہے اِس لئے اِن دو حالتوں میں اعراب لفظی ہے۔

فَصلٌ اَلْاِسْمُ الْمُعْرَبُ عَلٰى نَوْعَيْنِ مُنْصَرِفٌ وَهُوَ مَا لَيْسَ فِيْهِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا مِنَ الْاَسْبَابِ التِّسْعَةِ كَزَيْدٍ وَيُسَمَّى الْاِسْمَ الْمُتَمَكِّنَ وَحُكْمُهُ اَنْ يَّدْخُلَهُ الْحَرَكَاتُ الثَّلَاثُ مَعَ التَّنْوِيْنِ تَقُوْلُ جَاءَ نِىْ زَيْدٌ وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَغَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَهُوَ مَا فِيْهِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا يَقُوْمُ مَقَامَهُمَا وَالْاَسْبَابُ التِّسْعَةُ هِىَ الْعَدْلُ وَالْوَصْفُ وَالتَّانِيْثُ وَالْمَعْرِفَةُ وَالْعُجْمَةُ وَالْجَمْعُ وَالتَّرْكِيْبُ وَالْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ وَوَزْنُ الْفِعْلِ.........

(فصل) اسم معرب دو قسم پر ہے۔ منصرف اور منصرف وہ ہے کہ نہ ہوں اس میں دو سبب یا ایک جو دو کے قائم مقام ہوتا ہے اسباب تسعہ میں سے۔ جیسے زید۔ اور نام رکھا جاتا ہے اس کا متمکن۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکات ہمراہ تنوین داخل ہوتی ہیں۔ تم کہو گے: جاء نی زید ورأیت زیدا ومررت بزید۔ اور غیر منصرف: اور وہ وہ ہے کہ اس میں دو سبب ہوں یا ایک ان نو میں سے جو دو کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اور وہ نو اسباب عدل اور وصف اور تانیث اور معرفہ اور عجمہ اور جمع اور ترکیب اور الف نون زائدتان اور وزن فعل ہیں..........................

قولہ مُنْصَرِفٌ :- اِس کے اعراب میں تین احتمال ہیں ایک، یہ کہ یہ مجرور ہو بنا بر بدل از نَوْعَيْنِ۔ چونکہ اس صورت میں کچھ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں پڑتی اس لئے یہی اَولیٰ ہے۔ دوم، یہ کہ مرفوع ہو مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے۔ سوم، یہ کہ اَعْنِىْ مقدر کے مفعول کی بنا پر منصوب ہو۔ فائدہ:- منصرف، اِنْصِرَافٌ سے صیغہ اسمِ فاعل ہے بمعنی بدلنے والا چونکہ اِس اِسم کا آخر اختلافِ عوامل سے مختلف ہوتا رہتا ہے اِس لئے اِس کو منصرف کہتے ہیں اور اسمِ منصرف کی کثرت کے سبب مصنف نے اِس کا بیان پہلے کیا لِاَنَّ الْعِزَّةَ لِلتَّكَاثُرِ یا اِس لئے کہ اصل اسم میں انصراف ہے۔ قولہ وَهُوَ مَا:- منصرف وہ اسمِ معرب ہے کہ منع صرف کے دو سبب یا ایک جو دو کے قائم مقام ہے اُس میں نہ پایا جاتا ہو اور منصرف کا حکم یعنی اثر جو اس پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اُس میں تینوں حرکات مع تنوین آتی ہیں۔ قولہ وَغَيْرُ الْمُنْصَرِفِ:- اور غیر منصرف وہ اسمِ معرب ہے جس میں منع صرف کے نو اسباب سے دو سبب پائے جائیں یا ایسا ایک سبب پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو۔ اور اسبابِ تسعہ ان اشعار میں مذکور ہیں۔

مانع صرف آمد این نہ سبب — گوش دار ای صاحب عالی نسب

عدل وصف و عجمہ و تعریف ہم — جمع اقصٰی وزن فعل ای ذو الکرم

باز ترکیب والف نون زائدہ — باز تانیث است گیرایں قاعدہ

قولہ وَهِىَ :- لفظِ هِىَ مبتدا ہے اور عَدْلٌ الخ کا مجموعہ اُس کی خبر ہے اور خبر کے ہر جزء پر اعراب اس لئے جاری گیا کہ مبتدا معنی کے لحاظ سے متعدد ہے۔

وَحُكْمُهُ اَنْ لَا يَدْ خُلَهُ الْكَسْرَةُ وَالتَّنْوِيْنُ وَيَكُوْنُ فِيْ مَوْضِعِ الْجَرِّ مَفْتُوْحًا اَبَدًا تَقُوْلُ جَائَنِيْ اَحْمَدُ وَرَأَيْت اَحْمَدَ وَمَرَرْت بِاَحْمَدَ اَمَّا الْعَدْلُ فَهُوَ تَغَيُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِيْغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ اِلٰى صِيْغَةٍ اُخْرٰى تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا........................

اور اسکا حکم یہ ہے کہ نہیں داخل ہوتا اس پر کسرہ اور تنوین۔ اور وہ ہوتا ہے جر کے موقع میں ہمیشہ مفتوح تم کہو گے **جاءنی احمد ورأیت احمد ومررت باحمد**۔ لیکن عدل تو وہ تبدیل ہونا ہے لفظ کا اپنی اصلی شکل سے دوسری شکل کی طرف تحقیقا یا تقدیرا

قولہ وَحُكْمُهٗ :- اور غیر منصرف کا حکم یعنی اثر جو اُس پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہ داخل ہوں اور وہ موضع جر میں ہمیشہ مفتوح ہو۔ قولہ اَنْ لَّا يَدْخُلَهٗ :- اس عبارت میں اَنْ مُخَفَّفَہ مِنَ الْمُثَقَّلَہ ہے جس کا اسم، ضمیرِ شان ہے اَیْ اَنَّہٗ، اور لَایَدْخُلُهُ الْكَسْرَةُ اس کی خبر ہے۔ مصنف نے لَایَدْخُلُهُ الْجَرُّ نہیں کہا اس لئے کہ غیر منصرف پر جر آتا ہے اگر چہ فتح کی شکل میں۔ فائدہ:- غیر منصرف دو علتوں کی فرع ہے جس طرح کہ فعل، فاعل اور مصدر کی فرع ہے کیونکہ رکنِ کلام بننے میں فعل اپنے فاعل کا محتاج ہوتا ہے اور مشتق ہونے میں اپنے مصدر کا، اس فرعیت میں فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے فعل کی طرح غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آتی۔ فائدہ:- فعل کے ساتھ اسم کی مشابہت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک اعلیٰ، جو اسم کو مبنی بنا دیتی ہے جیسے اسماءِ افعال کی مشابہت۔ دوم اوسط، جو اسم کو غیر منصرف بنا دیتی ہے۔ سوم ادنیٰ، جسکی وجہ سے اسم بھی فعل جیسا عمل کرنے لگتا ہے جس طرح کہ اسمِ فاعل مضارع کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے۔ سوال:- مصنف نے اسبابِ منعِ صرف میں عدل کو مقدم کیوں کیا ہے؟ جواب:- اِس لئے کہ عدل بغیر کسی شرط کے غیر منصرف کا سبب مؤثر بنتا ہے۔ قولہ تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا :- یہ عدل کی دو قسموں کی طرف اشارہ ہے، قسم اول عدلِ تحقیقی، قسم دوم عدلِ تقدیری۔ عدلِ تحقیقی یہ ہے کہ اسم کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ بھی اس کے اصل پر کوئی دلیل ہو اور عدلِ تقدیری یہ ہے کہ اس اسم کے اصل پر کوئی دلیل نہ ہو بلکہ اُس کی اصل مان لی گئی ہو۔ فائدہ :- تَحْقِيْقًا اَوْ تَقْدِيْرًا کی ترکیب میں تین احتمال ہیں۔ اوّل، یہ کہ تَغَيُّرًا موصوف محذوف کی صفت ہوں۔ اُس وقت یہ دونوں مصدر بمعنی اسمِ مفعول ہوں گے اَیْ تَغَيُّرًا مُحَقَّقًا اَوْ تَغَيُّرًا مُقَدَّرًا۔ دوم یہ کہ مضاف محذوف کے مضاف الیہ ہوں اَیْ تَغَيُّرَ تَحْقِيْقٍ اَوْ تَغَيُّرَ تَقْدِيْرٍ، سوم یہ کہ فعلِ محذوف کے مفعول مطلق ہوں اَیْ حُقِّقَ تَحْقِيْقًا اَوْ قُدِّرَ تَقْدِيْرًا۔

وَلَا یَجْتَمِعُ مَعَ وَزْنِ الْفِعْلِ اَصْلًا وَ یَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِیَّۃِ کَعُمَرَ وَ زُفَرَ وَ مَعَ الْوَصْفِ کَثُلَاثَ وَ مَثْلَثَ وَ اُخَرَ وَ جُمَعَ........................

اور عدل وزن فعل کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اور علمیت کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔ جیسے **عمر** اور **زفر**۔ اور وصف کے ساتھ جمع ہوتا ہے جیسے **ثلث** اور **مثلث** اور **اُخر** اور **جُمع**......................

قولہ **وَلَا یَجْتَمِعُ** :-عدل تحقیقی ہو یا تقدیری وزنِ فعل کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اس لئے کہ عدل کے وزن صرف چھ ہیں جن کو شاعر نے اِس طرح نظم کیا۔

اوزان عدل شش بود اے صاحب کمال	فُعَلِ، فَعَلُ، فُعَالِ وفُعَلُ مَفْعَلُ وفَعَالُ
از ہر یکے مثال بگویم ترا ای عزیز	اَمْسِ، سَحَرُ، ثُلَاثُ وعُمَرُ مَثْلَثُ ونَزَالُ

اور مذکورہ بالا اوزان سے کوئی بھی فعل کے اوزان سے نہیں ہے اِس لئے عدل، وزنِ فعل کے ساتھ نہیں پایا جاتا اور مصنف کا قول اَصْلاً بنا بر تمیز یا بنا بر مصدریت منصوب ہے یا مفعول فیہ کی بنا پر منصوب ہے بمعنی اَبَدًا۔ قولہ **وَیَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِیَّۃِ** :-اور عدل علمیت کے ساتھ جمع ہوتا ہے جیسے **عُمَرُ** اور **زُفَرُ** میں ایک سبب علمیت ہے اور دوسرا عدل اور وصف کے ساتھ بھی جمع ہوتا ہے جیسے ثُلٰثُ وغیرہ۔ فائدہ:-ثُلٰثُ، کے اصل پر دلیل یہ ہے کہ اِس کے معنی میں تکرار ہے اور معنی کی تکرار لفظ کی تکرار پر دلالت کرتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ اصل میں مکرر ہے یعنی ثَلاثَۃٌ ثَلاثَۃٌ اور اسی طرح مَثْلَثُ کے معنی کی تکرار اُس کی اصل یعنی ثَلاثَۃٌ ثَلاثَۃٌ پر دلالت کرتی ہے۔ قولہ **اُخَرُ** :-یہ صیغہ جمع مؤنث اسمِ تفضیل ہے اور مُفَضَّلْ عَلَیْہِ کی تعیین کے لئے اسمِ تفضیل کا استعمال تین طرح ہوتا ہے، اضافت سے، لام کے ساتھ، مِنْ کے ساتھ۔ جس سے معلوم ہوا کہ اُخَرُ کا اصل صیغہ اَلْاُخَرُ یا اٰخَرُمِنْ ہے اِس لئے کہ جب اسمِ تفضیل کے بعد مِنْ جارہ ہو تو صیغہ مفرد لانا واجب ہوتا ہے۔ فائدہ:-صورتِ اضافت سے معدول ہونے کی طرف کوئی نہیں گیا اِس لئے کہ مضاف الیہ اُس جگہ حذف کیا جاتا ہے جہاں اُس کا اظہار ممکن ہو اور یہاں مضاف الیہ کا اظہار ممتنع ہے (درایہ)۔ سوال:-اُخَرُ کا اصلی صیغہ اَلْاُخَرُ نہیں ہوسکتا اِس لئے کہ ارشادِ باری تعالیٰ مِنْ اَیَّامٍ اُخَرَ، میں یہ نکرہ کی صفت واقع ہے اگر اَلْاُخَرُ سے معدول ہوتا تو نکرہ کی صفت واقع نہ ہوتا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ معدول عنہ اگر معرفہ ہو تو معدول بھی معرفہ ہوتا ہے۔ جواب:-اُخَرُ، لَفْظًا اور مَعْنًی دونوں طرح سے معدول ہے یعنی پہلے اِس کا معنی معرفہ تھا مگر اب نکرہ ہو گیا ہے اس لئے یہ نکرہ کی صفت واقع ہوسکتا ہے۔ قولہ **جُمَعُ** :- یہ عدل تحقیقی کی چوتھی مثال ہے جس کے اصل پر دلیل یہ ہے کہ یہ جَمْعَاءُ بروزن فَعْلَاءُ کی جمع ہے اور فَعْلَاءُ کا وزن اگر اسمِ صفت ہو تو اسکی جمع فُعْلٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے حَمْرَاءُ کی جمع حُمْرٌ ہے اور اگر اسمِ ذات ہو تو اُس کی جمع تکسیر فَعَالٰی اور سالم فَعْلَاوَاتٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے صَحْرٰی کی جمع صَحَارٰی اور صَحْرَاوَاتٌ ہے لیکن جُمَعُ اِن تین اوزان میں سے کسی ایک وزن پر نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ جُمَعُ کا اصل صیغہ جُمْعٌ یا جَمَاعٰی یا جَمْعَاوَاتٌ ہے۔

اَمَّا الْوَصْفُ فَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ اَصْلًا وَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ وَصْفًا فِيْ اَصْلِ الْوَضْعِ فَاَسْوَدُ وَاَرْقَمُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَاِنْ صَارَا اِسْمَيْنِ لِلْحَيَّةِ لِاَصَالَتِهِمَا فِي الْوَصْفِيَّةِ وَاَرْبَعٌ فِيْ مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ مُنْصَرِفٌ مَعَ اَنَّهٗ صِفَةٌ وَوَزْنُ الْفِعْلِ لِعَدَمِ الْاَصَالَةِ فِي الْوَصْفِيَّةِ..........

لیکن وصف تو وہ علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اور وصف کی شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع میں وصف ہو پس اَسْـــوَدُ اور ارقم غیر منصرف ہیں اگرچہ وہ دونوں سانپ کے نام ہو چکے ہیں بوجہ اصل ہونے انکے وصفیت میں. اور اربع جو ہونے والا ہے مررت بنسوۃ اربع میں منصرف ہے باوجودیکہ یہ وصف اور وزن فعل ہے بوجہ نہ ہونے اصل کے وصفیت میں

قولہ اَمَّـــا الْـوَصْفُ :-وَصْف، کے لغوی معنی ہیں تعریف کرنا اور عرفِ نحاۃ میں وصف کے دو معنی ہیں اوّل، وہ تابع جو اپنے متبوع کے معنی پر دلالت کرے جیسے رَجُلٌ عَالِمٌ میں عَالِمٌ وصف ہے۔ دوم، اسم کا ایسی ذات مُبْهَمَۃ پر دلالت کرنا جس میں اسکی کسی صفت کا اعتبار کیا گیا ہو جیسے اَسْوَدُ ،۔ یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔ قولہ فَلَایَجْتَمِعُ :-وصفِ وضعی ہو یا عارضی علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اس لئے کہ علمیت میں تعین ہوتا ہے اور وصف میں ابہام اور یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ قولہ وَشَـرْطُهٗ :- شرط، لغت میں بمعنی علامت ہے اور اسی سے اَشْـرَاطُ السَّـاعَةِ ہے یعنی علامات قیامت اور اصطلاح میں شرط اسے کہتے ہیں جس پر کوئی چیز موقوف ہو یعنی وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے میں شرط یہ ہے کہ وہ وصفِ اصلی ہو۔ فائدہ :-وصفِ اصلی کے معنی یہ ہیں کہ وضع کے وقت وصف ہو خواہ اُس کے بعد وصف باقی ہو جیسے اَحْـمَرُ، یا زائل ہو گیا ہو جیسے اَسْوَدُ کالے سانپ کا نام ہونے کے بعد اِس میں وصف باقی نہیں رہا۔ قولہ فَـاَسْوَدُ :-یعنی وصف کے سبب بننے میں یہ شرط ہے کہ وہ وصفِ اصلی ہو لہٰذا اَسْوَدُ اور اَرْقَمُ میں سے ہر ایک غیر منصرف ہے اگرچہ استعمال میں یہ دونوں سانپ کے نام ہیں اس لئے کہ یہ باعتبارِ وضع وصف ہیں، اَسْوَدُ کی وضع مَـافِيْهِ السَّوَادُ کے لئے ہے یعنی سیاہ کے لئے اور اَرْقَمُ کی وضع مَـافِيْهِ السَّوَادُ وَالْبَيَاضُ کے لئے ہے یعنی جسمیں سیاہی اور سفیدی ہو۔ سوال:-اَسْوَدُ کو وزنِ فعل اور وصفیتِ اصلیہ کی وجہ سے غیر منصرف ماننا درست نہیں اِس لئے کہ وزنِ فعل کے لئے تاء کو قبول نہ کرنا شرط ہے جبکہ اَسْوَدُ تاء کو قبول کرتا ہے اور اس کی مؤنث اَسْوَدَةٌ آئی ہے؟ جواب:-اَسْوَدُ وصفِ وضعی کے اعتبار سے غیر منصرف ہے اور اُس اعتبار سے یہ تاء کو قبول نہیں کرتا کیونکہ اُس اعتبار اِس کی مؤنث سَوْدَاءُ ہے جو کہ بغیر تاء کے ہے۔ قولہ وَاَرْبَعٍ :-یہ شرطِ عدمی پر متفرع ہے یعنی جب وصف میں وصفیتِ اصلیہ شرط ہے تو اَرْبَعٌ جو مَـرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ کی ترکیب میں ہے یہ منصرف ہے اِس لئے کہ اِس میں وصفیتِ اصلیہ نہیں ہے بلکہ اِس کی وضع مراتبِ اعداد میں سے ایک مرتبہ معینہ کے لئے ہے تو اِس میں وصفِ اصلی اور وضعی نہیں ہے بلکہ عارضی ہے۔ سوال:-قطعِ نظر وصفیتِ عارضیہ کے اَرْبَعٌ کو غیر منصرف ماننا درست نہیں کیونکہ اس میں وزن فعل ایک سبب ہے جس کے لئے غیر قابل لِلتَّاءِ ہونا شرط ہے اور اَرْبَعٌ تاء کے ساتھ آتا ہے کہا جاتا ہے اَرْبَعَةُ رِجَالٍ؟ جواب:-غیر قابل لِلتَّاءِ سے مراد تائے تانیث ہے اور اَرْبَعَةُ رِجَالٍ میں تاء تانیث کی نہیں بلکہ یہ علامتِ تذکیر ہے۔

اَمَّا التَّانِیْثُ بِالتَّاءِ فَشَرْطُهٗ اَنْ یَّکُوْنَ عَلَمًا کَطَلْحَةَ وَکَذَالِکَ الْمَعْنَوِیُّ ثُمَّ الْمَعْنَوِیُّ اِنْ کَانَ ثُلَاثِیًّا سَاکِنَ الْاَوْسَطِ غَیْرَ اَعْجَمِیٍّ یَجُوْزُ صَرْفُهٗ وَتَرْکُهٗ لِاَجْلِ الْخِفَّةِ وَوُجُوْدِ السَّبَبَیْنِ کَهِنْدٍ وَاِلَّا یَجِبُ مَنْعُهٗ کَزَیْنَبَ وَسَقَرَ وَمَاهَ وَجُوْرَ

لیکن تانیث بالتاء، تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو۔ جیسے **طلحة** اور اسیطر ح تانیث معنوی ہے۔ پھر تانیث معنوی اگر ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی ہو تو اس کا منصرف ہونا اور اس کے منصرف ہونے کو ترک کرنا دونوں جائز ہیں بوجہ خفت کے اور بوجہ موجود ہونے دو سبب کے جیسے **هندٌ** ورنہ اس کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے جیسے **زینب** اور **سقر** اور **ماه** اور **جور**.

قولہ اَلتَّانِیْثُ بِالتَّاءِ:۔مصنف علیہ الرحمۃ نے غیر منصرف کے تیسرے سبب یعنی تانیث کو تاء کے ساتھ مقید کیا تا کہ تانیث بِالْاَلِفْ، خارج ہو جائے۔ کیونکہ تانیث بِالْاَلِفْ کے غیر منصرف میں مؤثر ہونے کے لئے علمیت شرط نہیں ہے۔ فائدہ:۔تانیث بِالتَّاءِ میں علمیت اِس لئے شرط ہے کہ تاء اسم کو لازم نہیں لیکن علمیت کے ساتھ جب تاء متحقق ہو تو کلمہ کو لازم ہو جاتی ہے اِس لئے کہ اَعلام بقدرِ امکان تغیر سے محفوظ ہوتے ہیں اور تاء کے لازم ہونے کے بعد اس تانیث میں اتنی قوت آجاتی ہے کہ وہ منع صرف میں اثر کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ سوال:۔جبرائیل اور میکائیل میں تغیر ہوتا ہے یُقَالُ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَالَ لہٰذا یہ کہنا درست نہ ہوا کہ اَعلام بقدرِ امکان تغیر سے محفوظ ہوتے ہیں؟ جواب:۔اَعلام سے مراد اَعلامِ بشریہ ہیں۔ فائدہ:۔تائے تانیث سے مراد وہ تاءِ زائدہ ہے جو اسم کے آخر میں آتی ہے اور بحالت وقف هَاءُ بن جاتی ہے اور اس کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے۔ نظر بر آں اُخْتٌ کی تاء، تائے تانیث نہیں کیونکہ یہ زائدہ نہیں ہے بلکہ لام کلمہ سے بدل ہے اور اِسکا ماقبل بھی مفتوح نہیں اور یہ بوقتِ وقف (هَاء) بھی نہیں ہوتی۔ قولہ وَکَذَالِکَ الْمَعْنَوِیُّ:۔اور اسی طرح تانیثِ معنوی یعنی علمیت شرط ہونے میں تانیثِ معنوی بھی تانیثِ لفظی کی طرح ہے صرف اِس قدر فرق ہے کہ تانیثِ لفظی میں علمیت وجوبِ غیر منصرف کی شرط ہے اور معنوی میں جواز کی۔ قولہ ثُمَّ الْمَعْنَوِیُّ:۔یہ عبارت بحذفِ موصوف ہے اَیِ الْمُؤَنَّثُ الْمَعْنَوِیُّ اور اِنْ کَانَ ثُلَاثِیًّا میں بھی موصوف محذوف ہے اَیْ اِسْمًا ثُلَاثِیًّا اور ساکن الاوسط ثُلَاثِیًّا کی پہلی صفت اور غَیْرَ اَعْجَمِیٍّ دوسری صفت ہے یعنی مؤنث معنوی اگر سہ حرفی ہو اور اس کا درمیانی حرف ساکن ہو اور وہ عجمی نہ ہو بلکہ عربی ہو تو اس معنوی یا ثلاثی کا منصرف اور غیر منصرف پڑھنا دونوں امر جائز ہیں جیسے هِنْدٌ، کہ یہ سہ حرفی ہے اور اس کا درمیانی حرف ساکن ہے اور یہ عُجْمِی نہیں بلکہ عربی ہے لہٰذا اس کا منصرف اور غیر منصرف پڑھنا جائز ہے۔ قولہ لِاَجْلِ الْخِفَّةِ ، یہ یَجُوْزُ صَرْفُهٗ، کی دلیل ہے یعنی اس اسم کو منصرف پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ اس میں خفت ہے جب کہ غیر منصرف ثقل کی وجہ سے پڑھا جاتا ہے۔ قولہ وَوُجُوْدِ السَّبَبَیْنِ ، یہ یَجُوْزُ تَرْکُهٗ، کی دلیل ہے۔ قولہ وَاِلَّا ، یہ الاصفتیہ ہے یعنی اگر وہ مؤنث معنوی سہ حرفی نہ ہو جیسے زَیْنَبُ یا اس کا درمیانی حرف ساکن نہ ہو جیسے سَقَرُ، یا وہ عجمی لفظ ہو جیسے مَاهُ اور جُوْرُ، تو اس مؤنث معنوی کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے۔ تنبیہ:۔ثلاثی ثَلَاثَةٌ کی طرف منسوب ہے اور اس میں ثاء کا ضمہ اگرچہ غلط ہے کہ منسوب الیہ کے خلاف ہے کیونکہ اُس میں ثاء کا فتحہ ہے لیکن چونکہ ضمہ مشہور ہے اس لئے ضمہ فتحہ سے زیادہ فصیح ہے۔

وَالتَّانِيْثُ بِالْاَلِفِ الْمَقْصُوْرَةِ كَحُبْلٰى وَالْمَمْدُوْدَةِ كَحَمْرَآءَ مُمْتَنِعٌ صَرْفُهَا اَلْبَتَّةَ لِاَنَّ الْاَلِفَ قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَيْنِ التَّانِيْثِ وَلُزُوْمِهٖ اَمَّا الْمَعْرِفَةُ فَلَا يُعْتَبَرُ فِيْ مَنْعِ الصَّرْفِ مِنْهَا اِلَّا الْعَلَمِيَّةُ وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَيْرِ الْوَصْفِ..............

اور تانیث جو ہونے والی ہے الف مقصورہ کے ساتھ جیسے حبلیٰ اور الف ممدودہ کے ساتھ جیسے حمراء ان کا منصرف ہونا ممتنع ہے یقیناً اس لیے کہ الف تانیث دو سبب کے قائم مقام ہے ایک تانیث اور دوسرا اس تانیث کا لازم ہونا لیکن معرفہ، تو معرفہ سے نہیں معتبر منع صرف میں مگر علمیت اور جمع ہوتا ہے وہ معرفہ ہمراہ غیر وصف کے.....................

قولہ وَالتَّانِيْثُ بِالْاَلِفِ :- اور تانیث بِالْاَلِفِ یقیناً غیر منصرف ہے اس لئے کہ یہ تانیث دو سبب کے قائم مقام ہوتی ہے ایک تانیث اور ایک تانیث کا کلمہ کو لازم ہونا یعنی یہ تانیث کلمہ سے الگ نہیں ہوتی مثلاً حُبْلٰی کے مذکر کے لئے حُبْلٌ نہیں کہا جاتا لیکن تائے تانیث کلمہ سے الگ ہو جاتی ہے اور قَائِمَةٌ کے مذکر کے لئے قائم کہہ سکتے ہیں پس گویا کہ حُبْلٰی میں الف مقصورہ ایک سبب ہے جو حقیقۃً سبب ہے اور دوسرا الف کا کلمہ کو وَضْعًا لازم ہونا جو بمنزلہ تانیثِ آخر کے ہے۔ فائدہ :- لفظ اَلْبَتَّةَ، یا تو بنا بر مصدریت منصوب ہے جیسا کہ درایہ میں ہے اور تقدیر عبارت بَتَّ بَتَّةً ہے اور بَتَّ از باب نصر بمعنی قطع ہے فعل حذف کرنے کے بعد الف ولام مصدر کا جز بنا دیا گیا تو اَلْبَتَّةَ ہوا، صاحبِ الہامیہ کہتے ہیں کہ یہ مُمْتَنِعٌ مقدر کا مفعول فیہ ہے اَیْ مُمْتَنِعٌ صَرْفُهُمَا فِيْ كُلِّ زَمَانٍ۔ قولہ لِاَنَّ الْاَلِفَ :- بہتر یہ تھا کہ مصنف یہ کہتے لِاَنَّ التَّانِيْثَ بِالْاَلِفِ، اِس لئے کہ وہ ایک سبب جو دو کے قائم مقام ہے وہ تانیث بالالف ہے نہ الفِ تانیث۔ قولہ اَمَّا الْمَعْرِفَةُ :- معرفہ، لغت میں بمعنی جاننا اور اصطلاح میں معرفہ وہ ہے جو کسی معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، اِس جگہ معرفہ سے مراد تعریف ہے کیونکہ منع صرف کا سبب تعریف ہے۔ معرفہ کی پانچ اقسام ہیں جن کو شاعر نے اِس طرح نظم کیا ہے۔

معارف ایں ہمہ پنج اندزیں نہ پیش و نہ کم ۔۔۔ مضاف و مضمر و ذو اللام و مبہم است و علم

قولہ فَلَا يُعْتَبَرُ :- پس معرفہ کی اقسام میں سے منع صرف کا سبب بننے کے لئے صرف علمیت معتبر ہے کیونکہ مضمرات اور مُبْهَمات مبنی ہیں اور مضاف اور ذُو اللَّام یہ دونوں غیر منصرف کو منصرف کر دیتے ہیں اور معرفہ بندا معرف باللام کے حکم میں ہے باقی ایک قسم معرفہ بعلم ہے جو منع صرف کا سبب بنتا ہے۔ قولہ وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَيْرِ الْوَصْفِ :- اور معرفہ وصف کے علاوہ باقی اسباب منع صرف کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور وصف کے ساتھ اِس لئے جمع نہیں ہوتا کہ وصف اور علم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

اَمَّا الْعُجْمَۃُ فَشَرْطُھَا اَنْ تَکُوْنَ عَلَمًا فِی الْعُجْمَۃِ وَزَائِدَۃً عَلٰی ثَلَاثَۃِ اَحْرُفٍ کَاِبْرَاھِیْمَ اَوْ ثُلَاثِیًّا مُتَحَرِّکَ الْاَوْسَطِ کَشَتَرَ فَلِجَامٌ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِیَّۃِ وَنُوْحٌ مُنْصَرِفٌ لِسُکُوْنِ الْاَوْسَطِ..

رہا عجمہ تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ عجمی زبان میں علم ہو اور تین حرفوں سے زائد ہو جیسے ابراھیم یا تین حرفی متحرک الاوسط ہو جیسے شتر پس لجام منصرف ہے علمیت کے نہ ہونے کی وجہ سے اور نوح بھی منصرف ہے درمیانی حرف کے ساکن ہونے کی وجہ سے..

قولہ اَمَّا الْعُجْمَۃُ:۔ عجمہ کا لغوی معنی ہے لکنت ہونا رکند زبان ہونا اور اصطلاح میں لفظ کا غیر عربی زبان میں کسی معنٰی کے لئے موضوع ہونا، یہاں یہی اصطلاحی معنٰی مراد ہیں اور عجمہ کو غیر منصرف کا سبب ماننا دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ اول یہ کہ وہ عجمہ زبانِ عجمی میں علم ہو اور دوسری شرط کی دو شقیں ہیں (۱) زائد علی الثلاث ہو جیسے ابراہیم۔ (۲) ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے شَتَرَ، جو دیار بکر میں ایک قلعہ کا نام ہے۔ قولہ فَلِجَامٌ مُنْصَرِفٌ:۔ یہ پہلی شرط پر متفرع ہے یعنی جب لِجَامُ، کسی کا نام رکھ دیا جائے تو منصرف رہیگا اس لئے کہ یہ لغتِ عجم میں علم نہیں کہ اسم جنس کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔ قولہ وَنُوْحٌ مُنْصَرِفٌ:۔ یہ دوسری شرط پر تفریع ہے یعنی نوح، جو پیغمبر کا نام ہے منصرف ہے اس لئے کہ یہ نہ تو زائد علی الثلاث ہے اور نہ متحرک الاوسط۔ فائدہ۔ انبیاءِ کرام علیھم السلام کے اسماءِ گرامی غیر منصرف ہیں سوا چھ اسماء کے جنہیں شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے۔

گر ہمی خواہی کہ دانی اسم ہر پیغمبرے تا کدام است ای برادر نزد نحوی منصرف
صالح و ھود و محمد با شعیب و نوح و لوط منصرف داں ایں ہمہ دیگر ہمہ لا منصرف

ایک دوسرے شاعر نے اِنکو اس طرح جمع کیا ہے۔

اَلْاَنْبِیَاءُ اَسْمَآئُھُمْ لَایَنْصَرِفْ وَسِتَّۃٌ مُسْتَثْنَیَاتٌ فَاعْتَرِفْ
مُحَمَّدٌ نُوْحٌ شُعَیْبٌ صَالِحٌ ھُوْدٌ وَّلُوْطٌ صَرْفُ ھٰذَا وَاضِحٌ

اَمَّا الْجَمْعُ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى صِيْغَةِ مُنْتَهَى الْجُمُوْعِ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ اَلِفِ الْجَمْعِ حَرْفَانِ كَمَسَاجِدَ اَوْ حَرْفٌ مُشَدَّدٌ مِثْلُ دَوَابَّ اَوْ ثَلَاثَةُ اَحْرُفٍ اَوْسَطُهَا سَاكِنٌ.........................

لیکن جمع تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور وہ وزن منتہی الجموع یہ ہے کہ الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد یا ایک شدّ والا حرف ہو جیسے دوابّ یا ایسے تین حرف ہوں کہ ان کا درمیانی ساکن ہو............

قولہ اَلْجَمْعُ:- جمع، کے دو معنی ہیں ایک معنی اسمی یعنی وہ اسم جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے جمع کے یہ معنی اُس وقت مراد ہوتے ہیں جب مفرد یا مثنیٰ کے مقابل ہو، دوسرا معنی وصفی یعنی کسی اسم کا دو یا دو سے زیادہ پر دال ہونا، یہاں یہی دوسرا معنی مراد ہے اس لئے کہ اسبابِ منع صرف از قبیل اوصاف ہیں۔ غیر منصرف کا سببِ مؤثر بننے میں جمع کی شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کا صیغہ ہو۔ مُنْتَهٰى یا تو مصدر میمی ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہے یعنی وہ صیغہ جس پر جموع مکسر منتہی ہوتی ہیں یا اسمِ ظرف کا صیغہ ہے یعنی وہ صیغہ جو جموع مکسر کا منتہیٰ ہے۔ فائدہ:- جمع کے لئے صیغہ منتہی الجموع اِس لئے شرط ہے کہ وزنِ منتہی الجموع کے بعد پھر جمع تکسیر نہیں آتی اِس طرح یہ صیغہ جمع تغیر سے محفوظ رہے گا اور اسمیں اِتنی قوت آجائیگی کہ دو سبب کے قائم مقام ہو جائیگا۔ فائدہ:- مصنف نے جمع کو غیر منصرف کا سبب مؤثر ماننے کیلئے صیغہ (وزنِ) منتہی الجموع کی شرط لگائی ہے اِس لئے کہ مَسَاجِدُ اور مَصَابِيْحُ، منتہی الجموع کے وزن پر ہیں اگر چہ یہ منتہی الجموع نہیں کیونکہ اِن کی جمع صرف ایک بار آئی ہے بار بار نہیں آئی۔ قولہ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ:- یعنی صیغہ منتہی الجموع سے مراد وہ جمع ہے جس کا پہلا اور دوسرا حرف مفتوح ہو اور تیسری جگہ الف ہو اور الف کے بعد یا تو دو حرف متحرک ہوں جن میں سے پہلا مکسور ہو جیسے مَسَاجِدُ، جو مسجد کی جمع ہے یا الف کے بعد حرفِ مشدد ہو جیسے دَوَابُّ، جمع دَابَّةٌ یا تین حرف ہوں جن کا درمیانہ حرف ساکن ہو جیسے مَصَابِيْحُ جو مِصْبَاحٌ کی جمع ہے۔ فائدہ:- صیغہ منتہی الجموع کی تعریف میں نحاۃ کا اختلاف ہے۔ زمخشری کے نزدیک صیغہ منتہی الجموع وہ ہے جسکی نظیر آحاد میں نہ ہو، بعض کے نزدیک منتہی الجموع وہ جمع ہے جسکی جمعیت مکسرہ کی انتہا ہوگئی ہو اور بعض کے نزدیک صیغہ منتہی الجموع سے مراد وہ جمع ہے جو فَوَاعِلُ، فَوَاعِيْلُ یا مَفَاعِلُ اور مَفَاعِيْلُ کے وزن پر ہو۔

غَیْرَ قَابِلٍ لِلْهَاءِ کَمَصَابِیْحَ فَصَیَاقِلَةٌ وَفَرَازِنَةٌ مُنْصَرِفٌ لِقُبُوْلِهِمَا الْهَاءَ وَهُوَ أَیْضًا قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَیْنِ الْجَمْعِیَّةُ وَلُزُوْمُهَا وَامْتِنَاعُ أَنْ یُّجْمَعَ مَرَّةً أُخْرٰی جَمْعَ التَّکْسِیْرِ فَکَأَنَّهُ جُمِعَ مَرَّتَیْنِ أَمَّا التَّرْکِیْبُ فَشَرْطُهُ أَنْ یَّکُوْنَ عَلَمًا بِلَا اِضَافَةٍ وَلَا اِسْنَادٍ..................

دراں حالیکہ ہاء کو قبول کرنے والا نہ ہو جیسے مصابیح. لہٰذا صیاقلة اور فرازنة منصرف ہیں بوجہ قبول کرنے ان دونوں کے ہاء کو۔ اور وہ جمع بھی دو سبب کے قائم مقام ہے۔ ایک ان میں سے جمعیت ہے اور دوسرا لزوم جمعیت اور اس بات کا ممتنع ہونا کہ جمع لائی جائے بار دگر جمع مکسر۔ پس گویا کہ یہ دو بار جمع لائی گئی ہے۔ رہی ترکیب تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو بغیر اضافت اور بغیر اسناد کے.................

قولہ غَیْرَ قَابِلٍ لِلتَّاءِ :- لفظ غَیْرَ یا تو پہلے یَکُوْنُ کی خبر ثانی یا اسکی ضمیر سے حال ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے اور یہ جملہ حالیہ ہے چونکہ جمع منتہی الجموع تاء کے ساتھ ہوتی ہے جیسے صَیَاقِلَةٌ اور فَرَازِنَةٌ اور بغیر تاء کے بھی اس لئے کہا کہ غیر قابل للتاء یعنی معتبر وہ وزن منتہی الجموع ہے جو بغیر تاء کے ہو اور تاء سے مراد تائے تانیث ہے جو حالت وقف میں ھاء ہو جاتی ہے۔ قولہ وَهُوَ أَیْضاً :- کلمہ أَیْضًا، فعلِ محذوف کا مفعول مطلق ہے تقدیرِ عبارت اِس طرح ہے اٰضَ أَیْضاً أَیْ رَجَعَ رُجُوْعاً یعنی تانیث بالالف جس طرح کہ دو سبب کے قائم مقام ہوتی ہے یہ جمع بھی دو سبب کے قائم مقام ہے ایک جمع، دوسرا لزوم جمع یعنی اس بات کا محال ہونا کہ اِس صیغہ کی دوبارہ جمعِ تکسیر لائی جا سکے گویا کہ یہ دو بار جمع لائی گئی ہے اور مصنف کا قول وَامْتِنَاعُ...... الخ، اُس کے قول لُزُوْمُهَا کے لئے عطفِ تفسیری ہے۔ قولہ وَالتَّرْکِیْبُ۔ یہاں ترکیب سے مراد یہ ہے کہ دو یا زیادہ کلمات ملکر ایک ہو جائیں اور کوئی جز حرف نہ ہو۔ ترکیب کی کل چھ قسمیں ہیں جن کو شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے۔

بود ترکیب نزد نحویاں شش   بیادش گیر گر خائف زفوتی

اضافی داں وتعدادی ومزجی   چوں اسنادی وتوصیفی وصوتی

ترکیب کی مصنف نے تین شرطیں بیان کی ہیں پہلی شرط وجودی ہے یعنی علمیت کا ہونا تا کہ علمیت کی وجہ سے ترکیب زوال سے محفوظ رہے اور دوسری وتیسری عدمی شرطیں ہیں یعنی وہ ترکیب اضافی نہ ہو اس لئے کہ اضافت غیر منصرف کو منصرف یا حکمِ منصرف میں کر دیتی ہے لہٰذا یہ مناسب نہیں کہ اضافت کو عدمِ انصراف کا سبب بنایا جائے اور ترکیب اسنادی بھی نہ ہو اس لئے کہ اسناد پر مشتمل اَعلام از قبیلِ مبنیات ہیں۔

كَبَعْلَبَكَّ فَعَبْدُ اللّٰهِ مُنْصَرِفٌ وَمَعْدِ يُكَرِبُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَشَابَ قَرْنَاهَا مَبْنِيٌّ اَمَّا الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ اِنْ كَانَتَا فِيْ اِسْمٍ فَشَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَمًا كَعِمْرَانَ وَعُثْمَانَ.........

جیسے بعلبک پس عبد اللہ منصرف ہے اور معدیکرب غیر منصرف اور شاب قرناھا مبنی ہے۔لیکن الف ونون زائدتان اگر وہ اسم میں ہوں تو اسکی شرط یہ ہے کہ وہ اسم ،علم ہو جیسے عمران اور عثمان.........

قولہ كَبَعْلَبَكَّ:-یہ ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے اور بَعْل وبَک سے مرکب ہے۔ بَعْلُ اس شہر کے ایک بت کا نام ہے جسے حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی اور بَعْلٌ بمعنی شوہر بھی ہے جیسے هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا میں،اور بَکُ، اُس شہر کے بادشاہ کا نام ہے جو اُس بت کو پوجتا تھا اُس شہر کا نام معبودِ باطل اور عابدِ لَا يَعْقِلُ کے ناموں سے ملکر بنا، یہ علمیت اور ترکیب کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ قولہ فَعَبْدُ اللّٰهِ:-پس عبداللہ منصرف ہے اس لئے کہ یہ مرکبِ اضافی ہے اور مَعْدِ يُكَرِبَ،غیر منصرف ہے کہ علم اور مرکب ہے اور یہ ترکیب،اضافی واسنادی نہیں اور شَابَ قَرْنَاهَا، اُس عورت کا نام ہے جس کے دونوں گیسو سفید ہو گئے تھے یہ مبنی ہے کہ مرکبِ اسنادی ہے۔ قولہ اَمَّا الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ:-اس میں واو بمعنی مع ہے یعنی الف مع نون کے اگر اسم میں ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو جیسے عِمْرَانَ وَعُثْمَانَ، یہ دونوں الف ونون اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں،مصنف علیہ الرحمۃ نے دو مثالیں ذکر کر کے الف ونون کے اوزانِ مختلفہ کی طرف اشارہ کیا ہے اِس الف ونون کو زائدتان اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حروفِ زوائد میں سے ہیں جو اَلْيَوْمَ تَنْسَاهَا کا مجموعہ ہے اور مضارعتین اس لئے کہتے ہیں کہ الف تانیث کے مشابہ ہیں۔ فائدہ:-نحاۃِ بصرہ کے نزدیک الف ونون، الف تانیث کی مشابہت کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب ہے اور یہ مشابہت چند امور میں ہے۔(۱) یہ دونوں الفِ تانیث کی طرح ایک ساتھ زائد کئے جاتے ہیں۔(۲) یہ الفِ تانیث کی طرح حروف اصلیہ کے بعد آتے ہیں۔(۳) الفِ تانیث کی طرح انکے آخر میں تائے تانیث نہیں آتی۔نحاتِ کوفہ کے نزدیک یہ زائدہ ہیں اور مزید علیہ کی فرع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب ہیں۔ قولہ فَشَرْطُهٗ:-ضمیرِ مجرور کے مرجع میں دو احتمال ہیں۔(۱) یہ لفظِ اسم کی طرف لوٹتی ہے یعنی اسم کی شرط علمیت ہے۔(۲) یہ الف ونون کی طرف لوٹتی ہے اس لئے کہ وہ دونوں ملکر سببِ واحد بنتے ہیں۔ فائدہ:- الف ونون تانیث کے الفِ مقصورہ والفِ ممدودہ کے ساتھ عدمِ دخولِ تاء میں مشابہت کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب بنتے ہیں اور اُن میں علمیت شرط ہے تا کہ الفِ تانیث کے ساتھ اُن کی مشابہت پختہ ہو جائے پس عمران اور عثمان غیر منصرف ہیں کیونکہ اِن میں الف ونون زائدتان اور علمیت ہے،عمران ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے فرشتے اُن سے مصافحہ کرتے تھے یہ کراماً کاتبین کو دیکھتے اور اُن سے گفتگو کرتے تھے۔

فَسَعْدَانٌ اِسْمُ نَبَتٍ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِيَّةِ وَاِنْ كَانَتَا فِیْ صِفَةٍ فَشَرْطُهٗ اَنْ لَّايَكُوْنَ مُؤَنَّثُهٗ عَلٰى فَعْلَانَةَ كَسَكْرَانَ فَنَدْمَانٌ مُنْصَرِفٌ لِوُجُوْدِ نَدْمَانَةٍ اَمَّا وَزْنُ الْفِعْلِ فَشَرْطُهٗ اَنْ يُخْتَصَّ بِالْفِعْلِ وَلَا يُوْجَدَ فِی الْاِسْمِ اِلَّا مَنْقُوْلًا عَنِ الْفِعْلِ كَشَمَّرَ وَضُرِبَ..........

پس سعدان جو ایک بوٹی کا نام ہے منصرف ہے بوجہ نہ ہونے علمیت کے اور اگر الف ونون صفت میں ہوں تو اسکی شرط یہ ہے کہ اسکی مونث فعلانة کے وزن پر نہ ہو جیسے سکران پس ندمان منصرف ہے بوجہ موجود ہونے نَدْمَانَةٌ کے۔ لیکن وزن فعل پس اسکی شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو اور نہ پایا جائے اسم میں مگر فعل سے منقول ہو کر جیسے شَمَّرَ اور ضُرِبَ..........

قولہ فَسَعْدَانٌ :- پس سَعْدَانٌ (جو جنگل کی گھاس اور اونٹ کی مرغوب غذا ہے) منصرف ہے اس لئے کہ یہ علم نہیں بلکہ اسم جنس ہے۔ فائدہ:- سَعْدَانٌ مبتدا ہے اور اِسْمُ نَبَتٍ، مضاف ومضاف الیہ سَعْدَانٌ سے بدل ہے اور مُنْصَرِفٌ مبتدا کی خبر ہے، یا اِسْمُ نَبَتٍ، خبر اول اور مُنْصَرِفٌ، خبر ثانی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِسْمُ نَبَتٍ مبتدا محذوف کی خبر واقع ہو کر مبتدا اور خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہو، یا اِسْمَ نَبَتٍ، منصوب ہو بنا بر حال از ضمیر مُنْصَرِفٌ یا مبتدا (سَعْدَانٌ) سے حال ہو اور ابن مالک کے نزدیک مبتدا سے حال بنانا درست ہے۔ قولہ وَاِنْ كَانَتَا......الخ:- یعنی اگر الف ونون اسم صفت میں ہوں تو اُس اسمِ صفت کی شرط یا الف ونون کی شرط یہ ہے کہ اُس اسمِ صفت کی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ ہو جیسے سَكْرَانٌ اِس کی مؤنث سَكْرَانَةٌ نہیں آئی لہٰذا یہ وصف اور الف ونون کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور نَدْمَانٌ، منصرف ہے کیونکہ اِس کی مؤنث نَدْمَانَةٌ آئی ہے۔ فائدہ:- جس نَدْمَانٌ کی مؤنث نَدْمَانَةٌ آئی ہے وہ نَدْمَانٌ بمعنی نَدِيْمٌ ہے اور جو نَدْمَانٌ بمعنی نَادِمٌ ہے اُسکی مؤنث نَدْمَانَةٌ نہیں آتی بلکہ نَدْمٰی آئی ہے لہٰذا نَدْمَانٌ بمعنی نادم غیر منصرف ہے۔ سوال:- جس اسم کے نون میں اصلی اور زائد ہونے کا احتمال ہو جیسے حِسَانٌ، رُمَّانٌ ایسے اسم کو منصرف پڑھا جائے یا غیر منصرف؟ جواب:- ایسے اسم کو منصرف پڑھا جائے کیونکہ اسم میں اصل اِنصراف ہے۔ قولہ وَاَمَّا وَزْنُ الْفِعْلِ :- وَزْنُ الْفِعْلِ، کا معنی ہے كَوْنُ الْاِسْمِ عَلٰى وَزْنٍ يُّعَدُّ مِنْ اَوْزَانِ الْفِعْلِ، یعنی اسم کا کسی ایسے وزن پر ہونا جو اوزانِ فعل سے شمار کیا جاتا ہو، وزنِ فعل کو غیر منصرف کا سببِ مؤثر ماننے کے لئے دو شرطیں ہیں، پہلی یہ کہ وہ وزن، فعل کے ساتھ مختص ہو یعنی ابتداءً وہ وزن اسم میں نہ پایا جائے بلکہ فعل سے منقول ہو کر پایا جائے جیسے شَمَّرَ (صیغہ ماضی معلوم یا مجہول از تَشْمِيْرٌ) شَمَّرَ کو فعل سے اسم کی طرف نقل کر کے حجاج بن یوسف کے گھوڑے کا نام کر دیا گیا لہٰذا یہ وزنِ فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور ضُرِبَ (ماضی مجہول) یہ وزن بھی فعل کے ساتھ مختص ہے اگر کسی مرد کا ضُرِبَ، نام رکھ دیا جائے

وَاِنْ لَّمْ یُخْتَصَّ بِہٖ فَیَجِبُ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ اَوَّلِہٖ اِحْدٰی حُرُوْفِ الْمُضَارِعَۃِ وَلَایَدْخُلَہُ الْھَاءُ کَاَحْمَدَ وَیَشْکُرَ وَتَغْلُبَ وَنَرْجِسَ فَیَعْمَلٌ مُنْصَرِفٌ لِقَبُوْلِھَا الْھَاءَ کَقَوْلِھِمْ نَاقَۃٌ یَعْمَلَۃٌ..............................

اور اگر فعل کے ساتھ مختص نہ ہو تو پھر واجب ہے کہ اس کے اول میں حروف مضارع میں سے کوئی ایک حرف ہو اور نہ داخل ہو اس کے آخر میں ھاء جیسے احمد اور یشکر اور تغلب اور نرجس پس یعملٌ منصرف ہے بوجہ قبول کرنے اس کے ھاء کو۔ جیسا اہل عرب کا قول ہے ناقۃٌ یعملۃٌ..............................

بہت مضروب ہونے کی وجہ سے تو ضُـرِبَ، وزنِ فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جائیگا لیکن ضَـرَبَ (معلوم) یہ وزن فعل کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اِس وزن پر اسم بھی آیا ہے جیسے فَرَسٌ لہٰذا جب ضَرَبَ (معلوم) کسی کا نام رکھ دیا جائے تو منصرف ہوگا۔ فائدہ:- مصنف علیہ الرحمۃ نے شَمَّرَ (مزید فیہ) کو ضُرِبَ (مجرد) پر اِس لئے مقدم کیا ہے کہ شَمَّرَ فعلِ معلوم ہے اور ضُرِبَ مجہول ہے اور فعلِ معلوم اشرف ہوتا ہے یا اِس لئے مقدم کیا کہ شَمَّرَ معلوم ہو یا مجہول یہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہے یا اس لئے کہ شَمَّرَ بالفعل غیر منصرف ہے کہ وزنِ فعل اور علم ہے اور ضُرِبَ، اُس وقت غیر منصرف ہوگا جب اُس کو علم بنایا جائیگا۔ قولہ وَاِنْ لَّمْ یُخْتَصَّ بِہٖ :- دوسری شرط یہ ہے کہ اگر وہ وزن فعل کے ساتھ مختص نہ ہو تو اُسکو غیر منصرف کا سبب ماننے کے لئے ضروری ہے کہ اُس کے شروع میں حروف اَتَیْنَ میں سے کوئی حرف ہو کیونکہ یہ حروف فعل کے خواص میں سے ہیں لہٰذا انکی وجہ سے وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو جائیگا اور اُس کے آخر میں تاء نہ ہوتا کہ وہ وزن تاء کی وجہ سے اوزانِ اسم میں نہ چلا جائے اِس لئے کہ تائے تانیث متحرکہ خواصِ اسم سے ہے۔ قولہ کَاَحْمَدَ:- اَحْمَدُ، یَشْکُرُ اور تَغْلِبُ آدمیوں کے نام ہیں اور نَرْجِسُ، نرگس کا معرّب ہے جو ایک پھول کا نام ہے یہ چاروں وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ قولہ فَیَعْمَلٌ مُنْصَرِفٌ :- پس یَعْمَلٌ جو قوی اونٹ کا نام ہے منصرف ہے اس لئے کہ یہ تاء کو قبول کرتا ہے کیونکہ وہ اونٹنی جو عمل اور سیر پر قوی ہو اس کے لئے عرب کہتے ہیں نَاقَۃٌ یَعْمَلَۃٌ۔ سوال:- جب اَرْبَعٌ کسی مرد کا نام رکھ دیا جائے تو وہ علمیت اور وزنِ فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا حالانکہ اُس کے آخر میں تائے تانیث آتی ہے جیسے اَرْبَعَۃُ رِجَالٍ؟ جواب:- تائے تانیث سے وہ تائے تانیث مراد ہے جو قیاس کے مطابق ہو یعنی مؤنث کے لئے ہو اور اَرْبَعٌ پر جو تاء آتی ہے وہ تانیث کے لئے نہیں بلکہ مذکر کے لئے ہے کیونکہ تین سے لیکر دس تک اسمِ عدد خلاف قیاس آتا ہے تو یہ تاء مذکر کی ہے۔ جواب نمبر۲:- اَرْبَعٌ بحالتِ علمیت تاء کو قبول نہیں کرتا کیونکہ اَعلام بقدر امکان تغیر سے محفوظ ہوتے ہیں۔ فائدہ:- اوزان تین قسم پر ہیں ایک وہ وزن جو اسم کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے فَلْسٌ، قُفْلٌ وغیرہ یہ وزن غیر منصرف کا سبب نہیں بنتا۔ ایک وہ وزن جو فعل کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے شَمَّرَ، یہ وزن

وَاعْلَمْ اَنَّ کُلَّ مَاشُرِطَ فِیْہِ الْعَلَمِیَّۃُ وَھُوَ الْمُؤَنَّث بِالتَّاءِ وَالْمَعْنَوِیُّ وَالْعُجْمَۃُ وَالتَّرْکِیْبُ وَالْاِسْمُ الَّذِیْ فِیْہِ الْاَلِفُ وَالنُّوْنُ الزَّائِدَتَانِ اَوْلَمْ یُشْتَرَطْ فِیْہِ ذٰلِکَ وَاجْتَمَعَ مَعَ سَبَبٍ وَاحِدٍ فَقَطْ وَھُوَ الْعَلَمُ الْمَعْدُوْلُ وَوَزْنُ الْفِعْلِ اِذَا نُکِّرَ صُرِفَ..................

اور جان لیجئے کہ تحقیق ہر وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت شرط ہے اور وہ مونث بالتاء اور تانیث معنوی اور عجمہ اور ترکیب اور وہ اسم ہے جسمیں الف ونون زائدتان ہیں یا وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت شرط نہیں مگر ایک سبب کے ساتھ جمع ہوتی ہے فقط اور وہ علم معدول اور وزن فعل ہے جب اس کو نکرہ کیا جائے تو وہ منصرف ہو جائے گا..............

غیر منصرف کا سبب بنتا ہے۔ایک وہ وزن جو اسم اور فعل دونوں میں مشترک ہے۔ جیسے ضَـرَبَہ کیونکہ وزن میں آخری حرف کی حرکت نہیں دیکھی جاتی لہٰذا ضَرَبٌ کے وزن پر فَرَسٌ اسم ہے اور یہ وزن بھی غیر منصرف کا سبب نہیں ہے مگر جب اِس وزنِ مشترک کے اول میں اَتَیْنَ کا کوئی حرف ہو اور تاءِ تانیث کو قبول نہ کرے تو اُسوقت غیر منصرف کا سبب ہوگا۔جیسے اَحْمَرُ، کہ یہ وزن اسم میں کثیر ہے کیونکہ اس وزن پر اسمِ تفضیل آتا ہے اور لون وعیب کے باب سے صفتِ مشبہ آتی ہے اور اِس وزن پر بعض افعال کی ماضی بھی آتی ہے لہٰذا یہ وزن مشترک ہوا۔ قولہ وَاعْـلَـمْ ......الخ :-مصنف علیہ الرحمۃ اَسبابِ منعِ صرف بیان کرنے کے بعد اَب ایک ایسے ضابطے کا بیان کرتے ہیں جس کے فقدان سے علل کی تاثیر جاتی رہتی ہے اور وہ ضابطہ یہ ہے کہ جس اسم میں علمیت شرط ہے جیسے تانیث، عجمہ، ترکیب ، اور الف ونون زائدتان یا وہ اسم جس میں علمیت شرط تو نہیں ہے مگر ایک سبب بن کر آتی ہے جیسے عدل اور وزنِ فعل جب اِس اسم کو نکرہ کر دیا جائے تو منصرف ہو جائیگا۔ لطیفہ:-عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ علامہ زمخشری سے ملنے گئے تو اُنکا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی مَنْ بِالْبَابِ (دروازے پر کون ہے؟) علامہ نسفی نے جواب دیا عُـمَـر! تو جواب ملا اِنْصَرِفْ (واپس جاؤ) حضرتِ نسفی نے فرمایا عُـمَـرُ لَایَنْصَرِفُ تو علامہ نے کہا اِذَانُکِّرَ صُرِفَ (نبراس)۔ فائدہ:-علم کو نکرہ کرنے کی تین صورتیں ہیں، اوّل یہ کہ علم سے مراد مسمی بعَلم لیا جائے جیسے زَیْـدٌ سے مراد مسمی بزَیْد لیا جائے۔ دوم یہ کہ علم سے مراد صاحبِ علم کا وصفِ مشہور لیا جائے جیسے لِکُلِّ فِرْعَوْنٍ مُوْسٰی، میں فرعون سے مراد مبطل ہے اور موسیٰ سے مراد محق ہے۔ سوم یہ کہ علم واحد کو تثنیہ یا جمع بنا دیا جائے جیسے اَلْـزَّیْـدَانِ اور اَلْـزَّیْـدُوْنَ جن کا لام علمیت کا عوض ہے اگر اِن میں علمیت باقی ہوتی تو اِن پر الف لام تعریف کا نہ آتا کہ معرفہ کو معرفہ بنانا تحصیلِ حاصل ہے۔

اَمَّا فِی الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلِبَقَاءِ الْاِسْمِ بِلَاسَبَبٍ وَاَمَّا فِی الثَّانِیْ فَلِبَقَائِہٖ عَلٰی سَبَبٍ وَاحِدٍ تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ طَلْحَۃُ وَطَلْحَۃٌ اٰخَرُ وَقَامَ عُمَرُ وَعُمَرٌ اٰخَرُ وَضَرَبَ اَحْمَدُ وَاَحْمَدُ اٰخَرُ وَکُلُّ مَالَا یَنْصَرِفُ اِذَا اُضِیْفَ اَوْدَخَلَہُ اللَّامُ فَدَخَلَہُ الْکَسْرَۃُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِاَحْمَدِکُمْ وَبِالْاَحْمَدِ

رہی پہلی قسم تو بوجہ باقی رہ جانے اسم کے بغیر سبب کے۔رہی ثانی میں پس بوجہ باقی رہ جانے اسم کے سبب واحد پر تم کہو گے: جاء نی طلحۃ و طلحۃ آخر اورقام عمر وعمر آخر اورضرب احمد و احمدٌ آخر ۔اور ہر وہ اسم جو غیر منصرف ہو جب اس کی اضافت کی جائے یا اس پر لام داخل ہو جائے تو اس کے آخر میں کسرہ آجائے گا جیسے مررت باحمدکم و بالاحمد.

قولہ اَمَّا فِی الْقِسْمِ الْاَوَّلِ :۔قسم اول میں یعنی وہ اسم کہ جس میں علمیت شرط ہے بعداز تنکیر اُس کے منصرف ہوجانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسم بعداز تنکیر سببِ مؤثر کے بغیر رہ جائے گا اِس لئے کہ اِسمیں علمیت شرط تھی اور قاعدہ ہے اِذَافَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ ۔ قولہ وَاَمَّافِی الثَّانِیْ :۔قسم ثانی میں اسم بعداز تنکیر اس لئے منصرف ہوجائیگا کہ تنکیر کے بعد صرف ایک سبب رہ جائیگا جو اِس کے غیر منصرف ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ قولہ تَقُوْلُ جَآءَ نِیْ طَلْحَۃُ :۔مصنف علیہ الرحمۃ نے دونوں قسموں کی مثالیں اپنے اِس قول سے بیان کردی ہیں یعنی جَآءَ نِیْ طَلْحَۃُ میں لفظ طَلْحَہ تانیث اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے لہٰذا اُس پر تنوین نہیں پڑھی جائیگی مگر طَلْحَۃٌ اٰخَرُ میں طَلْحَۃ سے طَلْحَہ، نامی جماعت کا کوئی ایک فرد مراد ہونے کی وجہ سے طَلْحَہ نکرہ ہوگیا لہٰذا اِس پر تنوین پڑھی جائیگی اور جَآءَ نِیْ عُمَرُ میں عُمَرُ غیر منصرف پڑھا جائیگا اور عُمَرٌ اٰخَرُ، میں منصرف۔ قولہ وَکُلُّ مَالَایَنْصَرِفُ :۔اگر یہ عبارت پہلے لفظِ کُلّ پر معطوف ہو تو اِسکو اسمِ اَنَّ کی بنا پر منصوب پڑھا جائیگا ورنہ بنا بر مبتدا مرفوع۔ یہاں سے مصنف ایک ضابطہ کا افادہ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اسم غیر منصرف جب دوسرے اسم کی طرف مضاف کیا جائے یا اُس پر الف ولام داخل ہوجائے تو اُس پر حالتِ جر میں کسرہ آجاتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِاَحْمَدِکُمْ میں اضافت کی وجہ سے لفظ اَحْمَدُ پر کسرہ آگیا ہے اور مَرَرْتُ بِالْاَحْمَدِ میں لام کی وجہ سے اَحْمَد پر کسرہ آگیا ہے۔ فائدہ:۔اضافت یا دخول لام کے وقت غیر منصرف پر کسرہ اِس لئے آجاتا ہے کہ یہ دونوں خواصِ اسم میں سے بڑے خاصے ہیں جنکی وجہ سے جہتِ اسمیت قوی ہوجاتی ہے اور فعل کی مشابہت کمزور ہوجاتی ہے۔

اَلْمَقْصَدُ الْاَوَّلُ فِی الْمَرْفُوْعَاتِ اَلْاَسْمَآءُ الْمَرْفُوْعَات ثَمَانِیَۃٌ اَقْسَامٍ اَلْفَاعِلُ وَمَفْعُوْلُ مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُہٗ وَالْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ وَخَبَرُاِنَّ وَاَخَوَاتِھَا وَاِسْمُ کَانَ وَاَخَوَاتِھَا وَاِسْمُ مَا وَلَا الْمُشَبَّھَتَیْنِ بِلَیْسَ وَخَبَرُ لَاالَّتِیْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ فَصْلٌ اَلْفَاعِلُ

پہلا مقصد مرفوعات میں ہے۔اسماء مرفوعہ آٹھ اقسام ہیں: فاعل اور مفعول مالم یسم فاعلہ اور مبتدا اور خبر اور انّ و مشابہات انّ کی خبر اور کان اور اس کے مشابہات کا اسم اور ماولا مشابہ بلیس کا اسم اور لائے نفی جنس کی خبر (فصل) فاعل

مصنف علیہ الرحمۃ نے اسماءِ مرفوعہ کے بیان کو مقدم کیا ہے

اِس لئے کہ یہ ترکیبِ اسنادی میں اصل اور مقصود ہیں کیونکہ کلام کی تمامیت اِن پر موقوف ہوتی ہے اور اِن کے علاوہ باقی تمام فَضْلَۃ ہیں۔ قولہ اَلْمَقْصَدُ:-لفظِ مَقْصَدُ صیغہ ظرف ہے یا مصدر میمی بمعنی مقصود ہے کیونکہ یہ دونوں صیغے جہاں حقیقی معنی میں صحیح مفہوم ادا نہ کریں تو بمعنی مفعول کر دیئے جاتے ہیں۔ فائدہ:-مرفوعات کا مفرد مرفوع ہے اِس لئے کہ مرفوع ہونا اِسم کی صفت ہے اور اِسم مذکر لَایَعْقِلُ ہے اور مذکر لَایَعْقِلُ کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے جیسے اَلصَّافِنَات اور الطَّالِعَاتُ۔ مرفوع کی تعریف:-نحات کے عرف میں مرفوع اُس اِسم کو کہتے ہیں جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو اور فاعل ہونے کی علامتیں تین ہیں (۱) رفع جیسے جَآءَ نِیْ زَیْدٌ (۲) واؤ جیسے جَآءَ نِیْ اَبُوْہُ (۳) الف جیسے جَآءَ نِیْ زَیْدَانِ۔ مصنف نے مبتدی کی رعایت میں مرفوع کی تعریف نہیں کی۔ قولہ اَلْاَسْمَآءُ الْمَرْفُوْعَاتُ:-یہ مرکب توصیفی مبتدا ہے اور ثَمَانِیَۃٌ اس کی خبر ہے یعنی اسماءِ مرفوعہ آٹھ ہیں۔ قولہ اَلْفَاعِلُ:-مصنف علیہ الرحمۃ نے فاعل کو باقی مرفوعات پر مقدم کیا اِس لئے کہ فاعل عند المصنف بدووجہ مرفوعات میں اصل ہے ایک یہ کہ فاعل جملہ فعلیہ کا جزء ہے جو تمام جملوں کی اصل ہے تو اَصل کا جزء بھی اصل ہوگا۔ دوم یہ کہ فاعل کا عامل قوی ہے یعنی لفظی ہے اور عامل کا قوی ہونا معمول کے قوی ہونے کی دلیل ہے اور قوی اصل ہوتا ہے، نیز فاعل کو قائم مقام کے بغیر حذف کرنا جائز نہیں اور مبتدا کو حذف کرنا جائز ہے۔ بعض نحات کے نزدیک جن میں سے ایک سیبویہ بھی ہے اصل مرفوعات میں مبتدا ہے اِس لئے کہ مسندالیہ میں اصل تقدیم ہے جس پر مبتدا باقی ہے اور اِس لئے کہ مبتدا پر جامد اور مشتق دونوں کے ساتھ حکم کیا جاتا ہے اور اِس لئے کہ مبتدا پر متعدد حکم ہوتے ہیں یعنی ایک مبتدا کی متعدد خبریں آتی ہیں بخلاف فاعل کے کہ اُس پر صرف ایک حکم ہوتا ہے۔ فائدہ:-اسمِ فاعل اور فاعل میں دووجہ سے فرق ہے (۱) اسمِ فاعل وہ ہے جو ذات مَعَ الْوَصْفِ پر دلالت کرے اور فاعل وہ ہے جو صرف ذات پر دلالت کرے (۲) اسمِ فاعل ہمیشہ مشتق ہوتا ہے اور فاعل کبھی مشتق ہوتا ہے اور کبھی جامد۔

كُلُّ اِسْمٍ قَبْلَهُ فِعْلٌ اَوْصِفَةٌ اُسْنِدَ اِلَيْهِ عَلٰى مَعْنٰى اَنَّهُ قَامَ بِهٖ لَاوَقَعَ عَلَيْهِ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا وَمَاضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا..............

وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا صیغہ صفت ہو جس کی اس اسم کی جانب نسبت کی گئی ہو اس معنی پر کہ وہ فعل یا صیغہ صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہو، اس پر واقع نہ ہو جیسے قام زید زید کھڑا ہے. اور زیدٌ ضاربٌ اَبُوهُ عَمْراً، زید کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے۔ اور مَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْراً زید نے عمرو کو نہیں مارا..............

قولہ كُلُّ اِسْمٍ:- فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل ہو مصنف نے قَبْلَهُ فِعْلٌ کہہ کر زَيْدٌ قَامَ کے زَيْدٌ سے احتراز کیا ہے اِس لئے کہ اِس مثال میں قَامَ فعل اگرچہ زَيْدٌ کی طرف مسند ہے لیکن زَيْدٌ سے پہلے نہیں ہے اِس لئے زَيْدٌ مبتدا ہے قَامَ کا فاعل نہیں ہے۔ فائدہ:- نحاتِ کوفہ کے نزدیک زَيْدٌ قَامَ اور قَامَ زَيْدٌ کے اسناد میں کوئی فرق نہیں ہے اور زَيْدٌ دونوں جگہ مسند الیہ اور فاعل ہے لہٰذا قَبْلَهُ فِعْلٌ کی قید اُن کے مذہب کے خلاف ہے البتہ نحاتِ بصرہ کے نزدیک یہ قید ضروری ہے اس لئے کہ اُن کے نزدیک زَيْدٌ قَامَ میں زَيْدٌ مبتدا ہے اور قَامَ کا اسناد ضمیر کی طرف ہے اور جملہ مبتدا کی خبر ہے۔ قولہ اَوْصِفَةٌ:- یہ فِعْلٌ پر معطوف ہے اور صفت سے مراد اسمِ فاعل، اسمِ مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل اور مصدر وغیرہ ہیں۔ سوال:- کلمہ اَوْ، شکِ متکلم یا تشکیک مخاطب پر دلالت کرتا ہے اور یہ دونوں چیزیں تعریف کے منافی ہیں کہ تعریف اِیضاح کیلئے ہوتی ہے۔ لہٰذا اس جگہ اَوْ کا ذکر غیر مناسب ہے؟ جواب:- اِس جگہ کلمہ اَوْ، شک یا تشکیک کیلئے نہیں ہے بلکہ تقسیمِ محدود کیلئے ہے یعنی فاعل کی دو قسمیں ہیں اوّل وہ جس سے پہلے فعل ہو۔ دوم وہ کہ جس سے پہلے صیغہ صفت ہو۔ قولہ عَلٰى مَعْنٰى:- یعنی فعل یا صفت اُس اسم کی طرف بایں معنی مسند ہو کہ اُس اسم کے ساتھ قائم ہو اُس پر واقع نہ ہو جیسے قَامَ زَيْدٌ، یہ اُس فاعل کی مثال ہے جس کی طرف فعل مسند ہے اور زَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ، اُس فاعل کی مثال ہے جس کی طرف شبہ فعل مسند ہے اور مَاضَرَبَ زَيْدٌ، فعل منفی کی مثال ذکر کر کے اِس وہم کا ازالہ کر دیا کہ فاعل صرف فعل مثبت کا ہوتا ہے منفی کا نہیں ہوتا۔ سوال:- لفظِ مثل کے بعد مثال مذکور ہوا کرتی ہے نظر برآں قَامَ زَيْدٌ اور زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ دونوں فاعل کی مثالیں ہوئیں اور یہ درست نہیں کہ دونوں جملہ ہیں اور فاعل جملہ نہیں ہوتا کہ وہ اسم کی قسم ہے اور اسم کلمہ کی اور کلمہ مفرد ہوتا ہے؟ جواب:- ایسے مقامات میں عبارت مجاز پر محمول ہوا کرتی ہے یعنی کل بول کر جزء مراد لیا جاتا ہے لہٰذا مراد یہ ہے کہ قَامَ زَيْدٌ میں زَيْدٌ فاعل ہے اور اِسی طرح اَبُوْهُ بھی فاعل ہے۔ فائدہ:- مصنف کے نزدیک فاعل اور نائب فاعل دو جدا جدا مرفوع ہیں اِس لئے فاعل کی تعریف میں قَامَ بِهٖ کی قید سے نائب فاعل کو خارج کر دیا ہے اور جن نحویوں کے نزدیک نائب فاعل بھی فاعل ہے ان کے نزدیک اِس قید کا ترک ضروری ہے تا کہ نائب فاعل خارج نہ ہو۔

وَكُلُّ فِعْلٍ لَابُدَّ لَهُ مِنْ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٍ مُظْهَرٍ كَذَهَبَ زَيْدٌ اَوْمُضْمَرٍ بَارِزٍ كَضَرَبْتُ زَيْدًا اَوْمُسْتَتِرٍ كَزَيْدٌ ذَهَبَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مُتَعَدِّيًا كَانَ لَهُ مَفْعُوْلٌ بِهٖ اَيْضًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْهَرًا وُحِّدَ الْفِعْلُ اَبَدًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ وَضَرَبَ الزَّيْدَانِ وَضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ وَاِنْ كَانَ مُضْمَرًا وُحِّدَ لِلْوَاحِدِ نَحْوُ زَيْدٌ ضَرَبَ وَثُنِّيَ لِلْمُثَنّٰى نَحْوُ الزَّيْدَانِ ضَرَبَا وَجُمِعَ لِلْجَمْعِ نَحْوُ اَلزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوْا...

اور ہر فعل کیلئے فاعل مرفوع اسم ظاہر ضروری ہے جیسے ذَهَبَ زَيْدٌ یا مضمر بارز جیسے ضربتُ زیداً یا مضمر مستتر جیسے زیدٌ ذَھَبَ اور اگر فعل متعدی ہو تو اس کیلئے مفعول بہ بھی ہوگا جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْراً اور اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ ، ضَرَبَ الزَّيْدَانِ ضَرَبَ الزَّيْدُوْنَ اور اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل واحد لایا جائے گا فاعل واحد کیلئے جیسے زَيْدٌ ضَرَبَ اور تثنیہ لایا جائے گا فاعل تثنیہ کیلئے جیسے الزَّيْدَانِ ضَرَبَا اور جمع لایا جائے گا فاعل جمع کیلئے جیسے الزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوْا...

قولہ وَكُلُّ فِعْلٍ :- اور ہر فعل کیلئے خواہ لازم ہو یا متعدی فاعل مرفوع ضروری ہے اس لئے کہ فعل ایک وصف ہے جس کیلئے مَاقَامَ بِهِ الْوَصْفُ ضروری ہے اور وہ فاعل ہے۔ قولہ اِنْ كَانَ :- اگر فعل متعدی ہے تو اس کے لئے فاعل کے علاوہ مفعول بہ بھی ضروری ہے اِس لئے کہ فعل متعدی کا سمجھنا جس طرح فاعل پر موقوف ہے اِسی طرح اُس کا سمجھنا مفعول پر بھی موقوف ہے جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا ۔ فائدہ:- فاعل کے رافع میں اختلاف ہے۔ قول اول، اِس کا رافع فعل یا صیغہ صفت ہے۔ قول دوم، اِس کا رافع معنی فاعلیت ہے۔ قول سوم، اس کا رافع اسناد ہے۔ قول اوّل عمدہ اور مختار ہے۔ قولہ وِاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ :- اگر فاعل اسمِ ظاہر ہے تو فعل ہمیشہ واحد ہوگا خواہ فاعل مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع۔ اِس لئے کہ اگر فعل تثنیہ یا جمع آئے تو ایک فعل کیلئے بِالْاِصَالَةِ دو فاعل لازم آئیں گے اور اضمار قبل الذکر بھی۔ مثلاً ضَرَبَا الزَّيْدَانِ کہیں تو ایک فعل کیلئے دو فاعل لازم آئے اور اضمار قبل الذکر بھی کیونکہ ضمیر بارز کا مرجع اَلزَّيْدَانِ ہے ایسے ہی ضَرَبُوا الزَّيْدُوْنَ میں۔ سوال، ارشادِ باری تعالیٰ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اور عرب کے قول اَكَلُوْنِي الْبَرَاغِيْثُ میں فاعل اسم ظاہر ہے مگر فعل واحد نہیں ہے اِس کی کیا وجہ ہے؟ جواب:- یہاں اسمِ ظاہر فاعل نہیں بلکہ فاعل کی ضمیر سے بدل ہے۔ قولہ اَبَدًا:- یہ مفعول فیہ کی بناء پر منصوب ہے اَیْ فِیْ كُلِّ زَمَانٍ ۔ قولہ وَاِنْ كَانَ مُضْمَرًا :- اور اگر فاعل اسمِ ضمیر ہے تو فعل مفرد لایا جائے گا اگر فاعل مفرد ہے جیسے زَيْدٌ ضَرَبَ اور فعل تثنیہ یا جمع لایا جائے گا اگر فاعل تثنیہ یا جمع ہے جیسے اَلزَّيْدَانِ ضَرَبَا، اَلزَّيْدُوْنَ ضَرَبُوْا ۔

وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُؤَنَّثًا حَقِيْقِيًّا وَهُوَ مَا بِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِّنَ الْحَيَوَانِ اُنِّثَ الْفِعْلُ اَبَدًا اِنْ لَّمْ تَفْصِلْ بَيْنَ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ نَحْوُ قَامَتْ هِنْدٌ وَاِنْ فَصَلْتَ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي التَّذْكِيْرِ وَالتَّانِيْثِ نَحْوُ ضَرَبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ ضَرَبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ وَكَذٰلِكَ فِي الْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ نَحْوُ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ طَلَعَ الشَّمْسُ..........

اور اگر فاعل مونث حقیقی ہو اور مونث حقیقی وہ ہے جس کے مقابلہ میں جاندار مذکر ہو، تو فعل ہمیشہ مونث لایا جائے گا اگر تم فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ نہ کرو۔ جیسے قَامَتْ هِنْدٌ اور اگر فاصلہ کرو گے تو تمہیں اختیار ہے مذکر لانے اور مونث لانے میں۔ جیسے طَلَعَتِ الشَّمْسُ اگر چاہو کہو طَلَعَ الشَّمْسُ..........

قولہ وَاِنْ كَانَ:- اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فاعل و فعل کے درمیان کسی چیز کا فصلہ نہ کرو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا خواہ فاعل اسمِ ظاہر ہو جیسے قَامَتْ هِنْدٌ یا ضمیر جیسے هِنْدٌ قَامَتْ۔ قولہ وَهُوَ مَا:- یعنی مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے مسمّی کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو۔ مصنف کا قول مِنَ الْحَيَوَانِ، باعتبار متعلق محذوف کے ذَكَرٌ کی صفت یا اُس سے حال ہے اور اِس قید کے ساتھ اُس مؤنث سے احتراز ہے کہ جس کے مقابلہ میں اُسکی جنس سے نر تو ہے مگر از جنسِ نباتات ہے جیسے نَخْلَةٌ کہ اِس کا مذکر نَخْلٌ ہے نیز اُس مؤنث سے احتراز ہے جسکا مذکر نہیں ہے جیسے عَيْنٌ اور شَمْسٌ۔
سوال:- عرب بولتے ہیں سَارَ النَّاقَةُ، اِس میں فاعل مؤنث حقیقی ہے پھر بھی فعل مؤنث نہیں لائے جس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم صحیح نہیں کہ جب فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل کی تانیث لازم ہے؟ جواب:- یہاں پر مؤنث حقیقی سے مراد وہ ہے جو نوع انسان سے ہو اور نَاقَةٌ مؤنث حقیقی تو ہے مگر نوع انسان سے نہیں ہے۔ فائدہ:- مصنف کی عدمِ فاصلہ کی شرط کے ساتھ یہ دو شرطیں بھی مقدر ہیں کہ وہ فاعل مؤنث حقیقی نوع انسان سے ہو اور فعلِ متصرف ہو، تا کہ سَارَ النَّاقَةُ اور نِعْمَ الْمَرْأَةُ کے ساتھ اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ اول نوع انسان سے نہیں ہے اور ثانی نوع انسان سے تو ہے مگر فعل (نعم) متصرف نہیں ہے۔ مصنف نے بوجہِ اختصار اِن دو قیدوں کا ذکر نہیں کیا۔ قولہ وَاِنْ فَصَلْتَ:- اور اگر تم فعل اور اُس کے فاعل مؤنث حقیقی کے درمیان فاصلہ کرو تو تمہیں فعل کی تذکیر و تانیث میں اختیار رہے، یعنی اگر فاعل مؤنث کے ساتھ فعل کی مطابقت کا لحاظ کرو تو فعل کو مؤنث لاؤ جیسے ضَرَبَتِ الْيَوْمَ هِنْدٌ اور فاصلہ کا اعتبار کرو تو فعل کو مذکر لاؤ جیسے ضَرَبَ الْيَوْمَ هِنْدٌ۔ قولہ وَكَذٰلِكَ:- اور جیسا کہ تجھے اسمِ ظاہر مؤنث حقیقی میں بوقتِ فصل تذکیر و تانیثِ فعل کا اختیار ہے اِسی طرح تجھے فاعل اسمِ ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں بھی فعل کو مذکر یا مؤنث لانے کا اختیار ہے خواہ فعل و فاعل کے درمیان فصل ہو یا نہ ہو جیسے طَلَعَتِ الشَّمْسُ اور طَلَعَ الشَّمْسُ۔

هٰذَا اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُسْنَدًا اِلَى الْمُظْهَرِ وَاِنْ كَانَ مُسْنَدًا اِلَى الْمُضْمَرِ اُنِّثَ اَبَدًا نَحْوُ الشَّمْسُ طَلَعَت وَجَمْعُ التَّكْسِيْرِ كَالْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ تَقُوْلُ قَامَ الرِّجَالُ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ قَامَتِ الرِّجَالُ وَالرِّجَالُ قَامَت وَيَجُوْزُ فِيْهِ الرِّجَالُ قَامُوْا وَيَجِبُ تَقْدِيْمُ الْفَاعِلِ عَلَى الْمَفْعُوْلِ اِذَا كَانَا مَقْصُوْرَيْنِ وَخِفْتَ اللَّبْسَ نَحْوُ ضَرَبَ مُوْسٰى عِيْسٰى وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْمَفْعُوْلِ عَلَى الْفَاعِلِ اِنْ لَمْ تَخَفِ اللَّبْسَ نَحْوُ اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى وَضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ........

یہ اس وقت ہے جب فعل اسم ظاہر کی طرف مسند ہو اور اگر اسم ضمیر کی طرف مسند ہو تو ہمیشہ مونث لایا جائے گا۔ جیسے **الشَّمْسُ طَلَعَتْ** اور جمع تکسیر مونث غیر حقیقی کی مثل ہے تم کہو گے **قام الرجال** اور اگر چاہو تو کہو گے **قامت الرجال والرجال قامت** اور اسمیں **الرجال قاموا** جائز ہے۔ اور فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے جبکہ وہ دونوں اسم مقصور ہوں اور تم التباس کا خوف کرو جیسے **ضرب موسیٰ عیسیٰ** اور جائز ہے مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا اگر تم التباس کا خوف نہ کرو جیسے **اکل الکمثریٰ یحییٰ** اور **ضرب عمرا زید........**

قولہ وَهٰذَا اِذَا كَانَ:۔ یعنی سابق میں جو حکم مذکور ہوا یہ اُسوقت ہے جب فعل، اسمِ ظاہر مؤنث کی طرف مسند ہو لیکن اگر فعل ضمیرِ مؤنث کی طرف مسند ہو یعنی فعل کا فاعل ضمیرِ مؤنث ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا، تا کہ ضمیر مرجع کے مطابق ہو جائے جیسے اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ ۔ قولہ وَجَمْعُ التَّكْسِيْرِ :۔ اور فاعل جمع تکسیر اسمِ ظاہر، مثل مؤنث غیر حقیقی کے ہے یعنی اُس میں بھی فعل کی تذکیر و تانیث جائز ہے کیونکہ مفرد کا وزن باقی نہ رہنے کی وجہ سے یہ جمع بتاویلِ جماعت ہوتی ہے چونکہ یہ جمع لفظ کے اعتبار سے مؤنث ہوتی ہے اِس لئے فعل مؤنث لانا جائز ہے اور معنی کے لحاظ سے مذکر ہوتی ہے اِس لئے فعل کو مذکر لانا بھی جائز ہے جیسے قَامَتِ الرِّجَالُ اور قَامَ الرِّجَالُ ۔ سوال:۔ اگر فاعل ضمیر راجع بسوئے جمع تکسیر ہو تو اُس کا حکم کیا ہے؟ جواب:۔ یہ جمع تکسیر اگر عاقل کی ہے تو فعل کی تذکیر اور تانیث جائز ہے جیسے اَلرِّجَالُ قَامُوْا، اَلرِّجَالُ قَامَتْ اور اگر جمع تکسیر غیر عاقل کی ہے تو فعل کی تانیث بصیغہ واحد مؤنث اور جمع مؤنث دونوں طرح جائز ہے جیسے اَلْاَيَّامُ مَضَتْ اور اَلْاَيَّامُ مَضَيْنَ ۔ قولہ وَيَجِبُ:۔ اور فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے جب دونوں اسمِ مقصود ہوں اور ایک کا دوسرے کے ساتھ التباس کا خوف ہو اور قرینہ امتیاز نہ ہو جیسے ضَرَبَ مُوْسٰى عِيْسٰى، لہٰذا مُوْسٰى فاعل ہے اور عِيْسٰى مفعول ہے۔ قولہ وَيَجُوْزُ:۔ اور مفعول بہ کی تقدیم فاعل پر جائز ہے اگر التباس کا خوف نہ ہو بایں طور کہ کوئی قرینہ موجود ہو جیسے اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى میں اَلْكُمَّثْرٰى قرینہ معنویہ کی وجہ سے مفعول اور يَحْيٰى فاعل ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ كُمَّثْرٰى (امرود) مَاكُوْلٌ ہے نہ کہ اٰكِلٌ (کھانے والا) فائدہ:۔ قرینہ، لغت میں بمعنی علامت ہے اور اصطلاح میں قرینہ اُس کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی تعیین کرے لیکن اُس کے لئے موضوع نہ ہو، پھر قرینہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) قرینہ لفظیہ، جیسے ضَرَبَتْ مُوْسٰى سَلْمٰى میں فعل میں تاءِ تانیث سَلْمٰى کے فاعل ہونے کا قرینہ ہے۔ (۲) قرینہ معنویہ جیسے اَكَلَ الْكُمَّثْرٰى يَحْيٰى میں اَكَلَ کا معنی يَحْيٰى کے فاعل ہونے کا قرینہ ہے۔

وَيَجُوزُ حَذْفُ الْفِعْلِ حَيْثُ كَانَتْ قَرِيْنَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ فِي جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ ضَرَبَ وَكَذَا يَجُوزُ حَذْفُ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ مَعًا كَنَعَمْ فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ اَقَامَ زَيْدٌ ....

اور فعل کو حذف کرنا جائز ہے جہاں قرینہ موجود ہو جیسے زید اس شخص کے جواب میں جس نے کہا من ضرب اور اسی طرح فعل اور فاعل کو اکٹھے حذف کرنا جائز ہے جیسے نعم اس شخص کے جواب میں جس نے کہا اقام زید..........

قولہ وَيَجُوزُ:- اور فاعل کو رفع دینے والے فعل کا حذف کرنا بھی جائز ہے جب فعلِ محذوف کی تعیین پر قرینہ ہو جیسے مَنْ ضَرَبَ کے ساتھ سائل کے جواب میں زَيْدٌ کہنا جسکی تقدیر ضَرَبَ زَيْدٌ ہے اور سوال میں مذکور فعل، جواب میں فعلِ محذوف پر قرینہ ہے۔ قولہ حَيْثُ كَانَتْ:- یہ حَيْثُ مکانیہ ہے اور كَانَتْ تامہ بمعنی وُجِدَتْ ہے یعنی جہاں قرینہ پایا جائے۔ سوال:- مَنْ ضَرَبَ، جملہ اسمیہ ہے تو اُس کا جواب بھی جملہ اسمیہ مناسب ہے لہٰذا زَيْدٌ کی تقدیر زَيْدٌ ضَرَبَ، جملہ اسمیہ اولیٰ ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ جواب، حذف خبر کے باب سے ہو نہ حذف فعل کے باب سے ؟ جواب:- مذکورہ بالا جواب کو حذفِ خبر کے باب سے بنانے کی صورت میں جملہ کا حذف کرنا لازم آئے گا اور حذفِ فعل کے باب سے بنانے کی صورت میں بعضِ جملہ کا حذف لازم آئے گا اور تقلیل حذف میں اولیٰ ہے لہٰذا جوابِ مذکور کو حذف فعل کے قبیلہ سے بنانا اولیٰ ہے پس تقدیر ضَرَبَ زَيْدٌ اولیٰ ہے۔ سوال:- قرینہ پائے جانے کے وقت شبہ فعل کا حذف بھی جائز ہے ماتن نے اِس کو کیوں ذکر نہیں کیا؟ جواب:- چونکہ فعل اصل ہے اِس لئے ماتن نے حذف فعل کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔ قولہ وَكَذَا يَجُوزُ:- یعنی اکیلے فعل کے حذف کی طرح، فاعل اور فعل دونوں کو ایک ساتھ حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے اَقَامَ زَيْدٌ کہنے والے کے جواب میں نَعَمْ کہنا جسکی تقدیر نَعَمْ قَامَ زَيْدٌ ہے۔ قولہ مَعًا:- یہ کلمہ دو چیزوں میں مصاحبت ثابت کرتا ہے۔ اور بنا بر مفعول ہونے کے منصوب ہوتا ہے یا بمعنی مُجْتَمِعَيْنِ ہو کر ماقبل سے حال ہوتا ہے۔ سوال:- گذشتہ مثال میں اگر نَعَمْ قَامَ زَيْدٌ کی جگہ میں ہے تو یہ حذفِ وجوبی ہونا چاہئے کہ قائم مقام موجود ہے؟ جواب:- نَعَمْ، قائم مقام نہیں ہے اِس لئے کہ نَعَمْ حرف ہے جو غیر مستقل ہونے کی وجہ سے فعل و فاعل (مستقل) کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ سوال:- یا حرف ندا بھی تو غیر مستقل ہے وہ اَدْعُوْ (مستقل) کے قائم مقام کیسے ہوگیا ہے؟ جواب:- یا حرف ندا کا قائم مقام ہونا سماعی ہے لہٰذا کسی دوسرے حرف کو حرفِ ندا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

وَقَدْ يُحْذَفُ الْفَاعِلُ وَيُقَامُ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهُ إِذَا كَانَ الْفِعْلُ مَجْهُوْلاً نَحْوُ ضُرِبَ زَيْدٌ وَهُوَ الْقِسْمُ الثَّانِيْ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ فَصْلٌ إِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ فِي اسْمٍ ظَاهِرٍ بَعْدَ هُمَا أَيْ أَرَادَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْفِعْلَيْنِ أَنْ يَّعْمَلَ فِيْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ......

اور کبھی حذف کیا جاتا ہے فاعل اور قائم کیا جاتا ہے اس کی جگہ مفعول کو جبکہ فعل مجہول ہو جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ اور وہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے۔ (فصل) جب دو فعل جھگڑا کریں ایسے اسم ظاہر میں جو انکے بعد ہے۔ یعنی دو فعلوں میں سے ہر ایک اس اسم میں عمل کرنے کا ارادہ کرے...

قولہ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفَاعِلُ :- اور کبھی فاعل حذف کر کے اُسکی جگہ مفعول بہ رکھ دیا جاتا ہے اور یہ اُسوقت کیا جاتا ہے جب فعل مجہول ہو جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ اور یہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے جسے نائب فاعل کہتے ہیں۔ فائدہ :- تنہا فاعل حذف کرنے کے مواضع درج ذیل ہیں (۱) فعلِ مجہول میں جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ۔ (۲) تنازع فعلین میں ۔(۳) مصدر میں جیسے اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ۔ (۴) تعجب میں جیسے اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ۔ (۵) اِضْرِبُنَّ اور اِضْرِبِنَّ میں اور اِن میں حذفِ فاعل کثیر ہے۔ قولہ اِذَا تَنَازَعَ :- تَنَازُع کے معنی ہیں باہم جھگڑا کرنا اور یہ جاندار کی صفت ہے اور فعل جاندار نہیں اِس لئے یہاں پر تَنَازَعَ کا مجازی معنی مراد لیا گیا ہے۔ جس کو مصنف نے اپنے قول اَیْ اَرَادَ الخ سے بیان کیا ہے یعنی دو عامل کا ایسے لفظ سے پہلے واقع ہونا کہ وہ لفظ یکے بعد دیگرے دونوں عامل کا معمول بن سکتا ہو۔ سوال :- تَنَازُع، تو دو اسموں میں بھی ہوتا ہے اُس کو ذکر کیوں نہیں کیا؟ جواب :- چونکہ فعل عمل میں اصل ہے اِس لئے مصنف نے اصل کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔ فائدہ :- مصنف کے قول اَلْفِعْلَانِ سے یہ مراد نہیں کہ دو سے زائد فعلوں میں تَنَازُع نہیں ہوتا بلکہ اَلْفِعْلَانِ سے اُن کا مقصود تَنَازُع کا ادنی درجہ بیان کرنا ہے کیونکہ دو سے کم میں تَنَازُع متصور نہیں ہے۔ قولہ فِي اسْمٍ ظَاهِرٍ :- اسم ظاہر اسلئے کہا کہ ضمیر متصل میں تنازع متصور نہیں کیونکہ وہ ضمیر جس فعل سے متصل ہو گی اُسی کا معمول ہو گی اور ضمیر منفصل میں تنازع ممکن تو ہے جیسے مَاضَرَبَ وَاَكْرَمَ اِلَّا اَنَا، لیکن اس تنازُع کو مذکورہ طریقہ سے ختم کرنا ممکن نہیں۔ قولہ بَعْدَ هُمَا :- یہ ظاہر کی صفت ہے یعنی جب تَنَازُع کریں دو فعل ایسے اسمِ ظاہر میں جو اُن کے بعد واقع ہے۔ مصنف نے اپنے قول بَعْدَ هُمَا سے اُس اسمِ ظاہر سے احتراز کیا ہے جو فعلین پر مقدم یا اُن کے درمیان واقع ہو، کیونکہ ایسے اسم میں اوّل مستحق ہونے کی وجہ سے پہلا فعل عمل کرے گا جیسے زَیْدًا اَضْرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ اور ضَرَبْتُ زَیْدًا وَاَكْرَمْتُ۔

فَهٰذَا اِنَّمَا يَكُوْنُ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ اَلْاَوَّلُ اَنْ يَّتَنَازَعَا فِى الْفَاعِلِيَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمَنِىْ زَيْدٌ اَلثَّانِىْ اَنْ يَّتَنَازَعَا فِى الْمَفْعُوْلِيَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا اَلثَّالِثُ اَنْ يَتَنَازَعَا فِى الْفَاعِلِيَّةِ وَالْمَفْعُوْلِيَّةِ وَيَقْتَضِى الْاَوَّلُ الْفَاعِلَ وَالثَّانِى الْمَفْعُوْلَ نَحْوُ ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا اَلرَّابِعُ عَكْسُهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِىْ زَيْدٌ وَاعْلَمْ اَنَّ فِىْ جَمِيْعِ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ يَجُوْزُ اِعْمَالُ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ وَاِعْمَالُ الْفِعْلِ الثَّانِىْ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ فِى الصُّوْرَةِ الْاُوْلٰى وَالثَّالِثَةِ اَنْ يُّعْمَلَ الثَّانِىْ وَدَلِيْلُهٗ لُزُوْمُ اَحَدِ الْاَمْرَيْنِ اِمَّا حَذْفُ الْفَاعِلِ اَوِ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ

پس یہ تنازع چار قسم پر ہوتا ہے۔اول یہ کہ دونوں فعل صرف فاعلیت میں تنازع کریں۔جیسے ضربنی واکرمنی زید. دوسرا یہ کہ صرف مفعولیت میں تنازع کریں جیسے ضربت واکرمت زیداً تیسرا یہ کہ فاعلیت اور مفعولیت میں تنازع کریں اور پہلا فعل فاعل کا اور دوسرا مفعول کا مقتضی ہو جیسے ضربنی واکرمت زیداً چوتھا اس کے بر عکس ہے جیسے ضربت واکرمنی زیدٌ . اورآ گاہ رہو کہ ان تمام اقسام میں پہلے فعل کو عمل دینا اور فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہے۔اختلاف کیا اختلاف کرنا فراء نے پہلی اور تیسری صورت میں اگر فعل ثانی کو عمل دیا جائے اور اسکی دلیل دو چیزوں میں سے ایک کا لازم آنا ہے، یا فاعل کا حذف یا اضمار قبل الذکر..

قولہ فَهٰذَا التَّنَازُعُ:۔مصنف کا قول هٰذَا التَّنَازُعُ مبتدا ہے جس کی خبر اِنَّمَا يَكُوْنُ ہے پھر یہ فاء اگر جزائیہ ہے تو یہ جملہ شرطِ سابق اِذَا تَنَازَعَ کی جزا بنے گا اور اگر فاء تفسیریہ یا عاطفہ ہو تو شرط سابق کی جزا مقدر ہو گی یعنی يَجُوْزُ اِعْمَالُ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ۔قولہ اَلْاَوَّلُ:۔یہ تَنَازُع کی پہلی قسم کا بیان ہے کہ دونوں فعل اسمِ ظاہر کے صرف فاعل ہونے میں تنازع کریں جیسے ضَرَبَنِىْ وَاَكْرَمَنِىْ زَيْدٌ میں ہر دو فعلوں نے زَيْدٌ کے فاعل ہونے میں تنازع کیا ہے۔ قولہ وَاعْلَمْ:۔مصنف اِعْلَمْ کہہ کر اس بات کا افادہ کرتے ہیں کہ تنازع کے اقسام اربعہ میں تمام بصریہ اور کوفیہ کے نزدیک ہر دو فعل کو عمل دینا جائز ہے بجز فَراء کے۔فَراء کے نزدیک قسمِ اوّل اور قسمِ ثالث میں دوسرے فعل کو عمل دینا جائز نہیں۔ فائدہ:۔مصنف کا قول خِلَافًا فعلِ محذوف يُخَالِفُ کا مفعول مطلق ہے اَیْ يُخَالِفُ هٰذَا الْقَوْلَ الْفَرَّاءُ خِلَافًا۔ قولہ وَدَلِيْلُهٗ:۔فَراء کی دلیل یہ ہے کہ قسمِ اول اور قسمِ ثالث میں دوسرے فعل کو عمل دینے سے اَحَدُ الْاَمْرَيْنِ لازم آئیگا (۱) حذف فاعل یعنی ثانی فعل کو عمل دینے کی صورت میں پہلے فعل کا فاعل بلا قائم مقام محذوف ماننا پڑے گا۔(۲) اِضمار قبل الذکر یعنی پہلے فعل میں ضمیرِ فاعل ماننا پڑیگی اور یہ دونوں ممنوع و ناجائز ہیں اور جو ممنوع پر مشتمل ہو وہ ممنوع ہوتا ہے لہٰذا مذکورہ دونوں صورتوں میں فعلِ ثانی کو عمل دینا ممنوع ہے ۔فَراء کی دلیل کا جواب:۔شقِ ثانی اختیار کرتے ہوئے فراء کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ اضمار قبل الذکر عمدہ میں بشرط تفسیر جائز ہے

وَكِلَاهُمَا مَحْظُوْرَانِ وَهٰذَا فِي الْجَوَازِ وَاَمَّا الْاِخْتِيَارُ فَفِيْهِ خِلَافُ الْبَصْرِيِّيْنَ فَاِنَّهُمْ يَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الثَّانِيْ اِعْتِبَارًا لِلْقُرْبِ وَالْجِوَارِ وَالْكُوْفِيُّوْنَ يَخْتَارُوْنَ اِعْمَالَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ مُرَاعَاةً لِلتَّقْدِيْمِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ فَاِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِيَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَهٗ فِي الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبَانِيْ اَكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمَنِي الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبَانِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبُوْنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ.........

اور یہ دونوں ممنوع ہیں اور یہ اختلاف جواز میں ہے رہی پسندیدہ بات! تو اس میں بصریین کا اختلاف ہے پس وہ فعل ثانی کو عمل دینا پسند کرتے ہیں قرب اور پڑوس کا اعتبار کرتے ہوئے۔ اور نحات کوفہ فعل اول کو عمل دینا پسند کرتے ہیں تقدم اور استحقاق کی رعایت کرتے ہوئے۔ پس اگر تم فعل ثانی کو عمل دو تو دیکھو اگر پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو ضمیر لاؤ اسکی فعل اول میں جیسا کہ تم کہو گے متوافقین میں ضربنی و اکرمنی زیدٌ و ضربانی و اکرمنی الزیدان و ضربونی و اکرمنی الزیدون اور متخالفین میں ضربنی و اکرمت زیدا و ضربانی و اکرمت الزیدَین و ضربونی و اکرمت الزیدِین.........

قولہ وَكِلَاهُمَا:- یہ مرکب اضافی مبتدا ہے اور "مَحْظُوْرَانِ" اسکی خبر ہے اور یہ جملہ حالیہ ہے کیونکہ واؤ اور ضمیر دونوں اِس جملہ میں موجود ہیں۔ فائدہ:- پانچ جگہ اِضمار قبل الذکر جائز ہے۔ (۱) تَنَازُعِ فِعْلَيْنِ میں جیسے ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا۔ (۲) ضمیرِ رُبَّ میں جیسے رُبَّهٗ رَجُلًا لَقِيْتُ۔ (۳) ضمیرِ نِعْمَ میں جیسے نِعْمَ رَجُلًا زَيْدٌ۔ (۴) ضمیرِ شان وقصہ میں جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور اِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ۔ (۵) جب مرجع ضمیر سے بدل ہو جیسے ضَرَبْتُهٗ زَيْدًا۔ قولہ هٰذَا فِي الْجَوَازِ:- اور یہ اختلاف جواز میں ہے یعنی جمہور کے نزدیک پہلی اور تیسری قسم میں فعلِ ثانی کو عمل دینا جائز ہے اور فراء کے نزدیک جائز نہیں۔ قولہ وَاَمَّا الْاِخْتِيَارُ:- یعنی کس فعل کو عمل دینا اولیٰ اور مختار ہے پس نحات بصرہ کے نزدیک فعلِ ثانی کو عمل دینا اولیٰ ہے اس لئے کہ وہ اسمِ ظاہر کے قریب ہے وَالْحَقُّ لِلْقَرِيْبِ۔ اور نحات کوفہ کے نزدیک پہلے فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے کہ وہ اول طالب اور پہلا مستحق ہے۔ قولہ فَاِنْ اَعْمَلْتَ:- پس اگر تم نحاتِ بصرہ کے مذہب کے مطابق فعلِ ثانی کو عمل دو اور پہلا فعل فاعل کو چاہتا ہو تو اُسمیں اسمِ ظاہر کے موافق فاعل کی ضمیر لاؤ جو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں اسمِ ظاہر کے موافق ہو۔ فائدہ:- قطعِ تَنَازُع کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) حذفِ فاعل (۲) ذکرِ فاعل اور (۳) اضمار۔ صورتِ مذکورہ میں اگر پہلے فعل میں فاعل محذوف ہو تو یہ حذف قائم مقام نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، اور فاعل کو ذکر کریں تو تکرار لازم آئے گی جو قبیح ہے پس اضمار متعین ہو گیا اور عمدہ میں اضمار قبل الذکر بشرطِ تفسیر جائز ہے۔

وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِى الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ حَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ مِنَ الْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ فِى الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ وَفِى الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِىْ زَيْدٌ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِى الزَّيْدَانِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِى الزَّيْدُوْنَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ يَجِبُ اِظْهَارُ الْمَفْعُوْلِ لِلْفِعْلِ الْاَوَّلِ كَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِىْ مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَيْدًا مُنْطَلِقًا اِذْ لَا يَجُوْزُ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَاِضْمَارُ الْمَفْعُوْلِ قَبْلَ الذِّكْرِ هٰذَا هُوَ مَذْهَبُ الْبِصْرِيِّيْنَ..

اور اگر فعل اول مفعول کا تقاضا کرے اور وہ دونوں فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو تم حذف کرو گے پہلے فعل سے مفعول کو جیسا کہ تم کہو گے متوافقین میں ضربت واکرمت زیدا وضربت واکرمت الزیدَین وضربت واکرمت الزیدِین اور متخالفین میں کہو گے ضربت واکرمنی زیدٌ وضربت واکرمنی الزیدان وضربت واکرمنی الزیدون. اور اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو پہلے فعل کے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہے جیسا کہ تم کہو گے: حسبنی منطلقا وحسبت زیدا منطلقا اس لیے کہ افعال قلوب کے مفعول کو حذف کرنا جائز نہیں۔ اور اضمار قبل الذکر بھی جائز نہیں۔ یہ بصریین کا مذہب ہے..

قولہ وَاِنْ كَانَ الْاَوَّلُ :- اور اگر پہلا فعل مفعول چاہتا ہو اور دونوں فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو پہلے فعل میں مفعول محذوف مانو، اِس لئے کہ فَضلہ ہونے کی وجہ سے مفعول میں اضمار قبل الذکر جائز نہیں اور مفعول کا ذکر خلافِ فصاحت ہے لہٰذا حذف متعین ہو گیا۔ قولہ وَاِنْ كَانَ۔ یعنی اگر دونوں فعل افعال قلوب سے ہوں تو پہلے فعل کیلئے مفعول ظاہر کرنا واجب ہے کیونکہ بصورتِ اضمار فَضلہ میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو جائز نہیں اور بصورتِ حذف، افعال قلوب کے ایک مفعول کو حذف کرنا ہو گا یہ بھی جائز نہیں۔ تو ظاہر کرنا متعین ہو گیا۔

وَاَمَّا اِنْ اَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْاَوَّلَ عَلٰى مَذْهَبِ الْكُوْفِيِّيْنَ فَانْظُرْ اِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِيْ يَقْتَضِي الْفَاعِلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الْفِعْلِ الثَّانِيْ كَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمَانِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمُوْنِي الزَّيْدُوْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمَنِيْ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمَانِي الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمُوْنِي الزَّيْدِيْنَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِيْ يَقْتَضِي الْمَفْعُوْلَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ حَذْفُ الْمَفْعُوْلِ وَالْاِضْمَارُ وَالثَّانِيْ هُوَ الْمُخْتَارُ لِيَكُوْنَ الْمَلْفُوْظُ مُطَابِقًا لِلْمُرَادِ اَمَّا الْحَذْفُ فَكَمَا تَقُوْلُ فِي الْمُتَوَافِقَيْنِ ضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدِيْنَ وَفِي الْمُتَخَالِفَيْنِ ضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ زَيْدٌ وَضَرَبَنِيْ وَاَكْرَمْتُ الزَّيْدَانِ.......................

لیکن اگر تم فعل اول کو عمل دو مذہب کوفیوں کے مطابق تو دیکھو پس اگر دوسرا فعل فاعل کو چاہتا ہو تو ضمیر لاؤ گے تم فاعل کی دوسرے فعل میں جیسا کہ تم کہو گے: متوافقین میں ضربنی واکرمنی زید وضربنی واکرمانی الزیدان وضربنی واکرمونی الزیدون اور متخالفین میں ضربت واکرمنی زیدا وضربت واکرمانی الزیدَین وضربت واکرمونی الزیدِین. اور اگر فعل ثانی مفعول کا مقتضی ہو اور دونوں فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں مفعول کا حذف کرنا اور ضمیر لانا اور دوسری صورت ہی مختار ہے تا کہ ملفوظ مقصود کے مطابق ہو جائے۔ رہا حذف تو جیسا کہ تم کہو گے: متوافقین میں ضربت واکرمت زیدا وضربت واکرمت الزیدَین وضربت واکرمت الزیدِین اور متخالفین میں ضربنی واکرمت زید وضربنی واکرمت الزیدان

قولہ وَاَمَّا اِنْ اَعْمَلْتَ :- یعنی اگر تم پہلے فعل کو عمل دو اور دوسرا فعل فاعل کو چاہتا ہو تو اُس میں اسمِ ظاہر کے مطابق ضمیر لاؤ اور اگر فعل ثانی مفعول کو چاہتا ہو اور وہ فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو مفعول میں دو وجہ جائز ہیں۔ (۱) فعلِ ثانی میں مفعول کو محذوف ماننا۔ (۲) اسمِ ظاہر کے مطابق ضمیر لانا اور یہ مختار ہے تا کہ ملفوظ ضمیر لانے کی وجہ سے مراد کے مطابق ہو جائے۔ فائدہ:- ملفوظ سے مراد اسمِ ظاہر (مُتَنَازَعٌ فِيْهِ) ہے جو ضمیر لانے کی وجہ سے متکلم کے مقصود کے موافق ہو جائے گا کیونکہ مقصودِ متکلم یہ ہے کہ دونوں فعلوں کا مفعول ایک ہو پس دوسرے فعل میں ضمیر لانا اِس امر پر دلالت کرے گا کہ اس ضمیر سے مراد وہی اسم ظاہر مذکور ہے لہٰذا ضمیر کا لانا تنازُع پر قرینہ ہوگا جو مقصودِ متکلم ہے۔

وَضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُ الزَّیْدُوْنَ وَاَمَّا الْاِضْمَارُ فَکَمَا تَقُوْلُ فِی الْمُتَوَافِقَیْنِ ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُہٗ زَیْدًا وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُھُمَا الزَّیْدَیْنِ وَضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُھُمْ الزَّیْدِیْنَ وَفِی الْمُتَخَالِفَیْنِ ضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُہٗ زَیْدٌ وَضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُھُمَا الزَّیْدَانِ وَضَرَبَنِیْ وَاَکْرَمْتُھُمُ الزَّیْدُوْنَ وَاَمَّا اِذَا کَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ فَلَابُدَّ مِنْ اِظْھَارِ الْمَفْعُوْلِ کَمَا تَقُوْلُ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُھُمَا مُنْطَلِقَیْنِ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا وَذٰلِکَ لِاَنَّ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُھُمَا تَنَازَعَا فِیْ مُنْطَلِقًا وَاَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ وَھُوَ حَسِبَنِیْ وَاَظْھَرْتَ الْمَفْعُوْلَ فِی الثَّانِیْ فَاِنْ حَذَفْتَ مُنْطَلِقَیْنِ وَقُلْتَ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُھُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا یَلْزَمُ الْاِقْتِصَارُ عَلٰی اَحَدِ الْمَفْعُوْلَیْنِ فِیْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ وَھُوَ غَیْرُ جَائِزٍ وَاِنْ اَضْمَرْتَ فَلَا یَخْلُوْ

وضربنی واکرمت الزیدون رہا اضمار تو جیسا کہ تم کہو گے متوافقین میں ضربت واکرمتہ زیدا وضربت واکرمتھما الزیدین وضربت واکرمتھم الزیدون اور متخالفین میں ضربنی واکرمتہ زید وضربنی واکرمتھما الزیدان وضربنی واکرمتھم الزیدون اور لیکن جب دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو ضروری ہے مفعول کا ظاہر کرنا جیسا کہ تم کہو گے حسبنی وحسبتھما منطلقین الزیدان منطلقا. اور یہ اس لیے کہ حسبنی اور حسبتھما نے منطلقا میں تنازع کیا اور تم نے فعل اول کو عمل دیا اور وہ حسبنی ہے اور فعل ثانی میں تم نے مفعول کو ظاہر کیا۔ پس اگر تم منطلقین کو حذف کرو اور کہو حسبنی وحسبتھما الزیدان منطلقا تو لازم آئے گا اقتصار افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اور وہ جائز نہیں اور اگر ضمیر لاؤ تو نہیں خالی

قولہ وَاَمَّا اِذَا کَانَ :- یعنی جب دونوں فعل افعال قلوب سے ہوں اور دوسرا فعل مفعول کو چاہتا ہو تو نحات کوفہ کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کے مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے کیونکہ حذف مفعول اور اضمار دونوں جائز نہیں۔ حذف تو اس لئے ناجائز ہے کہ افعال قلوب کے ایک مفعول پر اقتصار جائز نہیں۔ اور اضمار کی درج ذیل صورتیں بنتی ہیں جو تمام ناجائز ہیں۔ (۱) ضمیر مفرد لاؤ جیسے حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُھُمَا اِیَّاہُ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا، یہ اسلئے جائز نہیں کہ مفعول ثانی پہلے کے موافق نہیں کہ پہلا مفعول تثنیہ ہے اور دوسرا مفرد ہے۔ (۲) ضمیر تثنیہ لاؤ تو مرجع (مُنْطَلِقًا) کے مخالف ہو گی یہ بھی جائز نہیں لہٰذا مفعول کا ذکر کرنا متعین ہو گیا۔

مِنْ اَنْ تُضْمِرَ مُفْرَدًا وَتَقُوْلَ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُ الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِیْنَئِذٍ لَایَكُوْنُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِیْ مُطَابِقًا لِلْمَفْعُوْلِ الْاَوَّلِ وَهُوَ هُمَا فِیْ قَوْلِكَ حَسِبْتُهُمَا وَلَایَجُوْزُ ذٰلِكَ اَوْاَنْ تُضْمِرَ مُثَنًّی وَتَقُوْلَ حَسِبَنِیْ وَحَسِبْتُهُمَا اِیَّاهُمَا الزَّیْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِیْنَئِذٍ یَلْزَمُ عَوْدُ الضَّمِیْرِ الْمُثَنّٰی اِلَی اللَّفْظِ الْمُفْرَدِ وَهُوَ مُنْطَلِقًا اَلَّذِیْ وَقَعَ فِیْهِ التَّنَازُعُ وَهٰذَا اَیْضًا لَایَجُوْزُ وَاِذَا لَمْ یَجُزِ الْحَذْفُ وَالْاِضْمَارُ كَمَا عَرَفْتَ وَجَبَ الْاِظْهَارُ **فَصْلٌ** مَفْعُوْلُ مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ وَهُوَ كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ وَاُقِیْمَ هُوَ مَقَامَهٗ نَحْوُ ضُرِبَ زَیْدٌ وَحُكْمُهٗ فِیْ تَوْحِیْدِ فِعْلِهٖ وَتَثْنِیَتِهٖ وَجَمْعِهٖ وَتَذْكِیْرِهٖ وَتَانِیْثِهٖ عَلٰی قِیَاسِ مَاعَرَفْتَ فِی الْفَاعِلِ **فَصْلٌ** اَلْمُبْتَدَاُ وَالْخَبَرُ..................................

یا تو ضمیر مفرد لاؤ گے اور کہو گے: حسبنی و حسبتهما ایاه الزیدان منطلقا اور اس وقت مفعول ثانی مفعول اول کے مطابق نہیں ہوگا اور وہ هُمَا ہے تمہارے قول حسبتهما میں اور یہ جائز نہیں یا تم تثنیہ کی ضمیر لاؤ گے اور کہو گے: حسبنی و حسبتهما ایاهما الزیدان منطلقا اور اس وقت تثنیہ کی ضمیر کا لفظ مفرد کی جانب لوٹنا لازم آئے گا اور وہ منطلقا ہے جس میں تنازع واقع ہوا ہے اور یہ بھی جائز نہیں اور جب حذف اور اضمار نا جائز ہوا جیسا کہ تم نے معلوم کر لیا تو ظاہر کرنا واجب ہوا۔ (فصل) مفعول اس فعل یا شبہ فعل کا جس کا فاعل ذکر نہیں کیا گیا۔ اور وہ ہر وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو اور مفعول کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہو جیسے ضُرِب زیدٌ اور اس کا حکم اس کے فعل کے واحد ہونے میں اور اس کے تثنیہ ہونے میں اور اس کے جمع ہونے میں اور اس کے مذکر و مونث ہونے میں اس چیز کے قیاس پر ہے جو تم فاعل میں معلوم کر چکے ہو۔ (فصل) مبتدا اور خبر..........................

<u>قولہ</u> مَفْعُوْلُ مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ:- یہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے، متقدمین اس قسم کو مَفْعُوْلُ مَالَمْ یُسَمَّ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور متاخرین نائب فاعل کے نام سے، یہ وہ مفعول ہے جس کا فاعل حذف کر کے مفعول کو اُس کے قائم مقام کر دیا گیا ہو جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ۔ <u>قولہ</u> اَلْمُبْتَدَاُ وَالْخَبَرُ:- مبتدا اور خبر مرفوعات کی دو جدا جدا قسمیں ہیں لیکن اِس جگہ اُن کو ایک فصل میں جمع کر دیا ہے یا تو اِس لئے کہ دونوں کا عامل معنوی ہے یا اِس لئے کہ دونوں میں تلازم ہے یعنی اُن میں اصل یہ ہے کہ جب ایک ذکر کیا جائے تو دوسرا بھی لازماً ذکر کیا جاتا ہے اور کسی ایک کا حذف خلافِ اصل ہے۔

<u>سوال</u>:- عامل معنوی کس عامل کو کہتے ہیں؟ <u>جواب</u>:- عامل معنوی وہ ہے جس کا زبان سے تلفظ نہ ہو سکے۔

هُمَا اِسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ اَحَدُهُمَا مُسْنَدٌ اِلَيْهِ وَيُسَمَّى الْمُبْتَدَأُ وَالثَّانِىْ مُسْنَدٌ بِهٖ وَيُسَمَّى الْخَبَرَ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْعَامِلُ فِيْهِمَا مَعْنَوِىٌّ وَهُوَ الْاِبْتِدَاءُ وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأِ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْرِفَةً وَ اَصْلُ الْخَبَرِ اَنْ يَّكُوْنَ نَكِرَةً..........................

وہ دونوں ایسے اسم ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہوں انمیں سے ایک مسندالیہ ہے اور اسکا نام رکھا جاتا ہے مبتدا۔ اور ثانی مسند بہ ہے اور نام رکھا جاتا ہے اس کا خبر جیسے زید قائم۔ اور عامل ان دونوں میں معنوی ہے اور وہ ابتداء ہے اور مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو..........................

قولہ هُمَا اِسْمَانِ:- یعنی مبتدا اور خبر دونوں ایسے دو اسم ہیں جو عامل لفظی سے خالی ہوں۔ مصنف کے قول اِسْمَانِ میں تعمیم ہے کہ وہ حقیقۃً اسم ہوں جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ یا حکماً اسم ہوں جیسے اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ میں اَنْ تَصُوْمُوْا، حکماً اسم ہے بمعنی صِیَامُکُمْ یا تاویلاً اسم ہوں جیسے ضَرَبَ فَعْلٌ مَاضٍ میں ضَرَبَ سے مراد لفظ ہے یعنی ضَرَبَ بتاویل ھٰذَا اللَّفْظُ مبتدا ہے اور فِعْلٌ مَاضٍ اسکی خبر ہے۔ قولہ مُجَرَّدَانِ:- یہ تَجْرِیْدٌ سے تثنیہ کا صیغہ ہے اور تَجْرِیْدٌ کے معنی ہیں خالی کرنا، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مبتدا پر پہلے عاملِ لفظی ہوتا ہے پھر وہ عاملِ لفظی سے مجرد کرلیا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اسلئے یہاں مجازاً یہ مراد ہے کہ مبتدا اور خبر ایسے دو اسم ہیں جن میں عامل لفظی اصلاً نہ پایا جائے۔ سوال:- بِحَسْبِکَ دِرْھَمٌ میں حَسْبِ مبتدا ہے جس پر باء جارہ داخل ہے اور باء عامل لفظی ہے لہٰذا یہ تعریف جامع نہیں؟ جواب:- مبتدا اور خبر کا ایسے عامل سے خالی ہونا شرط ہے جو معنی میں مؤثر ہو اور بِحَسْبِکَ کی باء معنی میں مؤثر نہیں ہے کیونکہ یہ باءِ زائدہ ہے۔ قولہ وَالْعَامِلُ:- اور مبتدا وخبر میں عاملِ معنوی ''اِبْتِدَاءٌ'' ہے یعنی اسم کا عاملِ لفظی سے خالی ہونا، خلاصہ یہ کہ مبتدا ایسا اسم ہے جو عاملِ لفظی سے خالی ہو اور مسندالیہ ہو اور خبر ایسا اسم ہے جو عاملِ لفظی خالی ہو اور مسند بہ ہو۔ فائدہ:- مبتدا اور خبر کے عامل میں نُحات کا اختلاف ہے۔ (۱) زمخشری کے نزدیک اُن میں عامل معنیً ابتدا ہے (۲) سیبویہ کے نزدیک مبتدا میں عامل معنیً ابتدا ہے اور خبر میں عامل خود مبتدا ہے۔ (۳) کسائی اور فراء کے نزدیک مبتدا اور خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہے۔ قولہ وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأِ:- اور مبتدا میں اصل تعریف ہے کیونکہ یہ محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے۔ مصنف کے اِس قول سے اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کبھی مبتدا اصل کے خلاف نکرہ بھی ہوتا ہے لیکن نکرہ محضہ نہیں بلکہ نکرہ مُخَصَّصَہ ہوتا ہے اِس لئے اب مواضعِ تخصیص بیان کرتے ہیں۔

وَالنَّكِرَةُ اِذَا وُصِفَتْ جَازَ اَنْ تَقَعَ مُبْتَدَأً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَكَذَا اِذَا تَخَصَّصَتْ بِوَجْهٍ اٰخَرَ نَحْوُ اَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمِ امْرَأَةٌ وَمَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ وَشَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ.........................

اور نکرہ کی جب صفت لائی جائے تو اس کا مبتدا واقع ہونا جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ولعبد مومن خير من مشرک .اور اسیطر ح جب نکرہ مخصص کیا جائے کسی اور وجہ سے جیسے ا رجل في الدار ام امرأة اور ما احد خير منک اور شرٌّ اهرَّ ذا ناب ....

قولہ وَالنَّكِرَةُ:- یعنی نکرہ میں جب صفت کی وجہ سے تخصیص ہو جائے تو اُس کا مبتدا واقع ہونا جائز ہے جیسے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ،اس میں عَبْدٌ نکرہ ہے اور تخصیص بالصِّفۃ کے بعد مبتدا واقع ہو رہا ہے۔ فائدہ:- صفت مُخَصِّصَہ کبھی مقدر بھی ہوتی ہے جیسے اَلسَّمَنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ میں مَنَوَانِ نکرہ ہے اور مِنْهُ، كَائِنَانِ کے متعلق ہو کر اسکی صفت ہے جو کہ مقدر ہے۔ قولہ اَرَجُلٌ :- اِس میں رَجُلٌ نکرہ مخصصہ مبتدا ہے او اِمْرَأَةٌ اُس پر معطوف ہے اور اِسمیں تخصیص علمِ متکلم کی وجہ سے ہوئی ہے، اِس لئے کہ متکلم کو یہ تو معلوم ہے کہ مرد اور عورت میں سے کوئی ایک گھر میں ہے اور وہ سوال کر کے مخاطب سے صرف اُسکی تعیین کرانا چاہتا ہے۔ قولہ مَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ:- اس میں اَحَدٌ نکرہ مخصصہ مبتدا ہے اور تحت النفی واقع ہونے کی وجہ سے اِس میں تخصیص بالعموم ہے۔ سوال:- عموم تو خصوص کی ضد ہے کیونکہ عموم کے معنی ہیں تَكْثِيرُ الْاَفْرَادُ اور خصوص کے معنی ہیں تَقْلِيلُ الْاَفْرَادُ، لہٰذا نکرہ کا مخصوص بالعموم ہونا باطل ہے۔؟ جواب:- یہاں تخصیص سے مراد رَفْعِ اِحْتَمَالَاتْ ہے جو عموم کے منافی اور اُسکی ضد نہیں ہے بلکہ یہ رفعِ احتمالات عموم سے حاصل ہوتا ہے مثلاً مثال مذکور میں اگر زَيْدٌ سے خیریت کی نفی کیجاتی ہے تو عَمْرٌو کی خیریت کا احتمال باقی رہتا ہے اور اگر عمرو سے بھی نفی کیجاتی ہے تو بکر کی خیریت کا احتمال رہتا ہے وَهَلُمَّ جَرًّا لیکن جب مَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ کہا تو جملہ احتمالات مرتفع ہو گئے۔ سوال:- مَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ میں اَحَدٌ مبتدا بلکہ مَا مُشَابِهٌ بِلَيْسَ کا اسم ہے؟ جواب:- بنوتمیم چونکہ مَا مُشَابِهٌ بِلَيْسَ کو عامل نہیں مانتے تو اُن کی لغت کے مطابق اَحَدٌ نکرہ مخصصہ مبتدا ہے اور خَيْرٌ اُسکی خبر ہے۔ فائدہ:- استغراق و عموم کیوجہ سے تخصیص کی صحیح مثال تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ جَرَادَةٍ ہے اَیْ كُلُّ تَمْرَةٍ خَيْرٌ مِّنْ كُلِّ جَرَادَةٍ۔ قولہ شَرٌّ اَهَرَّ:- اِس مثال میں شَرٌّ صفت مقدرہ کی وجہ سے تخصیص پا کر مبتدا واقع ہوا ہے اور اُس کی تقدیر شَرٌّ عَظِيْمٌ اَهَرَّ ذَانَابٍ ہے، یعنی بڑے شر نے کتے کو بھونکایا نہ چھوٹے شر نے۔

وَفِی الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ وَاِنْ كَانَ اَحَدُ الْاِسْمَيْنِ مَعْرِفَةً وَالْاٰخَرُ نَكِرَةً فَاجْعَلِ الْمَعْرِفَةَ مُبْتَدَاً وَالنَّكِرَةَ خَبَرًا اَلْبَتَّةَ كَمَامَرَّ وَاِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ فَاجْعَلْ اَيَّهُمَا شِئْتَ مُبْتَدَاً وَالْاٰخَرَ خَبَرًا نَحْوَ اَللّٰهُ اِلٰهُنَا وَمُحَمَّدٌ نَبِيُّنَا وَاٰدَمُ اَبُوْنَا وَقَدْ يَكُوْنُ الْخَبَرُ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ..............................

اورفی الدار رجل اورسلام علیک. اوراگردواسموں میں ایک معرفہ ہواوردوسرانکرہ توتم معرفہ کومبتدااورنکرہ کو خبربنادویقیناً جیسا کہ گذرا۔اوراگردونوں معرفہ ہوں توجس کوتم چاہومبتدااوردوسرے کوخبربناؤجیسے اللہ الٰھنا ومحمد نبینا و آدم ابونا. اورکبھی خبرجملہ ہوتی ہے اسمیہ جیسے زید ابوہ قائم............

قولہ فِی الدَّارِ :-اس مثال میں رَجُلٌ کے اندرتقدیمِ خبرکی وجہ سے تخصیص ہوئی ہے۔ سوال:-فِی الدَّارِ رَجُلٌ کی ترکیب جائزہےاوررَجُلٌ فِی الدَّارِ کی ترکیب ناجائزہےاُس کی وجہ کیاہے؟ جواب:-رَجُلٌ فِی الدَّارِ میں خبرکاصفت کے ساتھ التباس ہوتاہےاِس لئے یہ ترکیب جائزنہیں لیکن فِی الدَّارِ رَجُلٌ میں یہ التباس نہیں کیونکہ صفت موصوف سے مؤخرہوتی ہے جبکہ فِی الدَّارِ مقدم ہے لہٰذایہ خبرہےصفت نہیں۔ قولہ سَلَامٌ عَلَيْكَ :-اِس میں سَلَامٌ نکرہ مخصصہ مبتداہےاوراِس میں تخصیص نسبت اِلَی الْمُتَكَلِّمْ کیوجہ سے ہوئی ہے کیونکہ یہ اصل میں سَلَامِیْ عَلَيْكَ تھا۔ فائدہ:-ابنِ برہان کےنزدیک اگرنکرہ سے مخاطب کےعلم میں اضافہ ہوتونکرہ مبتداواقع ہوسکتاہے جیسے كَوْكَبٌ اِنْقَضَّ السَّاعَةَ کے سننے سے مخاطب کےعلم میں اضافہ ہوتاہے لہٰذااِس نکرہ کابلاتخصیص مبتداواقع ہونادرست ہےاوررَجُلٌ قَائِمٌ سے مخاطب کےعلم میں اضافہ نہیں ہوتا کیونکہ ہرایک کویہ معلوم ہے کہ کوئی کھڑاہے لہٰذارَجُلٌ کا مبتداواقع ہونادرست نہیں ہے۔ قولہ وَاِنْ كَانَ :-یعنی اگردواسم ہوں ایک معرفہ اوردوسرانکرہ تومعرفہ کومبتدابنادواورنکرہ کوخبراِس لئے کہ مبتدامیں اصل تعریف ہےاورخبرمیں اصل تنکیرہےپس دونوں اصل کےمطابق ہوجائینگے۔ قولہ اَلْبَتَّةَ:-یہ کلمہ فَاجْعَلْ کیلئےظرف ہے اَیْ فَاجْعَلِ الْمَعْرِفَةَ فِیْ كُلِّ تَرْكِيْبٍ وَّقَعْتُ یا یہ مفعولِ مطلق ہے بحذفِ موصوف اَیْ فَاجْعَلِ الْمَعْرِفَةَ مُبْتَدَاً جَعْلاً تَابِيْدِيًّا ۔ قولہ وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَتَيْنِ :-یعنی اگرمبتداوخبردونوں معرفہ ہوں توجسکوچاہو مبتدابناؤاوردوسرےکوخبریعنی جس کومقدم کروگے وہ مبتداہوگااوردوسراخبرہوگا۔ قولہ قد یکون :-اورکبھی خبرجملہ بھی ہوتی ہےاس لئے کہ مفردکی مثل جملہ کے ساتھ بھی حکم کیاجاتاہےاورجملہ پرخبرکی تعریف بھی صادق آتی ہے جیسے زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ میں جملہ اسمیہ (اَبُوْهُ قَائِمٌ) مبتداکی خبرہے۔ فائدہ:-مصنف نےقَدْ تَقْلِيْلِيَّةٌ لاکراِس بات کی طرف اشارہ کیاہے کہ خبرکاجملہ ہوناقلیل ہےاوراصل خبرمیں اِفرادہے۔

اَوْفِعْلِیَّۃٌ نَحْوَ زَیْدٌ قَامَ اَبُوْہُ اَوْشَرْطِیَّۃٌ نَحْوُ زَیْدٌ اِنْ جَآءَ نِیْ فَاَکْرِمْتُہٗ اَوْظَرْفِیَّۃٌ نَحْوُ زَیْدٌ خَلْفَکَ وَعَمْرٌو فِی الدَّارِ وَالظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِجُمْلَۃٍ عِنْدَ الْاَکْثَرِ وَھِیَ اِسْتَقَرَّ مَثَلًا تَقُوْلُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ تَقْدِیْرُہٗ زَیْدٌ اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ..................

یافعلیہ جیسے زید قام ابوہ. یاشرطیہ جیسے زید ان جاء نی فاکرمتہ. یاظرفیہ جیسے زید خلفک اورعمرو فی الدار. اورظرف اکثر کے نزدیک جملہ کے ساتھ متعلق ہوتی ہےاوروہ جملہ استقر ہے۔مثلاتم کہوگے:زید فی الدار اسکی تقدیرزید استقر فی الدار ہے.....................................

قولہ فِعْلِیَّۃٌ :-یعنی جملہ فعلیہ، جملہ شرطیہ اورظرفیہ بھی مبتدا کی خبرواقع ہوتا ہے۔اِس میں جملہ کے اقسام بھی بیان کردیئے گئے ہیں۔ فائدہ:-مصنف کے بیان کے مطابق جملہ کی چار قسمیں ہیں اسمیہ،فعلیہ،ظرفیہ اور شرطیہ۔اور بعض نے جملہ ظرفیہ کومفرد میں داخل مان کر جملہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور کچھ حضرات نے جملہ شرطیہ کوفعلیہ میں اورظرفیہ کو مفرد میں داخل مان کر جملہ کی صرف دوقسمیں ذکر کی ہیں۔ سوال:-مبتدا کی خبر شرط وجزا کا مجموعہ ہوتا ہے یااُن میں سے کوئی ایک؟ جواب:-اِسمیں چار قول ہیں (۱) دونوں کا مجموعہ خبرواقع ہوتا ہے۔(۲)ان میں سے کوئی ایک۔(۳)صرف خبر جزاواقع ہوتی ہے۔ سوال:-کون سے حروف مبتدا کی خبرواقع ہوتے ہیں؟ جواب:-مِنْ، اِلٰی، فِیْ، لَامْ، بَاءْ، کَاف اور عَنْ ۔ قولہ وَالظَّرْفُ:-اور جوخبرظرف ہو(خواہ ظرفِ زمان یاظرفِ مکان یا قائم مقام ظرف) وہ اکثر نحویوں کے نزدیک جملہ فعلیہ کے ساتھ متعلق ہوتی ہے مصنف نے عندالاکثر کہہ کراِس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض نحویوں کے نزدیک ظرف کامُتَعَلَّقْ، مفردیعنی اسمِ فاعل ہوتا ہے اِس لئے کہ خبرمیں اصل اِفراد ہے۔ قولہ وَھِیَ اسْتَقَرَّ :-اوروہ جملہ اِسْتَقَرَّ ہے۔جمہور کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ فعل عمل میں اصل ہے اس لئے فعل کومقدر ماننا اولیٰ ہے کیونکہ ظرف مستقرعامل کے قائم مقام ہوکرعمل کرتا ہے لہٰذا ظرف کوفعل کا قائم مقام بنانا اولیٰ ہے، پس ان کے نزدیک زَیْدٌ فِی الدَّارِ کی تقدیر اِسْتَقَرَّ فِی الدَّارِ ہے۔ سوال:-ظرف مستقر اورظرف لغو کی تعریف کریں؟ جواب :-ظرف مستقر وہ ہے جس کا مُتَعَلَّقْ فعل یاشبہ فعل محذوف ہوخواہ فعل عام ہو یا خاص اورظرف لغووہ ہے جس کا مُتَعَلَّقْ فعل یاشبہ فعل مذکورہو۔ فائدہ :-فعلِ عام وہ ہے جس سے کوئی فعل خالی نہ ہواورفعلِ عام جومشہور ہیں وہ چار ہیں۔

افعالِ عموم چہاراندنزدارباب عقول کون است وثبوت است ووجوداست وحصول

ورنہ جعل بھی فعل عام ہے کما قال القاضی البیضاوی

وَلَابُدَّ فِی الْجُمْلَةِ مِنْ ضَمِيْرٍ يَعُوْدُ إِلَى الْمُبْتَدَأِ كَالْهَاءِ فِيْ مَامَرَّ وَيَجُوْزُ حَذْفُهُ عِنْدَ وُجُوْدِ قَرِيْنَةٍ نَحْوُ اَلسَّمَنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ وَالْبُرُّ الْكُرُّ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ الْخَبَرُ عَلَى الْمُبْتَدَأِ نَحْوُ فِی الدَّارِ زَيْدٌ..........................

اور جملہ میں ایسی ضمیر ضروری ہے جو مبتدا کی جانب لوٹے جیسے گذشتہ مثال میں ھاء اور قرینہ موجود ہونے کے وقت اس ضمیر کا حذف کرنا جائز ہے۔ جیسے السمن منوان بدرھم اور البر الکر بستین درھما. اور کبھی خبر مبتدا پر مقدم ہوجاتی ہے جیسے فی الدار زید..............................

قولہ وَلَابُدَّ:- اور جو جملہ مبتدا کی خبر واقع ہو رہا ہو اسمیں مبتدا کو لوٹنے والی ضمیر کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ ضمیر جملہ کو استقلال سے نکال کر ماقبل کے ساتھ مربوط کردے۔ سوال:- کیا جملہ کو ماقبل کے ساتھ مُرتَبِط صرف ضمیر کرتی ہے؟ جواب:- نہیں بلکہ دیگر اشیاء بھی رابطہ کا فائدہ دیتی ہیں مثلاً اسمِ ظاہر کا ضمیر کی جگہ آنا جیسے اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ میں دوسرا اَلْحَاقَّةُ، هِيَ ضمیر کی جگہ میں واقع ہے یا خبر کا مبتدا کی تفسیر ہونا جیسے قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ میں اَللّٰهُ اَحَدٌ مبتدا کی خبر ہے اور (هُوَ) کی تفسیر ہے جو مبتدا ہے۔ قولہ وَيَجُوْزُ:- اور قرینہ پائے جانے کے وقت صرف ضمیر (رابطہ) کا حذف کرنا جائز ہے جیسے اَلسَّمَنُ مَنَوَانِ بِدِرْهَمٍ میں مَنَوَانِ اپنی خبر سے ملکر اَلسَّمَنُ (مبتدا) کی خبر ہے اور اِس جملہ میں ضمیر محذوف ہے۔ تقدیرِ عبارت اِس طرح ہے اَلسَّمَنُ مَنَوَانِ مِنْهُ بِدِرْهَمٍ۔ فائدہ:- مذکورہ مثال میں ضمیر کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ گھی بیچنے والا گھی ہی کا نرخ بتاتا ہے نہ کسی اور چیز کا۔ سوال:- مذکورہ مثال میں مَنَوَانِ نکرہ ہے جسکو مبتدا ماننا غلط ہے کہ مبتدا معرفہ ہوتا ہے؟ جواب:- مِنْهُ مقدر مَنَوَانِ کی صفت ہے جسکی وجہ سے مَنَوَانِ نکرہ مُخَصَّصَہ ہوگیا ہے جو مبتدا واقع ہوتا ہے۔ قولہ اَلْبُرُّ الْكُرُّ:- یہ حذفِ ضمیر کی دوسری مثال ہے کُرٌّ ایک پیمانہ کا نام ہے جسمیں بارہ وَسَقْ گیہوں آتے ہیں اور ایک وَسَقْ ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اس کی تقدیر اَلْبُرُّ الْكُرُّ مِنْهُ بِسِتِّيْنَ دِرْهَمًا ہے اور ''مِنْهُ'' اَلْكَائِنُ کے متعلق ہو کر اَلْكُرُّ کی صفت ہے۔ قولہ وَقَدْ يَتَقَدَّمُ:- اور کبھی خبر، مبتدا پر مقدم ہوجاتی ہے اِس تقدیم کی دو قسمیں ہیں اول واجب، جب مبتدا نکرہ ہو جیسے فِي الدَّارِ رَجُلٌ دوم جائز، جب مبتدا معرفہ ہو جیسے فِي الدَّارِ زَيْدٌ۔ فائدہ:- خبر میں اصل یہ ہے کہ مبتدا سے مؤخر ہو اِس لئے کہ خبر معنی کے اعتبار سے صفت ہوتی ہے اور جو لفظاً معنًی صفت ہوتی ہے اُس کا موصوف سے مؤخر ہونا واجب ہے لہٰذا جو معنًی صفت ہے اُس کا موصوف سے مؤخر ہونا اصل ہے۔

وَيَجُوْزُ لِلْمُبْتَدَأِ الْوَاحِدِ اَخْبَارٌ كَثِيْرَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ وَاعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا اٰخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَأِ لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُ مَاقَائِمٌ زَيْدٌ اَوْبَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ بِشَرْطِ اِنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اِسْمًا ظَاهِرًا نَحْوُ مَاقَائِمٌ ن الزَّيْدَانِ وَاَقَائِمٌ ن الزَّيْدَانِ بِخِلَافِ

اور ایک مبتدا کیلئے بہت سی خبریں جائز ہیں۔ جیسے زیدٌ عالمٌ فاضلٌ عاقلٌ اور معلوم کیجئے بے شک نحویوں کیلئے ایک قسم ہے مبتدا کی جو مسند الیہ نہیں ہوتی اور وہ ایسا صفت کا صیغہ ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے ما قائمٌ زید یا حرف استفہام کے بعد جیسے اقائم زید ساتھ اس شرط کے یہ صیغہ اسم ظاہر کو رفع دے۔ جیسے ما قائم ن الزیدان اور اقائم ن الزیدان

قولہ ویجوز:۔ یعنی ایک مبتدا کیلئے اخبارِ کثیرہ کا ہونا جائز ہے اِس لئے کہ خبر حکم ہے اور شئی واحد پر بہت سے احکام لگائے جاسکتے ہیں جیسے زَيْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ نَاصِرٌ میں زَيْدٌ کی تین خبریں ہیں۔ فائدہ:۔ مبتدا کی خبر کا کثیر ہونا دو قسم پر ہے (۱) جائز کہ اُس تکثُّر کے بغیر کلام کے معنی تمام ہو سکتے ہیں جیسے زَيْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ نَاصِرٌ۔ اِس قسم میں حرف عطف لاکر زَيْدٌ عَالِمٌ وَّعَاقِلٌ وَّنَاصِرٌ کہنا اولیٰ ہے۔ (۲) واجب، کہ اُس تکثُّر کے بغیر کلام کے معنی تمام نہیں ہو سکتے جیسے اَلنَّحْلُ حُلْوٌ حَامِضٌ اِس قسم میں ترک عطف اولیٰ ہے۔ قولہ اِعْلَمْ:۔ یہاں سے ماتن مبتدا کی قسمِ ثانی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نُحات کے نزدیک مبتدا کی ایک قسم اور بھی ہے جو قسمِ اول کی غیر ہے کیونکہ قسمِ اول مسند الیہ ہوتی ہے مگر یہ قسم مسند الیہ نہیں ہوتی ،مبتدا کی اِن دونوں قسموں میں مَابِهِ الْاِشْتِرَاكُ یہ ہے کہ دونوں قسموں کا عامل معنوی ہوتا ہے اور مَابِهِ الْاِمْتِيَازُ یہ ہے کہ قسمِ اول صریح یا تاویلی اسم ہوتی ہے اور مُحْتَاجُ اِلَى الْاِعْتِمَادُ نہیں ہوتی جبکہ قسم ثانی صیغہِ صفت، مُحْتَاجُ اِلَى الْاِعْتِمَادُ ہوتی ہے۔ فائدہ:۔ مصنف کا قول قِسْمًا موصوف ہے اور اٰخَرَ اُسکی صفتِ اول اور لَيْسَ مُسْنَدًا اِلَيْهِ صفت ثانی ہے۔ قولہ هُوَ صِفَةٌ:۔ یعنی مبتدا کی قسمِ ثانی ایسا صفت کا صیغہ ہے جو حرف نفی یا حرفِ استفہام کے بعد واقع ہو اور اسمِ ظاہر کو رفع دے۔ پس مَاقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ میں ضمیر کو رفع دینے کی وجہ سے صیغہِ صفت مبتدا نہیں ہے۔ سوال:۔ مبتدا کی اِس قسم میں ماقبل پر اعتماد کیوں ضروری ہے؟ جواب:۔ اِس لئے کہ یہ قسم در حقیقت مبتدا نہیں بلکہ اعراب کی کوئی وجہ نہ پائے جانے کی بنا پر نُحات نے اِس قسم کے مبتدا ہونے کا قول کیا ہے اس لئے اِس قسم میں اعتماد شرط کر دیا ہے جو اصل میں نہیں ہے۔ فائدہ:۔ سیبویہ اور اخفش کے نزدیک صفت مذکورہ بغیر اعتماد کے بھی اسمِ ظاہر کو رفع دیتی ہے اور بطورِ دلیل ''فَخَيْرٌ نَحْنُ عِنْدَ النَّاسِ مِنْكُمْ'' پیش کیا ہے کہ اِس میں خَيْرٌ اسمِ تفضیل مبتدا ہے اور بغیر اعتماد کے نَحْنُ کو رفع دے رہا ہے لیکن اُنکا یہ استدلال درست نہیں اس لئے کہ گفتگو نثرِ کلام کے متعلق ہو رہی ہے کہ نثرِ کلام میں صیغہِ صفت کیلئے اعتماد ضروری ہے اور اُنہوں نے بطور استدلال شعر پیش کیا ہے۔ سوال:۔ صیغہِ صفت کا اعتماد تو چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے مصنف نے یہاں صرف دو کے ذکر پر اکتفاء کیوں کیا ہے؟ جواب:۔ اسلئے کہ بقیہ چار میں سے کسی پر اعتماد کے وقت صیغہِ صفت مبتدا نہیں ہوگا اور بات صیغہِ صفت کے مبتدا بننے کی ہو رہی ہے مثلاً اگر مبتدا پر اعتماد ہوگا تو صیغہ صفت خبر ہوگا اور موصوف پر اعتماد ہوگا تو صیغہِ صفت، موصوف کی صفت بنے گا اور موصول یا ذوالحال پر اعتماد کے وقت صلہ یا حال ہوگا۔

مَاقَائِمَانِ الزَّيْدَانِ فَصْلٌ خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَهِيَ اَنَّ وَ كَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ فَهٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَاْ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُ الْمُبْتَدَاْ وَيُسَمّٰى اِسْمَ اِنَّ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ وَيُسَمّٰى خَبَرَ اِنَّ فَخَبَرُ اِنَّ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ

بخلاف ما قائمان الزیدان کے۔(فصل) اِنّ اور اس کے اخوات کی خبر اور یہ اَنّ اور کانّ اور لکنّ اور لیت اور لعل ہے پس یہ حروف مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں تو مبتدا کو نصب دیتے ہیں اور اس کا نام رکھا جاتا ہے انّ کا اسم اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور وہ نام رکھی جاتی ہے انّ کی خبر۔ پس انّ کی خبر وہ ہے جو انّ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو

قولہ بِخِلَافِ:-اس عبارت میں باء جارہ مُتَلَبِّسَانِ مقدر کے متعلق ہو کر مبتدا مقدر کی خبر ہے اَیْ هُمَا مُتَلَبِّسَانِ، یہاں صفت کا صیغہ چونکہ ضمیر کو رفع دے رہا ہے اِس لئے یہ مبتدا نہیں بلکہ خبر ہے۔ فائدہ:-مَاقَائِمَانِ الزَّیْدَانِ میں صیغہِ صفت ضمیر کو رفع دے رہا ہے ورنہ تثنیہ نہ ہوتا اِس لئے کہ قاعدہ ہے اِذَا کَانَ الْفَاعِلُ اِسْمًا ظَاهِرًا اُوْحِدَ الْفِعْلُ اَبَدًا۔ قولہ خَبَرُ اِنَّ:-مرفوعات کی ایک قسم اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر ہے اور یہ اِنَّ اور اُسکے اخوات حروفِ مشبہ بہ فعل کہلاتے ہیں جو مبتدا و خبر کے دواخل میں سے ہیں۔ وجہِ تسمیہ:-یہ حروف بچند وجوہ فعل کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اِس لئے اِنکو حروف مشبہ بہ فعل سے موسوم کیا گیا۔ اول:-مشابہتِ لفظی، جس کی دو صورتیں ہیں ۔(۱) اِن حروف میں سے بعض فعل کی طرح سہ حرفی ہیں جیسے اِنَّ، اَنَّ اور لَیْتَ، بعض فعل کی طرح چہار حرفی ہیں جیسے کَاَنَّ، لَعَلَّ اور بعض فعل کیطرح پانچ حرفی ہیں جیسے لٰکِنَّ۔(۲) یہ تمام حروف فعل ماضی کیطرح فتح پر مبنی ہیں۔ دوم:-مشابہت معنوی، بایں طور کہ اِنَّ اور اَنَّ معنیٰ تحقیق پر دلالت کرنے میں فعلِ حَقَّقْتُ کے مشابہ ہیں اور کَاَنَّ معنیٰ تشبیہ پر دلالت کرنے میں فعل شَبَّهْتُ کے مشابہ ہے اور لٰکِنَّ معنیٰ استدراک پر دلالت کرنے میں فعلِ اِسْتَدْرَکْتُ کے مشابہ ہے اور لَیْتَ معنیٰ تمنی پر دلالت کرنے میں فعلِ تَمَنَّیْتُ کے اور لَعَلَّ معنیٰ ترجی پر دلالت کرنے میں فعل تَرَجَّیْتُ کے مشابہ ہے۔ سوال:-اُخْتٌ، کا اطلاق اُس ذی روح پر ہوتا ہے جس کیلئے ماں ہو اور اِنَّ، ذی روح نہیں ہے اِس لئے یہاں پر اُخْتٌ کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ جواب:-اُخْتٌ سے یہاں مجازاً اَشْبَاهٌ و اَمْثَالٌ مراد ہیں۔ سوال:-اِنَّ کے اَشْبَاهٌ کو اَخٌ سے کیوں تعبیر نہیں کیا؟ جواب:-یہ تعبیر بتاویلِ کلمہ ہے یعنی اِنَّ چونکہ کلمہ ہے اور کلمہ مؤنث ہے اِس لئے اَخَوَاتٌ (مؤنث) سے تعبیر کیا ہے۔ قولہ فَخَبَرُ اِنَّ:-پس اِنَّ اور اس کے اخوات کی خبر اِنّ حروف میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے۔ مثلاً اِنَّ زَیْدٌ قَائِمٌ میں اِنَّ کے داخل ہونے کے بعد خبر (قَائِمٌ) مسند ہے۔

وَحُكْمُهُ فِيْ كَوْنِهٖ مُفْرَدًا اَوْجُمْلَةً اَوْمَعْرِفَةً اَوْنَكِرَةً كَحُكْمِ خَبَرِالْمُبْتَدَأ وَلَايَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰى اَسْمَآئِهَا اِلَّااِذَا كَانَ ظَرْفًا نَحْوُ اِنَّ فِى الدَّارِ زَيْدًا لِمَجَالِ التَّوَسُّعِ فِى الظُّرُوْفِ ....

اوراس کا حکم اس کے مفرد ہونے یا جملہ ہونے یا معرفہ ہونے یا نکرہ ہونے میں مبتدا کے حکم جیسا ہے اور انکی خبروں کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز نہیں مگر جس وقت خبر ظرف ہو جیسے انّ فی الدار زیدا بوجہ ظرف میں وسعت کے ....

قولہ وَحُكْمُهٗ :-یعنی اِنَّ کی خبر کا حکم مفرد یا جمع ہونے میں نیز معرفہ ونکرہ ہونے میں مبتدا کی خبر جیسا ہے، البتہ اِنَّ وغیرہ کی خبر مقدم نہیں ہوسکتی جبکہ مبتدا کی خبر مقدم ہو جاتی ہے۔ فائدہ:-اِنَّ اور اس کے اخوات کو فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے فعل کا عمل فرعی دیا گیا ہے یعنی اِنَّ کا منصوب پہلے آتا ہے اور مرفوع بعد میں اس لئے اِنَّ کے اندر خبر کی تقدیم جائز نہیں تا کہ اِنَّ کا عمل تقدیم خبر کیوجہ سے اِنَّ کے اصل (فعل) جیسا نہ ہو جائے۔ قولہ اِلَّااِذَا کَانَ:-یعنی جب اِنَّ وغیرہ کی خبر ظرف ہو تو اُسکی تقدیم جائز ہے اِس لئے کہ ظرف میں اپنے غیر کی نسبت وسعت زیادہ ہے کیونکہ اللہ تعالی کی ذات وصفات کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو زمان ومکان سے خالی ہو۔ فائدہ :-اِبْنِ عَنِيْنْ مصری نے نحو کے یہ دونوں مسئلے اپنی محرومی کے بیان کے ضمن میں اس طرح بیان کئے ہیں۔

كَاَنِّيْ مِنْ اَخْبَارِاِنَّ وَلَمْ يَجُزْ لَهٗ اَحَدٌ فِى النَّحْوِاَنْ يَّتَقَدَّمَا
عَسٰى حَرْفُ جَرٍّ مِّنْ نَدَاكُمْ يَجُرُّنِيْ فَاَصْبَحَ مَجْرُوْرًااِلَيْكُمْ مُقَدَّمَا

جب ابن عنین کو اُس کے بخل اور بد اخلاقی کے سبب وقت کے اہل علم نے نظرانداز کر دیا تو وہ کہتا ہے کہ گویا میں اِنَّ کی خبر ہوں جسکو مقدم کرنا کسی نحوی نے جائز نہیں رکھا، شاید تمہاری مجلس کا کوئی حرف جر مجھے لیجائے اور میں تمہارا پیش رو بن جاؤں۔

کسی شاعر نے ابن عنین کو درج ذیل جواب دیا ہے۔

فَلَوْكُنْتَ ظَرْفًايَاابْنَ عَنِيْنٍ اَوْجَبَتْ لَكَ النَّاسُ تَقْدِيْمًا عَلَيْهِمْ مُحَتَّمًا

اے اِبنِ عنین! اگر تو وسع الظرف ہوتا تو یقیناً لوگ تجھے اپنا مقتدی بنا لیتے۔

فَصْلٌ اِسْمُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَهِيَ صَارَ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰى وَاَضْحٰى وَظَلَّ وَبَاتَ وَرَاحَ وَآضَ وَعَادَ وَغَدَا وَمَازَالَ وَمَابَرِحَ وَمَافَتِئَ وَمَاانْفَكَّ وَمَادَامَ وَلَيْسَ فَهٰذِهِ الْاَفْعَالُ تَدْخُلُ اَيْضًا عَلَى الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ فَتَرْفَعُ الْمُبْتَدَأَ وَيُسَمّٰى اِسْمَ كَانَ وَتَنْصِبُ الْخَبَرَ وَيُسَمّٰى خَبَرَ كَانَ فَاسْمُ كَانَ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَيَجُوْزُ فِي الْكُلِّ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰى اَسْمَائِهَا نَحْوُ كَانَ قَائِمًا زَيْدٌ وَعَلٰى نَفْسِ الْاَفْعَالِ اَيْضًا فِي التِّسْعَةِ الْاَوَّلِ نَحْوُ قَائِمًا كَانَ زَيْدٌ وَلَايَجُوْزُ ذٰلِكَ فِيْ مَافِيْ اَوَّلِهٖ مَا فَلَايُقَالُ قَائِمًا مَّازَالَ زَيْدٌ............

(فصل) کان اور اس کے اخوات کا اسم اور وہ اخوات کان، صار اور اصبح اور امسی اور ظل اور بات اور راح اور آض اور عاد اور غدا اور مازال اور مابرح اور ما فتیٰ اور ما انفک اور مادام اور لیس ہیں۔ پس یہ افعال بھی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پس مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور وہ نام رکھا جاتا ہے کان کا اسم اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور وہ نام رکھی جاتی ہے خبرِ کان. پس کان کا اسم وہ مسند الیہ ہے ان کے داخل ہونے کے بعد۔ جیسے کان زیدٌ قائما. اور ان تمام میں ان کی خبروں کا ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے کان قائما زید اور خود ان افعال پر بھی پہلے نو افعال میں جیسے قائما کان زید اور جن افعال کے اول میں ما ہے ان میں یہ جائز نہیں لہذا قائما ما زال زید نہیں بولا جائے گا

قولہ اِسْمُ كَانَ :- مرفوعات کی ایک قسم كَانَ اور اُس کے اخوات کا اسم ہے، یہ افعال مبتدا و خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور افعالِ ناقصہ کہلاتے ہیں۔ فائدہ:- ابنِ حاجب کے نزدیک كَانَ کا مرفوع فاعل ہے اِس لئے ابنِ حاجب نے اِسْمُ كَانَ کا الگ ذکر نہیں کیا لیکن مصنف کے نزدیک اِسْمُ كَانَ فاعل نہیں بلکہ ملحق بالفاعل ہے اِس لئے اِسْمُ كَانَ کا علحدہ ذکر کیا ہے۔ قولہ وَيَجُوْزُ فِي الْكُلِّ :- اور اِن تمام افعال میں اسم پر خبر کی تقدیم جائز ہے اور پہلے گیارہ افعال کی خبر کی تقدیم اِن کی ذات پر بھی جائز ہے اِس لئے کہ یہ افعال عامل قوی ہیں اور تقدیمِ خبر سے کوئی مانع بھی نہیں ہے۔ فائدہ:- كَانَ سے لیکر غَدَا تک گیارہ افعال جن کے اول میں مَا نہیں ہے اِن کی ذات پر خبر کی تقدیم جائز ہے اور کتاب میں نو کا ذکر ناسخ کی غلطی ہے اور جن افعال کے شروع میں مَا مصدریہ یا نافیہ ہے اُن کی خبر کی تقدیم اُن کی ذات پر جائز نہیں کیونکہ مَا نافیہ صدارتِ کلام کو چاہتا ہے اور مَا مصدریہ عامل ضعیف ہے جس کا معمول اُس پر مقدم نہیں ہوسکتا۔

وَفِیْ لَیْسَ خِلَافٌ وَبَاقِی الْکَلَامِ فِیْ هٰذِهِ الْاَفْعَالِ یَجِیْئُ فِی الْقِسْمِ الثَّانِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَصْلٌ اِسْمُ مَاوَلَا الْمُشَبَّهَتَیْنِ بِلَیْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَیْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا نَحْوُ مَازَیْدٌ قَائِمًا وَلَارَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْکَ وَیَخْتَصُّ لَا بِالنَّکِرَةِ وَ یَعُمُّ مَا بِالْمَعْرِفَةِ وَ النَّکِرَةِ...................

اور لیس میں اختلاف ہے اور باقی کلام ان افعال کے بارے میں ان شاء اللہ قسم ثانی میں آئے گا۔ (فصل) ما و لا مشابہ بلیس کا اسم۔ اور وہ مسند الیہ ہے اس کے دخول کے بعد جیسے **ما زید قائما** اور **لا رجل افضل منک** اور لا نکرہ کے ساتھ مختص ہے اور ما معرفہ اور نکرہ کو عام ہے۔...................

قولہ وَفِیْ لَیْسَ :-یعنی لَیْسَ کی خبر میں اختلاف ہے سیبویہ کے نزدیک لَیْس کی خبر اُسکی ذات پر مقدم نہیں ہو سکتی اِس لئے کہ بمعنٰی منفی ہونے کی وجہ سے لَیْسَ کا حکم اُن افعال کا ہے جن کے شروع میں مَا ہے اور باقی نُحات کے نزدیک یہ تقدیم جائز ہے اِس لئے کہ لَیْسَ سے قبل مَا نہیں ہے۔ قولہ اِسْمُ مَاوَلَا :-مرفوعات کی ایک قسم مَاوَلَا مُشَابِہٗ بِلَیْسَ کا اسم ہے جو اِن میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے اور یہ مَا اور لَا کا عامل ہونا اہلِ حجاز کی لغت ہے اور قرآن کریم بھی اِسی لغت میں نازل ہوا ہے ارشاد باری مَاهٰذَا بَشَرًا میں مَا، مُشَابِہٗ بِلَیْسَ عمل کر رہا ہے لیکن بنو تمیم اِن کو عامل نہیں مانتے۔ قولہ وَیَخْتَصُّ :-یعنی لَا نکرہ کے ساتھ خاص ہے اِس لئے کہ یہ مطلق نفی کیلئے آتا ہے جس کی وجہ سے لَیْسَ کے ساتھ اِسکی مشابہت ضعیف ہے اور مَا کی مشابہت قوی ہے کہ وہ بھی لَیْسَ کی طرح نفیِ حال کیلئے آتا ہے اس لئے مَا معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ سوال :-لَا کی لَیْسَ کے ساتھ مشابہت ضعیفہ اس بات کو نہیں چاہتی کہ اُس کو نکرہ کے ساتھ خاص کر دیا جائے یہ بھی تو وہ سکتا ہے کہ اُسکو معرفہ کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟ جواب :-چونکہ مطلق نفی کیلئے ہونے کی وجہ سے لَا کو نکرہ کے ساتھ مشابہت ہے اِس لئے لَا کو نکرہ کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔ سوال :- لَا اگر نکرہ کے ساتھ مختص ہے تو یہ مبتدا کے دواخل سے نہ ہوا اِس لئے کہ مبتدا تو معرفہ ہوتا ہے۔ جواب :-لَا کے داخل ہونے کے بعد نکرہ تحت نفی ہونے کے باعث خاص ہو جاتا ہے اِس لئے اس کا مبتدا واقع ہونا درست ہے اور لَا کے مبتدا کے دواخل میں سے ہونے پر اعتراض صحیح نہ ہوا۔ جواب :-محققین کے نزدیک مبتدا کا معرفہ ہونا ضروری نہیں بلکہ مفید لِلْمُخَاطَبْ ہونا ضروری ہے چونکہ یہ نکرہ مفید لِلْمُخَاطَبْ ہے اِس لئے اِسکا مبتدا ہونا صحیح ہے۔ فائدہ :-مَا کو لَیْسَ کے ساتھ تین چیزوں میں مشابہت ہے۔(۱) معنیٔ نفی میں۔(۲) مبتدا و خبر پر داخل ہونے میں۔(۳) دونوں کی خبر میں بَاءِ زائدہ آتی ہے اور لَا کو پہلی دو باتوں میں مشابہت ہے۔

فَصْلٌ خَبَرُ لَا لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَهُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دَخُوْلِهَا نَحْوُ لَا رَجُلَ قَائِمٌ اَلْمَقْصَدُ الثَّانِيْ فِي الْمَنْصُوْبَاتِ اَلْاَسْمَآءُ الْمَنْصُوْبَةُ اِثْنَا عَشَرَ قِسْمًا اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَبِهٖ وَفِيْهِ وَلَهٗ وَمَعَهٗ وَالْحَالُ وَالتَّمْيِيْزُ وَالْمُسْتَثْنٰى وَاسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَخَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا وَالْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ وَخَبَرُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ.

(فصل) لائے نفی جنس کی خبر اور وہ مسند ہے انکے داخل ہونے کے بعد جیسے **لا رجل قائم** .دوسرا مقصد منصوبات میں :۔ اسماء منصوبہ بارہ قسم ہیں مفعول مطلق اور مفعول بہ اور مفعول فیہ اور مفعول لہ اور مفعول معہ اور حال اور تمیز اور مستثنٰی اور ان اور اسکے اخوات کا اسم اور کان اور اس کے اخوات کی خبر اور لائے نفی جنس کا منصوب اور ما و لا مشابہتین بلیس کی خبر۔

قولہ خَبَرُ لَا :-مرفوعات کی ایک قسم اُس لَا کی خبر ہے جو جنس سے حکم یا صفت کی نفی کیلئے ہے اور یہ خبر لَا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے لَا رَجُلَ قَائِمٌ اس مثال میں جنسِ رَجُلٌ سے صفتِ قیام کی نفی کی گئی ہے۔
فائدہ:-لائے نفی جنس کا یہ عمل اِنَّ اور اَنَّ کی مشابہت کی وجہ سے ہے اور وہ مشابہت یہ ہے کہ اِنَّ اور اَنَّ اثبات کی تاکید کرتے ہیں اور لَا، نفی کی تاکید کرتا ہے۔اور لائے نفی جنس کا مذکورہ بالا عمل دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔اوّل یہ کہ لَا کا اسم اور خبر دونوں نکرہ ہوں دوم یہ کہ لَا کا اسم خبر پر مقدم ہو۔ سوال:-حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول "قَضِيَّةٌ وَلَا اَبَا حَسَنٍ لَهَا" میں اسمِ لَا معرفہ ہے حالانکہ لَا عمل بھی کر رہا ہے۔ جواب:-یہ قول اصل میں قَضِيَّةٌ وَلَا مِثْلَ اَبِي الْحَسَنِ لَهَا تھا اور مِثْلَ اضافت کے باوجود نکرہ رہتا ہے یا اَبَا حَسَنٍ سے مراد کوئی غیر معین ہے مثل لِكُلِّ فِرْعَوْنٍ مُوْسٰى کے۔﴿**اَلْمَقْصَدُ الثَّانِيْ فِي الْمَنْصُوْبَاتِ**﴾ چونکہ مرفوعات اور منصوبات ایک عامل کے معمول ہیں اس لئے مرفوعات کے بعد منصوبات کا ذکر کیا گیا۔ منصوب،وہ اسم ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو اور منصوب کل بارہ اسم ہیں جن میں مفاعیلِ خمسہ اصول منصوبات ہیں اور باقی ملحقات۔

مفاعیلِ خمسہ کو شاعر نے اِس طرح نظم کیا ہے۔

مفاعیل پنج اندر بشنوی   لَهٗ، مطلق، فِيْهِ، مَعَهٗ، بِهٖ

جن کی امثلہ اس شعر میں آ گئی ہیں۔

حَمِدْتُّ حَمْدًا اَحَامِدًا اَحَمِيْدًا   رِعَايَةَ شُكْرِهٖ دَهْرًا مَدِيْدًا

فَصل اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰى فِعْلٍ مَّذْكُورٍ قَبْلَهٗ وَيُذْكَرُ لِلتَّاكِيْدِ كَضَرَبْتُ ضَرْبًا اَوْ لِبَيَانِ النَّوْعِ نَحْوُ جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِىْ اَوْلِبَيَانِ الْعَدَدِ كَجَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْ جَلْسَتَيْنِ اَوْجَلْسَاتٍ وَقَدْ يَكُوْنُ مِنْ غَيْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ الْمَذْكُورِ نَحْوُ قَعَدْتُ جُلُوْسًا وَاَنْبَتَ نَبَاتًا.............................

(فصل) مفعول مطلق اور وہ مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اس فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے۔ اور مفعول مطلق کو ذکر کیا جاتا ہے واسطے تاکید کے جیسے ضربت ضرباً یا بیان نوع کیلئے جیسے جلست جلسة القاری یا بیان عدد کیلئے جیسے جلست جلسة او جلستین او جلسات. اور مفعول مطلق کبھی فعل مذکور کے لفظ کے غیر سے ہوتا ہے جیسے قعدت جلوسا اور انبت نباتا.............................

قولہ اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ :-مصنف نے مفعولِ مطلق کو بچند وجوہ دیگر مفاعیل پر مقدم کیا ہے۔(۱) یہ اصل فعل ہے(۲) اِس پر مفعول کا اطلاق بہ وغیر کی قید بغیر ہوتا ہے اور مطلق مقید پر مقدم ہوتا ہے۔ سوال:-اس مفعول پر بھی لفظِ مفعول کا اطلاق اَلْمُطْلَقُ کی قید کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا یہ بھی مطلق نہ ہوا؟ جواب:-اَلْمُطْلَقُ، قید نہیں بلکہ اطلاق یعنی عدم تقیید کا بیان ہے۔ قولہ وَهُوَ مَصْدَرٌ:-مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو فعلِ مذکور کے معنی میں ہو جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا میں ضَرْبًا مصدر ہے جو فعلِ مذکور کے ہم معنی ہے۔ قولہ قَدْ يُذْكَرُ:-یہاں سے مصنف مفعولِ مطلق کے اقسام بیان کرتے ہیں مفعولِ مطلق کی تین قسمیں ہیں۔(۱) برائے تاکید، جب مفعولِ مطلق کا مدلول وہی ہو جو فعل کا مدلول ہے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا (میں نے زید کو حقیقةً مارا)۔ (۲) برائے نوع، جب اُس کا مدلول فعل کی بعض نوع ہو جیسے جَلَسْتُ جِلْسَةَ الْقَارِىْ (میں قاری کیطرح بیٹھا)(۳) برائے عدد، جب اس کا مدلول عدد ہو جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْجَلْسَتَيْنِ اَوْجَلْسَاتٍ (میں بیٹھا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا تین بیٹھنا) فائدہ:-وزن فَعْلَةٌ (بفتح فاء وسکونِ عین) بیانِ عدد کے لئے آتا ہے اور وزن فِعْلَةٌ (بکسرِ فاء وسکونِ عین) بیانِ نوعیت کیلئے۔

اَلْمَفْعَلُ لِلْمَوْضِعِ وَالْمِفْعَلُ لِلْاٰلَةِ وَالْفَعْلَةُ لِلْمَرَّةِ وَالْفِعْلَةُ لِلْحَالَةِ

قولہ وَقَدْ يَكُوْنُ :-یعنی کبھی مفعول مطلق باعتبار لفظ کے فعلِ مذکور کا مغایر ہوتا ہے اور یہ مغایرت کبھی باعتبار مادہ کے ہوتی ہے جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا میں اور کبھی باعتبار باب کے جیسے اَنْبَتَ نَبَاتًا میں کہ فعل اور باب سے ہے اور مفعولِ مطلق اور باب سے۔ فائدہ:-اگر قُعُوْدٌ اور جُلُوْسٌ مترادف ہوں تو قَعَدْتُ جُلُوْسًا مفعولِ مطلق مِنْ غَيْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ کی مثال درست ہے اور اگر قُعُوْدٌ سے قیام کے بعد بیٹھنا مراد ہو اور جلوس سے لیٹنے کے بعد اٹھنا مراد ہو تو یہ مثال درست نہیں اِسلئے کہ اُس وقت فعل اور مفعول ہم معنی نہیں۔

وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهٗ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ لِلْقَادِمِ خَيْرَ مَقْدَمٍ اَىْ قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ وَوُجُوْبًا سِمَاعًا نَحْوُ سَقْيًا وَشُكْرًا وَحَمْدًا وَرَعْيًا اَىْ سَقَاكَ اللّٰهُ سَقْيًا وَشَكَرْتُكَ شُكْرًا وَحَمِدْتُكَ حَمْدًا وَرَعَاكَ اللّٰهُ رَعْيًا **فَصْلٌ** اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ وَهُوَ اسْمُ مَاوَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا............

اور کبھی قیام قرینہ کے وقت مفعول مطلق کا فعل حذف کیا جاتا ہے جوازی طور پر جیسے تمہارا قول سفر سے واپس آنے والے کیلئے **خیر مقدم** یعنی آیا تو آنا بہترین آنا اور حذف وجوبی سماعی طور پر جیسے **سقیا** اور **شکرا وحمدا ورعیا** یعنی **سقاک اللہ سقیا وشکرتک شکرا وحمدتک حمدا ورعاک اللہ رعیا۔** (فصل) مفعول بہ: اور وہ اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے **ضرب زید عمرا**.............................

قولہ وَقَدْ يُحْذَفُ :- اور کبھی مفعول مطلق کا فعل برائے اختصار جَوَازًا حذف کر دیا جاتا ہے جبکہ حذف پر قرینہ موجود ہو جیسے تم خَيْرَ مَقْدَمٍ کہو اُس شخص کیلئے جو سفر سے آیا ہے اَىْ قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ، یہاں قرینہ مشاہدہ حالِ قدوم ہے کیونکہ یہ جملہ اُسکو کہا جاتا ہے جو سفر سے آئے۔ سوال:- گذشتہ مثال میں کلمہ خَيْرٌ کو مفعول مطلق قرار دینا درست نہیں اِس لئے کہ خَيْرٌ اسمِ تفضیل ہے جو اصل میں اَخْيَرُ تھا اور مفعول مطلق مصدر ہوا کرتا ہے؟ جواب:- خَيْرٌ اپنے موصوف مقدر یعنی قُدُوْمًا کے قائم مقام ہونے کیوجہ سے مصدر ہے یا مضاف الیہ سے مصدریت حاصل کر لینے کیوجہ سے مصدر ہے کیونکہ مضاف اپنے مضاف الیہ کے حکم میں ہوتا ہے اور مضاف الیہ (مَقْدَم) مصدر ہے۔ قولہ وَوُجُوْبًا:- یہ جَوَازًا پر معطوف ہے یعنی کبھی مفعول مطلق کا فعل وُجُوْبًا سِمَاعًا حذف کر دیا جاتا ہے جیسے سَقْيًا وغیرہ کا فعل۔ قولہ سِمَاعًا :- یہ کلمہ لفظ حَذْفًا کی دوسری صفت ہے اور اِس میں یائے نسبت محذوف ہے اَىْ حَذْفًا وَاجِبًا سِمَاعِيًّا۔ فائدہ:- کتاب میں ذکر کردہ مصادر سَقْيًا وغیرہ کے ساتھ فُصَحَاءِ عرب اِن کے فعل ذکر نہیں کرتے مصنف نے محض تفہیم کیلئے مصادر کے ساتھ افعال کا ذکر کیا ہے اور حَمِدْتُ حَمْدًا اصلِ عرب کا کلام نہیں بلکہ مُتَوَلِّدِيْنَ کا کلام ہے۔ قولہ اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ :- منصوبات کی دوسری قسم مفعول بہ ہے۔ مفعول بہ اُس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل اِثْبَاتًا یا نَفْيًا واقع ہو سوال:- مفعول بہ کی تعریف سے اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا مفعول خارج ہو گیا کیونکہ معبود پر عبادت واقع نہیں ہوتی۔ جواب:- اِس جگہ وقوع سے مراد وقوع حِسّی نہیں بلکہ مراد تعلق فعل ہے یعنی مفعول بہ اُس چیز کا نام ہے جس سے فاعل کے فعل کا تعلق ہو، لہٰذا اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا مفعول بہ تعریف میں داخل رہے گا اِس لئے کہ عابد کی عبادت کا معبود کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفَاعِلِ كَضَرَبَ عَمْرًا زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا نَحْوُ زَيْدًا فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ وَوُجُوْبًا فِيْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ اَلْاَوَّلُ سَمَاعِيٌّ نَحْوُ اِمْرَأً وَنَفْسَهٗ وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَاَهْلًا وَسَهْلًا وَالْبَوَاقِيْ قِيَاسِيَّةٌ

اور مفعول بہ کبھی فاعل پر مقدم ہوجاتا ہے جیسے ضرب عمرا زید اور کبھی مفعول بہ کا فعل قیام قرینہ کے وقت حذف کیا جاتا ہے جوازی طور پر جیسے زیداً اس شخص کے جواب میں جس نے کہا مَنْ اضرب میں کس کو ماروں۔اور چار مواضع میں بطورِ وجوب: اول سماعی ہے جیسے امرأ نفسه اور انتهوا خيرا لكم، اور اهلا و سهلا............

قولہ وَقَدْ یَتَقَدَّمُ :-اور کبھی مفعول بہ فاعل پر مقدم بھی ہوجاتا ہے کیونکہ فعل قوۃِ عمل کیوجہ سے ہر صورت میں عمل کرتا ہے خواہ مفعول فاعل سے مؤخر ہو یا مقدم ہو جیسے ضَرَبَ عَمْرًا زَیْدٌ۔ فائدہ:-مفعول بہ کبھی فعل پر بھی مقدم ہوجاتا ہے جیسے اَللّٰہَ اَعْبُدُ ، چونکہ یہ قلیل ہے اِس لئے مصنف نے اِس کو بیان نہیں کیا۔ قولہ وَقَدْ یُحْذَفُ:-اور کبھی مفعول بہ کے عامل کو بوقتِ قِیَامِ قَرِیْنَۃٍ جوازاً حذف کردیا جاتا ہے جیسے کوئی شخص کہے ''مَنْ اَضْرِبُ'' میں کس کو ماروں؟ تو جواب میں کہا جائے زَیْدًا اَیْ اِضْرِبْ زَیْدًا، یہاں فعل کے حذف پر قرینہ وہ فعل ہے جو سوال میں مذکور ہے۔ فائدہ:-مَنْ اَضْرِبُ کے جواب میں بولے جانے والے زَیْدًا کی تقدیر ہم نے اِضْرِبْ زَیْدًا بتائی نہ زَیْدًا اِضْرِبْ (بِتَقْدِیْمِ مَفْعُوْل) اِس لئے کہ مفعول بہ کا ناصب جب محذوف ہو تو اصل یہ ہے کہ وہ ناصب (فعل) وہاں مقدر مانا جائے جو اُس کا اصل مقام ہے اور فعل چونکہ عامل ہے اِس لئے اُسکا اصل مقام تقدیم ہے لہٰذا تقدیرِ عبارت اِضْرِبْ زَیْدًا ہوگی۔ قولہ وَوُجُوْبًا:-یعنی مفعول بہ کو بوقتِ قیامِ قرینہ چار جگہ وُجُوْبًا حذف کردیا جاتا ہے جن میں سے پہلا موضع سَمَاعِیٌّ ہے یعنی یہ حذف سماع پر موقوف ہے اِس کا کوئی ضابطہ وقاعدہ نہیں ہے اور اَمثلہ مسموعہ تک محدود ہے۔ قولہ اِمْرَأً وَنَفْسَہٗ:-یہ حذف وجوبی سماعی کی پہلی مثال ہے تقدیرِ عبارت اِس طرح ہے اُتْرُکْ اِمْرَأً وَنَفْسَہٗ یعنی چھوڑ دے تو مرد کو اور اس کی ذات کو۔ مراد یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو مرد کے مارنے سے اور اپنی زبان کو اُسکو نصیحت کرنے سے روک لے۔ یہاں اِمْرَأً مفعول بہ ہے جس کا فعل وجوباً محذوف ہے۔ فائدہ:-لفظِ اِمْرَأً کے عین کلمہ پر وہی حرکت ہوتی ہے جو اُس کے لام کلمہ پر ہو، چونکہ اِس جگہ اِمْرَأً، فعلِ محذوف (اُتْرُکْ) کی وجہ سے منصوب ہے لہٰذا یہاں را کا فتح ہے۔ قولہ اِنْتَھُوْا خَیْرًا لَّکُمْ:-اِس ارشاد میں خَیْرًا مفعول بہ ہے جس کا فعلِ ناصب محذوف ہے اَیْ وَاقْصُدُوْا خَیْرًا لَّکُمْ ۔ سوال:-خَیْرًا کا ناصب فعل تو آیت میں موجود ہے یعنی اِنْتَھُوْا، لہٰذا اِس آیت کو حذفِ فعل کی مثال بنانا کیسے درست ہے؟ جواب:-فعلِ مذکور (اِنْتَھُوْا) خَیْرًا کا ناصب نہیں ہے ورنہ معنی فاسد ہوں گے کیونکہ اُس وقت معنی ہوں گے خیر سے بچو۔ قولہ اَھْلًا:-لفظِ اَھْل مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی آباد کیا ہوا اور اِس کا موصوف لفظِ مَکَانًا مقدر ہے اَیْ اَتَیْتَ مَکَانًا اَھْلًا یعنی تم آباد جگہ آئے ہو نہ ویران جگہ اور اگر لفظِ اَھْل بمعنی اقارب ہو تو معنی ہوں گے تم قرابت داروں میں آئے ہو نہ کہ غیروں میں۔ قولہ سَھْلًا:-لفظِ سَھْل، بمعنی نرم زمین ہے یعنی تم نے نرم زمین والی بستی میں قدم رکھا ہے نہ سخت زمین والی میں۔ اہلِ عرب اَھْلًا اور سَھْلًا، مہمان کی آمد پر اظہارِ مسرت کیلئے ایک ساتھ بولتے ہیں۔

اَلثَّانِی التَّحْذِیْرُ وَھُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِیْرِ اِتَّقِ تَحْذِیْرًا مِّمَّا بَعْدَہٗ نَحْوُ اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ اَصْلُہٗ اِتَّقِکَ وَالْاَسَدَ اَوْذُکِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْہُ مُکَرَّرًا نَحْوُ الطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ اَلثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ............

دوسرا موضع تحذیر ہے۔ اور وہ معمول ہے اِتَّقِ مقدر کرنے کے ساتھ۔ اس کو اپنے مابعد سے ڈرانے کیلئے۔ جیسے ایاک والاسد اسکی اصل اتقک والاسد تھی۔ یا ذکر کیا جائے محذر منہ مکرر۔ جیسے الطریق الطریق. تیسرا موضع وہ مفعول بہ جس کا عامل بشرط تفسیر مقدر کیا گیا ہو.......................

قولہ اَلثَّانِی التَّحْذِیْرُ :- لغت میں تحذیر کے معنی ہیں کسی کو کسی چیز سے ڈرانا اور دور رکھنا جسکو ڈرایا جائے اُسکو مُحَذَّرُ (بصیغہ اسمِ مفعول) کہتے ہیں اور جس سے ڈرایا جائے اُس کو مُحَذَّرٌ مِنْہُ کہتے ہیں۔ اور کبھی مُحَذَّر یا مُحَذَّرٌ مِنْہُ کو بھی تحذیر کہتے ہیں۔ قولہ وَھُوَ مَعْمُوْلٌ :- تحذیر وہ اسم ہے جو اِتَّقِ (یا اُسکی مانند فعلِ) مقدر کا معمول یعنی مفعول بہ ہو۔ تحذیر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تحذیر، اِتَّقِ مقدر کا ایسا معمول ہے جس کو مابعد سے ڈرانے کیلئے ذکر کیا جائے جیسے اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ، اس مثال میں اِیَّاکَ تحذیر ہے جو اِتَّقِ مقدر کا معمول ہے اصل عبارت اِس طرح تھی اِتَّقِکَ وَالْاَسَدَ۔ چونکہ اِتَّقِکَ میں ضمیرِ فاعل اور ضمیرِ مفعول شخصِ واحد کیلئے ہے اور یہ اَفْعَالِ قُلُوْبُ کے غیر میں جائز نہیں لہٰذا لفظِ نَفْس کا اضافہ کیا گیا اور اِتَّقِ نَفْسَکَ وَالْاَسَدَ بولا گیا پھر جب تنگیِ وقت کیوجہ سے اِتَّقِ حذف کر دیا گیا تو لفظِ نَفْسُ بھی بوجہِ عدمِ ضرورت حذف کر دیا گیا اور کاف (ضمیر متصل) ضمیر منفصل سے بدل گیا تو اِیَّاکَ وَالْاَسَدَ ہوا۔ فائدہ:- مصنف نے تحذیر کی مذکورہ قسم کو اوّلاً ذکر کیا کیونکہ اِس قسم میں حذفِ فعل بالاتفاق واجب ہے۔ قولہ تَحْذِیْرًا :- تَحْذِیْرًا، کے نصب میں تین احتمال ہیں۔ (۱) مفعول مطلق ہو فعل حَذِّرَ مقدر کا۔ (۲) تَقْدِیْرُ کا مفعول لہ ہو۔ (۳) ذُکِرَ مقدر کا مفعول لہٗ ہو۔ قولہ اَوْ ذُکِرَ:- مصنف کا قول ذُکِرَ، فعلِ مجہول ہے اور اَلْمُحَذَّرُ اُسکا نائب فاعل ہے اور مِنْہُ، اَلْمُحَذَّرُ کے متعلق ہے اور مُکَرَّرًا، اَلْمُحَذَّرُ مِنْہُ سے حال ہے اور یہ جملہ تَحْذِیْرًا کے ناصب حُذِّرَ یا ذُکِرَ پر معطوف ہے اور یہ تَحْذِیْر کی قسمِ ثانی کا بیان ہے یعنی تحذیر اِتَّقِ مقدر کا ایسا معمول ہے جسکو مقررذکر کیا گیا ہو اور وہ محذر منہٗ ہو جیسے اَلطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ۔ اِس مثال میں اَلطَّرِیْقَ، تَحْذِیْرُ ہے جو اِتَّقِ مقدر کا معمول ہے اور مکرر لایا گیا ہے جو اصل میں اِتَّقِ الطَّرِیْقَ تھا (تو راستہ سے بچ) قولہ اَلثَّالِثُ:- تیسرا موضع مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ، ہے لفظِ شَرِیْطَةٌ اور شرط ہم معنی ہیں اور شَرِیْطَة کی اضافت تفسیر کی طرف اضافتِ بیانیہ ہے اور کلمہ عَلٰی بنائیہ ہے جس کا متعلق مَبْنِیًّا، محذوف ہے۔ تقدیر عبارت اِس طرح ہے مَا اُضْمِرَ عَامِلُہٗ اِضْمَارًا مَبْنِیًّا عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ۔

وَهُوَ كُلُّ اسْمٍ بَعْدَهُ فِعْلٌ اَوْشِبْهُهُ يَشْتَغِلُ ذٰلِكَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ بِضَمِيْرِهٖ اَوْمُتَعَلِّقِهٖ بِحَيْثُ لَوْ سُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَ اَوْمُنَاسِبُهٗ لَنَصَبَهٗ نَحْوُ زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ فَاِنَّ زَيْدًا مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ مَّحْذُوْفٍ مُّضْمَرٍ وَهُوَ ضَرَبْتُ يُفَسِّرُهُ الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَهٗ وَهُوَ ضَرَبْتُهٗ وَلِهٰذَا الْبَابِ فُرُوْعٌ كَثِيْرَةٌ **اَلرَّابِعُ** اَلْمُنَادٰى وَهُوَ اسْمٌ مَّدْعُوٌّ بِحَرْفِ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ يَاعَبْدَ اللّٰهِ اَیْ اَدْعُوْعَبْدَاللّٰهِ وَحَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَّقَامَ اَدْعُوْوَحُرُوْفُ النِّدَاءِ خَمْسَةٌ يَا وَاَيَا وَهَيَا وَاَیْ وَالْهَمْزَةُ الْمَفْتُوْحَةُ

اور وہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اس حال میں کہ یہ فعل اعراض کرتا ہو اس اسم سے اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق کی وجہ سے ایسے طور پر کہ اگر اس فعل یا اس کے مناسب کو اس اسم پر مسلط کیا جائے تو وہ اس اسم کو نصب دے جیسے زیداً ضربته. پس تحقیق زید فعل محذوف مقدر کے ساتھ منصوب ہے اور وہ محذوف ضربت ہے جس کی وہ فعل تفسیر کر رہا ہے جو اس کے بعد میں مذکور ہے اور وہ ضربته ہے اور اس باب کیلئے بہت فروع ہیں۔ چوتھا موضع منادیٰ ہے۔ اور وہ ایسا اسم ہے جو بذریعہ حرف نداء پکارا گیا ہو درانحالیکہ وہ حرف ندا ملفوظ ہو جیسے یا عبد الله یعنی میں عبد اللہ کو بلاتا ہوں۔ اور حرف نداء ادعو کے قائم مقام ہے۔ اور حروف نداء پانچ ہیں یا، ایا، هیا، ای اور همزه مفتوحه.

<u>قولہ</u> وَهُوَ كُلُّ اسْمٍ :- اور مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو جو اُس اسم کی ضمیر یا متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اُس اسم میں عمل نہ کرتا ہو لیکن فعل یا شبہ فعل کی یہ حیثیت ہو کہ اگر فعل یا شبہ فعل یا اُس کے مناسب (مرادف یا لازم) کو اُس اسم میں عامل قرار دیں تو وہ اُس اسم کو نصب دیدے جیسے زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ۔ <u>فائدہ</u>:- زَيْدًا ضَرَبْتُهٗ میں زَيْدًا، فعلِ محذوف کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر زَيْدٌ کے بعد والا فعل ضَرَبْتُهٗ کر رہا ہے اور اِس جگہ عامل کا حذف اس لئے واجب ہے کہ بصورتِ ذکرِ عامل مُفَسِّرْ اور مُفَسَّرْ کا اجتماع بغیر حرفِ تفسیر کے لازم آئے گا جو درست نہیں کیونکہ فعلِ مُفَسِّرْ کا ذکر لغو ہو جائے گا۔ <u>قولہ</u> اَلرَّابِعُ الْمُنَادٰی :- منادیٰ میں فعل کا حذف اِس لئے واجب ہے کہ اسمیں حرفِ ندا فعل کے قائم مقام ہوتا ہے اگر فعل محذوف نہ ہو تو نائب اور منوب عنہ کا اجتماع لازم آئے گا جو درست نہیں۔ <u>سوال</u> :- منادیٰ کا ناصب کیا ہے؟ <u>جواب</u>:- سیبویہ کے نزدیک اُس کا ناصب فعل محذوف (اَدْعُوْ) ہے۔ ابوعلی کے نزدیک اُس کا ناصب حرفِ ندا ہے اِس لئے کہ حرفِ ندا اسمِ فعل ہے جس کا فاعل ضمیر مستتر ہے اور منادیٰ مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ مبرد کے نزدیک حرفِ ندا فعل کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے منادیٰ کا ناصب ہے۔ <u>قولہ</u> وَهُوَ اسْمٌ:- منادیٰ ایسا اسم ہے جس کے مُسَمّٰی کو بذریعہ حرفِ ندا بلایا گیا ہو اِس حال میں کہ وہ حرفِ ندا ملفوظ ہو جیسے یَاعَبْدَ اللّٰہِ جس کی تقدیر اَدْعُوْ عَبْدَ اللّٰہِ ہے اور حروفِ ندا پانچ ہیں۔ <u>فائدہ</u>:- مصنف کا قول لَفْظًا بمعنی ملفوظ ہو کر حرف سے حال ہے یا تمییز۔

وَقَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُنَادٰى عَلٰى اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا مَّعْرِفَةً يُبْنٰى عَلٰى عَلَامَةِ الرَّفْعِ كَالضَّمَّةِ وَنَحْوِهَا نَحْوُ يَازَيْدُ وَيَارَجُلُ وَيَازَيْدَانِ وَيَازَيْدُوْنَ وَ يُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَةِ.........

اور کبھی حرف ندالفظوں میں حذف کیا جاتا ہے جیسے یوسف اعرض عن ھذا ۔اور جان لیجئے کہ منادیٰ چند اقسام پر ہے۔پس اگر وہ مفرد معرفہ ہوتو علامت رفع پر مبنی ہوگا جیسے ضمہ اور اس کی مثل جیسے یا زید ویا رجل ویا زیدان ویا زیدون اور منادیٰ جر دیا جاتا ہے لام استغاثہ کے ساتھ..........

قولہ وَقَدْ يُحْذَفُ:-یعنی کبھی حرفِ ندا بغرضِ تخفیف تلفظ میں حذف کر دیا جاتا ہے جیسے ارشادِ باری یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا !میں ۔اَیْ یَایُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۔ قولہ اِعْلَمْ:-یہاں سے مصنف منادیٰ کے احوال بیان کرتے ہیں جو درجِ ذیل ہیں (۱) منادیٰ اگر مفرد معرفہ ہوتو علامتِ رفع پر مبنی ہوگا اور علامتِ رفع ضمہ، واؤ اور الف ہے جیسے یَازَیْدُ،یَازَیْدَانِ،یَازَیْدُوْنَ اور مفرد سے اِس جگہ مراد وہ ہے جو مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو کہ اُن کا حکم آ گے آ رہا ہے۔ سوال:-یَازَیْدُ کہنا درست نہیں اِس لئے کہ اِس میں دو آلہ تعریف کا اجتماع ہے جو جائز نہیں؟ جواب:-یَازَیْدُ میں دو آلہ تعریف جمع نہیں ہوئے اِس لئے کہ آلہ،لفظ ہوتا ہے اور علمیت لفظ نہیں۔ فائدہ:-علم جب تثنیہ ہو یا جمع بواو ونون تو غیر منادیٰ میں وہ معرفہ بلام لایا جاتا ہے اور منادی میں بغیر الف ولام کے تا کہ دو آلہ تعریف حرفِ ندا اور لام جمع نہ ہو جائیں۔ سوال:-علمِ غیر منادی بوقتِ تثنیہ وجمع معرفہ بلام کیوں لایا جاتا ہے؟ جواب:-تثنیہ اور جمع کے تعدد پر دلالت کرنے کیوجہ سے علم میں جو وضعی تعیین ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے جس کی تلافی کیلئے الف ولام لایا جاتا ہے۔

(۲) منادی پر لامَ اِسْتَغَاثَہُ داخل ہو جائے تو وہ مجرور ہوتا ہے جیسے یَا لَزَیْدٍ۔ سوال:-منادیٰ مستغاث بلام مفرد ہے اور کاف خطاب کی جگہ واقع ہے اِس لئے اِسکو مبنی ہونا چاہئے؟ جواب:-چونکہ لامِ جارہ کی وجہ سے اِسکی مبنی اصل کیساتھ مشابہت ضعیف ہوگئی ہے اِس لئے منادیٰ مستغاث بلام معرب ہوتا ہے اور مشابہت ضعیف اسلئے ہوگئی ہے کہ لامِ جارہ اسم کے خواص سے ہے۔سوال:-یَالَزَیْدٍ میں اگر لام جارہ ہے تو مکسور کیوں نہیں جبکہ اسمِ ظاہر کے ساتھ لام مکسور ہوتا ہے؟ جواب:-منادیٰ مستغاث کاف ضمیر کی جگہ ہوتا ہے اور ضمیر کے ساتھ لام مفتوح ہوتا ہے اِس لئے منادیٰ مستغاث کے ساتھ بھی لام مفتوح ہوتا ہے۔

نَحْوُ يَالَزَيْدٍ وَيُفْتَحُ بِإِلْحَاقِ اَلِفِهَا نَحْوُ يَازَيْدَاهُ وَيُنْصَبُ اِنْ كَانَ مُضَافًا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَوْمُشَابِهًا لِلْمُضَافِ نَحْوُ يَاطَالِعًا جَبَلاً اَوْنَكِرَةً غَيْرَ مُعَيَّنَةٍ كَقَوْلِ الْاَعْمٰى يَارَجُلاً خُذْ بِيَدِىْ وَاِنْ كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ قِيْلَ يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَا اَيَّتُهَا الْمَرْاَةُ..........

جیسے یا لزید. اور منادیٰ مفتوح ہوتا ہے الف استغاثہ کے لاحق ہونے کے ساتھ۔ جیسے یا زیداہ. اور منادیٰ نصب دیا جاتا ہے اگر مضاف ہو جیسے یا عبد اللہ. یا مشابہ مضاف ہو جیسے یا طالعاً جبلاً. یا نکرہ غیر معین ہو جیسے نابینا کا قول یا رجلاخذ بیدی. اور منادیٰ جب معرف باللام ہو تو کہا جائے گا یا ایھا الرجل اور یا ایتھا المرأۃ....

سوال:- يَالَزَيْدٍ کے لام کا مُتَعَلَّقْ کیا ہے؟ جواب:- اسمیں تین قول ہیں (۱) سیبویہ کے نزدیک اِس کا متعلق فعلِ اَدْعُوْ مقدر ہے۔ (۲) ابن خروف کے نزدیک یہ لام، زائدہ ہے اور حرفِ جار زائدہ کسی کے متعلق نہیں ہوتا۔ (۳) مبرد کے نزدیک اِسکا متعلق حرفِ ندا ہے کیونکہ وہ فعل کے قائم مقام ہے۔ (۳) منادیٰ کے آخر میں الفِ اِسْتِغَاثَہْ، آجائے تو منادیٰ مفتوح ہوتا ہے اور بوجہِ تَنَافِیْ فِی الْعَمَلِ لامِ استغاثہ اور الفِ استغاثہ کو جمع کر کے يَالَزَيْدَاهُ کہنا صحیح نہیں ہے۔ (۴) تین صورتوں میں منادیٰ منصوب ہوتا ہے۔ اول، جب منادیٰ مضاف ہو جیسے يَاعَبْدَاللّٰهِ دوم، جب منادیٰ مشابہ مضاف ہو جیسے يَاطَالِعًا جَبَلاً۔ اِس مثال میں طَالِعًا منادیٰ مشابہ مضاف ہے اِس لئے منصوب ہے اور جَبَلاً مفعول ہونے کیوجہ سے منصوب ہے۔ فائدہ:- مشابہ مضاف وہ اسمِ غیر مضاف ہے جس کے معنی دوسرے کلمہ سے ملے بغیر تام نہ ہوں جیسے طَالِعًا کے معنی جَبَلًا سے ملے بغیر تام نہیں ہوتے اِس لئے کہ طَالِعًا کے معنی ہیں چڑھنے والے اور چڑھنے کیلئے کسی جگہ کا ذکر ضروری ہے۔ سوم، اگر منادیٰ نکرہ غَيْرُ مُعَيَّنَہْ ہو جیسے نابینے کا قول يَارَجُلاً خُذْ بِيَدِىْ (اے مرد میرا ہاتھ پکڑ!) اِس مثال میں لفظِ رَجُلٌ معرفہ نہیں۔ نہ قبل از ندا جیسا کہ ظاہر ہے اور نہ بعد از ندا کیونکہ نابینا کسی معین مرد کو نہیں پکار رہا اور بغیر تعیین کے کوئی نکرہ معرفہ نہیں بنتا۔ قولہ وَاِنْ كَانَ:- یعنی اگر منادیٰ معرفہ بلام ہو تو لفظِ اَیٌّ منادیٰ مذکر کی صورت میں اور اَيَّةٌ مؤنث کی صورت میں بمع ھاءِ تنبیہ حرف ندا اور منادیٰ کے درمیان لا کر يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ کہا جائے گا تا کہ دو آلہء تعریف جمع نہ ہوں لیکن لفظِ اَللّٰهُ اِس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔ فائدہ:- يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ اور يَا اَيَّتُهَا الْمَرْاَةُ میں لفظ کے اعتبار سے اَلرَّجُلُ اور اَلْمَرْاَةُ، صفت ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے منادیٰ ہیں اِس لئے کہ یہ دونوں لفظ ہمیشہ مرفوع ہوتے ہیں اگر یہ اَیٌّ یا اَيَّةٌ کی صفت ہوتے تو کبھی منصوب بھی ہوتے کیونکہ منادیٰ مفرد معرفہ کی صفت میں رفع اور نصب ہر دو امر جائز ہیں اور ہاءِ تنبیہ سے اِسی بات پر متنبہ کیا گیا ہے۔

وَيَجُوزُ تَرْخِيمُ الْمُنَادٰى وَهُوَ حَذْفٌ فِىْ اٰخِرِهٖ لِلتَّخْفِيْفِ كَمَا تَقُوْلُ فِىْ مَالِكٍ يَامَالُ وَفِىْ مَنْصُوْرٍ يَامَنْصُ وَفِىْ عُثْمَانَ يَاعُثْمُ وَيَجُوْزُ فِىْ اٰخِرِ الْمُنَادٰى الْمُرَخَّمِ الضَّمَّةُ وَالْحَرْكَةُ الْاَصْلِيَّةُ كَمَاتَقُوْلُ فِىْ يَاحَارِثُ يَاحَارُ وَيَاحَارِ وَاعْلَمْ اَنَّ يَامِنْ حُرُوْفِ النِّدَاءِ قَدْ تُسْتَعْمَلُ فِى الْمَنْدُوْبِ اَيْضًا وَهُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ بِيَااَوْوَا كَمَا يُقَالُ يَازَيْدَاهُ وَ وَازَيْدَاهُ فَوَامُخْتَصَّةٌ بِالْمَنْدُوْبِ وَيَامُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْمَنْدُوْبِ وَحُكْمُهٗ فِى الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ مِثْلُ حُكْمِ الْمُنَادٰى

اور منادیٰ کی ترخیم جائز ہے اور وہ ترخیم اس کے آخر میں حذف کرنا ہے تخفیف کیلئے جیسا کہ تم کہو مالک میں یامال. اورمنصور میں یا منص اور عثمان میں یا عثم. اور معلوم کیجئے بیشک یا جو حروف ندا میں سے ہے یہ کبھی مندوب میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور مندوب وہ ہے جس پر یا، یا واو کے ساتھ رویا جائے۔ جیسا کہ کہا جائے یا زیداہ، اور وازیداہ پس واو مندوب کے ساتھ مختص ہے۔ اور یا نداء اور مندوب میں مشترک ہے۔ اور مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادیٰ کے حکم کی مثل ہے۔

قولہ وَيَجُوزُ:- اور منادیٰ میں ترخیم جائز ہے۔ ترخیم کے معنٰی ہیں دُم کاٹنا اور نرم کرنا اور اصطلاحِ نحات میں منادیٰ کے آخر سے محض تخفیف کیلئے حذف کرنے کو ترخیم کہتے ہیں اور حروفِ محذوفہ کے اعتبار سے ترخیم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صرف ایک حرف حذف کرنا جبکہ منادیٰ کے آخر میں حرفِ صحیح ہو جیسے يَامَلِكُ کو يَامَالُ پڑھنا۔ (۲) منادیٰ کے آخر سے دو حرف حذف کرنا جب اُس کے آخر میں ایک ساتھ زائد کئے جانیوالے دو حرف ہوں جیسے يَاعُثْمَانُ میں يَاعُثْمُ کہنا یا آخر میں حرف صحیح ہو اور اُس سے پہلے واؤ مدہ ہو جیسے يَامَنْصُوْرُ کو يَامَنْصُ پڑھنا۔ فائدہ:- منادیٰ اگر مرکب ہو تو بوقت ترخیم دوسرے اِسم کو حذف کیا جاتا ہے جیسے بَعْلَبَكَّ میں يَابَعْلُ، اِس قسم کو بھی ذکر کرنا مناسب تھا۔ قولہ وَيَجُوْزُ:- یعنی ترخیم کے بعد منادیٰ کے آخر میں ضمہ پڑھنا جائز ہے اِس بنا پر کہ وہ منادیٰ مستقل ہے اور حرکتِ اَصْلِيَّۃ بھی پڑھ سکتے ہیں جو قبل از ترخیم منادیٰ کے آخر میں تھی مثلاً يَاحَارِثُ کو يَاحَارُ (بضمِ را) اور يَاحَارِ (بکسرِ را) دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ قولہ اِعْلَمْ:- حروفِ ندا سے يَاء، ندا اور نُدْبَہ میں مشترک ہے جس کو مصنف اِعْلَمْ کہہ کر مخاطب کو تنبیہ کرتے ہیں کہ جان لو کہ يَاء، ندا و ندبہ میں مشترک ہے اور واؤ ندبہ کے ساتھ مختص ہے اور مندوب اُس میت کو کہتے ہیں جس پر کوئی واؤ یا یاء کے ساتھ روئے جیسے يَازَيْدَاهُ اور وَازَيْدَاهُ۔ سوال:- تَفَجُّعٌ کا صلہ لام آتا ہے اس جگہ علیٰ کیوں آیا ہے؟ جواب:- اِس جگہ تَفَجُّعٌ، بُكَاء کے معنٰی کو متضمن ہے اِس لئے صلہ عَلٰى آیا ہے یا لفظِ عَلٰى، بمعنٰی لام تعلیلیہ ہے۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ هُوَاسْمُ مَاوَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِيْهِ مِنَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَيُسَمّٰى ظَرْفًا وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُبْهَمٌ وَهُوَمَالَايَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُّعَيَّنٌ كَدَهْرٍ وَحِيْنٍ وَمَحْدُوْدٌ وَهُوَ مَايَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ مُّعَيَّنٌ كَيَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَشَهْرٍ وَسَنَةٍ وَكُلُّهَا مَنْصُوْبٌ بِتَقْدِيْرِ فِيْ تَقُوْلُ صُمْتُ دَهْرًا وَسَافَرْتُ شَهْرًا اَيْ فِيْ دَهْرٍ وَشَهْرٍ وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ كَذٰلِكَ مُبْهَمٌ وَهُوَ مَنْصُوْبٌ اَيْضًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ نَحْوُ جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَاَمَامَكَ وَمَحْدُوْدٌ وَهُوَمَالَايَكُوْنُ مَنْصُوْبًا بِتَقْدِيْرِ فِيْ بَلْ لَابُدَّ مِنْ ذِكْرِ فِيْ فِيْهِ نَحْوُ جَلَسْتُ فِي الدَّارِ وَفِي السُّوْقِ وَفِي الْمَسْجِدِ

(فصل) مفعول فیہ وہ اس چیز کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو زمان اور مکان سے۔ اور نام رکھا جاتا ہے ظرف۔ اور ظروف زمان دو قسم پر ہیں۔ مبہم اور وہ وہ ہے کہ اس کیلئے کوئی معین حد نہ ہو۔ جیسے **دهر** اور **حين**. اور محدود اور وہ وہ ہے جس کیلئے کوئی حد معین ہو جیسے **يومٌ، ليلةٌ، شهرٌ** اور **سنةٌ.** اور وہ تمام منصوب ہوتے ہیں تقدیرِ **فی** کے ساتھ تم کہو گے: **صُمْتُ دهرا** اور **سافرت شهرا.** یعنی روزہ رکھا میں نے زمانہ میں اور سفر کیا میں نے مہینہ میں۔ اور ظروف مکان اسی طرح مبہم ہیں اور وہ بھی منصوب ہیں فِیْ کی تقدیر کے ساتھ۔ جیسے **جلست خلفك وامامك.** اور محدود وہ وہ ہے جو تقدیرِ فِیْ سے منصوب نہیں ہوتا بلکہ اس میں فِیْ کا ذکر کرنا ضروری ہے جیسے **جلست فی الدار وفی السوق وفی المسجد.**

قولہ اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ :- مفعول فیہ اُس زمان یا مکان کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو اور مفعول فیہ کو ظرف کہتے ہیں کیونکہ ظرف وہ ہے جو چیز کا احاطہ کرے اور مفعول فیہ فعل کا احاطہ کرتا ہے۔ قولہ وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ :- اور ظروف زمان کی دو قسمیں ہیں مبہم اور محدود۔ قسم اول، یعنی ظرفِ زمان مبہم وہ ہے جس کی کوئی حد معین نہ ہو جیسے دَهْرٌ بمعنی زمانہ اور حِيْنٌ بمعنی وقت۔ قسم دوم، یعنی محدود، وہ ہے کہ جس کی کوئی حد معین ہو جیسے يَوْمٌ (دن) شَهْرٌ (ماہ) سَنَةٌ (سال)۔ قولہ وَكُلُّهَا :- یعنی ظروفِ زمان تمام کے تمام بتقدیرِ فِیْ منصوب ہوتے ہیں جیسے صُمْتُ دَهْرًا اَيْ فِيْ دَهْرٍ وَّسَافَرْتُ شَهْرًا اَيْ فِيْ شَهْرٍ اور اگر لفظِ فِیْ ملفوظ ہو تو مجرور ہوتے ہیں۔ (شاعر نے یہ نحوی مسئلہ اِس طرح بیان کیا ہے)

ظرف زمان مبہم ومحدود دان   قابل نصب اند بتقدیرِ فِیْ

لیک مکانے کہ معین بود   نیست درو چارہ ز تحریرِ فِیْ

قولہ وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ :- یعنی ظروفِ مکان کی بھی دو قسمیں ہیں، اول، مبہم جو بتقدیرِ فِیْ منصوب ہوتے ہیں جیسے جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَاَمَامَكَ۔ دوم، محدود جن میں فِیْ کا ذکر ضروری ہے جیسے جَلَسْتُ فِي الدَّارِ۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ هُوَ اِسْمُ مَالِاَجْلِهٖ يَقَعُ الْفِعْلُ الْمَذْكُوْرُ قَبْلَهٗ وَيُنْصَبُ بِتَقْدِيْرِ اللَّامِ نَحْوُ ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا اَىْ لِلتَّادِيْبِ وَقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَىْ لِلْجُبْنِ وَعِنْدَ الزَّجَّاجِ هُوَ مَصْدَرٌ تَقْدِيْرُهٗ اَدَّبْتُهٗ تَادِيْبًا وَجَبُنْتُ جُبْنًا

(فصل) مفعول لہ ایسی چیز کا نام ہے جس کی وجہ سے ایسا فعل واقع ہو جو اس سے پہلے ہے۔ اور وہ مفعول لہ تقدیرِ لام سے منصوب ہوتا ہے جیسے ضربتہ تادیبا یعنی میں نے اس کو ادب سکھانے کیلئے مارا۔ اور قعدت عن الحرب جبنا یعنی میں بزدلی کی وجہ سے لڑائی سے بیٹھا اور زجاج کے نزدیک مفعول لہ مصدر ہے۔ اسکی اصل ادبتہ تادیبا اور جبنت جبنا ہے۔

قولہ اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ :- مفعول لہ اُس چیز کا نام ہے جس کے حصول کیلئے یا جس کے وجود کے سبب وہ فعل واقع ہوا ہو جو مفعول لہ سے پہلے لَفْظًا یا تَقْدِيْرًا مذکور ہے جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا اَىْ لِلتَّادِيْبِ ، یہ اُس مفعول لہ کی مثال ہے جسکو حاصل کرنے کیلئے فعل (ضرب) واقع ہوا ہے کیونکہ ادب عادۃً ضرب کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا یہ اُس مفعول لہ کی مثال ہے جس کے وجود کے سبب فعل یعنی قُعُوْدٌ عَنِ الْحَرْبِ واقع ہوا۔ فائدہ:- مفعول لہ کبھی علتِ غائیہ ہوتا ہے جس کا تصور فعل سے پہلے ہوتا ہے اور وجود بعد میں جیسے تادیب کا تصور ضرب سے پہلے ہے اور وجود بعد میں ہے اور کبھی مفعول لہ علتِ بَاعِثَہ ہوتا ہے جس کا وجود فعل سے مقدم ہوتا ہے جیسے بزدلی کا وجود قُعُوْدٌ عَنِ الْحَرْبِ سے پہلے ہے۔ قولہ وَيُنْصَبُ :- اور مفعول لہ بتقدیرِ لام منصوب ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا اَىْ لِلتَّادِيْبِ پس اگر کسی جگہ لام مقدر نہ ہو بلکہ ملفوظ ہو تو وہ مفعول لہ ہوگا لیکن منصوب نہیں ہوگا۔ قولہ وَعِنْدَ الزَّجَّاجِ :- زجاج کے نزدیک یہ مفعول لہٗ مفعول مطلق ہی ہے پس اُس کے نزدیک ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا کی تقدیر اَدَّبْتُهٗ بِالضَّرْبِ تَادِيْبًا ہے۔ فائدہ:- جمہور کے نزدیک مفعول لہ اور مفعول مطلق منصوبات میں سے دو الگ الگ قسمیں ہیں اور دونوں کے مصدر ہونے کے باوجود اُن میں یہ فرق ہے کہ مفعول مطلق فعلِ مذکور کے معنٰی میں ہوتا ہے اور مفعول لہٗ فعلِ مذکور کے معنٰی میں نہیں ہوتا۔ سوال:- کیا زجاج کا یہ قول درست ہے کہ مفعول لہٗ کوئی الگ منصوب نہیں بلکہ یہ مفعول مطلق ہی ہے؟ جواب:- نہیں اِس لئے کہ تاویل سے ایک نوع کو دوسری میں داخل کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نوعِ اول، ثانی کا عین ہو جائے مثلاً جَاءَنِىْ زَيْدٌ رَاكِبًا کی تاویل کر کے اِس کو جَاءَنِىْ زَيْدٌ فِىْ وَقْتِ الرُّكُوْبِ کے معنٰی میں کر لیا جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ حال، عین مفعول فیہ ہو جائے۔

فَصْلٌ اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ هُوَ مَايُذْكَرُ بَعْدَ الْوَاوِ بِمَعْنٰى مَعَ لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُوْلِ الْفِعْلِ نَحْوُ جَآءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ وَجِئْتُ اَنَاوَزَيْدًا اَىْ مَعَ الْجُبَّاتِ وَمَعَ زَيْدٍ فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا

(مفعول مَعَهٗ) وہ اسم ہے جو واو بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے واسطے ساتھی ہونے فعل کے معمول کے۔ جیسے **جاء البرد والجبات** سردی جبوں کے ساتھ آئی اور **جئت انا و زیدا** یعنی میں زید کے ہمراہ آیا۔ پس اگر فعل لفظی ہو

قولہ اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ :- لفظ مَعَهٗ (مرکب اضافی) تقدیرًا مرفوع ہے اس لئے کہ نائب فاعل ہے اور اِس کا رفع لفظی اِس لئے نہیں کہ مَعَ ظروف میں سے ہے جو اکثر و بیشتر بنا بر ظرفیت منصوب ہوتے ہیں اور اگر کہیں نائب فاعل ہوں تو منصوب ہی باقی رہتے ہیں جب اِس قاعدہ کے پیش نظر مَعَ کا نصب باقی رکھا گیا تو اِس کا رفع تقدیری ہو گیا۔ قولہ هُوَمَايُذْكَرُ :- مفعول معہٗ ایسا اِسم ہے جو واو بمعنی مَـعَ کے بعد ذکر کیا جائے فعل کے معمول کی مصاحبت کیلئے خواہ وہ معمول فاعل ہو جیسے جَـآءَ الْبَـرْدُ وَالْجُبَّاتِ ، اِس مثال میں مفعول معہ (اَلْجُبَّاتِ) کو فاعل (اَلْبَرْدُ) کیساتھ آمد میں معیت اور شرکت حاصل ہے کہ جبے، جاڑے کے ساتھ آئے یا وہ معمول مفعول بہ ہو جیسے كَـفَـاكَ وَزَيْدًادِرْهَمٌ، تجھے بمع زید ایک درہم کافی ہو گیا۔ اِس میں زید (مفعول معہ) کو کفایتِ درہم میں مفعول بہ (مخاطب) کے ساتھ معیت حاصل ہے کہ دونوں کو ایک درہم نے کفایت کی۔ سوال :- اگر وَالْـجُـبَّـاتِ ، کا واو بمعنی مَعَ ہے تو واو کی جگہ لفظِ مَـعَ کیوں نہیں لایا گیا؟ جواب :- برائے اختصار کہ مَـعَ دو حرفی کلمہ ہے اور واو یک حرفی۔ فائدہ :- مفعول معہ کے عاملِ ناصب میں اختلاف ہے۔ (۱) جمہور نحات کے نزدیک واو بمعنی مَـعَ کے توسط سے فعل لفظی یا معنوی اُس کا عامل ہے۔ (۲) عبد القاہر کے نزدیک خود واو عامل ہے۔ (۳) اخفش کے نزدیک لفظ مَـعَ کا نصب مفعول معہ کو منتقل کر دیا جاتا ہے جسکی وجہ سے مفعول معہ منصوب ہوتا ہے۔ (۴) زجاج کے نزدیک واو کے بعد فعل پوشیدہ ہوتا ہے جسکی وجہ سے مفعول معہ منصوب ہوتا ہے۔ قولہ فَاِنْ كَانَ :- اِس عبارت میں فاء برائے تفسیر ہے اور لَفْظًا بتاویلِ لَفْظِيًّا کان کی خبر ہے یا کان تامہ ہے اور لَفْظًا بمعنی مَلْفُوْظًا، حال ہے یا تمیز ہے اِس جگہ مصنف اُن مقامات کی نشاندہی فرما رہے ہیں جہاں واو کے مابعد کا مفعول معہ ہونا جائز ہے یا واجب یا ممتنع جسکی چار صورتیں ہیں۔ (۱) اگر فعل لفظی ہو اور واو کے مابعد کا عطف اُسکے ماقبل پر جائز ہو تو اُسمیں دو وجہ درست ہیں اول واو کے مابعد کا نصب بنا بر مفعول معہ جیسے جِئْتُ اَنَاوَزَيْدًا۔ دوم، ماقبل پر عطف جیسے جِئْتُ اَنَاوَزَيْدٌ، اِس جگہ عطف اِس لئے جائز ہے کہ ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ کی گئی ہے۔ (۲) اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو نصب بنا بر مفعول معہ متعین ہو جائے گا کیونکہ اِس وقت واو کا بمعنی مَعَ ہونا واجب ہے جیسے جِئْتُ وَزَيْدًا۔ یہاں عطف اسلئے ناجائز ہے کہ ضمیر متصل کی تاکید نہیں لائی گئی۔ (۳) اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہو جائے گا جیسے مَالِزَيْدٍ وَعَمْرٍو۔ اِس لئے کہ بصورتِ عطف معطوف (عَمْرٍو) کا عامل لفظی یعنی لام جارہ ہوگا اور واو بمعنی مَعَ کی صورت میں معطوف میں عامل معنوی ہوگا اور عامل لفظی کے ہوتے ہوئے عامل معنوی کو اختیار کرنا صحیح نہیں۔ (۴) اگر فعل معنوی ہو اور ماقبل پر عطف جائز نہ ہو تو واو کا بمعنی مَعَ ہونا واجب ہے جیسے مَـالَـكَ وَزَيْدًا۔ فائدہ :- مَـالَـكَ وَزَيْدًا اور مَـاشَـانُـكَ وَعَـمْـرًا میں عطف جائز نہیں اِس لئے کہ ضمیر مجرور پر عطف کیلئے اعادہ خافض ضروری ہے جو اِن مثالوں میں مفقود ہے لہٰذا واو کا بمعنی مَعَ ہونا اور مابعد کا منصوب ہونا واجب ہے۔

وَجَازَ الْعَطْفُ يَجُوزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ النَّصْبُ وَالرَّفْعُ نَحْوُ جِئْتَ اَنَاوَزَيْدًا وَزَيْدٌ وَاِنْ لَّمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ جِئْتَ وَزَيْدًا وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مَعْنًى وَجَازَالْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُ مَالِزَيْدٍ وَعَمْرٍو وَاِنْ لَّمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ مَا لَكَ وَزَيْدًاوَمَاشَانُكَ وَعَمْرًا لِاَنَّ الْمَعْنٰى مَاتَصْنَعُ **فَصْلٌ** اَلْحَالُ لَفْظٌ يَدُلُّ عَلٰى بَيَانِ هَيْأَةِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ بِهٖ اَوْ كِلَيْهِمَا نَحْوُ جَآءَ نِىْ زَيْدٌ رَاكِبًا وَضَرَبْتُ زَيْدًا مَشْدُوْدًا وَلَقِيْتُ عَمْرًا رَاكِبَيْنِ..................

اور عطف جائز ہوتو اس میں دو وجہیں جائز ہیں نصب اور عطف۔ جیسے جئت انا و زیداً اور زیدٌ. اور اگر عطف جائز نہ ہوتو نصب متعین ہے۔ جیسے جئت و زیداً. اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہوتو عطف متعین ہے جیسے مالزید وعمرو. اور اگر عطف جائز نہ ہوتو نصب متعین ہے۔ جیسے مالک وزیداً اور ماشانک وعمراً اس لیے کہ معنی ما تصنع ہیں۔ (فصل) حال ایسا لفظ ہے جو فاعل کی ہیئت یا مفعول کی ہیئت یا دونوں کی ہیئت کے بیان پر دلالت کرے۔ جیسے جاءنی زید راکبا اور ضربت زیدا مشدودا اور لقیت عمرا راکبین..........

قولہ لِاَنَّ الْمَعْنٰى :- مذکورہ دونوں مثالوں کا معنی ہے مَاتَصْنَعُ وَزَيْدًا اور مَاتَصْنَعُ وَعَمْرًا، یعنی اندازِ کلام سے تَصْنَعُ مستنبط ہو رہا ہے۔ قولہ اَلْحَالُ :- حال، لغت میں بمعنی صفت ہے کہا جاتا ہے كَيْفَ حَالُكَ اَىْ كَيْفَ صِفَتُكَ اور موجودہ زمانہ کو بھی حال کہتے ہیں عرفِ نحات میں حال اس لفظ کو کہتے ہیں جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی وہ ہیت بیان کرے جو صدورِ فعل یا وقوعِ فعل کے وقت پائی جاتی ہے۔ قولہ جَآءَ نِىْ زَيْدٌ رَاكِبًا :- میرے پاس زید سوار ہو کر آیا۔ یہ حال عن الفاعل کی مثال ہے اور ضَرَبْتُ زَيْدًا مَشْدُوْدًا، میں نے زید کو اس حال میں پیٹا کہ وہ بندھا ہوا تھا۔ یہ حال عن المفعول کی مثال ہے اور لَقِيْتُ عَمْرًا رَاكِبَيْنِ (مین نے عمرو سے ملاقات کی اس حال میں کہ ہم دونوں سوار تھے) اِس میں رَاكِبَيْنِ، فاعل اور مفعول سے حال ہے۔ فائدہ:- مضاف الیہ سے بھی حال بنتا ہے جس میں کسی ایک شرط کا موجود ہونا ضروری ہے۔ (۱) مضاف، مضاف الیہ کا بعض ہو جیسے اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا، اِس ارشاد میں مَيْتًا حال ہے اَخٌ سے جو لَحْمَ کا مضاف الیہ اور لَحْمَ (مضاف)، اَخٌ کا بعض ہے۔ (۲) مضاف کے حذف کے بعد مضاف الیہ اُس سے مُسْتَغْنِیْ کر دے جیسے ارشادِ باری ہے بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا، اِس ارشاد میں حَنِيْفًا حال ہے مِلَّةَ کے مضاف الیہ (اِبْرَاهِيْمَ) سے یہاں مضاف کو حذف کر کے بَلْ نَتَّبِعُ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا کہا جائے تو صحیح ہے۔ (۳) مضاف حال میں عامل ہو جیسے اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا۔ اِس میں جَمِيْعًا ضمیرِ مجرور (كُمْ) سے حال ہے اور حال میں عامل مضاف (مَرْجِعُ) ہے۔ اِسی طرح مبتدا بھی ذوالحال بنتا ہے کہ وہ فاعل حکمی ہے۔

وَقَدْ يَكُوْنُ الْفَاعِلُ مَعْنَوِيًّا نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا لِاَنَّ مَعْنَاهُ زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ قَائِمًا وَكَذَا الْمَفْعُوْلُ بِهٖ نَحْوُ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا فَاِنَّ مَعْنَاهُ الْمُشَارُ اِلَيْهِ قَائِمًا هُوَ زَيْدٌ وَالْعَامِلُ فِي الْحَالِ فِعْلٌ اَوْمَعْنٰى فِعْلٍ وَالْحَالُ نَكِرَةٌ اَبَدًا وَذُوالْحَالِ مَعْرِفَةٌ غَالِبًا كَمَا رَأَيْتَ فِي الْاَمْثِلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ..........

اور کبھی فاعل معنوی ہوتا ہے۔جیسے زید فی الدار قائما اس لیے کہ اس کے معنی ہیں زید استقر فی الدار قائما. اور اسی طرح مفعول بہ جیسے هذا زيد قائما اس لیے کہ اس کے معنی ہیں المشار اليه قائما هو زيد اور عامل حال میں فعل یا معنی فعل ہے اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال غالبا معرفہ ہوتا ہے جیسا کہ تم نے مذکورہ مثالوں میں دیکھا ہے..........

قولہ وَقَدْ يَكُوْنَ :-اور فاعل کبھی معنوی ہوتا ہے یعنی نظم کلام میں منطوق وملفوظ نہیں ہوتا اور مفعول بہ بھی معنوی ہوتا ہے جیسے زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا۔اِس مثال میں قَائِمًا عامل معنوی (اِسْتَقَرَّ) کے فاعل سے حال ہے اور وہ عامل اِسْتَقَرَّ ، ظرف سے ماخوذ ہے اَیْ زَيْدٌ اِسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ قَائِمًا۔ قولہ هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا :-یہ زید ہے دراں حال کہ کھڑا ہونے والا ،اِس مثال میں زید اگر چہ لفظ کے اعتبار سے هٰذَا (مبتدا) کی خبر ہے لیکن معنًی اشارہ یا تنبیہ (جو لفظ هٰذَا کے حرف تنبیہ اور اِسم اشارہ سے سمجھے جاتے ہیں) کے اعتبار سے زید مفعول بہ معنوی ہے کہ هٰذَا معنًی فعل کو متضمن ہے اَیْ اُشِیْرُ اِلٰی زَیْدٍ حَالَ کَوْنِہٖ قَائِمًا، پس یہ زید بواسطہ حرفِ جر مفعول بہ معنوی ہے اور قَائِمًا اِس سے حال ہے۔ فائدہ:-کوفیین کے نزدیک ہائے تنبیہ سے مستفاد فعل اُنَبِّهُ، قَائِمًا میں عامل ہے کیونکہ ہائے تنبیہ پہلے ہے اور بصریین کے نزدیک اسمِ اشارہ سے مستنبط فعل اُشِیْرُ اُس میں عامل ہے اِس لئے کہ اسمِ اشارہ قَائِمًا کے قریب ہے اور یہی مختار ہے۔ سوال:-هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا میں لفظِ زَيْدٌ کو مفعول بہ معنوی کہنا درست نہیں صحیح یہ ہے کہ یہ مفعول بہ لفظی ہے اِس لئے کہ ہائے تنبیہ اور اسمِ اشارہ ملفوظ ہیں؟ جواب :-ہائے تنبیہ اور اسمِ اشارہ سے جو فعل مفہوم ہوتا ہے وہ نہ ملفوظ ہے اور نہ مقدر لہٰذا زَيْدٌ کی مفعولیت معنی کے اعتبار سے ہے نہ لفظ کے اعتبار سے۔ قولہ وَالْعَامِلُ :-اور حال میں عامل فعل ہوتا ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر یا معنی فعل عامل ہوتا ہے یعنی اسم فاعل،اسم مفعول،صفت مشبہ،اسم تفضیل،مصدر،ظرف،جار مجرور اور ہر وہ چیز جس سے معنی فعل مستنبط ہوتے ہوں جیسے حرف تنبیہ اور اسم اشارہ وغیرہ۔ قولہ وَالْحَالُ :-اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اِس لئے کہ حال حکم ہے جس میں اصل تنکیر ہے اور ذوالحال عموماً معرفہ ہوتا ہے۔ سوال:-مَرَرْتُ بِهٖ وَحْدَهٗ میں وَحْدَهٗ حال ہے لیکن نکرہ نہیں بلکہ معرفہ باضافت ہے۔ جواب:-سیبویہ کے نزدیک وَحْدَهٗ چونکہ مُنْفَرِدًا کی جگہ مستعمل ہے اِس لئے یہ نکرہ ہے اور ابوعلی کے نزدیک یہ حال نہیں بلکہ مفعول مطلق ہے اَیْ مَرَرْتُ بِهٖ يَنْفَرِدُ وَحْدَهٗ۔پھر جملہ يَنْفَرِدُ وَحْدَهٗ حال ہے۔

فَاِنْ کَانَ ذُوالْحَالِ نَکِرَۃً یَجِبُ تَقْدِیْمُ الْحَالِ عَلَیْہِ نَحْوُجَآءَ نِیْ رَاکِبًا رَجُلٌ لِئَلاَّ تَلْتَبِسَ بِالصِّفَۃِ فِیْ حَالَۃِ النَّصْبِ فِیْ مِثْلِ قَوْلِکَ رَأَیْتُ رَجُلاً رَاکِبًا وَقَدْ تَکُوْنُ الْحَالُ جُمْلَۃً خَبَرِیَّۃً نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَغُلاَمُہٗ رَاکِبٌ اَوْ یَرْکَبُ غُلاَمُہٗ وَمِثَالُ مَاکَانَ عَامِلُھَا مَعْنَی الْفِعْلِ نَحْوُ ھٰذَا زَیْدٌ قَائِمًا مَعْنَاہُ اُنَبِّہُ وَاُشِیْرُ وَقَدْ یُحْذَفُ الْعَامِلُ لِقِیَامِ قَرِیْنَۃٍ کَمَا تَقُوْلُ لِلْمُسَافِرِ سَالِمًا غَانِمًا اَیْ تَرْجِعُ سَالِمًا غَانِمًا

پس اگر ذوالحال نکرہ ہوتو حال کواس پر مقدم کرنا واجب ہے۔جیسے جاء نی راکبا رجل تاکہ حال حالت نصب میں صفت سے ملتبس نہ ہوجائے۔جیسے تمہارا قول رأیت رجلا راکبا. اور کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے۔جیسے جائنی زید وغلامہ راکب یا یرکب غلامہ. اوراسکی مثال کہ حال کا عامل معنیٰ فعل ہومثل ھذا زید قائما ہے۔جس کے معنیٰ اُنَبِّہُ اوراشیر ہیں۔اورکبھی قیام قرینہ کے وقت عامل حذف کردیا جاتا ہے۔ جیسے تم مسافر سے کہو سالما غانما ای ترجع سالما غانما. یعنی تواس حال میں لوٹتا ہے کہ سلامتی والا اور غنیمت حاصل کرنے والا ہے۔

قولہ فَاِنْ کَانَ :-یعنی اگر ذوالحال نکرہ ہوتو حال کی تقدیم ذوالحال پرواجب ہے تاکہ حال حالتِ نصب میں صفت کے ساتھ ملتبس نہ ہو۔ سوال:-جَآءَ نِیْ رَجُلٌ مُّلْتَانِیٌّ رَاکِبًا میں ذوالحال نکرہ ہے اِس پرحال کومقدم کیوں نہیں کیا گیا؟ جواب:- اِس لئے کہ یہ ذوالحال نکرہ مخصصہ ہے اورحال کومقدم کرنا اُس وقت واجب ہے جب ذوالحال نکرہ محضہ ہو۔ قولہ وَقَدْتَکُوْنُ:-یعنی حال کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے اِس لئے کہ مفرد کی طرح جملہ بھی ہیئت بیان کرتا ہے جیسے جَآءَ نِیْ زَیْدٌ وَغُلاَمُہٗ رَاکِبٌ میں جملہ حال بن رہا ہے۔ فائدہ:-مصنف نے کہا کہ حال جملہ خبریہ ہوتا ہے،خبریہ کی قید اِس لئے لگائی کہ جملہ اِنشائیہ نہ حال بنتاہے اورنہ صفت،نہ صلہ۔ قولہ وَمِثَالُ مَا :-یعنی اُس حال کی مثال جومعنیٰ فعل سے حال ہوتا ہے ھٰذَازَیْدٌ قَائِمًا ہے جوبمعنی اُنَبِّہُ عَلٰی زَیْدٍ قَائِمًا ہے یابمعنی اُشِیْرُ اِلٰی زَیْدٍ قَائِمًا ہے۔ قولہ وَقَدْ یُحْذَفُ :-اگرقرینہ موجود ہوتو حال کے عامل کوکبھی حذف بھی کردیا جاتا ہے جیسے تم مسافر سے کہو سَالِمًا، غَانِمًا اَیْ تَرْجِعُ سَالِمًاغَانِمًا، یہاں حذف پرقرینہ حال مخاطب ہے۔

فَصْلٌ اَلتَّمْیِیْزُ هُوَ نَکِرَۃٌ تُذْکَرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِّنْ عَدَدٍ اَوْ کَیْلٍ اَوْوَزْنٍ اَوْمَسَاحَۃٍ اَوْغَیْرِ ذٰلِکَ مِمَّافِیْهِ اِبْهَامٌ تَرْفَعُ ذٰلِکَ الْاِبْهَامَ نَحْوُ عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَقَفِیْزَانِ بُرًّا وَمَنْوَانِ سَمْنًا وَجَرِیْبَانِ قُطْنًا..........................

(فصل) تمیز وہ اسم نکرہ ہے جو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے، عدد سے، یا کیل سے، یا وزن سے، یا مساحت سے، یا انکے علاوہ اس چیز کے بعد جس میں ابہام ہو رفع کرے ابہام ہو جیسے **عندی عشرون درھما وقفیزان برا ومنوان سمنا وجریبان قطنا**..........................

قولہ اَلتَّمْیِیْزُ:۔تمیز کو تبیین، تفسیر اور ممیّز (بِکَسْرِ الْیَاءِ وَفَتْحِهَا) بھی کہتے ہیں۔لغت میں تمیز کے معنی ہیں ممتاز کرنا، جدا کرنا اور اُس کی تین قسمیں ہیں۔ قسم اول، هُوَ نَکِرَۃٌ ......الخ:۔یعنی تمیز اُس نکرہ کو کہتے ہیں جو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے تا کہ اُس مقدار میں واقع ابہام کو دور کرے۔ سوال:۔کیا تمیز کیلئے نکرہ ہونا ضروری ہے؟ جواب:۔نُحات بصرہ کے نزدیک تمیز کیلئے نکرہ ہونا ضروری ہے کیونکہ رفعِ ابہام نکرہ سے ہو جاتا ہے، لہٰذا معرفہ ہونا زائد از ضرورت ہے۔اورارشادِ باری تعالیٰ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ میں نَفْسَهٗ تمیز نہیں بلکہ یہ منصوب بنزع الخافض ہے۔اورنُحاتِ کوفہ کے نزدیک تمیز معرفہ بھی ہوسکتی ہے۔ فائدہ:۔مقدار وہ ہے جس سے کسی چیز کا اندازہ کیا جائے اور وہ پانچ چیزیں ہیں۔

پنج اند جانِ من تو مقادیر را شناس　　　کیل است ووزن وعدد وذراع است وہم قیاس

کیلؔ، پیمانہ۔وزنؔ، تول۔عددؔ، گنتی۔ذراعؔ، پیمائش۔قیاسؔ، اندازہ۔ سوال:۔حال بھی ابہام کو دور کرتا ہے لہٰذا تمیز اور حال میں فرق واضح کریں۔ جواب:۔حال ابہام وضعی کو دور کرتا ہے اور تمیز ابہام ذاتی کو دور کرتی ہے۔

قولہ عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ:۔(میرے پاس بیس درہم ہیں) یہ مقدارِ عددی کی مثال ہے۔اِس میں عِشْرُوْنَ اسمِ تام (عدد) ہے۔جس کے معدود میں یہ ابہام تھا کہ اِس سے مراد دینار ہیں یا درہم یا کوئی اور چیز تو دِرْهَمًا (تمیز) نے اِس ابہام کو دور کردیا کہ وہ درہم ہیں۔قولہ قَفِیْزَانِ بُرًّا:۔یہ اسمِ تام (مقدارِ کیلی) کی مثال ہے یعنی ابہام تھا کہ قَفِیْزَانِ کس چیز کی ہیں؟ بُرًّا اِس ابہام کو دور کرتی ہے۔ قولہ عِنْدِیْ مَنْوَانِ سَمْنًا:۔(میرے پاس دو سیر گھی ہے) یہ مقدارِ وزنی کی مثال ہے۔ قولہ عِنْدِیْ جَرِیْبَانِ قُطْنًا:۔یہ مقدارِ مساحی کی مثال ہے یعنی میرے پاس دو جریب روئی ہے۔

وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبَدًا وَقَدْ يَكُوْنُ عَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ نَحْوُ هٰذَا خَاتَمٌ حَدِيْدًا وَسِوَارٌ ذَهَبًا وَفِيْهِ الْخَفْضُ اَكْثَرُ وَقَدْ يَقَعُ بَعْدَ الْجُمْلَةِ لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ عَنْ نِسْبَتِهَا نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا اَوْ عِلْمًا اَوْ اَبًا..............

وعلى التمرة مثلها زبدا. اور کبھی تمیز غیر مقدار سے بھی ہوتی ہے جیسے هذا خاتم حديدا اور سوار ذهبا. اور اس میں جر اکثر ہے۔ اور کبھی تمیز جملہ کے بعد واقع ہوتی ہے اس جملہ کی نسبت سے ابہام دور کرنے کیلئے جیسے طاب زيد نفساً يا علماً يا اباً.............

قولہ وَعَلَى التَّمْرَةِ :- یہ مقدارِ مقیاسی کی مثال ہے۔ یعنی چھوہارے پر اُسکی مثل مکھن ہے۔ فائدہ:- زُبَدٌ، بضم زاء بمعنی مکھن ہے اور بفتحتین بمعنی سمندر کا جھاگ ہے۔ سوال:- اسمِ تام تمیز کو کیوں نصب کرتا ہے؟ جواب:- فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے یعنی فعل اپنے فاعل کے ساتھ تام ہو کر مفعول بہ کو نصب کرتا ہے اور اسمِ تام مُتَمِّمات اربعہ میں سے کسی کے ساتھ تام ہو کر تمیز کو نصب کرتا ہے اور متممات یہ ہیں ۔ (۱) تنوین ۔ (۲) نونِ تثنیہ وجمع ۔ (۳) مشابہ نونِ جمع۔ (۴) اضافت۔ تمیز کی قسمِ ثانی، وہ تمیز جو مفرد غیر مقدار سے ہو۔ اِس قسم کو ماتن نے اپنے قول وَقَدْ يَكُوْنُ کے ساتھ بیان کیا ہے جیسے هٰذَا خَاتَمٌ حَدِيْدًا ، یہ لوہے کی انگوٹھی ہے۔ اِس میں لفظِ خَاتَمٌ مفرد غیر مقدار ہے جو تنوین سے تام ہو کر تمیز کو نصب دے رہا ہے اور تمیز کی اِس قسم میں جر کثیر ہے۔ فائدہ:- مفرد غیر مقدار کی تمیز میں جر کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اِس میں رفعِ ابہام کے علاوہ تخفیف بھی ہے کہ خاتم سے تنوین ساقط ہوگئی ہے۔ اور جر کثیر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مفرد غیر مقدار میں ابہام ناقص ہے لہٰذا اس میں تمیز منصوب کی طلب بھی ناقص ہے۔ قولہ وَقَدْ يَقَعُ :- یہاں سے تمیز کی قسمِ ثالث کو بیان کرتے ہیں جس کا نام تَمْيِيْزُ عَنِ النِّسْبَةِ ہے یعنی کبھی تمیز اُس ابہام کو دور کرتی ہے جو جملہ میں واقع نسبت کے اندر ہوتا ہے جیسے طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا وغیرہ (زید ذات کے لحاظ سے اچھا ہے) فائدہ:- تمیز عَنِ النِّسْبَت کی چار قسمیں ہیں (۱) مُحَوَّلٌ عَنِ الْفَاعِلِ جیسے وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا، جس کا اصل اِشْتَعَلَ شَيْبُ الرَّأْسِ ہے۔ (۲) مُحَوَّلٌ عَنِ الْمَفْعُوْلِ جیسے فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا ، جس کا اصل فَجَّرْنَا عُيُوْنَ الْاَرْضِ ہے۔ (۳) فاعل اور مفعول کے غیر سے مُحَوَّلٌ، جیسے اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا ، جس کا اصل مَالِىْ اَكْثَرُ مِنْكَ ہے۔ مضاف (مال) حذف کر کے مضاف الیہ (ضمیر مجرور) کو اُس کی جگہ رکھا تو وہ ضمیر مرفوع (اَنَا) ہوگئی پھر مضاف محذوف کو بطورِ تمیز لایا گیا تو اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا ہوا۔ (۴) وہ تمیز جو کسی سے مُحَوَّلٌ نہ ہو جیسے لِلّٰهِ دَرُّهٗ فَارِسًا۔

فَصْلٌ اَلْمُسْتَثْنٰی لَفْظٌ یُذْکَرُ بَعْدَ اِلَّا وَاَخَوَاتِھَا لِیُعْلَمَ اَنَّہٗ لَایُنْسَبُ اِلَیْہِ مَانُسِبَ اِلٰی مَاقَبْلَھَا وَھُوَ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلٌ وَھُوَ مَااُخْرِجَ عَنْ مُتَعَدِّدٍ بِاِلَّا وَاَخَوَاتِھَا نَحْوُجَاءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا...

(فصل) مستثنٰی وہ لفظ ہے جو الاَّ یا اس کے اخوات کے بعد ذکر کیا جائے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس طرف وہ چیز منسوب نہیں جو اس کے ماقبل کی جانب منسوب ہے۔ اور وہ دو قسم پر ہے متصل: اور متصل وہ ہے جو متعدد سے نکالا گیا ہو الاَّ اور اس کے اخوات کے ذریعے جیسے جاء نی القوم الا زیداً..

سوال:۔مصنف نے تمییز عَنِ النِّسْبَۃ کی تین مثالیں کیوں ذکر کی ہیں؟ جواب:۔پہلی اُس تمییز کی مثال ہے جو مُنْتَصَبْ عَنْہُ کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری اُس تمییز کی مثال ہے جو مُنْتَصَبْ عَنْہُ کے متعلق کے ساتھ خاص ہے۔ تیسری اُس تمییز کی مثال ہے جسمیں دونوں احتمال ہیں کہ مُنْتَصَبْ عَنْہُ سے ہو یا اُسکے متعلق سے پہلے اِحتمال پر معنٰی ہوں گے "زید اچھا باپ ہے" اور دوسرے پر معنی ہوں گے "زید کا باپ اچھا ہے"۔ فائدہ:۔مُنْتَصَبْ عَنْہُ، وہ چیز ہے جس کی طرف فعل یا شبہِ فعل کی نسبت کرنے میں ابہام ہو، مثلاً طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا میں زَیْدٌ، مُنْتَصَبْ عَنْہُ ہے اور نَفْسًا اُس کی تمییز ہے۔ سوال:۔اگر تمییز شبہِ فعل کی نسبت میں واقع ابہام کو دور کرتی ہے تو مصنف نے اُس کی مثالیں کیوں ترک کر دی ہیں؟ جواب:۔چونکہ فعل اصل ہے اِس لئے صرف فعل کی اَمثلہ پر اکتفاء کیا ہے اور شبہِ فعل کی مثالیں چھوڑ دی ہیں۔ قولہ اَلْمُسْتَثْنٰی:۔اصطلاحِ نحات میں مستثنٰی وہ ہے جو اِلَّا اور اُسکے اخوات میں سے کسی کے بعد ذکر کیا جائے تا کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ مستثنٰی کی طرف وہ حکم منسوب نہیں جو مستثنٰی منہ کی طرف منسوب ہے جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا میرے پاس قوم آئی مگر زید، یعنی وہ نہیں آیا۔ قولہ وَھُوَعَلٰی قِسْمَیْنِ:۔یعنی مستثنٰی کی دو قسمیں ہیں مستثنٰی متصل اور مستثنٰی منقطع۔(۱) مستثنٰی متصل وہ ہے جو اِلَّا یا اُس کے اخوات میں سے کسی ایک کے ذریعہ ماقبل متعدد سے نکالا گیا ہو۔ خواہ اُسکے اخراج کے بعد باقی رہ جانیوالے اقل ہوں یا اکثر یا مساوی جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا۔ فائدہ:۔مستثنٰی کے ناصب میں اختلاف ہے۔(۱) بصریین کے نزدیک اُسکا ناصب فعل یا معنٰی فعل ہے بتوسطِ اِلَّا وغیرہ کے۔(۲) عبدالقاہر کے نزدیک حرفِ استثناء قائم مقام فعل ہو کر اُسکا ناصب ہے۔(۳) کسائی کے نزدیک مستثنٰی کا ناصب لفظِ اِنَّ ہے جو اِلَّا کے بعد مقدر ہے اور اِنَّ کی خبر محذوف ہے۔ کسائی کے نزدیک قَامَ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا کی تقدیر قَامَ الْقَوْمُ اِلَّا اِنَّ زَیْدًا لَمْ یَقُمْ ہے۔(۴) فراُ کے نزدیک کلمہ اِلَّا مرکب ہے کلمہ اِنَّ اور لاَ عاطفہ سے اِنَّ، کا پہلا نون حذف کیا اور دوسرے نون کو لام میں ادغام کیا تو اِلَّا ہوا۔ فراُ کے نزدیک مستثنٰی کا نصب اِنَّ کی وجہ سے ہوتا ہے اور ماقبل والا اعراب ماقبل پر معطوف ہونے کیوجہ سے ہوتا ہے۔

وَمُنْقَطِعٌ وَهُوَ الْمَذْكُورُ بَعْدَ اِلَّا وَاَخَوَاتِهَا غَيْرَ مُخْرَجٍ عَنْ مُّتَعَدِّدٍ لِعَدَمِ دُخُوْلِهٖ فِي الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ نَحْوُ جَآءَ نِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ الْمُسْتَثْنٰى عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُتَّصِلاً وَقَعَ بَعْدَ اِلَّا فِيْ كَلَامٍ مُّوْجَبٍ اَوْ مُنْقَطِعًا كَمَا مَرَّ اَوْ مُقَدَّمًا عَلَى الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ نَحْوُ مَا جَآءَ نِيْ اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ اَوْ كَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ اَوْ بَعْدَ مَا خَلَا وَمَا عَدَا وَلَيْسَ وَلَا يَكُوْنُ نَحْوُ جَآءَ نِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدًا الخ كَانَ مَنْصُوْبًا وَاِنْ كَانَ بَعْدَ اِلَّا فِيْ كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَهُوَ كُلُّ كَلَامٍ يَكُوْنُ فِيْهِ نَفْيٌ وَّنَهْيٌ وَاسْتِفْهَامٌ وَالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ مَذْكُوْرٌ

یا منقطع: اور منقطع وہ ہے جو الا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو درانحالیکہ متعدد سے نکالا ہوا نہ ہو بوجہ اس کے کہ مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہو جیسے جاء نی القوم الا حماراً ۔ اور معلوم کیجئے کہ بے شک مستثنیٰ کا اعراب چار قسم پر ہے پس اگر مستثنیٰ متصل ہو کلام موجب میں الاّ کے بعد واقع ہو ۔ یا منقطع ہو جیسا کہ گذرا یا مستثنیٰ مقدم ہو مستثنیٰ منہ پر ۔ جیسے ما جاء نی الا زیداً احدٌ یا خلا اور عدا کے بعد ہو اکثر کے نزدیک ۔ اور ماخلا اور ماعدا اور لیس اور لایکون کے بعد جیسے جاء نی القوم خلا زیدا الخ تو مستثنیٰ منصوب ہوگا ۔ اور اگر مستثنیٰ الاّ کے بعد کلام غیر موجب میں ہو اور کلام غیر موجب وہ ہے جس میں نفی یا نہی یا استفہام ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو

قولہ وَمُنْقَطِعٌ :- مستثنیٰ کی قسم ثانی مستثنیٰ منقطع ہے جو اِلَّا اور اُس کے اخوات میں سے کسی کے بعد واقع ہو اور ماقبل متعدد سے نہ نکالا گیا ہو جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا ۔ اور اِس کو مستثنیٰ منفصل بھی کہتے ہیں ۔ قولہ وَاعْلَمْ :- یہاں سے مستثنیٰ کے اعراب کے اقسام بیان کرتے ہیں جو چار ہیں ۔ (۱) نصب ، یہ چار جگہ ہوتا ہے ۔ اول ، جب مستثنیٰ متصل کلامِ موجب میں اِلَّا کے بعد واقع ہو جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا ۔ دوم ، جب مستثنیٰ منقطع ہو جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا ۔ سوم ، جب مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے مَا جَآءَ نِیْ اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ ۔ چہارم ، جب مستثنیٰ خَلَا اور عَدَا کے بعد واقع ہو تو اکثر کے نزدیک منصوب ہوتا ہے اور مَا خَلَا ، مَا عَدَا ، لَيْسَ اور لَا يَكُوْنُ کے بعد بھی منصوب ہوتا ہے ۔ فائدہ :- مذکورہ چار صورتوں میں مستثنیٰ کو نصب واجب ہے ، پہلی تین صورتوں میں اِس لئے واجب ہے کہ رفع اور جر اُس پر نہیں آسکتے رفع تو اِس لئے نہیں آسکتا کہ رفع بر بنائے بدلیت ہوگا اور مستثنیٰ کو بدل بنانا باطل ہے کہ خلاف مقصود ہے ۔ اور جر اِس لئے کہ مستثنیٰ سے پہلے نہ حرف جر ہے اور نہ مضاف ۔ چوتھی صورت میں نصب اِسلئے واجب ہے کہ خَلَا وغیرہ فعل کا مفعول ہے ۔

يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ النَّصَبُ وَالْبَدَلُ عَمَّا قَبْلَهَا نَحْوُ مَاجَآءَ نِیْ اَحَدٌ اِلَّا زَيْدًا وَاِلَّازَيْدٌ وَاِنْ كَانَ مُفَرَّغًا بِاَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ اِلَّا فِیْ كَلَامٍ غَيْرِمُوْجَبٍ وَالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ غَيْرُ مَذْكُوْرٍ كَانَ اِعْرَابُهٗ بِحَسْبِ الْعَوَامِلِ تَقُوْلُ مَاجَآءَ نِیْ اِلَّا زَيْدٌ وَمَارَاَيْتُ اِلَّا زَيْدًا وَمَامَرَرْتُ اِلَّا بِزَيْدٍ وَاِنْ كَانَ بَعْدَ غَيْرَ وَسِوٰى وَسَوَآءِ وَحَاشَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ كَانَ مَجْرُوْرًا نَحْوُ جَآءَ نِی الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَسِوٰى زَيْدٍ وَسَوَاءَ زَيْدٍ وَحَاشَازَيْدٍ..........................

تواس میں دووجہیں جائز ہیں نصب اور الاّ کے ماقبل سے بدل۔ جیسے ما جاء نی احد الاّ زیداً اور الاّ زیدٌ. اور اگر مستثنیٰ مفرغ ہو بایں طور کہ وہ الاّ کے بعد کلام غیر موجب میں اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہوتو اس کا اعراب بحسب العوامل ہوگا۔ تم کہو گے: ما جاء نی الاّ زیدٌ وما رأیت الاّ زیداً وما مررت الاّ بزیدٍ. اور اگر مستثنیٰ غیر اور سویٰ اور سَواء اور حاشا کے بعد واقع ہو اکثر نحویوں کے نزدیک تو مجرور ہوگا۔ جیسے جاء نی القوم غیر زید وسوی زید وسواء زید وحاشا زید..........................

سوال:- خَلَا تو فعلِ لازم ہے اُس کے بعد مستثنیٰ کیوں منصوب ہوتا ہے؟ جواب:- بابِ استثناء میں مجاوزت کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے خَلَا متعدی ہوجاتا ہے۔ (۲) نصب وبدل، جب مستثنیٰ اِلَّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اُس میں اعراب کی دو وجہ جائز ہیں۔ (۱) نصب، بنا بر استثناء۔ (۲) اِلَّا کے ماقبل سے بدل جیسے مَاجَآءَ نِیْ اَحَدٌاِلَّا زَيْدًا وَاِلَّا زَيْدٌ۔ فائدہ:- کلامِ غیر موجب اُس کو کہتے ہیں جس میں نفی، نہی یا استفہام ہو جیسے مَاجَآءَ نِیْ اَحَدٌاِلَّا زَيْدًا۔ (۳) اعراب بمقتضائے عوامل، جب مستثنیٰ مفرغ ہو یعنی مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اور مستثنیٰ اِلَّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہے تو مستثنیٰ کا اعراب بحسبِ عوامل ہوگا یعنی سابق عامل کے موافق ہوگا۔ فائدہ:- مستثنیٰ اصل میں مفرغ لہٗ ہوتا ہے اور اُس کا عامل مُفَرِّغ ہوتا ہے، لہٗ کو حذف کرکے مستثنیٰ کو مفرغ کہہ دیا گیا۔ جیسے مُشْتَرَکٌ فِيْهِ سے لفظِ فِيْهِ حذف کرکے مُشْتَرَکٌ بول دیتے ہیں۔ (۴) جب مستثنیٰ لفظِ غَيْرَ، سَوَآءَ، سِوٰی یا حَاشَا میں سے کسی کے بعد واقع ہو تو مجرور ہوگا۔ پہلے تین کے بعد مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے اور حَاشَا کے بعد اُس کے حرف جر ہونے کی وجہ سے۔ سوال:- حَاشَا اگر حرفِ جر ہے تو کسی فعل یا شبہ فعل کے متعلق کیوں نہیں ہوتا؟ جواب:- متعلق وہ حروف ہوتے ہیں جو فعل یا شبہ فعل کے معنی کو اپنے مدخول تک لے جائیں اور حَاشَا اپنے مدخول کو اِن معانی سے پاک ومبرا ثابت کرتا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِعْرَابَ غَيْرَ كَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰى بِاِلَّا تَقُوْلُ جَآءَ نِي الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرَ حِمَارٍ وَمَا جَآءَ نِيْ غَيْرُ زَيْدِنِ الْقَوْمُ وَمَا جَآءَ نِيْ اَحَدٌ غَيْرُ زَيْدٍ وَغَيْرَ زَيْدٍ وَمَا جَآءَ نِيْ غَيْرُ زَيْدٍ وَمَا رَاَيْتُ غَيْرَ زَيْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيْدٍ وَاعْلَمْ اَنَّ لَفْظَةَ غَيْرَ مَوْضُوْعَةٌ لِلصِّفَةِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلْاِسْتِثْنَاءِ كَمَا اَنَّ لَفْظَةَ اِلَّا مَوْضُوْعَةٌ لِلْاِسْتِثْنَاءِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلصِّفَةِ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اَيْ غَيْرُ اللّٰهِ وَكَذٰلِكَ قَوْلُكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ............

اور معلوم کیجئے کہ تحقیق غیر کا اعراب مستثنیٰ بالاّ کی مثل ہے۔ تم کہو گے: جاء نی القوم غیر زید وغیر حمار وما جاء نی غیر زیدن القوم وما جاء نی احد غیر زید وغیر زید وما جاء نی غیر زید وما رأیت غیر زید وما مررت بغیر زید. اور جان لیجئے کہ تحقیق لفظ غیر صفت کیلئے موضوع ہے اور کبھی استثناء کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جس طرح کہ بے شک لفظ الاّ استثناء کے لیے موضوع ہے اور کبھی صفت کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لو کان فیهما الهة الاّ الله لفسدتا" میں، یعنی اللہ کا غیر اور اسی طرح لا اله الاّ الله.

قولہ اِعْلَمْ :- چونکہ کلماتِ استثناء میں سے لفظِ غَیْرَ، اسمِ متمکن ہے اِس لئے اِعْلَمْ سے مصنف اُسکا اعراب بیان کر رہے ہیں یعنی کلمہ غَیْرَ جب استثناء کیلئے ہو تو اُسکا اعراب مستثنیٰ بِاِلَّا کیطرح ہوگا۔ سوال:- کلمہِ غَیْرَ اگر بابِ استثناء میں بمعنی اِلَّا ہے تو غَیْرَ کو مبنی ہونا چاہیے کیونکہ جو اسم بمعنی حرف ہو وہ مبنی ہوتا ہے؟ جواب:- کلمہ غَیْرَ کو اضافت لازم ہے جو اسمِ متمکن کی علامت ہے اِس لئے غَیْرَ معرب ہے۔ فائدہ، کلمہ غَیْرَ کے اعراب کے درجِ ذیل اقسام ہیں۔ (۱) کلمہ غَیْرَ، تین جگہ منصوب پڑھا جائے گا۔ اول، غَیْرَ کے بعد جب مستثنیٰ متصل کلام موجب میں واقع ہو جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ۔ دوم، جب غَیْرَ کے بعد مستثنیٰ منقطع واقع ہو جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ غَیْرَ حِمَارٍ۔ سوم، جب غَیْرَ کے بعد مستثنیٰ واقع ہو اور لفظِ غَیْرَ، مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے مَا جَآءَ نِیْ غَیْرَ زَیْدٍ الْقَوْمُ ۔ (۲) جب غَیْرَ کے بعد مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو دو وجہیں جائز ہیں۔ اول، نصب بنا بر استثناء۔ دوم، رفع بنا بر بدل جیسے مَا جَآءَ نِیْ اَحَدٌ غَیْرُ زَیْدٍ وَغَیْرَ زَیْدٍ۔ (۳) جب غَیْرَ کے بعد مستثنیٰ مُفَرَّغ کلام غیر موجب میں ہو تو عامل کے مطابق اُس کا اعراب ہوگا جیسے مَا جَآءَ نِیْ غَیْرُ زَیْدٍ وَمَا رَاَیْتُ غَیْرَ زَیْدٍ وَّمَا مَرَرْتُ بِغَیْرِ زَیْدٍ۔ قولہ اِعْلَمْ :- اِس جگہ مصنف کلمہ غَیْرَ کے حقیقی اور مجازی معنی بیان کرتے ہیں یعنی لفظِ غَیْرَ صفت کیلئے موضوع ہے بمعنی مُغَایَرَتْ یعنی اپنے ماقبل اور مابعد میں مغایرت ثابت کرتا ہے لیکن کبھی استثناء کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اِس کے برعکس کلمہ اِلَّا ہے جو استثناء کیلئے موضوع ہے لیکن کبھی صفت کیلئے بھی آتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا میں۔ فائدہ:- اِلَّا بمعنی غَیْرَ میں اختلاف ہے کہ یہ اسم ہے یا حرف۔ (۱) جمہور کے نزدیک یہ حرف ہے کیونکہ کلمہ کی اسمیت وغیرہ حقیقی معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے اور اِلَّا حقیقی معنی کے اعتبار سے حرف ہے لہٰذا بمعنی غَیْرَ ہو جانے کے بعد بھی حرف رہے گا۔ (۲) بعض کے نزدیک یہ اِسم ہے اِس لئے کہ کلمہ مجازی معنی کے لحاظ سے بھی اِسم، فعل اور حرف ہوتا ہے لہٰذا جب اِلَّا بمعنی غَیْرَ ہوگا تو اُس وقت اسم ہوگا۔

فَصْلٌ خَبَرُ كَانَ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَحُكْمُهُ كَحُكْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأِ اِلَّا اَنَّهُ يَجُوْزُ تَقْدِيْمُهُ عَلٰى اَسْمَائِهَا مَعَ كَوْنِهٖ مَعْرِفَةً بِخِلَافِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأِ نَحْوُ كَانَ الْقَائِمَ زَيْدٌ **فَصْلٌ** اِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ **فَصْلٌ** اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا يَلِيْهَا نَكِرَةً مُضَافَةً نَحْوُ لَا غُلَامَ رَجُلٍ فِي الدَّارِ اَوْ مُشَابِهًا لَهَا نَحْوُ لَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا فِي الْكِيْسِ..........................

(فصل) کان اور اسکے اخوات کی خبر. وہ خبر مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد. جیسے **کان زید قائما**. اور خبرِ **کان** کا حکم خبرِ مبتدا کی مانند ہے مگر تحقیق شان یہ ہے کہ انکی خبر کا مقدم کرنا ان کے اسماء پر جائز ہے باوجود ہونے اس کے معرفہ بخلاف خبر مبتدا کے۔ جیسے **کان القائم زیدٌ** (فصل) **اِنّ** اور اس کے اخوات کا اسم وہ ہے جو مسند الیہ ہو ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے **اِنّ زیدا قائم**. (فصل) وہ جو منصوب ہے لائے نفی جنس کے ساتھ وہ ہے جو مسند الیہ ہو اس کے داخل ہونے کے بعد اس حال میں کہ متصل ہو لا سے نکرہ مضاف۔ جیسے **لا غلام رجل فی الدار** یا مشابہ اس کے جیسے **لا عشرین درهما فی الکیس** بٹوہ میں بیس دراہم نہیں ہیں..........................

قولہ خَبَرُ كَانَ:- كَانَ اور اُس کے اخوات کی خبر اِن میں سے کسی ایک کے داخل ہونے بعد اِن کے اسم کی طرف مسند ہوتی ہے مصنف کے قول اَخَوَاتِهَا کی ضمیر کا مرجع لَفْظَةُ كَانَ ہے۔ اور كَانَ وغیرہ کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر جیسا ہے۔ قولہ اِلَّا اَنَّهُ:- اِس عبارت میں مصنف نے اِس فرق کو بیان کیا ہے جو كَانَ کی خبر اور مبتدا کی خبر میں ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ مبتدا پر اُس کی خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں جبکہ خبر معرفہ ہو اور کان کی خبر کو اُس کے اِسم پر مقدم کرنا جائز ہے خواہ خبر معرفہ کیوں نہ ہو۔ قولہ اِسْمُ اِنَّ:- یعنی اِنَّ اور اُس کے اخوات کا اسم اِن میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے۔ قولہ اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا:- لائے نفی جنس کا ہر اِسم منصوب نہیں ہوتا اِس لئے مصنف نے اِسْمُ لَا نہیں کہا بلکہ اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا کہا۔ سوال:- مستثنیٰ کا بھی ہر فرد منصوب نہیں ہوتا وہاں اَلْمَنْصُوْبُ بِالْاِسْتِثْنَاءِ کیوں نہیں کہا؟ جواب:- اسلئے کہ مستثنیٰ کے اکثر افراد منصوب ہوتے ہیں وَلِلْاَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ۔ قولہ اَلَّتِيْ لِنَفْيِ الْجِنْسِ:- اِس عبارت میں مضاف مقدر ہے اَيِ الَّتِيْ لِنَفْيِ صِفَةِ الْجِنْسِ، یعنی منصوب اُس لَا کا جو جنس سے صفت کی نفی کرتا ہے جیسے لَا رَجُلَ قَائِمٌ میں لَا نے جنسِ رجل سے صفتِ قیام کی نفی کی ہے۔ قولہ يَلِيْهَا:- فعل يَلِيْ کی ضمیر مستتر، مسند الیہ کی طرف راجع ہے اور ھَاء ضمیرِ بارز کلمہ لا کی طرف راجع ہے اور یہ جملہ اِلَيْهِ کی ضمیر سے یا دُخُوْلِهَا کی ضمیر سے حال ہے اور نَكِرَةً، يَلِيْهَا کی ضمیرِ مستتر سے حال ہے اور مُضَافَةً، نَكِرَةً کی صفت ہے یعنی منصوب بلائے نفی جنس ایسا اِسم ہے جو لَا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو درانحالیکہ وہ مسند الیہ لَا کے بعد بلا فصل واقع ہو اِس حال میں کہ وہ مسند الیہ نکرہ مضافہ ہو جیسے لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ یا مشابہ مضاف ہو جیسے لَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا فِي الْكِيْسِ۔

فَاِنْ کَانَ بَعْدَلَا نَکِرَۃٌ مُّفْرَدَۃٌ تُبْنٰی عَلَی الْفَتْحِ نَحْوُ لَارَجُلَ فِی الدَّارِ وَاِنْ کَانَ مَعْرِفَۃً اَوْنَکِرَۃً مَفْصُوْلًام بَیْنَہٗ وَبَیْنَ لَا کَانَ مَرْفُوْعًا وَیَجِبُ تَکْرِیْرُ لَامَعَ اسْمٍ اٰخَرَ تَقُوْلُ لَازَیْدٌ فِی الدَّارِ وَلَاعَمْرٌو وَلَافِیْھَا رَجُلٌ وَّلَاامْرَاَۃٌ وَیَجُوْزُ فِیْ مِثْلِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ خَمْسَۃُ اَوْجُہٍ فَتْحُھُمَا وَرَفْعُھُمَا وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِیْ وَفَتْحُ الْاَوَّلِ ورَفْعُ الثَّانِیْ وَرَفْعُ الْاَوَّلِ وَفَتْحُ الثَّانِیْ وَقَدْ یُحْذَفُ اِسْمُ لَالِقَرِیْنَۃٍ نَحْوُ لَاعَلَیْکَ اَیْ لَابَأْسَ عَلَیْکَ..........................

پس اگر لا کے بعد نکرہ مفردہ ہو تو مبنی ہوگا فتحہ پر۔ جیسے لا رجل فی الدار اور اگر معرفہ ہو یا ایسا نکرہ کہ فاصلہ کیا ہوا ہو اس اسم اور لا کے درمیان تو مرفوع ہوگا۔ اور لا کا تکرار دوسرے اسم کے ساتھ واجب ہوگا۔ تم کہو گے: لا زیدٌ فی الدار ولا عمروٌ ولا فیھا رجل ولا امرأۃ. اور لا حول ولا قوۃ کی مثل میں پانچ وجہیں جائز ہیں۔ دونوں کا فتحہ، دونوں کا رفع، پہلے کا فتحہ اور ثانی کا نصب اور اول کا فتحہ اور ثانی کا رفع پہلے کا رفع اور ثانی کا فتحہ اور کبھی حذف کیا جاتا ہے لا کے اسم کو کسی قرینہ کی وجہ سے جیسے لا علیک یعنی لا باس علیک

قولہ فَاِنْ کَانَ :- اِس عبارت میں کلمہ کَانَ فعلِ ناقص ہے جسکی خبر ظرف ہے اور لفظ نَکِرَۃٌ، اُس کا اسم مؤخر ہے یا کَانَ تامہ بمعنی وُجِدَ ہے یعنی اگر لَا کے بعد نکرہ مفردہ ہو تو وہ مبنی ہوگا فتح پر جیسے لَارَجُلَ فِی الدَّارِ ، وجہ بنا نکرہ کا مِنْ استغراقیہ کو متضمن ہونا ہے۔ قولہ وَاِنْ کَانَ :- یعنی اگر لَا کا اسم ، معرفہ ہو یا ایسا نکرہ کہ اُس نکرہ اور لَا کے درمیان فاصلہ ہو تو لَا کا اِسم بنا بر مبتدا مرفوع ہوگا اور اُسوقت دوسرے معرفہ یا نکرہ کے ساتھ لَا کو مکرر لانا ضروری ہے جیسے لَازَیْدٌ فِی الدَّارِ وَلَاعَمْرٌو اور لَافِیْھَا رَجُلٌ وَّلَاامْرَاَۃٌ۔ قولہ وَیَجُوْزُ :- یعنی ہر وہ ترکیب جس میں لائے نفی جنس بطریقِ عطف مکرر ہو اور دونوں جگہ لَا ، کا اِسم نکرہ مفردہ بلافصل ہو ایسی ترکیب میں پانچ وجہ جائز ہیں۔ (۱) دونوں اسموں کو مبنی بر فتح پڑھنا اِس بنا پر کہ دونوں جگہ لائے نفی جنس ہے جیسے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ (۲) دونوں اِسموں کو بر بنائے مبتدا مرفوع پڑھنا اور دونوں لَا زائدہ قرار دینا جیسے لَاحَوْلٌ وَّلَاقُوَّۃٌ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ (۳) اول اِسم کو مبنی بر فتح پڑھنا اِس بنا پر کہ وہ لائے نفی جنس کا اِسم ہے اور دوسرے اسم کو نصب پڑھنا تنوین کیساتھ اس بنا پر کہ دوسرا لَا ، زائدہ برائے تاکید ہے جیسے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃً اِلَّا بِاللّٰہِ۔ (۴) اول اِسم کو مفتوح پڑھنا اسمِ لائے نفی جنس کی بنا پر اور دوسرے کو تنوین کے ساتھ مرفوع پڑھنا اِس بنا پر کہ لَا ، زائدہ برائے تاکید ہے اور دوسرا نکرہ پہلے کے محل پر معطوف ہے جیسے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃٌ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ (۵) اول اسم کو مرفوع پڑھنا تنوین کیساتھ اِس بنا پر کہ پہلا لَا ، مُشَابِہٌ بلَیْسَ ہے اور دوسرے اسم کو لائے نفی جنس کیوجہ سے مبنی بر فتح پڑھنا جیسے لَاحَوْلٌ وَّلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ قولہ وَقَدْ یُحْذَفُ :- اور کبھی لائے نفی جنس کا اِسم بوقتِ قیامِ قرینہ حذف کر دیا جاتا ہے جیسے لَاعَلَیْکَ اَیْ لَابَاْسَ عَلَیْکَ (تیرے اوپر کوئی خوف نہیں) یہ ڈرنے والے کو بطورِ تسلی کہا جاتا ہے۔ فائدہ:- لَاعَلَیْکَ ، میں حذفِ اِسم پر قرینہ یہ ہے کہ لَا ، حرف ہے اور عَلٰی بھی حرف ہے اور حرف دوسرے حرف پر داخل نہیں ہوتا جس سے معلوم ہوا کہ یہاں لَا ، کا اِسم محذوف ہے۔

فَصْلٌ خَبَرُ مَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِهِمَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ حَاضِرًا وَإِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ إِلَّا نَحْوُ مَا زَيْدٌ إِلَّا قَائِمٌ أَوْ تَقَدَّمَ الْخَبَرُ عَلَى الْاِسْمِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ أَوْ زِيْدَتْ إِنْ بَعْدَ مَا نَحْوُ مَا إِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ بَطَلَ الْعَمَلُ كَمَا رَأَيْتَ فِي الْأَمْثِلَةِ وَهٰذَا لُغَةُ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَمَّا بَنُو تَمِيمٍ فَلَا يُعْمِلُوْنَهُمَا أَصْلًا قَالَ الشَّاعِرُ عَنْ لِسَانِ بَنِيْ تَمِيمٍ۔

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ	شعر	فَأَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامٌ

برفع حرام.

(فصل) ماولا مشابہ بلیس کی خبر وہ مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد۔ جیسے ما زید قائما و لا رجل حاضرا. اور اگر خبر الاّ کے بعد واقع ہو جیسے ما زید الاّ قائم یا خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے ما قائم زید یا ما کے بعد ان زیادہ کیا جائے۔ جیسے ما ان زید قائم تو عمل باطل ہو جائے گا۔ جیسا کہ تم نے مثالوں میں دیکھا۔ اور یہ اہل حجاز کی لغت ہے۔ رہے بنو تمیم تو وہ ان کو بالکل عمل نہیں دیتے۔ شاعر نے بنو تمیم کی زبان سے کہا: و مهفهف كالغصن قلت له انتسب - فاجاب ما قتل المحب حرام ساتھ رفع حرام کے۔

قولہ خبر مَا وَلَا:- منصوبات سے مَا وَلَا مُشَابِهُ بِلَيْسَ، کی خبر ہے جو اِن میں سے کسی کے داخل ہونے کے بعد اِن کے اِسم کی طرف مسند ہوتی ہے اور مَا وَلَا کا یہ عمل تین صورتوں میں باطل ہو جاتا ہے۔ (۱) جب اِن کی خبر اِلَّا کے بعد واقع ہو جیسے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ، کیوں کہ اِلَّا کے سبب نفی ٹوٹ جانیکی وجہ سے لَيْسَ، کے ساتھ نفی میں جو مشابہت تھی وہ ختم ہو گئی لہٰذا اِن کا عمل ختم ہو گیا۔ (۲) جب خبر اِن کے اسم پر مقدم ہو جیسے مَا قَائِمٌ زَيْدٌ۔ اِس صورت میں بطلانِ عمل کی وجہ یہ ہے کہ مَا وَلَا کے عمل کیلئے اسم کا مقدم ہونا شرط ہے لہٰذا شرط مفقود ہونے کیوجہ سے اِن کا عمل باطل ہو جائیگا۔ (۳) جب مَا کے بعد اِنْ واقع ہو جیسے مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ، اِس صورت میں بطلانِ عمل کی وجہ یہ ہے کہ مَا عاملِ ضعیف ہے جو فاصلہ کی حالت میں عمل نہیں کر سکتا۔ قولہ وَهٰذَا لُغَةُ:- اور مَا وَلَا کو عمل دینا اہلِ حجاز کی لغت ہے بنو تمیم اِن کو عمل نہیں دیتے، اُنکی دلیل کتاب میں مذکور شعر ہے جس میں شاعر نے کلمہ مَا کو عمل نہیں دیا کیوں کہ لفظِ حرام کو نصب نہیں دیا۔ ترجمہ شعر:- میں نے ایک باریک کمر والے محبوب سے جو نزاکت میں شاخ کی مانند ہے کہا کہ تو اپنا نسب بیان کر اُس نے جواب دیا کہ میرے نزدیک عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں۔ فائدہ:- بنو تمیم کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ اِسم اور فعل کے دواخل میں سے ہیں اور جو لفظ اِسم اور فعل دونوں پر داخل ہو وہ عامل نہیں ہوتا۔ یہ دلیل بھی کمزور ہے کیونکہ اُن کے نزدیک بھی لائے نفی جنس عمل کرتا ہے حالانکہ وہ بھی اِسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے۔

اَلْمَقْصَدُ الثَّالِثُ فِي الْمَجْرُوْرَاتِ اَلْاَسْمَآءُ الْمَجْرُوْرَةُ هِيَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ فَقَطْ وَهُوَ كُلُّ اسْمٍ نُسِبَ اِلَيْهِ شَيْئٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَيُعَبَّرُ عَنْ هٰذَا التَّرْكِيْبِ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهُ جَارٌّ وَمَجْرُوْرٌ اَوْتَقْدِيْرًا نَحْوُغُلَامُ زَيْدٍ تَقْدِيْرُهُ غُلَامٌ لِزَيْدٍ وَيُعَبَّرُ عَنْهُ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهُ مُضَافٌ وَمُضَافٌ اِلَيْهِ وَيَجِبُ تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ عَنِ التَّنْوِيْنِ اَوْمَايَقُوْمُ مَقَامَهُ وَهُوَ نُوْنُ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ نَحْوُجَآءَ نِيْ غُلَامُ زَيْدٍ وَغُلَامَازَيْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ.........

المقصد الثالث فی المجرورات

تیسرا مقصد مجرورات میں: اسماء مجرورہ یہ فقط مضاف الیہ ہے۔اور مجرور ہر وہ اسم ہے جسکی جانب کس اسم کی نسبت کی گئی ہو بواسطہ حرف جر ملفوظ کے جیسے مررت بزید. اور اصطلاح میں اس ترکیب کو بایں طور پر تعبیر کیا جاتا ہے کہ یہ جار مجرور ہے۔یا بواسطہ حرف مقدر کے جیسے غلام زید اسکی تقدیر غلام لزید ہے،اور اس ترکیب کو اصطلاح میں بایں طور تعبیر کیا جاتا ہے کہ وہ مضاف اور مضاف الیہ ہے۔اور مضاف کو تنوین اور اس کے قائم مقام سے خالی کرنا واجب ہے اور وہ تثنیہ وجمع کے نون ہیں۔جیسے جَاءَ نِی غُلَامُ زَیْدٍ وَغُلَامَا زَیْدٍ وَمُسْلِمُوْ مِصْرٍ..........

قولہ :-مجرورات کو مرفوعات اور منصوبات کی مشاکلت کیوجہ سے جمع لایا گیا ورنہ مجرور کی صرف نوع واحد ہے یعنی مضاف الیہ۔ قولہ وَھُوَ کُلُّ اسْمٍ :-مضاف الیہ ہر وہ اِسم ہے جس کی طرف کوئی چیز بواسطہ حرف جر منسوب کی گئی ہو خواہ وہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اور اِس ترکیب کو اصطلاح میں جار مجرور کہتے ہیں یا حرفِ جر مقدر ہو جیسے غُلَامُ زَیْدٍ اور اِس ترکیب کو مضاف و مضاف الیہ کہتے ہیں۔ قولہ لَفْظًا :-مصنف کا قول لَفْظًا اور تَقْدِیْرًا ،مَلْفُوْظًا اور مُقَدَّرًا کے معنی میں ہو کر حال ہے یا تمیز یَاکَانَ مقدر کی خبر ہے۔ سوال:-مضاف الیہ کی تعریف مانع نہیں اِس لئے کہ مفعول فیہ پر صادق آتی ہے۔ مثلاً صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ میں صُمْتُ بواسطہ حرف جر تقدیری یَوْمَ الْجُمُعَةِ کی طرف منسوب ہے اور وہ حرفِ جر فِیْ ہے؟ جواب:-مصنف کے قول تَقْدِیْرًا سے ایسا مقدر مراد ہے جس کا عمل باقی ہو اور مثال مذکور میں فِیْ کا عمل باقی نہیں ہے ورنہ یَوْمُ منصوب نہ ہوتا۔ قولہ وَیَجِبُ :-اور بوقتِ اضافت مضاف کو تنوین اور قائم مقام تنوین سے خالی کرنا ضروری ہے کیونکہ اضافت اور تنوین یا قائم مقام تنوین میں منافات ہے اِس لئے کہ یہ کلمہ کے تمام ہونے کی دلیل ہیں اور اضافت کلمہ کے ناتمام ہونے کی دلیل ہے اِس لئے بوقتِ اضافت مضاف کو تنوین وغیرہ سے خالی کر لیا جاتا ہے۔ قولہ جَآءَ نِیْ غُلَامُ زَیْدٍ :-یہ اُس مضاف کی مثال ہے جسے تنوین سے خالی کر لیا گیا ہے اور غُلَامَا عَمْرٍو ،اُس مضاف کی مثال ہے جسے نونِ تثنیہ سے خالی کر لیا گیا ہے اور مُسْلِمُوْ مِصْرٍ ،اُس مضاف کی مثال ہے جسے نونِ جمع سے خالی کر لیا گیا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْاِضَافَةَ عَلٰی قِسْمَیْنِ مَعْنَوِیَّةٌ وَلَفْظِیَّةٌ اَمَّا الْمَعْنَوِیَّةُ فَهِیَ اَنْ یَّکُوْنَ الْمُضَافُ غَیْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰی مَعْمُوْلِهَا وَهِیَ اِمَّا بِمَعْنَی اللَّامِ نَحْوُ غُلَامُ زَیْدٍ اَوْ بِمَعْنٰی مِنْ نَحْوُ خَاتَمُ فِضَّةٍ اَوْ بِمَعْنٰی فِیْ نَحْوُ صَلٰوةُ اللَّیْلِ..........

اور جان لیجئے کہ بے شک اضافت دو قسم پر ہے۔ معنویہ اور لفظیہ لیکن معنویہ پس وہ یہ ہے کہ مضاف غیر ہو اس صفت کے صیغہ کا جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ اور یہ بمعنی لام ہوگی جیسے غلام زید یا بمعنی من جیسے خاتم فضۃ یا بمعنی فی جیسے صلوۃ اللیل..........

قولہ اِعْلَمْ:- یعنی اضافت بتقدیرِ حرف جر کی دو قسمیں ہیں۔ اضافتِ معنویہ اور اضافتِ لفظیہ۔ قولہ فَالْمَعْنَوِیَّةُ:- اضافتِ معنویہ وہ ہے جسمیں مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول کیطرف مضاف ہو۔ چونکہ اضافت معنویہ کے دو فائدے ہیں اور اضافتِ لفظیہ کا ایک اِس لئے اضافتِ معنویہ کو مقدم کیا گیا ہے۔ فائدہ:- اضافتِ معنویہ میں صیغہ صفت سے مراد اِسمِ فاعل، اِسمِ مفعول، صفتِ مشبہ، اِسمِ منسوب اور اِسمِ تفضیل ہے اور معمول سے مراد فاعل، نائب فاعل، اور مفعول بہ ہے۔ فائدہ:- اضافتِ معنویہ کی تعریف سے اُسکی تین صورتیں سامنے آئیں۔ (۱) مضاف صفت کا صیغہ نہ ہو بلکہ اِسمِ جامد ہو اور نہ ہی اپنے معمول کیطرف مضاف ہو جیسے غُلَامُ زَیْدٍ۔ (۲) مضاف صفت کا صیغہ تو ہو مگر معمول کیطرف مضاف نہ ہو جیسے کَرِیْمُ الْبَلَدِ، کہ کَرِیْمُ صفت کا صیغہ ہے مگر اَلْبَلَدِ، اُس کا معمول (فاعل) نہیں بن سکتا کہ کَرِیْمُ، بَلَدٌ نہیں بلکہ مَنْ فِی الْبَلَدِ، کریم ہے۔ (۳) مضاف صیغہ صفت نہ ہو لیکن معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضَرْبُ الْیَوْمِ۔ قولہ وَهِیَ:- یعنی اضافتِ معنویہ کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل، اضافتِ لامیہ یہ اُس وقت ہوتی ہے جب مضاف الیہ نہ مضاف کی جنس سے ہو اور نہ ظرف جیسے غُلَامُ زَیْدٍ جو اصل میں غُلَامٌ لِزَیْدٍ ہے۔ دوم، اضافتِ مِنِّیَہ یہ اُس وقت ہوتی ہے جب مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ جو اصل میں خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ ہے۔ سوم، اضافتِ فِوِیَہ یہ اُس وقت ہوتی ہے جب مضاف الیہ، مضاف کیلئے ظرف ہو جیسے ضَرْبُ الْیَوْمِ جو اصل میں ضَرْبٌ فِی الْیَوْمِ ہے۔ سوال:- اگر اضافت معنویہ میں حرفِ جر مقدر ہوتا ہے تو مضاف یا مضاف الیہ کو بتقدیرِ حرف جر مبنی ہونا چاہیئے؟ جواب:- اضافت چونکہ اسم کے اعظم خواص میں سے ایک خاصہ ہے جس کے ہوتے ہوئے اِسم کی جانبِ اسمیت قوی ہو جاتی ہے اور اعراب جو اسم میں اصل ہے وہ برقرار رہتا ہے اگر چہ اِسم، حرف کو متضمن ہوتا ہے۔

وَفَائِدَةُ هٰذِهِ الْاِضَافَةِ تَعْرِيْفُ الْمُضَافِ اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى مَعْرِفَةٍ كَمَامَرَّ اَوْتَخْصِيْصُهٗ اِنْ اُضِيْفَ اِلٰى نَكِرَةٍ كَغُلَامِ رَجُلٍ وَاَمَّا اللَّفْظِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْرِ الْاِنْفِصَالِ نَحْوُ ضَارِبُ زَيْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَفَائِدَتُهَا تَخْفِيْفٌ فِي اللَّفْظِ فَقَطْ............................

اوراس اضافت کا فائدہ مضاف کومعرفہ بناناہے اگروہ معرفہ کی جانب مضاف کیاجائے جیسے کہ گذرا ہے۔یا مضاف کی تخصیص ہے اگرنکرہ کی جانب مضاف کیاجائے جیسے غلام رجلٍ لیکن اضافت لفظیہ پس وہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ ہوجواپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔اور یہ انفصال کی تقدیر میں ہے جیسے ضارب زید اورحسن الوجه. اوراس کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہے.............................

قولہ وَفَائِدَة:- اضافتِ معنویہ کے دوفائدے ہیں۔(۱)تعریف(۲)تخصیص،اضافتِ معنویہ تعریف کاافادہ اُس وقت کرتی ہے جب مضاف الیہ معرفہ ہوجیسے غُلَامُ زَیْدٍاور تخصیص کاافادہ اُس وقت کرتی ہے جب مضاف الیہ نکرہ ہوجیسے غُلَامُ رَجُلٍ۔ سوال:-کیااضافتِ معنویہ کے صرف دوفائدے ہیں؟ جواب:-نہیں!اِن کے علاوہ بہت سے فوائد ہیں مثلاً مضاف کا مضاف الیہ سے تذکیریا تانیث حاصل کرناوغیرہ۔ فائدہ:-لفظِ مِثْلٌ اورغَیْرٌ،معرفہ کی طرف مضاف ہونے کے باوجودنکرہ رہتے ہیں کیونکہ اِن میں موجودابہام اضافت سے دورنہیں ہوسکتااورلفظِ شِبْہٌ،نَظِیْرٌ اورنَحْوٌ، بھی اِن کی مثل ہے۔البتہ جب اِن کی اضافت ایسی چیزکی طرف ہوجسکی ضدواحدمشہورومعروف ہوتویہ بھی معرفہ بن جاتے ہیں جیسے غَیْرُالْمُنْصَرِفِ،میں غَیْرمعرفہ بن گیاہے۔ قولہ وَاَمَّاالـلَّفْظِیَّةُ :-اضافتِ لفظیہ وہ ہے کہ صیغہ صفت اپنے معمول کیطرف مضاف ہوجیسے ضَارِبُ زَیْدٍ اورمجروربااضافتِ لفظیہ باعتبارمعنی کے جس طرح اضافت سے پہلے فاعل یامفعول تھااُسی طرح باقی رہیگا۔ قولہ وَفَائِدَتُهَا :-اضافتِ لفظیہ کافائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہے یعنی یہ اضافت تعریف یاتخصیص کافائدہ نہیں دیتی۔ سوال:-اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ میں تواضافتِ لفظیہ نے تخصیص کافائدہ دیاہے اِس لئے کہ اَلْحَسَنُ، آنکھ،چہرہ وغیرہ کے حُسن کوشامل تھالیکن اضافت کے بعدخاص ہوگیایعنی چہرہ کاحسن اوریہی تخصیص ہے؟ جواب:-یہ تخصیص اضافت سے نہیں ہوئی بلکہ اضافت سے پہلے بھی تھی اِس لئے کہ اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ کی اصل اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ ہےاوراضافت سے صرف تخفیف ہوئی ہے یعنی ضمیرحذف ہوگئی ہے۔فائدہ:-اضافتِ لفظیہ کے افادہ تخفیف کی تین صورتیں ہیں۔(۱)صرف مضاف میں تخفیف بصورتِ حذف تنوین وقائم مقام تنوین جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ،ضَارِبَا زَیْدٍ۔ (۲)صرف مضاف الیہ میں تخفیف اِس طرح کہ مضاف الیہ سے ضمیرحذف ہوکرصیغہ صفت میں مستترہوجاتی ہے جیسے اَلْقَائِمُ الْغُلَامِ، جواصل میں اَلْقَائِمُ غُلَامُهٗ تھا۔(۳)مضاف اورمضاف الیہ دونوں میں تخفیف جیسے زَیْدٌ قَائِمُ الْغُلَامِ، جواصل میں زَیْدٌ قَائِمٌ غُلَامُهٗ،تھاقَائِمٌ(مضاف)سے تنوین حذف ہوئی اورغُلَامُ(مضاف الیہ)سے ضمیر۔

وَاعْلَمْ اَنَّکَ اِذَا اَضَفْتَ الْاِسْمَ الصَّحِیْحَ اَوِ الْجَارِیَ الْمَجْرَی الصَّحِیْحِ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ کَسَرْتَ اٰخِرَہٗ وَاَسْکَنْتَ الْیَاءَ اَوْفَتَحْتَھَا کَغُلَامِیْ وَدَلْوِیْ وَظَبْیِیْ وَاِنْ کَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ اَلِفًا تُثْبَتُ کَعَصَایَ وَرَحَایَ خِلَافًا لِلْھُذَیْلِ کَعَصَیَّ وَرَحَیَّ وَاِنْ کَانَ اٰخِرُ الْاِسْمِ یَاءً مَکْسُوْرًا مَاقَبْلَھَا اُدْغِمَتِ الْیَاءُ فِی الْیَاءِ وَفُتِحَتِ الْیَاءُ الثَّانِیَۃُ لِئَلَّا یَلْتَقِیَ السَّاکِنَانِ تَقُوْلُ فِیْ قَاضِیْ قَاضِیَّ وَاِنْ کَانَ اٰخِرُہٗ وَاوًا مَضْمُوْمًا مَاقَبْلَھَا قَلَبْتَھَا یَاءً وَعَمِلْتَ کَمَا عَمِلْتَ الْاٰنَ تَقُوْلُ جَآءَ نِیْ مُسْلِمِیَّ

اور جان لیجئے کہ تحقیق جب تم اسم صحیح یا جاری مجریٰ صحیح کی یائے متکلم کی جانب اضافت کرو تو اس کے آخر کو کسرہ دو گے اور یاء کو ساکن کرو گے یا اسکو فتح دو گے جیسے غلامِیَ اور دَلْوِی اور ظبیی۔ اور اگر اسم کا آخر الف ہو تو ثابت رکھا جائے گا جیسے عصای اور رحای. خلاف کیا خلاف کرنا ہذیل نے جیسے عصیّ اور رحیّ. اور اگر اسم کا آخر یاء ہو جس کا ماقبل مکسور ہے تو تم مدغم کرو گے یاء کو یاء میں اور یاء ثانی کو فتح دو گے، تاکہ التقاء ساکنین نہ ہو تم کہو گے: قاضی میں قاضیّ. اور اگر اس کا آخر واو ماقبل مضموم ہو تو اس کو یاء سے تبدیل کرو گے پھر عمل کرو گے جیسا کہ ابھی کیا۔ کہو گے تم: جاء نی مسلمیّ........

قولہ اِعْلَمْ:- اِس جگہ مصنف مضاف کے کچھ احکام بیان کرتے ہیں جو مضاف کے آخر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اول، جب اسمِ صحیح یا جاری مجرائے صحیح، یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اُس کا آخر مکسور ہوگا اور یَــــاءُ، ساکن یا مفتوح ہوگی جیسے غُلَامِیْ (غُلَامِیَ) اور دَلْوِیْ (دَلْوِیَ) فائدہ:- اِس صورت میں اصل فتح ہے کیونکہ یک حرفی حرف متحرک ہوتا ہے اور حرکات میں فتح خفیف ہے۔ دوم، اگر اِسمِ مضاف کے آخر میں الف ہو تو باقی رہیگا، خواہ الفِ تثنیہ ہو جیسے غُلَامَایَ (میرے دو غلام) یا غیر تثنیہ جیسے عَصَایَ (میری لاٹھی) لیکن بنوذُہَیل ایسے الف کو جو تثنیہ کا نہیں ہے، یَاء سے بدل کر ادغام کرتے ہیں یعنی عَصَایَ، کو عَصِیَّ پڑھتے ہیں۔ فائدہ:- بنوذہیل الفِ تثنیہ کو یاء سے نہیں بدلتے تا کہ تثنیہ کی حالت رفع اور حالتِ نصب میں التباس نہ ہو اور غیرِ تثنیہ کے اَلف کو اِس لئے بدلتے ہیں کہ یاء ماقبل کی حرکت چاہتی ہے اور الف قابلِ حرکت نہیں ہے اسلئے الف کو یاء کر کے ادغام کرتے ہیں۔ سوم، اگر اِسمِ مضاف کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو تو یائے متکلم کو اُس میں وجوباً ادغام کرتے ہیں اور دوسری یاء کو حرکتِ فتح دیتے ہیں جیسے قَاضِیَّ۔ چہارم، اگر یائے متکلم کی طرف مضاف اسم کے آخر میں واوَ ماقبل مفتوح ہو تو واوَ کو یاء کر کے ادغام کیا جائے گا اور ماقبل کا فتح بدستور باقی رہے گا، لہٰذا مُصْطَفَوْنَ کو مُصْطَفَیَّ، پڑھا جائے گا۔ اور اسم کا آخر واوَ ماقبل مضموم ہو تو یاء کر کے مذکورہ عمل کیا جائیگا جیسے مسلمی .

وَفِی الْاَسْمَاءِ السِّتَّۃِ مُضَافَۃً اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ تَقُوْلُ اَخِیْ وَاَبِیْ وَحَمِیْ وَھَنِیْ وَفِیْ عِنْدَ الْاَکْثَرِ وَفَمِیْ عِنْدَ قَوْمٍ وَذُوْ لَایُضَافُ اِلٰی مُضْمَرٍ اَصْلاً وَقَوْلُ الْقَائِلِ ع اِنَّمَا یَعْرِفُ ذَاالْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْہُ شَاذٌ وَاِذَاقَطَعْتَ ھٰذِہِ الْاَسْمَاءَ عَنِ الْاِضَافَۃِ قُلْتَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَھَنٌ وَفَمٌ وَذُوْ لَایُقْطَعُ عَنِ الْاِضَافَۃِ اَلْبَتَّۃَ ھٰذَا کُلُّہٗ بِتَقْدِیْرِ حَرْفِ الْجَرِّ اَمَّامَایُذْکَرُ فِیْہِ حَرْفُ الْجَرِّ لَفْظًا فَسَیَاْتِیْکَ فِی الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی **اَلْخَاتِمَۃُ فِی التَّوَابِعِ** اِعْلَمْ اَنَّ الَّتِیْ مَرَّتْ مِنَ الْاَسْمَآءِ الْمُعْرَبَۃِ کَانَ اِعْرَابُھَابِالْاَصَالَۃِ بِاَنْ دَخَلَتْھَا الْعَوَامِلُ مِنَ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ فَقَدْ یَکُوْنُ اِعْرَابُ الْاِسْمِ بِتَبَعِیَّۃِ مَاقَبْلَہٗ وَیُسَمَّی التَّابِعَ لِاَنَّہٗ یَتْبَعُ مَاقَبْلَہٗ فِی الْاِعْرَابِ............

اوراسماء ستہ میں درانحالیکہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں، تم کہو گے: اخِی اوراَبِی اورحَمِی اورھَنِی اورفِی اکثر کے نزدیک اورفَمِی ایک قوم کے نزدیک۔ ذو ضمیر کی طرف بالکل مضاف نہیں کیا جاتا اورقائل کا قول انما یعرف ذا الفضل من الناس ذووا، شاذ ہے۔اور جب تم ان اسماء کو اضافت سے مقطوع کرو۔ تو کہو گے اخٌ اور ابٌ اورھنٌ اورفمٌ اورذو قطعا مقطوع عن الاضافت نہیں ہوتا۔ یہ تمام تفصیل حرف جر کی تقدیر پر ہے، رہا وہ مضاف الیہ جس میں حرف جر لفظا ذکر کیا جائے پس عنقریب وہ قسم ثالث میں آئے گا انشاء اللہ۔
خاتمہ توابع میں ہے معلوم کیجئے کہ بے شک وہ اسماء معربہ جو گذر چکے مرفوعات، منصوبات اور مجرورات سے ان کا اعراب بالاصالت تھا بایں طور کہ ان پر عوامل داخل ہوئے۔ پس کبھی اسم کا اعراب ماقبل کے تابع ہونے کے اعتبار سے ہوتا ہے۔اوراس اسم کا نام تابع رکھا جاتا ہے کیونکہ وہ اعراب میں اپنے ماقبل کے تابع ہوتا ہے............

پنجم، اسماء ستہ مکبرہ میں سے اَخٌ، اَبٌ، ھَمٌ، ھَنٌ کو یائے متکلم کی طرف اضافت کے وقت اَخِیْ، اَبِیْ، ھَمِیْ اورھَنِیْ پڑھا جائے گا اورفَمٌ، کو اکثر کے نزدیک فِیَّ یعنی فَمٌ، کی واؤ محذوفہ واپس لا کر اُس کو یاء کرکے یاء میں ادغام کریں گے اورفِیَّ پڑھیں گے اوربعض کے نزدیک واؤ واپس نہیں آئے گا اورفَمِیْ پڑھا جائے گا۔ قولہ وَذُوْ:- اورکلمہ ذُوْ، جب بمعنی صاحب ہو تو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اورشاعر کے قول میں واقع اضافت شاذ ہے۔ قولہ وَاِذَا:- یعنی جب اسماء ستہ میں سے پہلے پانچ مقطوع عَنِ الْاِضَافَۃِ، ہوں تو اُن کا لام کلمہ حذف کرکے عین پر اعراب جاری کیا جائے گا، مثلاً اَبٌ کہا جائے گا اورکلمہ ذُوْ، مقطوع عَنِ الْاِضَافَۃِ نہیں ہوتا۔ قولہ اَلْخَاتِمَۃُ:- خاتمہ، توابع کے بیان میں ہے جو پانچ ہیں۔

گر بپرسند از توابع گو کہ پنج اینک عیاں نعت وتوکید وبدل عطف نسق عطف بیاں

وَهُوَ كُلُّ ثَانٍ مُعْرَبٌ بِإِعْرَابِ سَابِقِهِ مِنْ جِهَةٍ وَّاحِدَةٍ وَالتَّوَابِعُ خَمْسَةُ أَقْسَامٍ اَلنَّعْتُ وَالْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ وَالتَّاكِيْدُ وَالْبَدَلُ وَعَطْفُ الْبَيَانِ **فَصْلٌ** اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِىْ مَتْبُوْعِهِ نَحْوُ جَآءَ نِىْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَوْ فِىْ مُتَعَلِّقِ مَتْبُوْعِهِ نَحْوُ جَآءَ نِىْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ وَيُسَمّٰى صِفَةً اَيْضًا وَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهُ فِىْ عَشَرَةِ اَشْيَاءَ فِى الْاِعْرَابِ وَالتَّعْرِيْفِ وَالتَّنْكِيْرِ وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ وَالتَّذْكِيْرِ وَالتَّانِيْثِ نَحْوُ جَآءَ نِىْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَرَجُلَانِ عَالِمَانِ وَرِجَالٌ عَالِمُوْنَ وَزَيْدُنِ الْعَالِمُ وَامْرَأَةٌ عَالِمَةٌ..............

اور وہ تابع ہر وہ دوسرا ہے جو پہلے کے اعراب کے ساتھ معرب ہو جہت واحدہ سے۔ اور توابع پانچ قسم ہیں، نعت، اور عطف بالحروف اور تاکید اور بدل اور عطف بیان۔ (فصل) نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں ہے۔ جیسے جاء نی رجل عالم یا ایسے معنی پر جو متبوع کے متعلق میں ہے جیسے جاء نی رجل عالم ابوہ اور پہلی قسم اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے دس چیزوں میں: اعراب، تعریف و تنکیر، افراد و تثنیہ و جمع اور تذکیر و تانیث میں جیسے جاء نی رجل عالم و رجلان عالمان و رجال عالمون و زیدن العالم و امرأۃ عالمۃ...

قولہ وَهُوَ كُلُّ ثَانٍ :- تابع، وہ دوسرا لفظ ہے جو اپنے سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہو ایک ہی جہت سے یعنی دونوں کے اعراب کا سبب ایک ہو۔ فائدہ:- تابع کی تعریف میں كُلُّ ثَانٍ سے مجازاً، كُلُّ مُتَاخِرٍ مراد ہے لہٰذا معنی ہوگا کہ تابع وہ بعد میں آنے والا لفظ ہے جو پہلے کے اعراب میں ہو خواہ وہ کسی درجہ میں ہو۔ قولہ اَلنَّعْتُ :- نعت، ایسا تابع ہے جو اُس معنی پر دلالت کرے جو متبوع یا متعلق متبوع میں پائے جاتے ہیں جیسے جَآءَنِىْ رَجُلٌ عَالِمٌ اور جَآءَنِىْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ۔ فائدہ:- نعت چونکہ جہاتِ کثیرہ سے اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے مثلاً اعراب، تعریف وغیرہ۔ نیز کثیر الاستعمال ہے اِس لئے مصنف نے نعت کو دیگر توابع پر مقدم کیا ہے۔ قولہ وَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ اور نعت کی پہلی قسم دس چیزوں میں اپنے متبوع کے موافق ہوتی ہے جن کے چار طائفہ ہیں۔ (۱) اعراب (۲) تذکیر و تانیث (۳) تعریف و تنکیر (۴) افراد، تثنیہ اور جمع۔ لہٰذا یہ مطابقت ہر طائفہ سے کسی ایک چیز میں ہوگی۔ سوال:- اِمْرَأَةٌ جَرِيْحٌ میں جَرِيْحٌ صفت ہے حالانکہ مؤنث نہیں ہے؟ جواب:- لفظِ جَرِيْحٌ چونکہ مذکر و مؤنث دونوں کیلئے بولا جاتا ہے اِس لئے اِس مثال میں جَرِيْحَةٌ مؤنث بولنا ضروری نہیں ہے۔

وَالْقِسْمُ الثَّانِيْ اِنَّمَا يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِى الْخَمْسَةِ الْاَوَّلِ فَقَطْ اَعْنِى الْاِعْرَابَ وَالتَّعْرِيْفَ وَالتَّنْكِيْرَ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَ فَائِدَةُ النَّعْتِ تَخْصِيْصُ الْمَنْعُوْتِ اِنْ كَانَا نَكِرَتَيْنِ نَحْوُ جَآءَنِىْ رَجُلٌ عَالِمٌ وَتَوْضِيْحُهٗ اِنْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ نَحْوُ جَآءَنِىْ زَيْدُ نِ الْفَاضِلُ وَقَدْ يَكُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ وَالْمَدْحِ نَحْوُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَقَدْ يَكُوْنُ لِلذَّمِّ نَحْوُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ نَحْوُ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ **وَاعْلَمْ** اَنَّ النَّكِرَةَ تُوْصَفُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَبُوْهُ عَالِمٌ اَوْقَامَ اَبُوْهُ

اور قسم دوم اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے پہلی پانچ میں صرف۔ میں مراد لیتا ہوں اعراب اور تعریف و تنکیر کو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "من هذه القرية الظالم اهلها" اور نعت کا فائدہ منعوت کی تخصیص ہے اگر دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجل عالم اور منعوت کی وضاحت ہے اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جاء نی زید الفاضل. اور کبھی نعت محض ثناء اور مدح کیلئے ہوتی ہے جیسے بسم الله الرحمن الرحيم. اور کبھی ذم کیلئے جیسے اعوذ بالله من الشيطان الرجيم. اور کبھی تاکید کیلئے جیسے نفخة واحدة. اور جان لیجئے کہ بے شک نکرہ جملہ خبریہ کے ساتھ موصوف ہوتا ہے جیسے مررت برجل ابوه عالم یا قام ابوه............

قولہ وَالْقِسْمُ الثَّانِيْ :-اور صفت کی قسمِ ثانی پانچ چیزوں میں موصوف کے موافق ہوتی ہے یعنی اعرابِ ثلثہ سے کسی ایک میں اور تعریف و تنکیر میں سے کسی میں اور باقی پانچ میں فعل کی مثل ہوتی ہے۔ قولہ وَفَائِدَةُ النَّعْتِ:-نعت، درج ذیل امور کا فائدہ دیتی ہے۔(۱) موصوف کی تخصیص کا اگر موصوف وصفت دونوں نکرہ ہوں جیسے جَآءَنِیْ رَجُلٌ عَالِمٌ۔(۲) موصوف کی توضیح کا اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جَآءَنِیْ زَیْدُ نِ الْفَاضِلُ ۔(۳) مدح وثنا کا جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ (۴) مذمت کا جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔(۵) تاکید کا جیسے نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ میں وَاحِدَةٌ، صفت، تاکید کا فائدہ دے رہی ہے کیونکہ وحدت تو نَفْخَةٌ کی تاء سے مفہوم ہو رہی ہے۔ فائدہ:- ذکر کردہ فوائد کے علاوہ بھی نعت کے فائدے ہیں مثلاً (۱) کشفِ ماہیت جیسے اَلْجِسْمُ الطَّوِیْلُ الْعَرِیْضُ الْعَمِیْقُ۔ (۲) ترحم، جیسے اَنَازَیْدُ نِ الْفَقِیْرُ۔(۳) برائے تعمیم جیسے کَانَ زَیْدٌ فِیْ یَوْمٍ مِنَ الْاَیَّامِ ۔ قولہ وَاعْلَمْ اَنَّ النَّکِرَةَ:-یعنی نکرہ کی صفت کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے کیونکہ متبوع کے معنی پر دلالت جملہ میں بھی پائی جاتی ہے اور جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے جیسے لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًی۔

وَالْمُضْمَرُ لَایُوْصَفُ وَلَایُوْصَفُ بِہٖ فَصْلٌ اَلْعَطْفُ بِالْحُرُوْفِ تَابِعٌ یُنْسَبُ اِلَیْہِ مَانُسِبَ اِلٰی مَتْبُوْعِہٖ وَکِلَاھُمَا مَقْصُوْدَانِ بِتِلْکَ النِّسْبَۃِ وَیُسَمّٰی عَطْفَ النَّسَقِ وَشَرْطُہٗ اَنْ یَّکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مَتْبُوْعِہٖ اَحَدُ حُرُوْفِ الْعَطْفِ وَسَیَأْتِیْ ذِکْرُھَا فِی الْقِسْمِ الثَّالِثِ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ وَعَمْرٌو............

اور ضمیر موصوف نہیں ہوتی اور نہ اس کے ساتھ صفت لائی جاتی ہے۔(فصل) عطف بالحروف ایسا تابع ہے کہ اس کی طرف وہ چیز منسوب کی جاتی ہے جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہو، اور اس نسبت سے وہ دونوں مقصود ہوتے ہیں، اور اس کا نام عطف نسق رکھا جاتا ہے۔اور اس کی شرط یہ ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے کوئی ایک حرف ہو۔اور حروف عطف کا ذکر انشاء اللہ قسم ثالث میں آئے گا۔جیسے **قام زید وعمرو..**

قولہ وَالْمُضْمَرُ :-یعنی ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے اور نہ صفت، موصوف تو اِس لئے کہ صفت لا کر اُس کی توضیح کی جائے گی جو تحصیل حاصل ہے کیونکہ ضمیر اَعرفُ المعارف اور واضح ہے۔اور ضمیر صفت اِس لئے نہیں ہوتی کہ صفت معنٰی متبوع پر دلالت کرتی ہے جبکہ ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے۔ سوال:-لَآاِلٰہَ اِلَّاھُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ، میں ضمیرِ غائب موصوف واقع ہو رہی ہے؟ جواب:-اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ، ضمیر سے بدل ہے۔ جواب۲:-اِس ارشاد میں ھُوَ، ضمیر نہیں بلکہ یہ اسمِ الٰہی ہے اِس صورت میں ھُوْ، بسکونِ واؤ پڑھا جائے گا۔ قولہ اَلْمَعْطُوْفُ :-عطف، کے لغوی معنی ہیں مائل کرنا یہاں عطف بمعنٰی معطوف ہے۔چونکہ یہ حروف اُپنے مابعد کو ماقبل کے حکم کی طرف مائل کر دیتے ہیں اِس لئے اِن کو حروفِ عطف کہتے ہیں۔عرفِ نُحات میں معطوف بحرف ایسا تابع ہے جس کی طرف وہ چیز منسوب کی جائے جو اُس کے متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے اور وہ دونوں یعنی تابع اور متبوع اِس نسبت سے مقصود ہوں۔ قولہ وَیُسَمّٰی:-یعنی معطوف بحرف کو عطفِ نسق بھی کہتے ہیں۔ نَسَقُ، کے معنی برابر ہونے کے ہیں چونکہ عطف بحرف میں تابع اور متبوع ایک نسق پر ہوتے ہیں یعنی دونوں مقصود بالنسبت ہوتے ہیں اِس لئے اِس کو عطفِ نسق کہتے ہیں۔ قولہ شَرْطُہٗ:-عطف بحرف کی شرط یہ ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان حروفِ عطف سے کوئی ایک حرف ہو اور حروفِ عطف دس ہیں جن کو شاعر نے اِس طرح جمع کیا ہے۔

دہ حروفِ عاطفہ مشہور اند یعنی واؤ، فا ثُمَّ، حَتّٰی، اَوْ، اِمَّا، اَمْ، بَلْ، لٰکِنْ وَلَا

فائدہ:-مصنف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حرف عاطفہ کا توسط شرط اور لازم ہے اور اُس کا حذف ممتنع ہے لیکن بعض کے نزدیک بلا عاطف بھی عطف جائز ہے جیسے اَکَلْتُ سَمَکًا، لَبَنًا، تَمْرًا۔

وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ يَجِبُ تَاكِيْدُهٗ بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ اِلَّا اِذَا فُصِلَ نَحْوُ ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ يَجِبُ اِعَادَةُ حَرْفِ الْجَرِّ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ ....

اور جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو اسکی تاکید ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ واجب ہے۔ جیسے ضربت انا وزیدٌ مگر جس وقت فاصلہ کیا جائے جیسے ضربت الیوم وزیدٌ اور جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو حرف جار کو دوبارہ لانا ضروری ہے۔ جیسے مررت بک وبزید..........

قولہ وَاِذَا عُطِفَ :- یعنی جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کا ارادہ کیا جائے تو پہلے اسکی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لانا واجب ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ میں اَنْتَ سے تاکید کی گئی ہے جیسا کہ ابن مالک نے کہا۔

وَاِنْ عَلٰى ضَمِيْرِ رَفْعٍ مُّتَّصِلٍ عَطَفْتَ فَافْصِلْ بِالضَّمِيْرِ الْمُنْفَصِلِ

سوال :- ضمیر کو مرفوع متصل کے ساتھ مقید کیوں کیا گیا ہے؟ جواب :- اِس لئے کہ ضمیر منصوب، مجرور اور ضمیر مرفوع منفصل پر بلا تاکید عطف جائز ہے کہ وہ کسی کا جز نہیں ہوتیں۔ قولہ اِلَّا اِذَا فُصِلَ :- یعنی جب ضمیرِ مذکور اور اُس کے معطوف کے درمیان فاصلہ ہو تو ترکِ تاکید جائز ہے اور یہ فاصلہ تاکید کے قائم مقام ہو جائے گا جیسے ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ۔ فائدہ :- یہ فاصلہ کبھی حرفِ عطف سے پہلے ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ میں ہے اور کبھی حرفِ عطف کے بعد جیسے ارشاد باری مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآءُنَا ، میں لَا، زائدہ برائے تاکید حرفِ عطف کے بعد فاصل ہے۔ قولہ وَاِذَا عُطِفَ :- یعنی جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو اُسکے لئے اعادۂ جار واجب ہے اِس لئے کہ ضمیر اپنے جار کے ساتھ شدتِ اتصال کی وجہ سے بمنزلہ اُس کے جز کے ہوگئی ہے اور کسی کلمہ کے جز پر عطف کرنا جائز نہیں جیسے مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ میں حرفِ جار کا اعادہ کیا گیا ہے۔ سوال :- اعادۂ جار کے وقت معطوف میں عامل پہلا جار ہوگا یا دوسرا؟ جواب :- پہلا جار عامل ہوگا اِس لئے کہ دوسرا جار صحتِ عطف کیلئے زائد کیا گیا ہے گویا کہ وہ کالعدم ہے۔ فائدہ :- اعادۂ جار سعۃِ کلام میں بصریین کا مختار ہے اور بوقتِ ضرورت ترکِ اعادۂ جار بھی جائز ہے۔ جیسے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ میں۔ اور کوفیین کے نزدیک ترکِ اعادۂ جار مطلقاً جائز ہے اور جرمی کے نزدیک اگر اسمِ ظاہر سے ضمیر کی تاکید ہو جائے تو عطف بلا اعادۂ جار جائز ہے مثلاً مَرَرْتُ بِكَ نَفْسِكَ وَزَيْدٍ کہنا درست ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَعْطُوْفَ فِیْ حُکْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ اَعْنِیْ اِذَا کَانَ الْاَوَّلُ صِفَةً لِشَیْئٍ اَوْخَبَرًا لِاَمْرٍ اَوْصِلَةً اَوْحَالاً فَالثَّانِیْ کَذٰلِکَ اَیْضًا وَالضَّابِطَةُ فِیْهِ اَنَّهٗ حَیْثُ یَجُوْزُ اَنْ یُّقَامَ الْمَعْطُوْفُ مَقَامَ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ جَازَالْعَطْفُ وَحَیْثُ لَا فَلاَ..

اور جان لیجئے کہ بے شک معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہے۔ میں مراد لیتا ہوں کہ جب اول کسی شی کی صفت یا کسی امر کی خبر یا صلہ یا حال ہو تو ثانی بھی اسکی مانند ہوگا۔ اور اس میں ضابطہ یہ ہے کہ جس جگہ معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ رکھنا جائز ہو تو وہاں عطف جائز ہے اور جس مقام میں ناجائز ہو تو عطف ناجائز ہے..........................

قولہ اِعْلَمْ :- اِس جگہ مصنف وہ چند مواضع ذکر کرتے ہیں جن میں معطوف اپنے معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جب معطوف علیہ کسی چیز کی صفت ہو تو معطوف بھی صفت ہوگا جیسے جَآءَ زَیْدُ نِ الْعَالِمُ وَالْعَاقِلُ۔ اور معطوف علیہ خبر ہو تو معطوف بھی خبر ہوگا جیسے زَیْدٌ عَاقِلٌ وَّشَاعِرٌ۔ اور معطوف علیہ صلہ ہو تو معطوف بھی صلہ ہوگا جیسے قَامَ الَّذِیْ صَلّٰی وَصَامَ۔ اور اگر معطوف علیہ حال ہو تو معطوف بھی حال ہوگا جیسے قَعَدَ زَیْدٌ مَشْدُوْدًا وَّمَضْرُوْبًا۔ سوال:- رُبَّ شَاةٍ وَسَخْلَتِهَا، میں معطوف پر رُبَّ، کا دخول ممنوع ہے کیونکہ وہ معرفہ ہے جبکہ معطوف علیہ پر رُبَّ، داخل ہونا جائز ہے کیونکہ شَاةٍ، نکرہ ہے جس سے قاعدہ مذکوہ ٹوٹ گیا ہے؟ جواب:- اِس مثال میں معطوف پر رُبَّ، کا دخول ممنوع نہیں کیونکہ معطوف بھی نکرہ ہے اِس لئے کہ نکرہ کی طرف لوٹنے والی ضمیر عند البعض نکرہ ہوتی ہے لہٰذا ھَا، ضمیر کی طرف اضافت کی وجہ سے کلمہ سَخْلَةٌ معرفہ نہ ہوا۔ یا اِس لئے معطوف نکرہ ہے کہ متکلم کا مقصود اُس سے تعیین نہیں بلکہ متکلم کی مراد ہے رُبَّ شَاةٍ وَّسَخْلَةٍ لَّهَا۔ فائدہ:- کچھ اُمور معطوف علیہ سے مختص ہوتے ہیں اور غیر کی طرف متجاوز نہیں ہوتے اُن امور میں معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوتا۔ مثلاً معطوف علیہ جب لائے نفی جنس کا اِسم نکرہ مفردہ مبنی بر فتح ہوگا تو اُس پر معطوف مبنی نہیں ہوگا جیسے لَارَجُلَ وَزَیْدًا میں معطوف مبنی نہیں ہے۔ قولہ وَالضَّابِطَةُ:- اور عطف کا ضابطہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جہاں معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ رکھنا جائز ہو وہاں عطف بھی جائز ہوگا اور جہاں ناجائز ہوگا وہاں عطف بھی ناجائز ہوگا۔

وَالْعَطْفُ عَلٰی مَعْمُوْلَیْ عَامِلَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ جَآئِزٌ اِنْ کَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَیْهِ مَجْرُوْرًا مُّقَدَّمًا وَالْمَعْطُوْفُ کَذٰلِکَ نَحْوُ فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَ الْحُجْرَةِ عَمْرٌو وَفِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ مَذْهَبَانِ اٰخَرَانِ وَهُمَا اَنْ یَّجُوْزَ مُطْلَقًا عِنْدَ الْفَرَّاءِ وَلَایَجُوْزُ مُطْلَقًا عِنْدَ سِیْبَوَیْهِ **فَصْلٌ** اَلتَّاکِیْدُ تَابِعٌ یَدُلُّ عَلٰی تَقْرِیْرِ الْمَتْبُوْعِ فِیْ مَانُسِبَ اِلَیْهِ اَوْ عَلٰی شُمُوْلِ الْحُکْمِ لِکُلِّ فَرْدٍ مِنْ اَفْرَادِ الْمَتْبُوْعِ..................

اور دومختلف عاملوں کے دومعمولوں پرعطف کرنا جائز ہے اگر معطوف علیہ مجرور مقدم ہواور معطوف بھی اسی طرح جیسے فی الدار زیدٌ والحجرۃ عمروٌ. اوراس مسئلہ میں دو مذہب اور ہیں وہ یہ کہ یہ عطف مطلقاً جائز ہے فراء کے نزدیک اور مطلقاً ناجائز ہے سیبویہ کے نزدیک۔(فصل) تاکید ایسا تابع ہے جومتبوع کے ثابت ہونے پر دلالت کرے اس چیز میں جومتبوع کی جانب منسوب کی گئی ہے یا متبوع کے افراد میں سے ہر فرد کیلئے حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے

قولہ وَالْعَطْفُ:-دومختلف عاملوں کے دومعمولوں پرایک حرف کے ذریعے عطف کرنے میں تین مذہب ہیں۔ (۱) ایسا عطف مطلقاً ناجائز ہے کیونکہ ایک حرفِ عطف میں اِتنی قوت نہیں کہ دوعاملوں کے قائم مقام ہوسکے۔(۲) یہ عطف مطلقاً جائز ہے یہ فرأ کا مذہب ہے وجہِ جواز یہ ہے کہ وہ اِس کو ایک عامل کے دومختلف معمولوں پر قیاس کرتے ہیں۔ (۳) جمہور کے نزدیک یہ عطف صرف ایک صورت میں جائز ہے وہ یہ کہ معطوف علیہ مجرور ہواور مرفوع ومنصوب پر مقدم ہو اور معطوف بھی اِسی طرح ہو جیسے فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَّالْحُجْرَةِ عَمْرٌو، وجہِ جواز یہ ہے کہ ایسی تراکیب کلامِ عرب میں بکثرت موجود ہیں۔ فائدہ:-آپ کو عربی عبارت میں درج ذیل نشانیاں بکثرت ملیں گی۔ ء، عـــط، عف۔ یہ عطف کا مُخَفَّف ہیں جس لفظ پر اِن میں سے کوئی نشانی ہو اُس کے نیچے والا پہلا لفظ معطوف علیہ ہوگا اور دوسرا لفظ معطوف ہوگا۔ قولہ اَلتَّاکِیْدُ:-مصنف نے عطف بالحروف کے بعد تاکید کا بیان کیا بایں مناسبت کہ بعض حروفِ عطف تاکیدِ لفظی کیلئے آتے ہیں مثلاً ثُمَّ اور فَاء جیسے وَاللّٰهِ ثُمَّ وَاللّٰهِ، وَاللّٰهِ فَوَاللّٰهِ۔ قولہ تَابِعٌ:-یعنی تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کی تقریر پر دلالت کرے اُس چیز میں جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہو۔یعنی متبوع کے منسوب الیہ ہونے کو پختہ کردے تاکہ سامع پر یہ بات واضح ہوجائے کہ یہ چیز متبوع ہی کی طرف منسوب ہے کسی دوسری شئی کی طرف منسوب نہیں جیسے جَآءَ نِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ یعنی میرے پاس زید بذاتِ خود آیا اُس کا پیغام یا مکتوب نہیں آیا۔ قولہ اَوْعَلٰی شُمُوْلِ الْحُکْمِ:-یہ عَلٰی تَقْرِیْرِ الْحُکْمِ، پر معطوف ہے۔یعنی تاکید ایسا تابع ہے جو اِس بات پر دلالت کرے کہ حکمِ مذکور متبوع کے ہر ہر فرد اور ہر ہر جز کو شامل ہے جیسے جَآءَ نِی الْقَوْمُ کُلُّهُمْ میں اَلْقَوْمُ، کل اجزا کو شامل ہے اور لفظِ کُلّ نے اِس شمول کو پختہ کردیا ہے۔

وَالتَّاكِيْدُ عَلٰى قِسْمَيْنِ لَفْظِيٌّ وَهُوَ تَكْرِيْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ نَحْوُ جَآءَ نِيْ زَيْدٌ زَيْدٌ وَجَاءَ جَاءَ زَيْدٌ وَمَعْنَوِيٌّ وَهُوَ بِاَلْفَاظٍ مَّعْدُوْدَةٍ وَهِيَ النَّفْسُ وَالْعَيْنُ لِلْوَاحِدِ وَالْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعِ بِاِخْتِلَافِ الصِّيْغَةِ وَالضَّمِيْرِ نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌ نَفْسُهٗ وَالزَّيْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْنَفْسَاهُمَا وَالزَّيْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ وَكَذٰلِكَ عَيْنُهٗ وَاَعْيُنُهُمَا اَوْعَيْنَاهُمَا وَاَعْيُنُهُمْ وَجَاءَ تْنِيْ هِنْدٌ نَفْسُهَا وَجَاءَ تْنِي الْهِنْدَانِ اَنْفُسُهُمَا اَوْ نَفْسَاهُمَا وَجَاءَ تْنِي الْهِنْدَاتُ اَنْفُسُهُنَّ وَكِلَاوَكِلْتَا.........................

اور تاکید دو قسم پر ہے لفظی اور وہ لفظ اول کو مکرر لانا ہے جیسے جاء نی زیدٌ زیدٌ اور جاء جاء زید. اور معنوی اور وہ گنے چنے الفاظ سے ہوتی ہے۔ اور وہ الفاظ نفسٌ اور عینٌ ہے واحد، تثنیہ اور جمع کیلئے صیغہ اور ضمیر کے مختلف ہونے کے ساتھ جیسے جاء نی زید نفسه والزیدان انفسهما أو نفساهما والزیدون انفسهم اور اسی طرح عینه واعینهما او عیناهما واعینهم جاءتنی هند نفسها وجائتنی الهندان انفسهما او نفساهما وجائتنی الهندات انفسهن و کلا و کلتا..........................

قولہ وَالتَّاكِيْدُ:- یعنی تاکید کی دو قسمیں ہیں اوّل تاکیدِ لفظی جو لفظ کے تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔ تاکید کی یہ قسم تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے خواہ اِسم ہوں جیسے جَآءَ نِیْ زَیْدٌ زَیْدٌ، یا فعل ہوں جیسے ضَرَبَ ضَرَبَ زَیْدٌ، یا حرف ہوں جیسے اِنَّ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ ۔ قولہ وَمَعْنَوِیٌّ :- تاکید کی دوسری قسم تاکیدِ معنوی ہے جو الفاظِ مخصوصہ کے ساتھ آتی ہے اور وہ نو الفاظ ہیں۔ قولہ اَلنَّفْسُ وَالْعَیْنُ :- یعنی یہ دونوں لفظ باختلاف صیغہ وضمیر واحد، تثنیہ اور جمع کی تاکید کیلئے آتے ہیں۔ مصنف نے مثالوں میں اَلزَّیْدَانِ کی تاکید صیغہ جمع (اَنْفُسُهُمَا) اور صیغہ تثنیہ (نَفْسَاهُمَا) سے کر کے اِس بات کی طرف اِشارہ کیا ہے صیغہ تثنیہ کی تاکید میں دو قول ہیں جمہور کے نزدیک صیغہ جمع کے ساتھ اور بعض کے نزدیک صیغہ تثنیہ کے ساتھ۔ قولہ کِلَاوَکِلْتَا :- یہ دونوں تثنیہ مذکر و تثنیہ مؤنث کی تاکید کیلئے آتے ہیں اور اِن کے ساتھ جو ضمیر ہوتی ہے وہ متبوع کے غائب، مخاطب اور متکلم ہونے کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ فائدہ:- مصنف کے قول خَاصَّةً میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ کلمہ لِلْمُثَنّٰی سے حال ہو جو یُسْتَعْمَلَانِ، مقدر کا مفعول ہے اَیْ یُسْتَعْمَلَانِ لِتَاکِیْدِ الْمُثَنّٰی خَاصَّةً ۔ (۲) خُصُوْصٌ کے معنی میں ہو کر فعلِ مقدر کا مفعول مطلق ہو اَیْ خُصَّ الْمُثَنّٰی بِتَاکِیْدِ هِمَا خُصُوْصًا۔

لِلْمُثَنّٰی خَاصَّۃً نَحْوُ قَامَ الرَّجُلَانِ کِلَاھُمَا وَقَامَتِ الْمَرْأَتَانِ کِلْتَاھُمَا وَ کُلٌّ وَاَجْمَعُ وَاَکْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ لِغَیْرِ الْمُثَنّٰی بِاخْتِلَافِ الضَّمِیْرِ فِیْ کُلٍّ وَالصِّیْغَۃِ فِی الْبَوَاقِیْ تَقُوْلُ جَاءَ نِی الْقَوْمُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ اَکْتَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ وَقَامَتِ النِّسَاءُ کُلُّھُنَّ جُمَعُ کُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ وَاِذَا اَرَدْتَّ تَاکِیْدَ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنِ یَجِبُ تَاکِیْدُہٗ بِالضَّمِیْرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُکَ

تثنیہ کیلئے خاص ہیں جیسے قام الوجلان کلاھما وقامت المرأتان کلتاھما اور کلٌّ اور اجمع اور اکتع اور ابتع ابصع غیر تثنیہ کیلئے باختلاف ضمیر لفظ کل میں اور باختلاف صیغہ باقی میں، تم کہو گے: جاء نی القوم کلھم اجمعون اکتعون ابتعون ابصعون وقامت النساء کلھن جمع کتع بتع بصع اور جب تم ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کا ارادہ کرو نفسؔ اور عینؔ کے ساتھ، تو اسکی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ واجب ہے۔ جیسے ضربت انت نفسک......

سوال:-خَاصَّۃً (مؤنث) کو اَلْمُثَنّٰی (مذکر) سے حال بنانا درست نہیں کیونکہ ذوالحال اور حال کے درمیان تذکیر وتانیث میں مطابقت ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے؟ جواب:-خَاصَّۃً، کی تاء برائے تانیث نہیں بلکہ برائے مبالغہ ہے جیسے عَلَّامَۃٌ کی تاء برائے مبالغہ ہے۔ قولہ کُلٌّ وَاَجْمَعُ:-اور لفظِ کُلٌّ وغیرہ یہ پانچوں الفاظ غیرِ تثنیہ یعنی مفرد اور جمع کی تاکید کیلئے آتے ہیں۔ اُن میں لفظ کُلٌّ واحد اور جمع کیلئے باختلاف ضمیر آتا ہے اور باقی چار باختلافِ صیغہ آتے ہیں۔ فائدہ:-اَکْتَعُ، اَبْتَعُ اور اَبْصَعُ، اگر اکیلے ہوں تو اُنکے لئے کوئی معنی نہیں اور جب اَجْمَعُ کے بعد آئیں تو بمعنی اَجْمَعُ ہوتے ہیں۔

سوال۔ تاکید معنوی مذکورہ نو الفاظ کے علاوہ کلمہ اِنَّ اور لامِ تاکید سے بھی آتی ہے مصنف نے اُن کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب:- یہاں اُس تاکید کا بیان ہو رہا ہے جو از قسمِ توابع ہے اور وہ تاکید صرف اِنہیں الفاظ سے آتی ہے۔ مطلق تاکید کا بیان نہیں کہ دیگر الفاظِ تاکید بھی ذکر کرتے۔ قولہ وَاِذَا اَرَدْتَّ:-اور جب تم ضمیر مرفوع کی تاکید نَفْسُ یا عَیْنُ کے ساتھ کرنا چاہو تو پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ اُس کی تاکید لاؤ اور اِس طرح کہو ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسُکَ۔ فائدہ:-چونکہ لفظِ نَفْس اور عَین، زیادہ تر فاعل واقع ہوتے ہیں جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ نَفْسُہٗ اور بَشَرٌ جَآءَ عَیْنُہٗ، اِس لئے ضروری ہے کہ بوقتِ تاکید پہلے اُن کی ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لائی جائے تاکہ فاعل اور تاکیدِ فاعل میں فرق ہو سکے یہی وجہ ہے کہ لفظ کُلٌّ اور اَجْمَعُ فاعل واقع نہیں ہوتے تو اِن میں سے کوئی جب ضمیر متصل کی تاکید واقع ہو تو پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ ان کی تاکید ضروری نہیں۔ سوال:-مصنف نے مضمر کو مرفوع اور متصل کے ساتھ کیوں مقید کیا ہے؟ جواب:-اِس لئے کہ ضمیر منصوب، مجرور اور ضمیر منفصل کی تاکید لفظِ نَفْسُ اور عَیْن کے ساتھ بغیر کسی شرط کے جائز ہے جیسے ضَرَبْتُکَ نَفْسَکَ، مَرَرْتُ بِکَ نَفْسِکَ، اَنْتَ نَفْسُکَ قَائِمَۃٌ۔

وَلَا يُؤَكَّدُ بِكُلٍّ وَاَجْمَعَ اِلَّا مَالَهٗ اَجْزَاءٌ وَاَبْعَاضٌ يَصِحُّ اِفْتِرَاقُهَا حِسًّا كَالْقَوْمِ اَوْ حُكْمًا كَمَا تَقُوْلُ اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ وَلَا تَقُوْلُ اَكْرَمْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ وَاعْلَمْ اَنَّ اَكْتَعَ وَاَبْتَعَ وَاَبْصَعَ اَتْبَاعٌ لِاَجْمَعَ وَلَيْسَ لَهَا مَعْنًى هٰهُنَا بِدُوْنِهٖ فَلَا يَجُوْزُ تَقْدِيْمُهَا عَلٰى اَجْمَعَ وَلَا ذِكْرُهَا بِدُوْنِهٖ فَصْلٌ اَلْبَدَلُ تَابِعٌ يُنْسَبُ اِلَيْهِ مَا نُسِبَ اِلٰى مَتْبُوْعِهٖ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّسْبَةِ دُوْنَ مَتْبُوْعِهٖ........................

اور لفظ کل اور اجمع کے ذریعے تاکید نہیں لائی جاتی مگر اس چیز کی جس میں اجزاء ہوں اور ایسے ابعاض ہوں جن کا ایک دوسرے سے جدا ہونا حسی طور پر صحیح ہو جیسے قوم یا حکمی طور پر جیسے اشتریت العبد کلہ مگر اکرمت العبد کلہ نہیں کہہ سکتے اور معلوم کیجئے بے شک اکتع اور ابتع اور ابصع تابع ہیں اجمع کے اور یہاں پر انکے کوئی معنی نہیں سوا اجمع کے۔ پس انکی تقدیم اجمع پر جائز نہیں اور نہ ان کا ذکر اجمع کے بغیر۔ (فصل) بدل وہ تابع ہے جس کی طرف وہ چیز نسبت کی جائے جو اسکے متبوع کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ اور وہی تابع مقصود بالنسبت ہوتا ہے اس کا متبوع مقصود بالنسبت نہیں ہوتا........................

قولہ وَلَا يُؤَكَّدُ:- یعنی لفظِ کُلٌّ اور اَجْمَعُ کے ساتھ صرف اُس چیز کی تاکید کی جاتی ہے جس کے ایسے اجزاء وابعاض ہوں جو حِسًّا ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہوں جیسے لفظِ قَوْم یا حکماً جدا ہو سکتے ہوں جیسے لفظِ عَبْد، تیرے قول اِشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ میں۔ وجہ یہ ہے کہ اِن دونوں لفظوں کی وضع افادۂ شمول کیلئے ہے جو صرف ذو اجزاء میں متصور ہے اور جس کے اجزاء نہیں ہیں وہاں شمول متعذر ہے لہٰذا اَكْرَمْتُ الْعَبْدَ كُلَّهٗ نہیں کہا جائے گا۔ فائدہ:- لفظِ حِسًّا اور حُکْماً کے نصب میں درج ذیل احتمال ہیں۔ (۱) مفعول مطلق ہوں بحذفِ مضاف اَیْ يَصِحُّ اِفْتِرَاقُهَا اِفْتِرَاقَ حِسٍّ۔ (۲) تمیز کی بنا پر منصوب ہوں۔ (۳) کَانَ، محذوف کی خبر ہوں۔ (۴) بحذفِ مضاف حال ہوں اَیْ يَصِحُّ اِفْتِرَاقُهَا حَالَ كَوْنِهَا ذَاتَ حِسٍّ۔ فائدہ:- اَكْتَعُ، اَبْتَعُ اور اَبْصَعُ، بابِ تاکید میں اَجْمَعُ کے تابع ہیں البتہ اِس امر میں اختلاف ہے کہ اَجْمَعُ کے بعد اِن میں سے کس کو لایا جائے زمخشری کے نزدیک اَبْتَعُ، کی تقدیم دوسرے دو پر فصیح ہے۔ بغدادیہ کے نزدیک اَبْصَعُ کی اور ابنِ کیسان کے نزدیک اَجْمَعُ کے بعد جو بھی لایا جائے درست ہے۔ قولہ اَلْبَدَلُ تَابِعٌ:- بدل وہ تابع ہے جسکی طرف وہ چیز منسوب کی گئی ہو جو اُس کے متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے اور مقصود اِس نسبت سے یہی تابع ہو اور متبوع کا ذکر محض تمہید کیلئے ہو جیسے جَآءَ نِیْ زَيْدٌ اَخُوْكَ۔ اِس مثال میں آنے کی نسبت اگرچہ زید اور اَخُوْكَ دونوں کی طرف ہے مگر مقصود بِالنِّسْبَۃِ، اَخُوْكَ ہے۔

وَاَقْسَامُ الْبَدَلِ اَرْبَعَةٌ بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَامَدْلُوْلُهٗ مَدْلُوْلُ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَيْدٌ اَخُوْكَ وَبَدَلُ الْبَعْضِ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَامَدْلُوْلُهٗ جُزْءُ مَدْلُوْلِ الْمَتْبُوْعِ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا رَأْسَهٗ وَبَدَلُ الْاِشْتِمَالِ وَهُوَ مَامَدْلُوْلُهٗ مُتَعَلِّقُ الْمَتْبُوْعِ كَسُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ وَ بَدَلُ الْغَلَطِ وَهُوَ مَا يُذْكَرُ بَعْدَ الْغَلَطِ نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَيْدٌ جَعْفَرٌ وَرَأَيْتُ رَجُلًا حِمَارًا وَالْبَدَلُ اِنْ كَانَ نَكِرَةً مِّنْ مَّعْرِفَةٍ يَجِبُ نَعْتُهٗ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ وَلَايَجِبُ ذٰلِكَ فِیْ عَكْسِهٖ وَلَافِی الْمُتَجَانِسَيْنِ **فَصْلٌ** عَطْفُ الْبَيَانِ تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوْضِحُ مَتْبُوْعَهٗ.....................

اور بدل کی چار قسمیں ہیں **بدل الکل من الکل** اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول اور متبوع کا مدلول ایک ہو۔ جیسے **جاءنی زید اخوک.** اور **بدل البعض من الکل** اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزو ہو جیسے **ضربت زیدا راسه.** اور **بدل الاشتمال** اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کے مدلول کا متعلق ہو۔ جیسے **سلب زید ثوبه.** چھینا گیا زید یعنی اس کا کپڑا۔ اور **بدل الغلط** اور وہ وہ ہے جو غلطی کے بعد ذکر کیا جائے۔ جیسے **جاء نی زیدٌ جعفرٌ.** میرے پاس زید آیا نہیں بلکہ جعفر آیا۔ اور **رایت رجلا حمارا.** میں نے آدمی کو دیکھا نہیں بلکہ گدھے کو دیکھا۔ اور بدل اگر نکرہ ہو مبدل منہ معرفہ سے تو اسکی نعت لانا ضروری ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ "بالناصیۃ الخ" اور یہ نعت اسکے عکس میں ضروری نہیں اور نہ دو ہم جنس میں (**فصل**) عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہو جو اپنے متبوع کو واضح کرے..................

قولہ وَاَقْسَامُ الْبَدَلِ:- بدل کی چار قسمیں ہیں۔(۱) بَدَلُ الْكُلِّ ۔ بدل الکل، وہ ہے کہ جس کا مدلول و مصداق وہی ہو جو مبدل منہ کا ہے جیسے جَاءَ نِیْ زَيْدٌ اَخُوْكَ میں زَيْدًا اور اَخُوْكَ، ذاتِ واحدہ پر بولے جاتے ہیں۔(۲) بَدَلُ الْبَعْضِ ، یہ وہ تابع ہے کہ جس کا مدلول، مبدل منہ کے مدلول کا بعض ہو جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا رَأْسَهٗ ۔ فائدہ:- بدل کی اِس قسم کے ساتھ ایک ضمیر ہوتی ہے جو مبدل منہ کے موافق ہوتی ہے۔ (۳) بَدَلُ الْاِشْتِمَالِ :- یہ وہ تابع ہے کہ جس کا مدلول، مبدل منہ (متبوع) کے مدلول کا متعلق ہو جیسے سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهٗ ۔(۴) بَدَلُ الْغَلَطِ ، یہ وہ تابع ہے جو مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد اُس کے تدارک کیلئے ذکر کیا جائے جیسے جَاءَ نِیْ زَيْدٌ جَعْفَرٌ ۔

قولہ وَالْبَدَلُ:- یعنی بدل اگر نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ تو بدل کی صفت لانا واجب ہے جیسے بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ ۔ فائدہ:- بدل اور مبدل منہ کی چار صورتیں ہیں۔(۱) دونوں معرفہ ہوں۔(۲) دونوں نکرہ ہوں۔(۳) مبدل منہ نکرہ ہو بدل معرفہ ہو۔(۴) مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ۔ چونکہ مقصود بِالنِّسْبَةِ ، بدل ہے اِس لئے اِس کو مبدل منہ سے ناقص نہیں ہونا چاہیے اور پہلی تین صورتوں میں چونکہ بدل ناقص نہیں اِس لئے صفت سے بدل کی تخصیص ضروری نہیں اور چوتھی صورت میں بدل، ناقص ہے یعنی نکرہ ہے اِس لئے اُس کی صفت لانا واجب ہے تا کہ بدل نکرہ مخصصہ ہو کر معرفہ کے قریب ہو جائے۔ قولہ عَطْفُ الْبَيَانِ:- عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہو لیکن موصوف کی وضاحت کرے۔

وَهُوَ اَشْهَرُ اِسْمَیْ شَيْئٍ نَحْوُ قَامَ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ وَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَلَا يَلْتَبِسُ بِالْبَدَلِ لَفْظًا فِیْ مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ

اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ ﴿شعر﴾ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهُ وُقُوْعًا

اور وہ کسی شی کے دو ناموں میں سے زیادہ مشہور نام ہے۔ جیسے قام ابو حفص عمر، اور قام عبد الله بن عمر. اور عطف بیان لفظ کے اعتبار سے بدل سے ملتبس نہیں ہوتا مثل میں شاعر کے قول: انا ابن التارک البکری بشر - علیه الطیر ترقبه وقوعا کے۔

قولہ وَهُوَ اَشْهَرُ:- یعنی عطف بیان کسی چیز کے دو ناموں میں سے زیادہ مشہور کو کہتے ہیں جیسے اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ میں اَبُوْ حَفْصٍ (کنیت) جو زیادہ مشہور نہیں ہے مُبَيَّنٌ ہے اور عُمَرُ، جو زیادہ مشہور ہے عطف بیان ہے اور یہ نام کے عطف بیان ہونے کی مثال ہے اور قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ، کنیت کے عطفِ بیان ہونے کی مثال ہے۔ فائدہ: علم (نام) کی تین قسمیں ہیں۔ اول کنیت، جس کے شروع میں اَبٌ یا اِبْنٌ یا اُمٌّ یا بِنْتٌ ہو۔ دوم لقب، جس سے مقصود مدح یا ذم ہو۔ سوم علم، جو لقب یا کنیت نہ ہو۔ قولہ وَلَا يَلْتَبِسُ:- کچھ لوگ بدل اور عطفِ بیان میں فرق نہیں کرتے اور توابع کی صرف چار قسمیں بتاتے ہیں مصنف اُن کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بدل اور عطفِ بیان میں لفظاً اور معنًی فرق موجود ہے۔ فرقِ معنوی تو اِس طرح کہ بدل مقصود بِالنِّسْبَةِ ہوتا ہے اور عطفِ بیان مقصود بِالنِّسْبَةِ نہیں ہوتا اور فرقِ لفظی شاعر کے قول سے واضح ہے کہ لفظِ بِشْرٍ کو اَلْبَكْرِيِّ سے عطفِ بیان بنانا جائز ہے جبکہ بدل بنانا جائز نہیں جس سے معلوم ہوا کہ عطفِ بیان اور بدل، شئی واحد نہیں ہیں۔ ترجمہ شعر۔ میں اُس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بِشر جیسے بہادر کو قتل کر کے چھوڑ دیتا ہے اِس حال میں کہ پرندے اُس کے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ فائدہ:- شاعر کے قول میں لفظِ بِشْر کو اَلْبَكْرِيِّ سے بدل بنانا اِس لئے جائز نہیں کہ بدل تکرارِ عامل کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا تقدیرِ عبارت ہو گی اَلتَّارِكِ بِشْرٍ اور یہ ترکیب تخفیف کا فائدہ نہ دینے کی بنا پر اَلضَّارِبُ زَيْدٍ کی مثل ناجائز ہے۔ اور الضارب زید کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے جو مفید تخفیف ہوتی ہے اور اسمیں تخفیف نہیں ہے کیونکہ مضاف سے تنوین الف لام کی وجہ سے حذف ہوئی ہے اور مضاف الیہ میں ضمیر تھی ہی نہیں کہ اس کے حذف سے تخفیف حاصل ہو۔ تو یہ مثال تخفیف حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِی الْاِسْمِ الْمَبْنِیِّ وَھُوَاسْمٌ وَقَعَ غَیْرَ مُرَکَّبٍ مَعَ غَیْرِہٖ مِثْلُ ا ب ت ث وَمِثْلُ وَاحِد وَاِثْنَان وَثَلٰثَۃ وَکَلَفْظَۃِ زَیْد وَحْدَہٗ فَاِنَّہٗ مَبْنِیٌّ بِالْفِعْلِ عَلَی السُّکُوْنِ وَمُعْرَبٌ بِالْقُوَّۃِ اَوْ شَابَہَ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ بِاَنْ یَّکُوْنَ فِی الدَّلَالَۃِ عَلٰی مَعْنَاہُ مُحْتَاجًا اِلٰی قَرِیْنَۃٍ کَالْاِشَارَۃِ نَحْوُ ھٰؤُلَآءِ وَنَحْوِھَا اَوْیَکُوْنَ عَلٰی اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَۃِاَحْرُفٍ اَوْتَضَمَّنَ مَعْنَی الْحَرْفِ نَحْوُ ذَاوَمَنْ وَاَحَدَعَشَرَ اِلٰی

دوسرا باب اسم مبنی میں ہے۔

اور اسم مبنی وہ اسم ہے جو واقع ہو اس حال میں کہ اپنے غیر سے مرکب نہ ہو۔ جیسے الف، با، تا، ثا اور واحد، اثنان اور ثلثہ اور جیسے لفظ زید اس حال میں کہ تنہا ہے پس تحقیق زید مبنی بر سکون بالفعل ہے اور معرب بالقوہ ہے۔ یا مشابہ ہو مبنی اصل کے اس طرح کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کی جانب محتاج ہو مثلاً اشارہ حسیہ جیسے ھؤلاء اور اس کی مثل، یا تین حروف سے کم پر ہو یا حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے ذَا اور مَنْ اور احد عشر سے لیکر

قولہ :- دوسرا باب اسم مبنی کے بیان میں ہے۔ مبنی، بنا بمعنی عدم تغیُّر سے ماخوذ ہے۔ چونکہ اسم کی اس قسم کا آخر عوامل کے تغیر سے متغیر نہیں ہوتا اس لئے اس کو مبنی کہتے ہیں اور مبنی کی دو قسمیں ہیں۔ قولہ وَھُوَاسْمٌ :- اِس عبارت میں مصنف نے مبنی کی قسمِ اول کی تعریف بیان کی ہے یعنی مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر (عامل) کیساتھ مرکب نہ ہو جیسے ا، ب، ت، ث اور جیسے اسمائے اعداد وَاحِدٌ، اِثْنَانِ، ثَلٰثَۃٌ اور جیسے لفظ زَیْدٌ تنہا یعنی غیر مرکب۔ قولہ فَاِنَّـہٗ مَبْنِیٌّ :- یعنی اس قسم کے اسماءِ مبنیہ، بالفعل (یعنی موجودہ صورت میں) مبنی علی السکون ہیں لیکن بالقوۃ معرب ہیں یعنی جب عامل کے ساتھ واقع ہوتے ہیں تو اِن پر اعراب آجاتا ہے جیسا کہ حدیث میں اَلِفٌ حَـــرْفٌ، لَامٌ حَـرْفٌ، مِیْـمٌ حَرْفٌ، آیا ہے۔ فائدہ:- مصنف کے قول مثل ا، ب، ت، ث سے مراد اِن حروف کے اسماء ہیں یعنی اَلِفٌ، بَـآءٌ وغیرہ بایں قرینہ کہ یہ بحث اسمِ مبنی کی ہے نہ حرف کی اور ا، ب، ت، تو حروف تہجی ہیں۔ قولہ اَوْشَـابَـہَ ...... الـــخ :- یہ قسمِ دوم کی تعریف ہے یعنی مبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت (مناسبت) رکھتا ہو، اور مبنی الاصل تین چیزیں ہیں فعل ماضی، امر حاضر معروف اور جملہ حروف۔ فائدہ:- اس مشابہت ومناسبت سے مراد ایسی مشابہت ومناسبت ہے جو اعراب کے روکنے میں مؤثر ہو اور اُسکی تین قسمیں ہیں، قسم اول:- اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہو جیسے اسمائے اشارہ، مضمرات وغیرہ۔ قسم دوم:- اسم کی بنا تین حروف سے کم ہو جیسے ذَا، مَنْ۔ قسم سوم:- اسم میں مبنی اصل کا معنی پایا جائے یا مبنی اصل کو متضمن ہو جیسے اَحَدَعَشَرَ سے تِسْعَۃَ عَشَرَتک۔

تِسْعَةَ عَشَرَ وَهٰذَا الْقِسْمُ لَايَصِيْرُ مُعْرَبًا اَصْلًا وَحُكْمُهٗ اَنْ لَّا يَخْتَلِفَ اٰخِرُهٗ بِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ وَحَرَكَاتُهٗ تُسَمّٰى ضَمًّا وَّفَتْحًا وَّ كَسْرًا وَسُكُوْنُهٗ وَقْفًا........

تسعة عشر تک۔اور یہ قسم بالکل معرب نہیں ہوتی۔اور مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے تبدیل ہونے سے تبدیل نہیں ہوتا،اور اس کی حرکات کا نام ضم اور فتح اور کسر رکھا جاتا ہے اور اس کے سکون کا نام وقف رکھا جاتا ہے......

فائدہ:-مشابہت،دو چیزوں کا ایک ایسے خاص وصف میں شریک ہونا جو ایک شئی کو لازم اور اُس کا وصفِ مشہور ہو جیسے کہ اَسَدْ اور رجل شُجاع،وصفِ شجاعت میں شریک ہیں اور شجاعت،اَسَدْ کا وصفِ مشہور ہے۔ مناسبت دو چیزوں کا ایک ایسے خاص وصف میں شریک ہونا جو دونوں کو لازم ہو جیسے زَید اور خالد کا وصفِ شجاعت میں شریک ہونا۔ مجانست،دو چیزوں کا جنس میں شریک ہونا جیسے انسان اور فَرَس کی شرکت حیوانیت میں۔ مماثلت،دو چیزوں کا نوع میں شریک ہونا جیسے زید اور بکر کی شرکت،انسانیت میں۔ مشاکلت،دو چیزوں کا شکل وصورت میں ایک جیسا ہونا جیسے دیوار پر شیر کی مُنقش صورت اور شیر،ہم شکل ہوتے ہیں۔قولہ وَهٰذَا الْقِسْمُ:-اور مبنی کی یہ قسم کبھی معرب نہیں ہوتی نہ بالفعل اور نہ بالقوۃ،بخلاف قسمِ اول کے کہ وہ ترکیب کے بعد معرب بن جاتی ہے۔ فائدہ:-مبنی کی قسم ثانی میں جب کسی اسم میں مبنی اصل کی مشابہت کے معارض کوئی اور مشابہت پائی جائے تو پھر وہ اسم معرب ہو جاتا ہے جیسے اِثْنَا عَشَرَ حرف کو متضمن ہونے کی بنا پر مَبْنِیُّ الْاَصْلُ کے مشابہ ہے مگر حذفِ نون میں مضاف کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کا پہلا جزء معرب ہے۔ قولہ حُكْمُهٗ:-اور مبنی کی قسم ثانی کا حکم یعنی اَثَــرْ جو اُس پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اُس کا آخر،عوامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا۔ فائدہ :-حُكْمُهٗ کی ضمیر کا مرجع مطلق مبنی نہیں بلکہ مبنی کی قسمِ ثانی ہے اس لئے کہ قسمِ اول ترکیب مَعَ الْعَامِل کے بعد معرب ہو جا تی ہے اور اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدل جاتا ہے جیسے جَآءَنِیْ زَیْدٌ، رَأَیْتُ زَیْدًا، مَرَرْتُ بِزَیْدٍ۔ قولہ وَحَرَكَاتُهٗ:-اور مبنی کے حرکات کا نام ضم،فتح اور کسر رکھا گیا ہے اور اُس کے سکون کا نام وقف۔ فائدہ:-نحاتِ بصرہ،معرب اور مبنی کے حرکات کے ناموں میں فرق کرتے ہیں چنانچہ اُن کے نزدیک مبنی کے حرکات کا نام ضم،فتح،کسر اور سکون کا نام وقف ہے اور معرب کے حرکات کا نام رَفْعٌ، نَصْبٌ اور جَرٌّ ہے جبکہ ضَمَّہ، فَتْحَہ اور کَسْرَہ حرکاتِ اعرابیہ وبنائیہ میں مشترک ہے،لیکن نحاتِ کوفہ کے نزدیک اِن میں کوئی فرق نہیں وہ مبنی پر معرب کے حرکات اور معرب پر مبنی کے حرکات بول دیتے ہیں۔

وَهُوَ عَلٰى ثَمَانِيَةِ اَنْوَاعِ الْمُضْمَرَاتِ وَاَسْمَآءُ الْاِشَارَاتِ وَالْمَوْصُوْلَاتِ وَاَسْمَآءُ الْاَفْعَالِ وَالْاَصْوَاتُ وَالْمُرَكَّبَاتُ وَالْكِنَايَاتُ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ

فَصْلٌ اَلْمُضْمَرُ اِسْمٌ وُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى مُتَكَلِّمٍ اَوْمُخَاطَبٍ اَوْغَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى اَوْحُكْمًا ....

اور وہ آٹھ قسموں پر ہے مضمرات وغیرہ۔ (فصل) مضمر وہ اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو لفظا یا معنی یا حکما..........

قولہ وَهُــوَ:۔ یعنی مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں مضمرات وغیرہ۔ المضمر ات اور اس کے معطوفات کو انواع سے بدل کی بنا پر مجرور پڑھ سکتے ہیں اور مبتدا مقدر اَحَدُهَا وغیرہ کی خبر کی بنا پر مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ فائدہ:۔ اَصوات ،اسماء نہیں اس لئے کہ اسم کی وضع معنی کے لئے ہوتی ہے جبکہ اَصوات کی وضع معنی کیلئے نہیں ہے اسی لئے مصنف نے اُنکا ذکر نہیں کیا اور اُنکا ذکر اسماءِ مبنیہ میں اِس لئے کیا گیا کہ یہ ملحق بالاسماء ہیں قولہ وَبَعْضُ الظُّرُوْف:۔ ظروف، تمام مبنی نہیں بلکہ کچھ معرب بھی ہیں اس لئے وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ کہا اور موصولات اکثر مبنی ہیں اس لئے بَعْضُ الْمَوْصُوْلَاتِ نہیں کہا لِاَنَّ لِلْاَكْثَرِ حُكْمَ الْكُلِّ۔ اَلْمُضْمَرَاتُ اسماءِ مبنیہ میں ضمائر کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ضمائر کے تمام افراد بالاتفاق مبنی ہیں اور کوئی ضمیر معرب نہیں ہوتی۔ وجہ بنا:۔ ضمائر کے مبنی ہونیکی وجہ یا تو اُن کی اِحْتِيَاجٌ اِلَى الْمَرْجِعِ میں حرف کے ساتھ مشابہت ہے یا حرف کے ساتھ اُن کی وضعی مشابہت ہے یعنی دو حرفی ہونا اور زائد حروف والی ضمیریں دو حرفی پر محمول ہیں۔ قولہ اَلْمُضْمَرُ:۔ یعنی ضمیر ایسا اسم ہے جو متکلم، مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو جو لفظًا یا معنًی یا حکمًا مذکور ہو۔ قولہ لَفْظًا:۔ ضمیر کا مرجع یا لَفْظًا تَحْقِيْقًا مقدم ہوگا جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ غُلَامَهٗ میں زَيْدٌ، تَحْقِيْقًا مقدم ہے، یا تَقْدِيْرًا مقدم ہوگا جیسے ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَيْدٌ میں زَيْدٌ بنا بر فاعلیت تَقْدِيْرًا مقدم ہے۔ قولہ اَوْ مَعْنًى:۔ مرجع کے مَعْنًى مقدم ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو لفظ مرجع کو متضمن ہے وہ ضمیر سے پہلے ہو۔ جیسے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى میں ضمیر کے مرجع، عدل کو اِعْدِلُوْا متضمن ہے اور وہ ضمیر سے پہلے ہے۔ قولہ اَوْ حُكْمًا:۔ تقدم حکمی ضمیر شان اور ضمیر قصہ میں ہوتا ہے جو مَا حَضَرَ فِی الذِّهْنِ کی طرف لوٹا کرتی ہے جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں ضمیر شان (هُوَ) کا مرجع حُكْمًا مقدم ہے۔

وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلٌ وَّهُوَ مَا لَا يُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ ضَرَبْتُ اِلٰى ضَرَبْنَ اَوْ مَنْصُوْبٌ نَحْوُ ضَرَبَنِیْ اِلٰى ضَرَبَهُنَّ وَاِنَّنِیْ اِلٰى اِنَّهُنَّ اَوْ مَجْرُوْرٌ نَحْوُ غُلَامِیْ وَلِیْ اِلٰى غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ وَمُنْفَصِلٌ وَّهُوَ مَا يُسْتَعْمَلُ وَحْدَهٗ اِمَّا مَرْفُوْعٌ نَحْوُ اَنَا اِلٰى هُنَّ اَوْ مَنْصُوْبٌ نَحْوُ اِيَّایَ اِلٰى اِيَّاهُنَّ فَذٰلِكَ سِتُّوْنَ ضَمِيْرًا.........................

اور وہ ضمیر دو قسم پر ہے متصل اور ضمیر متصل وہ ہے جو تنہا استعمال نہ کی جائے یا وہ مرفوع ہوگی جیسے ضَرَبْتُ سے ضَرَبْنَ تک یا منصوب جیسے ضَرَبَنِیْ سے ضَرَبَهُنَّ تک اور اِنَّنِیْ سے اِنَّهُنَّ تک۔ یا مجرور ہوگی جیسے غُلَامِیْ اور لِیْ سے غُلَامِهِنَّ اور لَهُنَّ تک۔ اور منفصل اور ضمیر منفصل وہ ہے جو تنہا استعمال کی جائے یا وہ مرفوع ہوگی جیسے اَنَا سے هُنَّ تک یا منصوب ہوگی جیسے اِيَّایَ سے اِيَّاهُنَّ تک۔ پس یہ ساٹھ ضمیریں ہیں.........................

<u>قولہ</u> وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ :- اور مضمر کی دو قسمیں ہیں۔ <u>اوّل</u>:- مضمر متصل یعنی جو تنہا مستعمل نہ ہوتی ہو اور اُسکی تین قسمیں ہیں (۱) مرفوع (۲) منصوب اور (۳) مجرور۔ <u>فائدہ</u>:- ضمیر متصل کا بیان پہلے کیا اِس لئے کہ اصل ضمائر میں اتصال ہے۔ <u>دوم</u> :- مضمر منفصل یعنی جو تنہا مستعمل ہوتی ہو اور اُسکی دو قسمیں ہیں (۱) مرفوع (۲) منصوب۔ اور ضمیریں کل بحذف مکرر ساٹھ ہیں۔ <u>فائدہ</u>:- ضمیرِ مجرور منفصل نہیں آتی اِسلئے کہ ضمیر منفصل کی اُس کے عامل پر تقدیم جائز ہے اگر ضمیر مجرور منفصل آئے تو اُس کی تقدیم بھی عامل پر جائز ہوگی، جس سے مجرور کی تقدیم جار پر لازم آئے گی جو جائز نہیں۔ <u>فائدہ</u> :- (۱) ضمیرِ منصوب متصل اور ضمیرِ مجرور متصل برائے واحد مذکر غائب جب کسرہ کے بعد واقع ہو تو کسرہ اِشباعی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے بِهٖ، بِغُلَامِهٖ اور اِرْمِهٖ، (۲) اگر یاءِ ساکن کے بعد واقع ہو تو خالص کسرہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے فِيْهِ، اِضْرِبِيْهِ (۳) حرفِ صحیح ساکن کے بعد واقع ہو تو خالص ضمہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے مِنْهُ، وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ (۴) اگر فتحہ یا ضمہ کے بعد واقع ہو تو ضمہ اِشباعی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ رَحِمَهٗ، يَضْرِبُهٗ، لَهٗ۔ (۵) اگر الف یا واؤ ساکن کے بعد واقع ہو تو ضمہ خالص کیساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے اِشْتَرَاهُ، خُذُوْهُ۔ اور (۶) ضمیرِ جمع مذکر (هُمْ) اور جمع مؤنث (هُنَّ) اور ضمیرِ تثنیہ (هُمَا) اگر یائے ساکن یا کسرہ کے بعد واقع ہو تو مکسور پڑھی جائے گی جیسے عَلَيْهِمْ، عَلَيْهِنَّ، عَلَيْهِمَا، اِرْمِهِمْ، اِرْمِهِنَّ اور اِرْمِهِمَا، ورنہ مضموم پڑھی جائے گی جیسے لَهُمْ، لَهُنَّ وغیرہ۔ اور مَآ اَنْسَانِيْهُ میں یائے ساکن کے بعد ضمیر میں ضمہ خالص اور وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا میں کسرہ اشباعی پڑھنا قلیل ہے اور سماع پر موقوف ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ الْمَرْفُوْعَ الْمُتَّصِلَ خَاصَّةً يَكُوْنُ مُسْتَتِرًا فِي الْمَاضِيْ لِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ كَضَرَبَ اَيْ هُوَ وَضَرَبَتْ اَيْ هِيَ وَفِي الْمُضَارِعِ الْمُتَكَلِّمِ مُطْلَقًا نَحْوُ اَضْرِبُ اَيْ اَنَا وَنَضْرِبُ اَيْ نَحْنُ وَلِلْمُخَاطَبِ كَتَضْرِبُ اَيْ اَنْتَ وَلِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ كَيَضْرِبُ اَيْ هُوَ وَتَضْرِبُ اَيْ هِيَ وَفِي الصِّفَةِ اَعْنِيْ اِسْمَ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ وَغَيْرَهُمَا مُطْلَقًا وَلَا يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُ الْمُنْفَصِلِ اِلَّا عِنْدَ تَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ كَاِيَّاكَ نَعْبُدُ وَمَا ضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا زَيْدٌ وَمَا اَنْتَ اِلَّا قَائِمًا..........

اور جان لیجئے کہ بیشک ضمیر مرفوع متصل خاصکر مستتر ہوتی ہے ماضی غائب اور ماضی غائبہ میں جیسے ضَرَبَ یعنی هُوَ اور ضَرَبَتْ یعنی هِيَ اور مضارع متکلم میں مطلقاً جیسے اَضْرِبُ یعنی اَنَا اور نَضْرِبُ یعنی نَحْنُ. اور مخاطب کیلئے جیسے تَضْرِبُ یعنی اَنْتَ اور غائب وغائبہ کیلئے جیسے یَضْرِبُ یعنی هُوَ اور تَضْرِبُ یعنی هِيَ. اور صفت میں مراد لیتا ہوں میں اسم فاعل اور اسم مفعول وغیرہ کو مطلقاً۔ اور ضمیر منفصل کا استعمال کرنا جائز نہیں مگر متصل کے مشکل ہونے کے وقت جیسے اِیَّاکَ نَعْبُدُ، وَمَا ضَرَبَکَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا زَیْدٌ وَمَا اَنْتَ اِلَّا قَائِمًا..........

قولہ اِعْلَمْ :- مصنف علیہ الرحمۃ اقسامِ ضمیر بیان کرنے کے بعد کلمۂ اِعْلَمْ کے ساتھ مخاطب کو متوجہ کر کے ضمیر مرفوع کے مواضع اِسْتِتَارْ ذکر کرتے ہیں۔ اور وہ تین ہیں۔ اوّل:- فعلِ ماضی، جس کے دو صیغوں میں ضمیر، مستتر ہوتی ہے مثلاً ضَرَبَ میں هُوَ اور ضَرَبَتْ میں هِيَ۔ دوم:- فعلِ مضارع، جس کے پانچ صیغوں میں ضمیر، مستتر ہوتی ہے۔ مثلاً یَضْرِبُ میں هُوَ، تَضْرِبُ میں هِيَ، تَضْرِبُ میں اَنْتَ، اَضْرِبُ میں اَنَا اور نَضْرِبُ میں نَحْنُ ۔ سوم:- صیغہائے صفت، صفت کے تمام صیغوں میں ضمیر، مستتر ہوتی ہے کیونکہ ان میں اِستتارِ ضمیر پر قرینہ موجود ہے مثلاً صیغہ تثنیہ میں الف اور صیغہ جمع میں واؤ اور صیغہ مفرد، اُن پر محمول ہے۔ سوال:- هُوَ مبنی بر فتح ہے یا مبنی بر ضم؟ جواب:- بصریہ کے نزدیک مبنی بر فتح ہے اور واؤ جزءِ کلمہ ہے اور کوفیہ کے نزدیک مبنی بر ضم ہے اور واؤ برائے اشباع ہے قولِ اول صحیح ہے کہ حرفِ اِشباع، متحرک نہیں ہوتا اور هِيَ بصریہ کے نزدیک مبنی بر فتحہ اور کوفیہ کے نزدیک مبنی بر کسرہ ہے۔ قولہ وَلَا یَجُوْزُ :- یعنی ضمیر منفصل لانا صرف اُس وقت جائز ہے جب ضمیرِ متصل لانا متعذر ہو اِس لئے کہ ضمیر کی وضع اختصار کیلئے ہے اور ضمیرِ متصل، قلتِ حروف کی وجہ سے منفصل سے مختصر ہے لہٰذا ضمیرِ منفصل کی طرف عدول اُسوقت ہوگا جب متصل متعذر ہو مثلاً مَا اَنْتَ قَائِمًا میں کہ مَا، حرف ہے جس کے ساتھ ضمیر، متصل نہیں ہوسکتی۔ فائدہ:- ضمیرِ متصل کے مواضعِ تَعَذُّرْ یہ ہیں (۱) جب ضمیر اپنے عامل پر مقدم ہو جیسے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وجہِ تعذر یہ ہے کہ ضمیر کا اتصال آخر میں ہوتا ہے۔ اور یہ اول میں ہے۔ (۲) جب ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان کسی ایسی غرض کیلئے فصل ہو کہ وہ غرض بلا فصل فاصل حاصل نہ ہوسکتی ہو مثلاً فصل برائے قصر، جیسے مَا ضَرَبَ اِلَّا اَنَا۔ (۳) جب عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو جیسے مَا اَنْتَ قَائِمًا، اس لئے کہ ضمیر مرفوع حرف سے متصل نہیں ہوسکتی۔ (۴) جب ضمیر کا عامل معنوی ہو جیسے هُوَ زَیْدٌ میں عاملِ ضمیر معنی ابتدا ہے اور وجہِ تعذر یہ ہے کہ ضمیر کا اتصال عامل معنوی سے نہیں ہوسکتا۔ (۵) جب ضمیر کا عامل محذوف ہو کیونکہ محذوف سے بھی اتصال نہیں ہوسکتا جیسے اِیَّاکَ وَالشَّرَّ۔

وَاعلَمُ اَنَّ لَھُمُ ضَمِیْرًا یَقَعُ قَبْلَ جُمْلَۃٍ تُفَسِّرُہٗ وَیُسَمّٰی ضَمِیْرَالشَّانِ فِی الْمُذَکَّرِ وَضَمِیْرَ الْقِصَّۃِ فِی الْمُؤَنَّثِ نَحْوُ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَاِنَّھَا زَیْنَبُ قَائِمَۃٌ وَیَدْخُلُ بَیْنَ الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ صِیْغَۃٌ مَرْفُوْعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقٍ لِلْمُبْتَدَأِ اِذَاکَانَ الْخَبَرُ مَعْرِفَۃً اَوْاَفْعَلَ مِنْ کَذَا وَیُسَمّٰی فَصْلًا لِاَنَّہٗ یُفَصِّلُ بَیْنَ الْخَبَرِ وَالصِّفَۃِ نَحْوَ زَیْدٌ ھُوَالْقَائِمُ وَکَانَ زَیْدٌ ھُوَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ......

اور جان لیجئے کہ بے شک نحویوں کیلئے ایک ضمیر ہے جو جملہ سے قبل واقع ہوتی ہے وہ جملہ اس کی تفسیر کرتا ہے اور اس کا نام مذکر میں ضمیر شان رکھا جاتا ہے اور مؤنث میں ضمیر قصہ۔ جیسے **قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ** اور **اِنَّھَا زَیْنَبُ قَائِمَۃٌ** اور مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل داخل ہوتا ہے جو مبتدا کے مطابق ہوتا ہے جبکہ خبر معرفہ یا اسم تفضیل مستعمل **بِمِنْ** ہو اور اس کا نام فصل رکھا جاتا ہے اس لیے کہ یہ صیغہ فرق کرتا ہے خبر اور صفت کے درمیان۔ جیسے **زَیْدٌ ھُوَ الْقَائِمُ** اور **کَانَ زَیْدٌ ھُوَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو**. اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ.**

قولہ **وَاعْلَمْ** :- مصنف علیہ الرحمۃ نے ضمیر کی تعریف میں ضمیر غائب کیلئے مرجع کا مذکور ہونا ضروری قرار دیا تھا اب بطور استثناء ایک ایسی ضمیر کا ذکر کرتے ہیں جو ضمیرِ غائب ہے لیکن اس کا مرجع مذکور نہیں ہوتا اور کلام عرب میں ایسی ضمیر کا لانا جائز بھی ہے چنانچہ فرمایا نحات کے ہاں ایک ایسی ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے اور جملہ اسکی تفسیر کرتا ہے، یہ ضمیر مذکر کی ہو تو ضمیر شان کہلاتی ہے اور مؤنث کی ہو تو ضمیرِ قصہ۔ ضمیرِ شان کی مثال **قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ** ہے اور ضمیرِ قصہ کی مثال **اِنَّھَازَیْنَبُ قَائِمَۃٌ** ہے

فائدہ:- نحات بصرہ کے ہاں اس ضمیر کا نام ضمیرِ شان و ضمیرِ قصہ ہے اس لئے کہ یہ کسی واقعہ کی شان و عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو مبہم ذکر کرنے کے بعد اسکی تفصیل کرنے سے سامع کے ذہن میں اُسکی قدر و منزلت بیٹھ جاتی ہے۔ اور نحاتِ کوفہ اس ضمیر کو ضمیرِ مجہول کہتے ہیں۔ قولہ **وَیَدْخُلُ** :- یعنی مبتدا اور خبر کے درمیان صیغۂ مرفوع منفصل داخل ہوتا ہے جو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث اور تکلم و خطاب اور غیبت میں مبتدا کے مطابق ہوتا ہے (جبکہ خبر معرفہ ہو یا اسمِ تفضیل مستعمل **بِمِنْ**) اور نحاتِ بصرہ اسکو ضمیرِ فصل کے نام سے یاد کرتے ہیں کیونکہ یہ ضمیر مبتدا اور صفت کے درمیان فرق کر دیتی ہے یعنی یہ بات واضح کر دیتی ہے کہ اِسکا مابعد اِس کے ماقبل کی خبر ہے صفت نہیں جیسے **زَیْدٌ ھُوَ الْقَائِمُ**۔ سوال:- ضمیرِ فصل لانے کیلئے خبر کا معرفہ ہونا یا اسمِ تفضیل مستعمل بِمِنْ ہونا کیوں ضروری ہے؟ جواب:- التباس اُس وقت ہوتا ہے جب خبر معرفہ ہو اِس لئے کہ نکرہ معرفہ کی صفت واقع نہیں ہوتا لہٰذا ضمیر نے آکر یہ واضح کر دیا کہ اِس کا مابعد اِس کے ماقبل کی صفت نہیں کہ موصوف اور صفت میں فصل نہیں ہوتا اور اسم تفضیل مستعمل بِمِن معرفہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ فائدہ:- مصنف نے صیغۂ مرفوع کہا ضمیر مرفوع نہیں کہا اِس لئے کہ یہ کلمہ بعض کے نزدیک اسم نہیں کیونکہ یہ معنی غیر مستقل پر دلالت کرتا ہے یعنی **رَفْعُ الْاِلْتِبَاسِ** پر لہٰذا یہ حرف ہوا اور ضمیر، اسم ہوتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ اسم ہے۔ مصنف نے دونوں فریقوں کی رعایت کرتے ہوئے اِسکو ''صیغہ'' کیساتھ تعبیر کیا کیونکہ اِس کے صیغہ ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

فَصْلٌ اَسْمَآءُ الْاِشَارَۃِ مَا وُضِعَ لِیَدُلَّ عَلٰی مُشَارٍ اِلَیْہِ وَ ھِیَ خَمْسَۃُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّۃِ مَعَانٍ وَذٰلِکَ ذَا لِلْمُذَکَّرِ وَذَانِ وَذَیْنِ لِمُثَنَّاہُ وَتَاوَتِیْ وَتِہٖ وَذِہٖ وَتِھِیْ وَذِھِیْ لِلْمُؤَنَّثِ وَتَانِ وَتَیْنِ لِمُثَنَّاہُ وَاُوْلَآءِ بِالْمَدِّ وَالْقَصْرِ لِجَمْعِھِمَا............

(فصل) اسمائے اشارہ وہ اسماء ہیں جن میں سے ہرایک مشارالیہ پردلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہے۔اوروہ پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کیلئے اوروہ ذَا ہے مذکر کیلئے۔اور ذَان اور ذَیْن اس مذکر کے تثنیہ کیلئے،اور تَا اور تِیْ اور ذِیْ اور تِہٖ اور ذِہٖ اور تِھِیْ اور ذِھِیْ مؤنث کیلئے اور تَانِ اور تَیْنِ اس مؤنث کے تثنیہ کیلئے اور اُوْلَآءِ مداورقصر کے ساتھ جمع مذکر ومؤنث کیلئے۔

قولہٖ اَسْمَاءُ الْاِشَارَۃِ :-اسماءِ اشارہ،وہ اسماء ہیں جن میں سے ہرایک مشارٌ اِلَیْہِ پردلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو۔اِنکی بِنَا کا سبب یاتوحرف کے ساتھ مشابہت ہے کہ یہ مشارالیہ کے محتاج ہوتے ہیں یا اِن میں سے بعض کی وضع حرف جیسی ہے مثلاً ذَا اور ذِیْ،حرف کی طرح دوحرفی ہیں اور جنکے حرف دو سے زائد ہیں وہ دوحرفی پر محمول ہوکر مبنی ہیں۔ فائدہ :-اسماءِ اشارہ اُن معانی کیلئے وضع کئے گئے ہیں جن کی طرف اِشارہ حِسِّیَّہ کیا جاتا ہے اورارشادِ باری تعالیٰ ذَالِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ میں مشارٌ الیہ اپنی عظمت کی وجہ سے بمنزلہ محسوس ومشاہد کے ہے اور ضمیرِ غائب ولامِ عہد سے بھی اشارہ ہوتا ہے مگر یہ اشارہ ذہنیہ ہوتا ہے۔ قولہ وَھِیَ خَمْسَۃُ اَلْفَاظٍ :-اوراسماءِ اشارہ پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لئے اِس لئے کہ جمع مذکر ومؤنث دونوں کے لئے ایک لفظ ہے۔ ان پانچ کی تفصیل اسطرح ہے کہ ذَا مفرد مذکر کیلئے ہے،ذَانِ اور ذَیْنِ تثنیہ مذکر کیلئے ہیں۔ فائدہ:-نحاتِ کوفہ کے نزدیک اسمِ اشارہ فقط ذال ہے جس کے بعد الف زائدہ ہے اوراخفش کے نزدیک ذَا کا الف یاء سے بدلا ہوا ہے کیونکہ ذَا اصل میں ذَیٌّ بتشدیدِ یاء تھا،یائے ثانی کوبوجہِ تخفیف حذف کیا تو ذَیْ رہ گیا پھر یا کو الف کردیا تا کہ کَیْ کی شکل وصورت سے نکل جائے جوحرف ہے تو ذَا ہوا۔ سوال:-کیا ذَانِ بھی مبنی ہے؟ حالانکہ یہ حالتِ نصب وجر میں ذَیْنِ ہوجاتا ہے یعنی اس کا الف،یاء ہوجاتا ہے۔ جواب:-زجاج کے نزدیک تومبنی ہے بلکہ ہرتثنیہ اُس کے نزدیک حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے کیونکہ زَیْدَانِ اُس کے نزدیک دراصل زَیْدٌ وَّزَیْدٌ ہے اور ھٰذَانِ،ھٰذَاوَھٰذَا ہے۔ زجاج کے علاوہ باقی نحات میں سے بعض کے نزدیک ھٰذَانِ مبنی ہے اورعلتِ بِنَا وہی ہے جو ذَا میں ہے اور بعض کے نزدیک معرب ہے اِس لئے کہ اُسکا الف،یاء سے بدل جاتا ہے۔ قولہ وَتَاوَتِیْ ...... الخ :-یعنی تَا،تِیْ اور ذِیْ وغیرہ یہ تمام الفاظ واحد مؤنث کے لئے ہیں بعض کے نزدیک ان میں اصل لفظِ ذِیْ ہے کہ ذَا کے مقابلہ میں مؤنث کے لئے ہے اور ذَا کے الف کو یاء کردینے سے بنا ہے اور بعض کے نزدیک تَا اصل ہے اِس لئے کہ تثنیہ صرف اُسی کا آتا ہے یعنی تَانِ اور تَیْنِ۔ قولہ وَتَانِ:-تَانِ اور تَیْنِ تثنیہ مؤنث کیلئے ہے اور اُوْلَآءِ مداورقصر کیساتھ جمع مذکر ومؤنث کیلئے ہے۔

وَقَدْ يَلْحَقُ بِاَوَائِلِهَا هَاءُ التَّنْبِيْهِ نَحْوُ هٰذَا وَهٰذَانِ وَهٰؤُلَاءِ وَيَتَّصِلُ بِاَوَاخِرِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ وَهُوَ اَيْضاً خَمْسَةُ اَلْفَاظٍ لِسِتَّةِ مَعَانٍ نَحْوُ كَ كُمَا كُمْ كِ كُنَّ فَذٰلِكَ خَمْسَةٌ وَعِشْرُوْنَ اَلْحَاصِلُ مِنْ ضَرْبِ خَمْسَةٍ فِيْ خَمْسَةٍ وَهِيَ ذَاكَ اِلٰى ذَاكُنَّ وَذَانِكَ اِلٰى ذَانِكُنَّ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ وَاعْلَمْ اَنَّ ذَا لِلْقَرِيْبِ وَذٰلِكَ لِلْبَعِيْدِ وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّطِ

اور کبھی ان کے شروع میں ہاءِ تنبیہ داخل کی جاتی ہے جیسے ھٰذَا وھٰذَانِ وَھٰؤُلَاءِ اوران کے آخر میں حرف خطاب متصل ہوجاتا ہے اور وہ بھی پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کیلئے جیسے کَ کُمَا کُمْ کِ کُنَّ پس یہ پچیس ہیں جو پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے حاصل ہونے والے ہیں اور وہ ذَاکَ سے ذَاکُنَّ تک اور ذَانِکَ سے ذَانِکُنَّ تک اور اسی طرح باقی ہیں۔ اور جان لیجئے کہ بیشک ذَا قریب کیلئے اور ذَالِکَ بعید کیلئے اور ذَاکَ متوسط کیلئے ہے۔

قولہ وَقَدْ يَلْحَقُ :- اور کبھی اسماءِ اشارہ کے شروع میں ہائے تنبیہ لاحق کیجاتی ہے تاکہ مخاطب اس مضمون سے غافل نہ رہے جسے متکلم بیان کررہا ہے جیسے ھٰذَا اور کبھی اس ہاء کے بدلے لام آتا ہے جیسے ذٰلِکَ میں، یہی وجہ ہے کہ ہاء اور لام جمع نہیں ہوتے اور ھٰذَالِکَ نہیں کہتے۔ فائدہ:- لحوق کے معنی اگرچہ آخر میں آنے کے ہیں مگر یہاں مجازاً اول میں آنا مراد ہے اور یہاں لحوق سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حرفِ تنبیہ اسمِ اشارہ کا جز نہیں ہے۔ قولہ وَيَتَّصِلُ الخ :- اور اِن اسماءِ اشارہ کے آخر میں حرفِ خطاب (کَافْ) لاحق کیا جاتا ہے تاکہ وہ مخاطَب کے مفرد، تثنیہ، جمع اور مذکر ومؤنث ہونے پر دلالت کرے اور حرفِ خطاب بھی پانچ لفظ ہیں چھ معانی کیلئے جیسے کَ، کُمَا وغیرہ۔ فائدہ:- اسمائے اشارہ کے آخر میں آنے والا کاف، حرف ہے اس لئے کہ مستقل بالمفہومیت نہیں ہے اور حرفِ خطاب آنے سے اسمِ اشارہ ذٰلِکُمَا اور ذَالِکُمْ برائے تثنیہ وجمع نہیں ہوجاتے اور نہ ذَالِکُنَّ جمع مؤنث کیلئے بلکہ یہ سب واحد کے لئے ہیں جیسے ذَالِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ میں ذَالِکُمْ واحد کیلئے ہے۔ سوال:- حرف میں تصریف نہیں ہوتی اور کاف میں تصریف ہے جیسے کَ، کُمَا، کُمْ، لہٰذا کاف خطاب اسم ہونا چاہئے؟ جواب:- اِس میں تصریف محض اِسلئے ہے کہ اِسکی شکل وصورت کافِ ضمیر جیسی ہے جس میں تصریف ہوتی ہے۔ قولہ اِعْلَمْ اَنَّ ذَا :- یعنی اسمِ اشارہ ذَا کیساتھ مشار الیہ قریب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اِس لئے کہ اِس کے حروف کم ہیں جو قلتِ مسافت پر دلالت کرتے ہیں اور ذَالِکَ بعید کیلئے ہے کہ اسمیں کثرتِ حروف ہیں جو کثرتِ مسافت پر دال ہیں اور ذَاکَ متوسط کیلئے ہے کیونکہ اِس کے حروف متوسط قلتِ مسافت پر دال ہیں۔ چونکہ متوسط کا تعین طرفین کے تعین پر موقوف ہے اِس لئے ذَاکَ کا ذکر بعد میں کیا۔ فائدہ:- تین جگہ ذَالِکَ کے لام کا ترک واجب ہے (۱) تثنیہ میں جیسے ذَانِکَ (۲) جمع میں جب مد کیساتھ ہو جیسے اُولٰئِکَ (۳) جب حرفِ تنبیہ شروع میں آجائے جیسے ھٰذَاکَ۔

فَصْلٌ اَلْمَوْصُوْلُ اِسْمٌ لَّایَصْلَحُ اَنْ یَّکُوْنَ جُزْأً تَامًّا مِّنْ جُمْلَۃٍ اِلَّا بِصِلَۃٍ بَعْدَہٗ وَالصِّلَۃُ جُمْلَۃٌ خَبَرِیَّۃٌ وَلَابُدَّ مِنْ عَائِدٍ فِیْھَا یَعُوْدُ اِلَی الْمَوْصُوْلِ مِثَالُہُ اَلَّذِیْ فِیْ قَوْلِنَا جَآءَ الَّذِیْ اَبُوْہُ قَائِمٌ اَوْقَامَ اَبُوْہُ وَالَّذِیْ لِلْمُذَکَّرِ وَاللَّذَانِ وَاللَّذَیْنِ لِمُثَنَّاہُ وَالَّتِیْ لِلْمُؤَنَّثِ وَاللَّتَانِ وَاللَّتَیْنِ لِمُثَنَّاھَا وَالَّذِیْنَ وَالْاُلٰی لِجَمْعِ الْمُذَکَّرِ وَاللَّاتِیْ وَاللَّوَاتِیْ وَاللَّاءِ وَاللَّائِیْ لِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَمَاوَمَنْ وَاَیٌّ وَاَیَّۃٌ

(فصل) موصول وہ اسم ہے جو جملہ کا جزءِ تام بننے کی صلاحیت نہ رکھے مگر صلہ کے ساتھ جو اس کے بعد ہے اور صلہ جملہ خبریہ ہے اور اس جملہ میں عائد ضروری ہے جو موصول کی جانب لوٹے اس کی مثال الذی ہے ہمارے قول جَآءَ الَّذِیْ اَبُوْہُ قَائِمٌ یا اَلَّذِیْ قَامَ اَبُوْہُ میں اور وہ موصول اَلَّذِیْ ہے مذکر کیلئے اور اَلَّذَانِ اور اَلَّذَیْنِ اس کے تثنیہ کیلئے اور اَلَّتِیْ مؤنث کیلئے اور اَللَّتَانِ اور اَللَّتَیْنِ اس کے تثنیہ کیلئے اور اَلَّذِیْنَ جمع مذکر کیلئے اور اَللَّاتِیْ اور اَللَّوَاتِیْ اور اَللَّاءِ اور اَللَّائِیْ جمع مؤنث کیلئے اور مَا اور مَنْ اور اَیٌّ اور اَیَّۃٌ۔..........................

﴿ ﴾ موصول ایسا اسم ہے جو صلہ کے بغیر جملہ کا جزوِ تام (فاعل وغیرہ) نہ بن سکے (جو صلہ اِسکے بعد ہوتا ہے) اور صلہ ایسے جملہ خبریہ کو کہتے ہیں کہ جس کا مضمون مخاطب کو معلوم ہو جیسے جَآءَ الَّذِیْ اَبُوْہُ قَائِمٌ میں اَلَّذِیْ اسمِ موصول اور اَبُوْہُ قَائِمٌ اُسکا صلہ ہے جس کے بغیر اَلَّذِیْ فاعل نہیں بن سکتا۔ فائدہ:- صلہ چونکہ موصول کا بیان ہوتا ہے اور بیان جملہ ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے اِس لئے موصول کا صلہ جملہ آتا ہے اور جملہ خبریہ موصول کے ساتھ مربوط ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ انشائیہ ربط کو قبول نہیں کرتا۔ قولہ وَلَابُدَّ الخ:-یعنی صلہ میں عائد اِلَی الْمَوْصُوْلِ برائے ربط ضروری ہے اور عائد غالبًا ضمیر ہوتی ہے جو موصول کی طرف لوٹتی ہے۔ فائدہ:-اُولٰی بروزن عُلٰی وَھُدٰی ہے نہ بروزن طُوْبٰی اور اِس میں واوٗ صِرف ہمزہ کا ضمہ ظاہر کرنے کیلئے لکھا جاتا ہے، یہ اَلَّذِیْ کی جمع مِنْ غَیْرِ لَفْظِہٖ ہے اور جمع مذکر میں اِسکا استعمال زیادہ مشہور ہے۔ قولہ وَمَاوَمَنْ :-کلمہ مَا اسمِ موصول برائے غیر ذی عقل ہے غالبًا اور مَنْ اسمِ موصول برائے ذی عقل ہے۔ یہ دونوں واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث سب کیلئے آتے ہیں۔ قولہ وَاَیٌّ وَاَیَّۃٌ:-اَیٌّ اسمِ موصول برائے مذکر و مؤنث ہے۔ رضی میں ہے کہ وَاِذَا اُرِیْدَ بِہٖ الْمُؤَنَّثُ جَازَ اِلْحَاقُ التَّآءِ بِہٖ ،یعنی جب اَیٌّ سے مؤنث مراد ہو تو اُسکے آخر میں تاء لاحق کرنا جائز ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تاء کے بغیر بھی تانیث کیلئے آتا ہے اور اَیَّۃٌ صرف مؤنث کیلئے مستعمل ہوتا ہے اور یہ دونوں واحد، تثنیہ اور جمع تینوں کیلئے آتے ہیں۔ فائدہ:-لفظ اَیٌّ غیر ندا میں زیادہ تر مذکر و مؤنث دونوں کیلئے آتا ہے جیسے بِاَیِّ کِتَابٍ اور بِاَیِّ اَرْضٍ ،لیکن ندا میں مذکر کیلئے صیغہ مذکر آتا ہے اور مؤنث کیلئے صیغہ مؤنث جیسے یَآاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اور یَآاَیَّتُھَا النَّفْسُ۔

وَذُوْ بِمَعْنَی الَّذِیْ فِیْ لُغَةِ بَنِیْ طَیْ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ۔

وَبِیْرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ	شعر	فَاِنَّ الْمَآءَ مَاءُ اَبِیْ وَجَدِّیْ

اَیْ الَّذِیْ حَفَرْتُهٗ وَالَّذِیْ طَوَیْتُهٗ وَالْاَلِفُ وَاللَّامُ بِمَعْنَی الَّذِیْ صِلَتُهٗ اِسْمُ الْفَاعِلِ وَاِسْمُ الْمَفْعُوْلِ نَحْوُ جَآءَ نِیْ الضَّارِبُ زَیْدًا اَیِ الَّذِیْ یَضْرِبُ زَیْدًا اَوْجَآءَ نِیْ الْمَضْرُوْبُ غُلَامُهٗ وَیَجُوْزُ حَذْفُ الْعَآئِدِ مِنَ اللَّفْظِ اِنْ كَانَ مَفْعُوْلًا نَحْوُ قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتَ اَیِ الَّذِیْ ضَرَبْتَهٗ...

اور ذُوْ بمعنی اَلَّذِیْ بنی طی کی لغت میں جیسا کہ شاعر کا قول ہے فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِیْ وَجَدِّیْ - وَبِیرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ یعنی جس کو میں نے کھودا اور گول کیا اور الف لام بمعنی اَلَّذِیْ جس کا صلہ اسم فاعل اور مفعول ہے جیسے جَاءَ نِیْ الضَّارِبُ زَیْدًا بمعنی اَلَّذِیْ یَضْرِبُ زَیْدًا. میرے پاس وہ آیا جو زید کو مارنے والا ہے یا جَاءَ نِیْ الْمَضْرُوْبُ غُلَامُهٗ میرے پاس وہ آیا جس کا غلام مارا گیا ہے۔ اور عائد کو لفظ سے حذف کرنا جائز ہے اگر وہ مفعول ہو جیسے قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ ای الذی ضربته کھڑا ہے وہ شخص جس کو میں نے مارا ہے...

قولہ وَذُوْ:- اور ذُوْ بلغتِ بنی طی میں اسمِ موصول ہے جو بمعنی اَلَّذِیْ یا اَلَّتِیْ ہوتا ہے۔ جیسا کہ شعر میں ذُوْ بمعنی اَلَّذِیْ ہے۔ (ترجمہ) جس پانی کے متعلق نزاع ہو رہا ہے وہ میرے باپ دادا کا ہے اور کنواں جس کے بارے میں نزاع ہے اسکو میں نے کھودا ہے اور پتھروں سے گول کیا ہے۔ فائدہ:- کلمہ ذُوْ کبھی بمعنی صاحب آتا ہے جیسا کہ اسماءِ ستہ مکبرہ میں گزرا ہے یہ ذُوْ معرب ہے اور کبھی بمعنی اَلَّذِیْ، یہ مبنی ہے اور یہ مذکر، مونث، واحد، تثنیہ اور جمع سب کیلئے آتا ہے اور تمام حالتوں میں یکساں رہتا ہے۔ یہ لغتِ مشہورہ ہے اور ایک لغت میں مونث کیلئے لفظِ ذَاتُ بضم تاء ہے۔ قولہ وَالْاَلِفُ:- یعنی الف ولام کا مجموعہ جو اَلَّذِیْ وغیرہ کے معنی میں ہوتا ہے یہ بھی اسمِ موصول ہے جس کا صلہ اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول ہوتا ہے۔ سوال:- جب الف لام اسمِ موصول ہے اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے، تو اسمِ فاعل کو صلہ قرار دینے میں کیا حکمت ہے؟ جواب:- اِس کی حکمت اِس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اِسم فاعل اور اسم مفعول اپنے اپنے مسند الیہ سے ملکر شبہ جملہ خبریہ ہوتے ہیں۔ قولہ وَیَجُوْزُ:- وہ ضمیر جو صلہ میں ہوتی ہے اور موصول کو لوٹتی ہے اس کو حذف کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ ضمیر مفعول ہو اس لئے کہ ضمیر کے حذف پر اسمِ موصول دلالت کر رہا ہے جیسے قَامَ الَّذِیْ ضَرَبْتُ اَیِ الَّذِیْ ضَرَبْتُهٗ۔ سوال:- سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ میں ضمیر، مفعول ہے اسکو حذف کرنا کیوں جائز نہیں؟ جواب:- اِسلئے کہ یہ ضمیر موصول کی طرف راجع نہیں، اگر حذف کر دی جائے تو حذف پر کوئی قرینہ موجود نہیں ہوگا یہ جائز نہیں۔ بخلاف اُس ضمیر کے جو راجع بسوئے موصول ہو کہ اُسکے حذف پر قرینہ (موصول) موجود ہوتا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اَيًّا وَّ اَيَّةً مُعْرَبَةٌ اِلَّا اِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِهَا كَقَوْلِهٖ تَعَالىٰ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا اَىْ هُوَ اَشَدُّ فصل اَسْمَآءُ الْاَفْعَالِ هُوَ كُلُّ اسْمٍ بِمَعْنَى الْاَمْرِ وَالْمَاضِىْ نَحْوُ رُوَيْدَ زَيْدًا اَىْ اَمْهِلْهُ وَهَيْهَاتَ زَيْدٌ اَىْ بَعُدَ..

اور جان لیجئے کہ بے شک اَیٌّ اور اَیَّۃٌ معرب ہیں مگر جب ان کے صلہ کا پہلا جزء حذف کر دیا جائے جیسے ارشاد باری ہے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا اَىْ هُوَ اَشَدُّ (فصل) اسماء افعال اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو بمعنی امر اور ماضی ہو جیسے رُوَيْدَ زَيْدًا اى اَمْهِلْهُ یعنی اس کو مہلت دے، اور هَيْهَاتَ زَيْدٌ اى بَعُدَ زَيْدٌ زید دور ہوا..

قولہ وَاعْلَمْ اَنَّ اَيًّا...... الخ :-اَیٌّ اور اَیَّۃٌ ایک صورت میں مبنی ہوتے ہیں اور تین صورتوں میں معرب، اُس ایک صورت کے پیشِ نظر مصنف نے اِنکو مبنیات میں ذکر کیا اور تین صورتوں کے پیشِ نظر تصریح کر دی کہ یہ معرب ہیں۔

صورتِ بِنا، وہ ایک صورت جس میں مبنی ہوتے ہیں یہ ہے کہ یہ مضاف ہوں اور مضاف الیہ مذکور ہو اور صدرِ صلہ محذوف ہو جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا اَىْ هُوَ اَشَدُّ۔ وجہ بنا، اس صورت میں اِن کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صدرِ صلہ کے حذف ہونے سے حرف کے ساتھ اِنکی مشابہت (اِحْتِيَاجِ اِلَى الْغَيْرِ) قوی ہو گئی اور یہی مبنی ہونے کا سبب ہے اور قوتِ مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ اَب غیر صلہ یعنی قرینہ کی احتیاج ہو گی کہ حذف بلا قرینہ نہیں ہوتا۔

صُوَرِ اعراب:-اَیٌّ اور اَیَّۃٌ کے معرب ہونے کی صورتیں یہ ہیں (۱) جب انکا صدرِ صلہ اور مضاف الیہ دونوں مذکور ہوں جیسے اَيُّهُمْ هُوَ قَائِمٌ (۲) جب دونوں محذوف ہوں جیسے اَيٌّ قَائِمٌ (۳) جب صرف مضاف الیہ محذوف ہو جیسے اَيٌّ هُوَ قَائِمٌ۔ ﴿اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو اَمر حاضر معروف یا فعل ماضی کے معنی میں ہو جیسے رُوَيْدَ زَيْدًا میں رُوَيْدَ بمعنی امر (اَمْهِلْ) ہے اور هَيْهَاتَ زَيْدٌ میں هَيْهَاتَ بمعنی ماضی (بَعُدَ) ہے۔ فائدہ:-هُوَ ضمیر جس سے تعریف شروع ہو رہی ہے اُس کا مرجع اسم ہے جو اسماء کے ضمن میں مذکور ہے اور جو اسماءِ افعال بمعنی مضارع آتے ہیں وہ بھی اصل میں بمعنی ماضی تھے مثلاً اُفٍّ بمعنی اَتَزَجَّرُ اصل میں تَزَجَّرْتُ کے معنی میں تھا، مجازی طور پر اسکو مضارع کیساتھ تعبیر کر دیا گیا۔ اس لیے کہ مراد یہاں انشاء ہے نہ اخبار، اور انشاء کو مضارع حالی سے تعبیر کرنا اولیٰ ہے۔

اَوْ كَانَ عَلٰى وَزْنِ فَعَالِ بِمَعْنَى الْاَمْرِ وَهُوَ مِنَ الثُّلَاثِيِّ قِيَاسٌ كَنَزَالِ بِمَعْنٰى اِنْزِلْ وَتَرَاكِ بِمَعْنٰى اُتْرُكْ وَيَلْحَقُ بِهٖ فَعَالِ مَصْدَرًا مَعْرِفَةً كَفَجَارِ بِمَعْنَى الْفُجُوْرِ اَوْ صِفَةً لِلْمُؤَنَّثِ نَحْوُ يَا فَسَاقِ بِمَعْنٰى فَاسِقَةِ وَيَا لَكَاعِ بِمَعْنٰى لَاكِعَةِ اَوْ عَلَمًا لِلْاَعْيَانِ الْمُؤَنَّثَةِ كَقَطَامِ وَغَلَابِ وَحَضَارِ وَهٰذِهِ الثَّلٰثَةُ لَيْسَتْ مِنْ اَسْمَآءِ الْاَفْعَالِ وَاِنَّمَا ذُكِرَتْ هٰهُنَا لِلْمُنَاسَبَةِ.

یا فَعَالِ بمعنی امر کے وزن پر ہو اور وہ ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے جیسے نَزَالِ بمعنی اِنْزِلْ اور تَرَاکِ بمعنی اُتْرُکْ اور لاحق کیا جاتا ہے اس کے ساتھ فعال درانحالیکہ وہ مصدر معرفہ ہو جیسے فَجَارِ بمعنی اَلْفُجُوْر یا مؤنث کی صفت ہو جیسے یَا فَسَاقِ بمعنی یَا فَاسِقَةُ یعنی اے نافرمان عورت اور یَا لَکَاعِ بمعنی لَاکِعَةٌ اے کمینی عورت۔ یا وہ فعال کو ذوات مؤنث کا علم ہو جیسے قَطَامِ اور غَلَابِ اور حَضَارِ۔ اور یہ تین اسماء افعال میں سے نہیں ہیں یہاں صرف مناسبت کی وجہ سے ذکر کیے گئے ہیں۔

قولہ اَوْ کَانَ:- یا اسم فعل وہ ہے جو فَعَالِ بمعنی امر کے وزن پر ہو جیسے نَزَالِ بمعنی اِنْزِلْ اور تَرَاکِ بمعنی اُتْرُکْ اور یہ وزن، فَعَالِ ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے یعنی ثلاثی مجرد کے ہر باب سے اس کو مشتق کیا جا سکتا ہے۔ قولہ وَیَلْحَقُ بِهٖ :- فَعَالِ مبنی کی چار قسمیں ہیں اول بمعنی امر اور دیگر تینوں فَعَالِ قسم اول کیساتھ ملحق ہونے کی بنا پر مبنی ہیں اُنہی کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فَعَالِ بمعنی امر کیساتھ بنائیں وہ فَعَالِ ملحق ہے جو مصدر معرفہ ہو جیسے فَجَارِ بمعنی اَلْفُجُوْرُ اور فَعَالِ بمعنی امر کیساتھ بنائیں وہ فَعَالِ ملحق ہے جو مؤنث کی صفت ہو جیسے فَسَاقِ بمعنی فَاسِقَةٌ اور وہ فَعَالِ جو اعیانِ مؤنث یعنی ذواتِ مؤنث کیلئے علم ہو جیسے قَطَامِ اور غَلَابِ۔ اور فَعَالِ کی آخری تینوں قسمیں اسماءِ افعال میں سے نہیں ہیں، لیکن عدل اور وزن میں فَعَالِ بمعنی امر کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اُس کے ساتھ اِنکو ذکر کر دیا گیا ہے۔ فائدہ:- چونکہ یہ اسماء، ذات کے اعتبار سے اسم ہیں کچھ پر تو تنوینِ تنکیر آتی ہے جیسے صَہٍ اور کچھ ظرف (جار مجرور) یا مصدر سے منقول ہیں جیسے عَلَیْکَ یہ جار مجرور سے منقول ہے اور رُوَیْدَ یہ مصدر سے منقول ہے اور اِن کے اوزان فعل کے اوزان کے مغایر ہیں اور اُن میں سے بعض پر الف لام بھی داخل ہوتا ہے اسلئے اُن کا نام افعال نہیں رکھا بلکہ اسماءِ افعال رکھا۔

فَصلٌ اَلْاَصْوَاتُ كُلُّ لَفْظٍ حُكِيَ بِهٖ صَوْتٌ كَغَاقٍ لِصَوْتِ الْغُرَابِ اَوْصُوِّتَ بِهٖ الْبَهَآئِمُ كَنَخٍ لِاِنَاخَةِ الْبَعِيْرِ **فَصلٌ** اَلْمُرَكَّبَاتُ كُلُّ اسْمٍ رُكِّبَ مِنْ كَلِمَتَيْنِ لَيْسَتْ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِيْ حَرْفًا يَجِبُ بِنَآؤُهُمَا عَلَى الْفَتْحِ كَاَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ اِلَّا اثْنٰى عَشَرَ فَاِنَّهَا مُعْرَبَةٌ كَالْمُثَنّٰى............

(فصل) اصوات: صوت ہر وہ لفظ ہے جس کے ساتھ کسی آواز کو نقل کیا جائے جیسے غاق کوے کی آواز کیلئے یا اس کے ساتھ جانوروں کو آواز دی جائے جیسے اونٹ بٹھانے کے وقت نَخٍّ الخ. (فصل) مرکبات: مرکب ہر وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے مرکب ہو جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو پس اگر دوسرا کلمہ حرف کو متضمن ہو تو دونوں کا مبنی بر فتح ہونا واجب ہے جیسے اَحَدَ عَشَرَ سے لیکر تِسْعَةَ عَشَرَ تک مگر اِثْنَا عَشَرَ. پس تحقیق وہ تثنیہ کی مثل معرب ہے..........

﴿**اَلْاَصْوَاتُ**﴾ یہ صَوْتٌ کی جمع ہے اور اِسکی تعریف یہ ہے (۱) صوت وہ لفظ ہے جو کسی آواز کی حکایت و نقل ہو جیسے غاق، یہ آوازِ زاغ کی حکایت ہے (۲) صوت، وہ لفظ ہے جس سے کسی حیوان کو آواز دی جائے جیسے اُونٹ بٹھانے یا سلانے کیلئے نَخْ، نَخَّ، نَخٍ (۳) صوت، اس لفظ کو بھی کہتے ہیں جو کسی امرِ عارض کے وقت انسان کی زبان سے طبعی طور پر صادر ہو جیسے بوقتِ شدید کھانسی اُح، اُح اور بوقتِ خوشی بَخٍ یا بَخٍ۔ فائدہ:- اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسماءِ غیر مرکبہ کے قائمقام ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اسمائے غیر مرکبہ بوقت ترکیب معرب ہو جاتے ہیں جیسے لفظِ زَیْدٌ، ترکیب میں معرب ہو جاتا ہے لیکن اصوات ترکیب کے وقت بھی مبنی رہتے ہیں۔ ﴿**اَلْمُرَكَّبَاتُ**﴾ یہ مرکب کی جمع ہے اور یہاں مرکب سے مراد مرکبِ تعدادی ہے یعنی مراد وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے ترکیب دیا گیا ہو جن میں کوئی نسبت نہ ہو، نہ نسبتِ اسنادی، نہ اضافی اور نہ توصیفی جیسے اَحَدَعَشَرَ، اور ترکیب کی چھ قسمیں ہیں۔

بود ترکیب نزد نحویاں شش   بیادش گیر گر خائف زفوتی
اضافی داں وتعدادی ومزجی   چوں اسنادی وتوصیفی وصوتی

قولہ فَاِنْ تَضَمَّنَ:- پس اگر مرکب کا جزوِ ثانی کسی حرف کو متضمن ہو تو اُس کے دونوں جز کا مبنی بر فتح ہونا واجب ہے۔ جز واول تو اِس لئے کہ اُس کا آخر، ترکیب کے بعد آخر نہیں رہا بلکہ وسط ہو گیا ہے اور وسطِ کلمہ محلِ اعراب نہیں ہوتا بلکہ مبنی ہوتا ہے اور جزوِ ثانی حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہوتا ہے جیسے اَحَدَ عَشَرَ سے تِسْعَةَ عَشَرَ تک۔ قولہ اِلَّا اِثْنَا عَشَرَ:- یعنی اِثْنَا عَشَرَ کے پہلے جز میں اگر چہ علتِ بنا موجود ہے یعنی وسطِ کلمہ ہو جانا لیکن وہ معرب ہے اِس لئے کہ اُس کا پہلا جز و حذفِ نون کی وجہ سے مضاف کے مشابہ ہو گیا ہے اور اُسکو مضاف کا حکم دیدیا گیا ہے دوسرا جز (عَشَرَ) حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

وَاِنْ لَمْ يَتَضَمَّنْ ذٰلِكَ فَفِيْهَا لُغَاتٌ اَفْصَحُهَا بِنَاءُ الْاَوَّلِ عَلَى الْفَتْحِ وَاِعْرَابُ الثَّانِيْ غَيْرَ مُنْصَرِفٍ كَبَعْلَبَكَّ نَحْوُ جَاءَنِيْ بَعْلَبَكُّ وَرَأَيْتُ بَعْلَبَكَّ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ **فَصْلٌ** اَلْكِنَايَاتُ هِيَ اَسْمَاءٌ تَدُلُّ عَلٰى عَدَدٍ مُّبْهَمٍ وَهِيَ كَمْ وَكَذَا اَوْحَدِيْثٍ مُّبْهَمٍ..........

اور اگر متضمن نہ ہو اسکو تو اسمیں کئی لغات ہیں جن میں سے زیادہ فصیح اول کا مبنی بر فتح ہونا ہے اور ثانی کا معرب غیر منصرف ہونا جیسے جَاءَنِيْ بَعْلَبَكُّ وَرَأَيْتُ بَعْلَبَكَّ وَمَرَرْتُ بِبَعْلَبَكَّ۔ (فصل) کنایات: وہ ایسے اسماء ہیں جو عدد مبہم پر دلالت کریں اور وہ کَمْ اور کَذَا ہیں یا مبہم بات پر..........

قولہ وَاِنْ لَمْ يَتَضَمَّنْ :- اور اگر مرکب کا دوسرا جز کسی حرف کو متضمن نہ ہو تو اسمیں چند لغات ہیں زیادہ فصیح لغت میں پہلا جز وسطِ کلمہ ہو جانے کی وجہ سے فتح پر مبنی ہے اور دوسرا جز معرب ہے لیکن منع صرف کے دو سبب یعنی علمیت اور ترکیب پائے جانے کی وجہ سے یہ معرب غیر منصرف ہے جیسے بَعْلَبَكَّ۔ فائدہ:- بَعْلَبَكَّ ایک شہر کا نام ہے جو ملک شام میں تھا یہ دو اسموں سے مرکب ہے۔ ایک بَعْلُ، جو بت کا نام ہے اِسکو حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی اور ایک بَكَّ جو اُس شہر کے بادشاہ کا نام ہے جو اُس بت کا پجاری تھا اُس شہر کا نام عابد و معبود باطل کے ناموں سے مرکب ہو کر بَعْلَبَكَّ بنا۔ ﴿ ﴾ کنایات، کِنَايَةٌ کی جمع ہے لغت و اصطلاح دونوں میں اس کے معنی ہیں "کسی معین چیز کو ایسے لفظ سے تعبیر کرنا جو اُس پر صراحۃً دلالت نہ کرتا ہو" مصنف کے قول "اَلْكِنَايَاتُ" سے بعض کنایات مراد ہیں اس لئے کہ لفظ فُلَانٌ اور فُلَانَةٌ جو اعلام سے کنایہ ہیں معرب ہیں اور کنایات دو قسم پر ہیں۔ (۱) جو عدد مبہم پر دلالت کریں جیسے کَمْ اور کَذَا۔ (۲) جو مبہم بات پر دلالت کریں جیسے كَيْتَ اور ذَيْتَ۔ قولہ وَهِيَ كَمْ وَكَذَا :- یعنی وہ کنایات جو عددِ مبہم پر دلالت کرتے ہیں وہ کَمْ اور کَذَا ہیں جیسے كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ "میں نے اتنا مال خرچ کیا" اور عِنْدِيْ كَذَا دِرْهَمًا "میرے پاس اتنے درھم ہیں"۔ فائدہ:- کم استفہامیہ کے مبنی ہونے کی دو وجہیں ہیں اول ہمزہ استفہام کے معنیٰ کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے اور کم خبریہ اس کے ساتھ مشابہتِ لفظی کی وجہ سے۔ دوم یہ کہ دونوں کا سببِ بنا ایک چیز ہے اور وہ حرف کے ساتھ اُنکی موافقتِ وضعی ہے یعنی دو حرفی ہونا اور چونکہ کَذَا کے دونوں جز یعنی کاف اور ذَا مبنی ہیں لہٰذا اجزائے مبنیہ سے مرکب لفظِ کَذَا بھی مبنی ہے۔

وَهُوَ كَيْتَ وَذَيْتَ وَاعْلَمْ اَنَّ كَمْ عَلٰى قِسْمَيْنِ اِسْتِفْهَامِيَّةٌ وَّمَا بَعْدَهَا مَنْصُوْبٌ مُّفْرَدٌ عَلَى التَّمْيِيْزِ نَحْوُ كَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ وَخَبَرِيَّةٌ وَّمَا بَعْدَهَا مَجْرُوْرٌ مُّفْرَدٌ نَحْوُ كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهٗ اَوْمَجْمُوْعٌ نَحْوُ كَمْ رِجَالٍ لَقِيْتُهُمْ وَمَعْنَاهُ التَّكْثِيْرُ..........

اور وہ کَیْتَ اور ذَیْتَ ہیں۔اور جان لیجئے کہ بے شک کم دو قسم پر ہے استفہامیہ اور اس کا مابعد منصوب مفرد ہوتا ہے تمیز کی بنا پر جیسے کم رجلاً عندک. اور خبریہ اور اس کا مابعد مجرور مفرد ہوتا ہے جیسے کم مالٍ انفقتُہ بہت سا مال میں نے خرچ کیا۔یا مجموع جیسے کم رجال لقیتھم میں نے بہت سے آدمیوں سے ملاقات کی۔اور اس کا معنی تکثیر ہے..

قولہ وَهُوَ كَيْتَ:۔یعنی وہ کنایات جو مبہم بات پر دلالت کرتے ہیں وہ کَیْتَ اور ذَیْتَ ہیں،یہ دونوں لفظ مکرر استعمال ہوتے ہیں جیسے كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ فُلَانٍ كَيْتَ وَكَيْتَ،میرے اور فلاں کے درمیان ایسی ایسی بات تھی اور كَانَ مِنَ الْاَمْرِ ذَيْتَ وَذَيْتَ میرے اور فلاں کے درمیان ایسا ایسا معاملہ تھا۔ فائدہ:۔کَیْتَ اور ذَیْتَ اصل میں دونوں مشدد تھے پھر ان میں تخفیف کردی گئی۔یہ دونوں جملہ سے کنایہ ہوتے ہیں اور جملہ کی جگہ واقع ہوتے ہیں اس لئے مَكْنٰى عَنْهُ (جملے) کی طرح یہ بھی مبنی ہوتے ہیں۔قولہ وَاعْلَمْ:۔کم دو قسم پر ہے استفہامیہ اور خبریہ،کم استفہامیہ سے عدد مبہم کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور اُسکی تمیز مفرد اور منصوب ہوتی ہے۔جیسے كَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ۔تیرے پاس کتنے مرد ہیں۔فائدہ:۔کم استفہامیہ چونکہ عدد سے کنایہ ہوتا ہے اس لئے عددِ اوسط پر حمل کرتے ہوئے اُسکی تمیز منصوب لاتے ہیں اور جب كَمْ سے پہلے حرفِ جر آجائے تو اُسکی تمیز مجرور ہوتی ہے۔جیسے بِكَمْ رُوْبِيَّةٍ اِشْتَرَيْتَ هٰذَا الْكِتَابَ (یہ کتاب آپ نے کتنے روپے میں خریدی ہے؟) سوال:۔تمیز مجرور کا عامل کیا ہے؟ جواب:۔سیبویہ اور خلیل کے نزدیک مِنْ مقدرہ عامل ہے تقدیرِ عبارت اسطرح ہے بِكَمْ مِنْ رُوْبِيَّةٍ اِشْتَرَيْتَ هٰذَا الْكِتَابَ؟ اور جزولی کے نزدیک اِسکا عامل باء جارہ ہے اس لئے کہ كَمْ اور اُسکی تمیز بمنزلہ شئی واحد کے ہے جس پر حرف جر داخل ہے۔ فائدہ:۔کم استفہامیہ کی تمیز کا جر دو شرطوں سے مشروط ہے (۱) کلمہ كَمْ پر حرف جر داخل ہو (۲) تمیز،کلمہ كَمْ سے متصل ہو جیسے بِكَمْ دِرْهَمٍ اِشْتَرَيْتَ وَعَلٰى كَمْ شَيْخٍ اِشْتَغَلْتَ۔کم خبریہ بھی عدد مبہم پر دلالت کرتا ہے اور اِس میں کثرت کے معنٰی پائے جاتے ہیں،اس کی تمیز مفرد مجرور اور جمع مجرور ہوتی ہے جیسے كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُهٗ،میں نے اتنا مال خرچ کیا ہے،یہ تمیز مفرد مجرور کی مثال ہے اور كَمْ رِجَالٍ لَقِيْتُهُمْ،تو نے بہت سے آدمیوں سے ملاقات کی،یہ تمیز جمع کی مثال ہے۔

وَتَدْخُلُ مِنْ فِیْهِمَا تَقُوْلُ كَمْ مِنْ رَجُلٍ لَقِیْتَهٗ وَكَمْ مِّنْ مَّالٍ اَنْفَقْتُهٗ وَقَدْ یُحْذَفُ التَّمْیِیْزُ لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ نَحْوُ كَمْ مَالُكَ اَیْ كَمْ دِیْنَارًا مَالُكَ وَكَمْ ضَرَبْتَ اَیْ كَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتَ..............................

اوران دونوں میں کلمہ مِن داخل ہوتا ہے تم کہو گے کم من رجل لقیتهٗ کتنے آدمیوں سے تو نے ملاقات کی اور کم من مالٍ انفقتہ بہت سا مال میں نے خرچ کیا۔اور کبھی قیام قرینہ کے وقت تمیز حذف کردی جاتی ہے جیسے کَمْ مَالُکَ ای کَمْ دِیْنَارًا مَالُکَ و کم ضربتُ ای کم ضربۃً ضَرَبْتُ..............................

فائدہ:-کم خبریہ عددِ مضاف پر محمول ہے اور عددِ مضاف کی دو قسمیں ہیں اول مضاف الی الجماعۃ جیسے ثَلٰثَۃٌ سے عَشَرَۃٌ تک دوم مضاف الی الواحد جیسے مِأۃٌ اور اَلْفٌ،اس لئے کم خبریہ کی تمیز کبھی عددِ اکثر یعنی مِأۃٌ اور اَلْفٌ کی تمیز کی مثل،مفرد مجرور ہوتی ہے اور کبھی عددِ اقل کی تمیز کی مثل جمع مجرور ہوتی ہے۔ فائدہ:-اکثر نحات کے نزدیک یہ جر کَمْ کی اضافت کی وجہ سے ہوتا ہے اسی لئے جب کَمْ خبریہ اور اسکی تمیز کے درمیان فصل ہو تو تمیز میں نصب مختار ہے کیوں کہ فصل کی وجہ سے تمیز کیطرف کَمْ کی اضافت نہیں ہوسکتی اور بعض کے نزدیک مِنْ مقدرہ کی وجہ سے تمیز مجرور ہوتی ہے۔ قولہ وَتَدْخُلُ:-اور کم استفہامیہ ہو یا خبریہ کبھی اُن کی تمیز سے پہلے مِنْ بیانیہ بھی آجاتا ہے جس کی وجہ سے تمیز مجرور ہوتی ہے جیسے کَمْ مِنْ رَّجُلٍ لَقِیْتَ کس قدر آدمیوں سے تو نے ملاقات کی اور کَمْ مِنْ مَّالٍ اَنْفَقْتُهٗ،بہت سا مال میں نے خرچ کیا۔فائدہ:-اگر کَمْ اور اسکی تمیز کے درمیان فعلِ متعدی آجائے تو تمیز پر مِنْ کا لانا واجب ہے تا کہ تمیز کا مفعول کے ساتھ التباس نہ ہو۔جیسے ارشادِ باری تعالی ہے کَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ ۔ قولہ وَقَدْ یُحْذَفُ:-اور کَمْ کی تمیز کبھی حذف کردی جاتی ہے جب اُسکے حذف پر کوئی قرینہ موجود ہو جیسے کَمْ مَالُکَ؟ جو اصل میں کَمْ دِرْهَمًا مَالُکَ تھا،یہ کَمْ استفہامیہ کی مثال ہے اور قرینہ یہ ہے کہ کلمہ کَمْ معرفہ پر داخل نہیں ہوتا اور مثال میں کَمْ کا مدخول معرفہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ تمیز محذوف ہے ،اور وہ دِیْنَارًا ہے اور کَمْ ضَرَبْتُ یہ کَمْ خبریہ کی مثال ہے جو اصل میں کَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ تھا۔قرینہ یہ ہے کہ اس مثال میں کَمْ فعل پر داخل ہے حالانکہ وہ فعل پر داخل نہیں ہوتا جس سے معلوم ہوا کہ کَمْ کا مدخول (تمیز) محذوف ہے اور وہ ضَرْبَةٍ ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ کَمْ فِی الْوَجْهَیْنِ یَقَعُ مَنْصُوْبًا اِذَا کَانَ بَعْدَهٗ فِعْلٌ غَیْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِیْرِهٖ نَحْوُ کَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ وَکَمْ غُلَامٍ مَلَکْتَ مَفْعُوْلاً بِهٖ وَنَحْوُ کَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتَ وَکَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتَ مَصْدَرًا وَکَمْ یَوْمًا سِرْتَ وَکَمْ یَوْمٍ صُمْتَ مَفْعُوْلاً فِیْهِ وَمَجْرُوْرًا اِذَا کَانَ قَبْلَهٗ حَرْفُ جَرٍّ اَوْ مُضَافٌ نَحْوُ بِکَمْ رَجُلاً مَرَرْتَ

اور جان لیجئے کہ کلمہ کم دوصورتوں میں منصوب واقع ہوتا ہے جس وقت اس کے بعد ایسا فعل ہو جو اس کی ضمیر کی وجہ سے اس سے اعراض کرنے والا نہ ہو جیسے کم رجلاً ضربت اور کم غلامٍ ملکت درانحالیکہ مفعول بہ ہے اور جیسے کم ضربةً ضربتَ اور کم ضربة ضربتُ درانحالیکہ مفعول مطلق ہے اور کم یوما سرتُ اور کم یوم صمتُ درانحالیکہ مفعول فیہ ہے۔ اور مجرور جب اس سے قبل حرف جر ہو یا مضاف جیسے بکم رجلاً مررت

<u>قولہ</u> وَاعْلَمْ:۔ محلِ اعراب کے لحاظ سے کَمْ کی تین صورتیں ہیں (۱) منصوب (۲) مجرور (۳) مرفوع۔ مصنف عَلَیْهِ الرَّحْمَةُ، اِعْلَمْ سے ہر ایک کا موقع ومحل بتاتے ہیں۔ (۱) <u>محل نصب</u> جب کم کے بعد فعل ہو اور وہ کَمْ کی ضمیر یا کَمْ کے متعلق کی وجہ سے کَمْ میں عمل کرنے سے اعراض نہ کر رہا ہو تو یہ محل نصب میں ہوگا اور اس کے منصوب ہونے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) جب کَمْ کی تمیز اسم ظرف ہو تو یہ اپنی تمییز سے ملکر مفعول فیہ ہوگا جیسے کَمْ یَوْمًا سِرْتَ اور کَمْ یَوْمٍ صُمْتُ ۔(۲) جب کَمْ کی تمییز فعل مذکور کا مصدر ہو تو یہ تمییز سے ملکر مفعول مطلق ہوگا جیسے کَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتَ اور کَمْ ضَرْبَةٍ ضَرَبْتُ (۳) جب مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو یہ مفعول بہ ہوگا جیسے کَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ اور کَمْ غُلَامٍ مَلَکْتُ۔ <u>فائدہ</u>:۔ مصنف کا قول مَفْعُوْلاً بِهٖ اُنکے قول کَمْ رَجُلاً اور کَمْ غُلَامٍ سے حال ہے، اسی طرح مَصْدَرًا حال ہے کَمْ ضَرْبَةً اور کَمْ ضَرْبَةٍ سے اور مَفْعُوْلاً فِیْهِ بھی حال ہے کَمْ یَوْمًا اور کَمْ یَوْمٍ سے۔ (۲) <u>محل جر</u>، جب کَمْ سے پہلے کوئی حرفِ جر یا مضاف ہو تو یہ مجرور ہوگا جیسے بِکَمْ رَجُلاً مَرَرْتَ اور عَلٰی کَمْ رَجُلٍ حَکَمْتُ، (۳) <u>محل رفع</u>، محل رفع میں ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱) تمیز ظرف نہ ہو تو یہ (کَمْ) مبتدا ہونے کی بنا پر مرفوع ہوگا۔ جیسے کَمْ رَجُلاً اَخُوْکَ اور کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُهٗ (۲) تمییز ظرف ہو تو یہ خبر مقدم ہوگا جیسے کَمْ یَوْمًا سَفَرُکَ اور کَمْ شَهْرٍ صَوْمِیْ اور کَمْ کی ظرفیت یا مصدریت تمییز کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ <u>فائدہ</u>:۔ کلمہ کَمْ کو صدارتِ کلام لازم ہے اور جب اُس سے پہلے حرف جر یا مضاف آجائے تو وہ صدارت حرف جر یا مضاف کو منتقل ہو جاتی ہے اس لئے کہ جار ومجرور اور مضاف ومضاف الیہ میں جزئیت اور اتحاد پایا جاتا ہے۔

وَعَلٰی کَمْ رَجُلٍ حَکَمْتَ وَغُلَامَ کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ وَمَالَ کَمْ رَجُلٍ سَلَبْتَ وَمَرْفُوْعًا اِذَا لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مِّنَ الْاَمْرَیْنِ مُبْتَدَأً اِنْ لَمْ یَکُنْ ظَرْفًا نَحْوُ کَمْ رَجُلًا اَخُوْکَ وَکَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُہٗ وَخَبَرًا اِنْ کَانَ ظَرْفًا نَحْوُ کَمْ یَوْمًا سَفَرُکَ وَکَمْ شَھْرٍ صَوْمِیْ **فَصْلٌ** اَلظُّرُوْفُ الْمَبْنِیَّۃُ عَلٰی اَقْسَامٍ مِنْھَا مَاقُطِعَ عَنِ الْاِضَافَۃِ بِاَنْ حُذِفَ الْمُضَافُ اِلَیْہِ کَقَبْلُ وَبَعْدُ وَفَوْقُ وَتَحْتُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ۢ بَعْدُ اَیْ مِنْ قَبْلِ کُلِّ شَیْئٍ وَّمِنْ ۢ بَعْدِ کُلِّ شَیْئٍ ھٰذَا اِذَا کَانَ الْمَحْذُوْفُ مَنْوِیًّا لِّلْمُتَکَلِّمِ وَاِلَّا لَکَانَتْ مُعْرَبَۃً وَعَلٰی ھٰذَا قُرِئَ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ ۢ بَعْدٍ..............................

اورعلی کم رجل حکمت وغلام کم رجلا ضربت ومال کم رجل سلبت. اورمرفوع جب ان دونوں امروں میں سے کوئی نہ ہومبتدا ہونے کی بنا پر اگر ظرف نہ ہو جیسے کم رجلاً اخوک اور کم رجلٍ ضربتُہٗ اور خبر کی بنا پر اگر ظرف ہو جیسے کم یوما سفرک اور کم شھر صومی. (فصل) ظروف مبنیہ چند اقسام پر ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں جو کاٹ دیے گئے ہوں اضافت سے اس طرح کہ ان کا مضاف الیہ لفظوں سے حذف کر دیا گیا ہو جیسے قَبْلُ اور بَعْدُ اور فَوْقُ اور تَحْتُ جیسے ارشاد باری تعالیٰ للہ الامر من قبل ومن بعد یعنی ہر شی سے پہلے اور ہر شی کے بعد۔ یہ اس وقت ہے جب محذوف متکلم کیلئے منوی ہو ورنہ معرب ہوں گے اور اسی پر پڑھا گیا ہے للہ الامر من قبلٍ ومن بعدٍ..............................

﴿﴾ ظروف مبنیہ چند اقسام پر ہیں۔(۱) ظروف مَقْطُوْع عَنِ الْاِضَافَۃِ، یعنی جن حروف کا مضاف الیہ لفظوں سے حذف کر دیا گیا ہو لیکن نیت میں موجود ہو، ایسے ظروف مبنی بر ضم ہوتے ہیں جیسے قَبْلُ اور بَعْدُ وغیرہ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ۢ بَعْدُ اَیْ مِنْ قَبْلِ کُلِّ شَیْئٍ وَّمِنْ ۢ بَعْدِ کُلِّ شَیْئٍ۔ اگر مضاف الیہ نیت میں موجود نہ ہو تو پھر یہ معرب ہوتے ہیں، اور نیت میں موجود نہ ہونے کی تقدیر پر آیتِ مذکورہ میں قَبْلُ اور بَعْدُ کو مجرور پڑھا گیا ہے۔ فائدہ:- قَبْلُ، بَعْدُ، فَوْقُ اور تَحْتُ کے علاوہ قُدَّامُ، خَلْفُ، اَسْفَلُ اور اَوَّلُ بمعنی قَبْلُ بھی مضاف الیہ محذوف منوی ہونے کے وقت مبنی ہوتے ہیں اور حرکتِ ضمہ پر مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حذفِ مضاف الیہ سے جو کمی آئی ہے اُسکو حرکتِ قویہ (ضمہ) سے پورا کر دیا جائے۔

وَتُسَمّٰی الْغَایَاتِ وَمِنْهَا حَیْثُ بُنِیَت تَشْبِیْهًا لَّهَا بِالْغَایَاتِ لِمُلَازَمَتِهَا الْاِضَافَةَ اِلَی الْجُمْلَةِ فِی الْاَکْثَرِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَیْثُ لَایَعْلَمُوْنَ وَقَدْ یُضَافُ اِلَی الْمُفْرَدِ کَقَوْلِ الشَّاعِرِ ع اَمَا تَرٰی حَیْثُ سُهَیْلٍ طَالِعًا اَیْ مَکَانَ سُهَیْلٍ فَحَیْثُ هٰذَا بِمَعْنٰی مَکَانٍ وَشَرْطُهٗ اَنْ یُّضَافَ اِلَی الْجُمْلَةِ نَحْوُ اِجْلِسْ حَیْثُ یَجْلِسُ زَیْدٌ..............

اور نام رکھے جاتے ہیں یہ غایات۔اوران میں سے حیث ہے جو غایات کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے بوجہ اس کے لازم پکڑنے اضافت الی الجملہ کو اکثر استعمال میں۔ارشاد باری ہے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَیْثُ لَایَعْلَمُوْنَ اور حیث کبھی مفرد کی جانب مضاف کیا جاتا ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے:اَمَا تَرٰی حَیْثُ سُهَیْلٍ طَالِعًا ای مَکَانَ سهیلٍ پس یہ حیث بمعنی مکان ہے کیا تو سہیل کی جگہ میں نہیں دیکھتا اس حال میں کہ وہ طلوع ہونے والا ہے۔اور اس کی شرط یہ ہے کہ جملہ کی جانب مضاف ہو جیسے اِجْلِسُ حیث یجلس زید..........

قولہ وَتُسَمّٰی:-غایت وانتہاءِ کلام تو مضاف الیہ تھا،جب اُسکو حذف کر دیا تو یہ ظروف،کلام کا منتہٰی وغایت رہ گئے لہٰذا اِن کا نام غایات رکھ دیا گیا چونکہ احتیاج بسوئے مضاف الیہ میں اِنکی حرف کے ساتھ مشابہت ہے جسکی وجہ سے غایات مبنی بنا دیئے گئے۔(۲)حَیْثُ،یہ غایات کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مبنی بر ضم ہوتا ہے اور جملہ کی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔فائدہ:-حَیْثُ،کی غایات کیساتھ مشابہت اِس طرح ہے کہ یہ اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور حقیقت میں یہ اُس مصدر کی طرف مضاف ہوتا ہے جس کو جملہ متضمن ہوتا ہے پس اُس مصدر(مضاف الیہ)کے محذوف ہونے میں یہ غایات کے مشابہ ہو گیا۔قولہ وَقَدْ یُضَافُ:-اور حَیْثُ،کبھی مفرد کیطرف بھی مضاف ہوتا ہے جیسے کتاب میں مذکور مصرع میں حَیْثُ،سُهَیْلٌ کی طرف مضاف ہے،پس یہ بمعنی مکان ہے اَیْ مَکَانَ سُهَیْلٍ۔فائدہ:-جب حَیْثُ،مفرد کی طرف مضاف ہو تو بعض نحات کے نزدیک معرب ہوتا ہے اس لئے کہ علت بنا اضافت اِلَی الْجُمْلَةِ ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس وقت بھی حَیْثُ،ضمہ پر مبنی ہوتا ہے کیونکہ یہ اضافت عدمِ اضافت کے درجہ میں ہے۔قولہ وَشَرْطُهٗ:-اور اکثر استعمال کی بنا پر حَیْثُ،کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ کی طرف مضاف ہو خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو جیسے اَجْلِسُ حَیْثُ یَجْلِسُ زَیْدٌ یا جملہ اسمیہ جیسے اَجْلِسُ حَیْثُ زَیْدٌ جَالِسٌ۔

وَمِنْهَا اِذَا وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبَلِ وَاِذَا دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ صَارَ مُسْتَقْبلاً نَحْوُ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَفِيْهَا مَعْنَى الشَّرْطِ وَيَجُوْزُ اَنْ تَقَعَ بَعْدَهَا الْجُمْلَةُ الاسْمِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةٌ وَالْمُخْتَارُ الْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ اٰتِيْكَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَقَدْ تَكُوْنُ لِلْمُفَاجَاةِ فَيُخْتَارُ بَعْدَهَا الْمُبْتَدَأُ نَحْوُ خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ وَاقِفٌ وَمِنْهَا اِذْ وَهِيَ لِلْمَاضِيْ وَتَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ الاسْمِيَّةُ وَالْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ جِئْتُكَ اِذْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاِذِ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ وَمِنْهَا اَيْنَ وَاَنّٰى لِلْمَكَانِ بِمَعْنَى الاسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَيْنَ تَمْشِيْ وَاَنّٰى تَقْعُدُ وَبِمَعْنَى الشَّرْطِ نَحْوُ اَيْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ وَاَنّٰى تَقُمْ اَقُمْ..............................

اورظروف مبنیہ میں سے اِذَا ہے اوروہ مستقبل کیلئے ہے اور جب وہ ماضی پرداخل ہوتو ماضی مستقبل ہوجاتی ہے جیسے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ. جب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی۔اوراس میں شرط کے معنی ہیں،اور جائز ہے یہ کہ اس کے بعد جملہ اسمیہ واقع ہو جیسے اٰتیک اذا الشمس طالعة میں تیرے پاس طلوع شمس کے وقت آؤں گا۔اورمختار جملہ فعلیہ ہے جیسے اٰتیک اذا طلعتِ الشَّمسُ میں تیرے پاس طلوع شمس کے وقت آؤں گا۔اورکبھی مفاجاۃ کیلئے ہوتا ہے پس اس کے بعد مبتدا مختار ہے جیسے خرجتُ فاذا السبعُ واقفٌ اورظروف مبنیہ میں سے اِذْ ہے اوروہ ماضی کیلئے ہے اوراس کے بعد دونوں قسم کے جملے واقع ہوتے ہیں اسمیہ اورفعلیہ جیسے جئتک اِذْ طلعتِ الشّمس واِذَا الشمسُ طالعۃٌ اوران میں سے اَیْنَ اوراَنّٰی ہیں جو ہونے والے ہیں مکان کیلئے ساتھ معنی استفہام کے جیسے اَیْنَ تَمْشِی تو کہاں جارہاہے؟ اوراَنّٰی تَقْعُدُ تو کہاں بیٹھا ہے؟ اورساتھ معنی شرط کے جیسے اَیْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ توجہاں بیٹھے گا میں وہاں بیٹھوں گا۔اوراَنّٰی تَقُمْ اَقُمْ توجہاں کھڑا ہوگا میں وہاں کھڑا ہوں گا.......

---

(۳) اِذَا، یہ سکون پرمبنی ہوتا ہے اوردرج ذیل معانی دیتا ہے (۱) زمانہ مستقبل کے معنی دیتا ہے خواہ ماضی پرداخل ہو جیسے اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰہ۔(۲) اسمیں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں اسی لئے اس کے بعد جملہ واقع ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ کالانا مختار ہے اس لئے کہ شرط،فعل کو مقتضی ہے اوراس کے بعد جملہ اسمیہ کاواقع ہونا بھی جائز ہے اس لئے کہ اِذَا معنی شرط کے لئے موضوع نہیں ہے۔(۳) کبھی یہ مفاجات کے معنی دیتا ہے اُس وقت اِس کے بعد مبتدا کا آنا اولیٰ ہے جیسے خَرَجْتُ فَاِذَاالسَّبُعُ وَاقِفٌ (میں نکلا کہ ناگاہ درندہ کھڑا ہوا ہے)۔(۴) اِذْ یہ سکون پرمبنی ہے اورزمانہ ماضی کیلئے آتا ہے اگرچہ مضارع پرداخل ہو اوراِس کے بعد جملہ اسمیہ اورفعلیہ دونوں آتے ہیں۔(۵) اَیْنَ اور(۶) اَنّٰی، یہ دونوں ظرفِ مکان کیلئے ہیں۔اَیْنَ، مبنی برفتح اوراَنّٰی مبنی برسکون ہوتا ہے اور یہ دونوں استفہام اورشرط کے معنی میں آتے ہیں۔

وَمِنْهَا مَتٰى لِلزَّمَانِ شَرْطًا اَوْ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ مَتٰى تَصُمْ اَصُمْ وَمَتٰى تُسَافِرُ وَمِنْهَا كَيْفَ لِلْاِسْتِفْهَامِ حَالًا نَحْوُ كَيْفَ اَنْتَ اَیْ فِیْ اَیِّ حَالٍ اَنْتَ وَمِنْهَا اَيَّانَ لِلزَّمَانِ اِسْتِفْهَامًا نَحْوُ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ وَمِنْهَا مُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنٰى اَوَّلِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلَحَ جَوَابًا لِمَتٰى نَحْوُ مَارَأَيْتُهٗ مُذْ اَوْمُنْذُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَتٰى مَارَأَيْتَ زَيْدًا اَیْ اَوَّلُ مُدَّةِ انْقِطَاعِ رُؤْيَتِیْ اِيَّاهُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَ بِمَعْنٰى جَمِيْعِ الْمُدَّةِ اِنْ صَلَحَ جَوَابًا لِكَمْ نَحْوُمَارَأَيْتُهٗ مُذْ اَوْمُنْذُ يَوْمَانِ فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ كَمْ مُدَّةً مَارَأَيْتَ زَيْدًا اَیْ جَمِيْعُ مُدَّةِ مَارَأَيْتُهٗ يَوْمَانِ.......................

اورظروف مبنیہ میں سے مَتٰی ہے زمان کیلئے باعتبار شرط کے یاباعتبار استفہام کے۔جیسے مَتٰی تَصُمْ اَصُمْ جب توروزہ رکھے گامیں روزہ رکھوں گا۔اور مَتٰی تُسَافِرُ توکب سفر کرے گا۔اورظروف مبنیہ میں سے کیف ہے اورظروف مبنیہ میں سے اَیَّانَ ہے زمان کیلئے باعتبار استفہام کے جیسے اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ جزا کادن کب ہوگا۔اورظروف مبنیہ میں سے مُذْ اور مُنْذُ ہیں اول مدت کے معنی میں اگر مَتٰی کاجواب بننے کی صلاحیت رکھیں جیسے مَا رایتہٗ مُذْ او مُنْذُ یوم الجمعۃِ اس شخص کے جواب میں جس نے کہا تونے زید کوکب سے نہیں دیکھا یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی اول مدت جمعہ کادن ہے اور جمیع مدت کے معنی میں اگر کم کاجواب بننے کی ہرایک صلاحیت رکھے جیسے مـا رأیتہٗ مـذ او منذ یومان میں نے اس کو دودن سے نہیں دیکھا اس شخص کے جواب میں جس نے کہا کتنی مدت سے تونے زید کو نہیں دیکھا یعنی کل مدت میرے اس کو نہ دیکھنے کی دودن ہیں

(۷) مَتٰـــی ،یہ ظرفِ زمان کے لئے ہے۔شرط اوراستفہام دونوں کیلئے آتا ہے شرط واستفہام کے ساتھ مشابہت معنوی کی بنا پرمبنی ہوتا ہے۔(۸) کَیْفَ ،یہ مبنی بر فتح ہے اورکسی چیز کی حالت وصفت دریافت کرنے کیلئے آتا ہے جیسے کَیْفَ اَنْـتَ ،توکس حال میں ہے؟(۹) اَیَّـانَ ،یہ ظرفِ زمان کیلئے آتا ہے اورحرف استفہام کے معنی میں ہوتا ہے اوراسی وجہ سے مبنی ہوتا ہے۔(۱۰) مُـذْ اور(۱۱) مُـنْـذُ ،اول مبنی برسکون اورثانی مبنی برضمہ ہے وجہ بنا غایات کے ساتھ مشابہت ہے۔یہ دونوں اَوّل مدت کے معنی میں آتے ہیں یعنی فعلِ مقدم کے زمانہ کی اَوّل مدت بتانے کیلئے جبکہ اِن کے مابعد میں مَتٰی ، کاجواب بننے کی صلاحیت ہوجیسے مَتٰـی مَـارَأَیْتَ زَیْـدًا کے جواب میں کہا جائے مَـارَأَیْتُـهٗ مُـذْ اَوْمُنْذُ یَوْمِ الْجُمُعَةِ . میں نے اُسکو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا اوراگر کَمْ کاجواب واقع ہونے کی مابعد میں صلاحیت ہوتو بمعنی جمیع مدت آتے ہیں جیسے کَـمْ مُدَّةً مَارَأَیْتَ زَیْدًا کے جواب میں کہا جائے مَارَأَیْتُهٗ مُذْ اَوْمُنْذُ یَوْمَانِ، میں نے اُسکو دودن سے نہیں دیکھا یعنی تمام مدت میرے اُسے نہ دیکھنے کی دودن ہے۔

وَمِنْهَا لَدٰى وَلَدُنْ بِمَعْنٰى عِنْدَ نَحْوُ الْمَالُ لَدَيْكَ وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا اَنَّ عِنْدَ لَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْحُضُوْرُ وَيُشْتَرَطُ ذٰلِكَ فِيْ لَدٰى وَلَدُنْ وَجَآءَ فِيْهِ لُغَاتٌ اُخَرُ لَدْنِ وَلُدْنِ وَلَدَنْ وَلَدْ وَلُدْ وَلِدْ، وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِى الْمَنْفِيِّ نَحْوُ مَارَأَيْتُهٗ قَطُّ وَمِنْهَا عَوْضُ لِلْمُسْتَقْبِلِ الْمَنْفِيِّ نَحْوُ لَا اَضْرِبُهٗ عَوْضُ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اُضِيْفَ الظُّرُوْفُ اِلَى الْجُمْلَةِ اَوْ اِلٰى اِذْ جَازَ بِنَآؤُهَا عَلَى الْفَتْحِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى هٰذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ وَكَيَوْمَئِذٍ وَحِيْنَئِذٍ..........

اور ظروف مبنیہ میں سے لَدٰی اور لَدُنْ ہیں بمعنی عِنْدَ جیسے اَلْمَالُ لَدَیْکَ مال تیرے پاس ہے۔ اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ عِنْدَ میں چیز کا حاضر ہونا شرط نہیں کیا جاتا اور لَدٰی اور لَدُنْ میں یہ شرط کیا جاتا ہے اور لَدٰی میں کئی لغتیں آئی ہیں جیسے لَدْنِ لُدْنِ لَدَنْ لَدْ لُدْ لِدْ. اور ظروف مبنیہ میں سے قَطُّ ہے جو ماضی منفی کیلئے ہے جیسے مَارَأَیْتُہٗ قَطُّ اور ظروف مبنیہ میں سے عَوْضُ ہے مستقبل منفی کیلئے جیسے لا اضربہ عوض میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا۔ اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جب ظروف کی جملہ کی طرف یا کلمہ اِذْ کی طرف اضافت کی جائے تو ان کا مبنی بر فتح ہونا جائز ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ (میں لفظ یوم کو مبنی بر فتح پڑھنا جائز ہے) اور جیسے یَوْمَئِذٍ اور حِیْنَئِذٍ..........

(۱۲) لَدٰی اور (۱۳) لَدُنْ، یہ مبنی بر سکون ہوتے ہیں اور عِنْدَ کے معنی میں ہوتے ہیں یعنی کسی چیز کی موجودگی کا معنی دیتے ہیں وجہ بنا یہ ہے کہ اِن کی بعض لغات وضع میں حرف کے ساتھ مشابہ ہیں اور دیگر لغات اُس پر محمول ہیں۔ قولہ اَلْفَرْقُ:-یعنی عِنْدَ اور لَدٰی کے استعمال میں فرق یہ ہے کہ عِنْدَ میں چیز کا پاس موجود ہونا شرط نہیں یعنی زید کے پاس مال ہو یا اُس کے گھر میں ہو اَلْمَالُ عِنْدَ زَیْدٍ کہہ سکتے ہیں لیکن لَدٰی میں اور لَدُنْ میں مال کا پاس موجود ہونا شرط ہے، لہٰذا اَلْمَالُ لَدٰی زَیْدٍ یا اَلدُنْ زَیْدٍ اُسوقت کہہ سکتے ہیں جب مال زید کے پاس موجود ہو (گھر میں یا خزانے میں نہ ہو)۔ (۱۴) قَطُّ، یہ مبنی بر ضمہ ہے یہ ماضی منفی کے استغراق کیلئے ہے۔ جیسے مَارَأَیْتُہٗ قَطُّ، میں نے اسکو کبھی نہیں دیکھا، اِسکی وضع حرف جیسی ہے اس لئے مبنی ہوتا ہے۔ (۱۵) عَوْضُ، یہ مضاف الیہ کے حذف ہونے کی وجہ سے ضمہ پر مبنی ہوتا ہے اور زمانہ مستقبل کی نفی کے استغراق کیلئے آتا ہے جیسے لَآ اَضْرِبُہٗ عَوْضُ، میں اُسکو کبھی نہیں ماروں گا۔ قولہ وَاعْلَمْ:-یعنی ایسے ظروف جو مبنی نہیں جب اُن کو جملہ یا کلمہ اِذْ کی طرف مضاف کر دیا جائے تو اُن کو مبنی بر فتح پڑھنا جائز ہے اِس لئے کہ یہ مضاف الیہ سے بِنا حاصل کر لیتے ہیں اور اِنکو معرب پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ مستحقِ اعراب ہیں جیسے یَوْمَئِذٍ میں یَوْمَ، مبنی بر فتح ہے۔

وَكَذٰلِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ مَا وَاَنْ وَاَنَّ تَقُوْلُ ضَرَبْتُهٗ مِثْلَ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ وَّغَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ وَّمِنْهَا اَمْسِ بِالْكَسْرِ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ **وَالْخَاتِمَةُ** فِيْ سَائِرِ اَحْكَامِ الْاِسْمِ وَلَوَاحِقِهٖ غَيْرِ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَآءِ وَفِيْهَا فُصُوْلٌ **فَصْلٌ** اِعْلَمْ اَنَّ الْاِسْمَ عَلٰى قِسْمَيْنِ مَعْرِفَةٌ وَّنَكِرَةٌ فَالْمَعْرِفَةُ اِسْمٌ وُضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ وَهِيَ سِتَّةُ اَقْسَامٍ اَلْمُضْمَرَاتُ وَالْاَعْلَامُ وَالْمُبْهَمَاتُ اَعْنِيْ اَسْمَاءَ الْاِشَارَاتِ وَالْمَوْصُوْلَاتِ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ وَالْمُضَافُ اِلٰى اَحَدِهَا اِضَافَةً مَعْنَوِيَّةً وَالْمُعَرَّفُ بِالنِّدَآءِ........

اور اسی طرح لفظ مِثْلُ اور غَيْرُ کلمہ ما اور اَنْ اور اَنَّ کے ساتھ تم کہو گے ضربته مثل ما ضرب زید میں نے اس کو زید کے مارنے کی طرح مارا، یا ضربته غیر ان ضرب زید میں نے اس کو مارا بغیر مارنے زید کے۔ اور ظروف مبنیہ میں سے اَمْسِ ہے کسرہ کے ساتھ اہل حجاز کے نزدیک۔ اور خاتمہ اسم کے بقیہ احکام اور اس کے لواحق میں ہے ایسے احکام جو کہ معرب اور مبنی کے علاوہ ہیں اور اس میں کچھ فصلیں ہیں۔ (فصل) جان لیجئے کہ بے شک اسم دو قسم پر ہے معرفہ اور نکرہ۔ پس معرفہ وہ اسم ہے جو معین چیز کیلئے بنایا گیا ہو اور وہ چھ قسم پر ہے مضمرات اور اعلام اور مبہمات یعنی اسماء اشارات اور موصولات اور معرفہ بالام اور جو ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو بطریق اضافت معنویہ اور معرفہ ساتھ ندا کے......

قولہ وَكَذٰلِكَ :- یعنی ظروف مضاف (یَوْمُ وغیرہ) کی طرح لفظ مِثْلُ اور غَيْرُ کو معرب اور مبنی پڑھ سکتے ہیں جب یہ مَذْكُوْرَةُ التَّحْت تین کلموں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہوں۔ (۱) مَا مصدریہ کی طرف جیسے ضَرَبْتُهٗ مِثْلَ مَاضَرَبَ زَيْدٌ (میں نے اُس کو زید کی مثل مارا) (۲) اَنْ مفتوحہ مخففہ کی طرف جیسے ضَرَبْتُهٗ غَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ۔ (۳) اَنَّ مفتوحہ مشددہ کی طرف جیسے ضَرَبْتُهٗ غَيْرَ اَنَّ ضَرَبَ زَيْدٌ۔ اِن مثالوں میں لفظ مِثْلَ اور غَيْرَ مبنی بر فتح ہیں اور معرب بھی۔ فائدہ :- لفظ مِثْلُ اور غَيْرُ اگرچہ ظروف سے نہیں ہیں لیکن مضاف الیہ کیطرف احتیاج میں ظروف کے مشابہ ہیں اِس لئے یہاں اُن کا ذکر کر دیا ہے اور لفظ غَيْرَ سے پہلے لَا یا لَيْسَ آجائے تو یہ مبنی برضمہ ہو جاتا ہے جیسے اَفْعَلُ هٰذَا لَاغَيْرُ۔ (۴) اَمْسِ، بمعنی گذشتہ کل یہ مبنی برکسر ہے اہلِ حجاز کے نزدیک اور بعض کے نزدیک معرب ہے، وجہ بنا قَبْلُ وبَعْدُ کے ساتھ مشابہت ہے لیکن جب یہ مضاف ہو یا اس پر الف لام داخل ہو جائے یا نکرہ واقع ہو تو بالاتفاق معرب ہوتا ہے، جیسے مَضٰى اَمْسُنَا، مَضَى الْاَمْسُ، كُلُّ غَدٍ صَآئِرٌ اَمْسًا۔ قولہ اَلْمَعْرِفَةُ :- اِسم میں اصل اگرچہ تنکیر ہے لیکن مقصود اصلی، اہم اور کثیر الاستعمال معرفہ ہے اس لئے معرفہ کو مقدم کیا۔ معرفہ کی تعریف :- معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین چیز پر دلالت کرے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور معرفہ کی چھ اقسام ہیں۔ (۱) مضمرات (۲) اعلام (۳) مبہمات (۴) مُعَرَّفْ بِاللَّامْ (۵) وہ اسم جو اِن میں سے کسی ایک کی طرف مضاف باضافتِ معنویہ ہو۔ (۶) معرفہ بہ ندا۔ کسی شاعر نے تمام معارف کو ایک شعر میں بیان کیا ہے۔

معارف جملہ شش دانی منادی و علم ---- مضاف و مضمر وذ والللام مبہم داں تو ہم

وَالْعَلَمُ مَاوُضِعَ لِشَیْئٍ مُعَیَّنٍ لَایَتَنَاوَلُ غَیْرَہٗ بِوَضْعٍ وَاحِدٍ وَّاَعْرَفُ الْمَعَارِفِ الْمُضْمَرُالْمُتَکَلِّمُ نَحْوُ اَنَا وَنَحْنُ ثُمَّ الْمُخَاطَبُ نَحْوُ اَنْتَ ثُمَّ الْغَائِبُ نَحْوُ ھُوَ ثُمَّ الْعَلَمُ ثُمَّ الْمُبْھَمَات ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ ثُمَّ الْمُعَرَّفُ بِالنِّدَآءِ وَالْمُضَافُ فِیْ قُوَّۃِ الْمُضَافِ اِلَیْہِ وَالنَّکِرَۃُ مَاوُضِعَ لِشَیْئٍ غَیْرِ مُعَیَّنٍ کَرَجُلٍ وَّفَرَسٍ............................

اورعلَم وہ ہے جو معین چیز کیلئے بنایا گیا ہو درانحالیکہ اس کے غیر کو ایک وضع سے شامل نہ ہو۔اور سب سے بڑھ کر معرفہ ضمیر متکلم ہے جیسے انا اور نحن پھر ضمیر مخاطب جیسے انت پھر ضمیر غائب جیسے ھو پھر مبہمات پھر معرفہ بالام پھر معرفہ بندا اور جو مضاف ہو وہ مضاف الیہ کی قوت میں ہوتا ہے اور نکرہ وہ ہے جو غیر معین چیز کیلئے بنایا گیا ہو جیسے رجلٌ اور فرسٌ..............................

قولہ وَالْعَلَمُ:-علم وہ اسم ہے جو معین چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو اس حال میں کہ وضع واحد کیساتھ اس معین چیز کے غیر کو شامل نہ ہو۔ قولہ وَاَعْرَفُ الْمَعَارِفِ :-اور معارف میں اَعرف، ضمیرِ متکلم ہے اِس لئے کہ اِس میں بالکل التباس نہیں ہوتا جیسے اَنَا اور نَحْنُ۔ پھر ضمیرِ مخاطب، کہ اسمیں التباس کا احتمال ہے۔پھر ضمیرِ غائب، پھر علم پھر مُبہمات یعنی اسماءِ اشارہ اور موصولہ، پھر معرف باللام، پھر مُعَرَّفْ بِالنِّدَا اور مضاف، مرتبہ تعریف میں مضاف الیہ کی قوت میں ہوتا ہے کیونکہ اُسی سے تعریف حاصل کرتا ہے۔ سوال:-ضمیر اَنَا مبنی بر فتح ہے یا مبنی بر سکون؟ جواب:-بصریہ کے نزدیک مبنی بر فتح ہے کیونکہ اِس کے آخر میں الفِ اشباع ہے جو رفعِ التباس کیلئے لایا گیا ہے یعنی اگر یہ الف نہ ہوتا تو حالتِ وقف میں جب ضمیر کا آخر ساکن ہوتا تو یہ ضمیر اَنْ مصدریہ کے ساتھ مُلتبس ہوجاتی۔اور کوفیہ کے نزدیک یہ مبنی بر سکون ہے اور الف جزوِ کلمہ ہے قول اول راجح ہے۔ نکرہ کی تعریف:- نکرہ وہ اسم ہے جو کسی غیر معین چیز کیلئے موضوع ہو جیسے رَجُلٌ کوئی مرد۔ فائدہ:-نکرہ کی بعض علامتیں یہ ہیں (۱) اس پر لام تعریف داخل ہو سکتا ہے۔(۲) رُبَّ اور کَمْ خبریہ داخل ہوتا ہے۔(۳) وہ حال اور تمییز واقع ہوتا ہے۔ (۴) لَا، بمعنی لَیْسَ کا اسم واقع ہوتا ہے۔

فَصْلٌ اَسْمَاءُ الْعَدَدِ مَاوُضِعَ لِيَدُلَّ عَلٰى كَمِّيَّةِ اٰحَادِ الْاَشْيَاءِ وَاُصُوْلُ الْعَدَدِ اِثْنَتَا عَشَرَةَ كَلِمَةً وَاحِدَةٌ اِلٰى عَشَرَةٍ وَمِأَةٌ وَّ اَلْفٌ وَاسْتِعْمَالُهٗ مِنْ وَاحِدٍ اِلٰى اِثْنَيْنِ عَلَى الْقِيَاسِ اَعْنِىْ لِلْمُذَكَّرِ بِدُوْنِ التَّاءِ وَلِلْمُؤَنَّثِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ فِىْ رَجُلٍ وَاحِدٌ وَ فِىْ رَجُلَيْنِ اِثْنَانِ وَفِىْ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٌ وَفِىْ امْرَأَتَيْنِ اِثْنَتَانِ وَثِنْتَانِ وَمِنْ ثَلٰثَةٍ اِلٰى عَشَرَةٍ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ اَعْنِىْ لِلْمُذَكَّرِ بِالتَّاءِ تَقُوْلُ ثَلٰثَةُ رِجَالٍ اِلٰى عَشَرَةِ رِجَالٍ وَّلِلْمُؤَنَّثِ بِدُوْنِهَا تَقُوْلُ ثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلٰى عَشْرِ نِسْوَةٍ.........

(فصل) اسماء عدد: اسم عدد وہ ہے جو اشیاء کے افراد کی مقدار پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو اور اصول عدد بارہ کلمے ہیں ایک سے دس تک اور مأة اور الف۔ اور عدد کا استعمال واحدٌ سے اثنان تک قیاس پر ہے میری مراد یہ ہے کہ مذکر کیلئے تاء کے بغیر اور مؤنث کیلئے تاء کے ساتھ۔ تم کہو گے ایک مرد میں واحدٌ اور دو مردوں میں اثنانِ اور ایک عورت میں واحدةٌ اور دو میں اِثْنتان اور ثِنْتَانِ۔ اور تین سے دس تک خلافِ قیاس ہیں مراد لیتا ہوں میں مذکر کیلئے تاء کے ساتھ تم کہو گے ثلثة رجال عشرة رجال تک اور مؤنث کیلئے تاء کے بغیر تم کہو گے ثلث نسوة، عشر نسوة تک۔

﴿ عدد کی تعریف:- عدد وہ ہے جو اپنی دونوں طرفوں کے مجموعہ کا نصف ہو جیسے اِثْنَان، یہ طرف اَسفل یعنی وَاحِدٌ اور طرف اَعلیٰ یعنی ثَلٰثَةٌ کے مجموعے کا نصف ہے چونکہ واحد کی طرفِ اسفل نہیں اس لئے وہ عدد نہیں لیکن عدد کی تعریف جو مصنف نے کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وَاحِدٌ بھی عدد ہے کیونکہ جب اسماءِ عدد سے مراد وہ اسماء ہیں جن کے ساتھ کسی شئی کے افراد (معدودات) کو شمار کیا جائے تو لفظِ وَاحِدٌ بھی عدد ہوا کہ اِس کے ساتھ بھی شئی کو شمار کیا جاتا ہے مثلاً کہا جائے کَمْ دِرْهَمًا عِنْدَكَ تو جواب میں دِرْهَمٌ آتا ہے۔ فائدہ:- جسے شمار کیا جائے اُسے معدود کہتے ہیں جیسے ثَلٰثَةُ رِجَالٍ، میں ثَلٰثَةٌ اسم عدد ہے اور رِجَالٌ، معدود اور تمیز ہے اور اسماءِ اعداد چار حصوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں (۱) مفرد (۲) مرکب (۳) معطوف (۴) عقود۔ مفرد:- مفرد سے مراد اکائیاں ہیں اور یہ عددِ مفرد ایک سے لیکر دس تک کے عددوں پر بمع مِأَةٌ اور اَلْفٌ کے بولا جاتا ہے اور اِنہیں کو اصول اعداد بھی کہتے ہیں، جو کل بارہ کلمات ہیں اور باقی اعداد اِن سے مرکب ہو کر بنتے ہیں۔

قولہ وَاسْتِعْمَالُهٗ:- اور عدد کا استعمال وَاحِدٌ سے اِثْنَيْنِ تک قیاس کے مطابق ہوتا ہے یعنی مذکر کے لئے بغیر تاءِ تانیث کے اور مؤنث کیلئے تاء کے ساتھ، مِأَةٌ اور اَلْفٌ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے بغیر کسی فرق کے آتا ہے اور تین سے لیکر دس تک خلافِ قیاس یعنی تمیز مذکر کے لئے اسم عدد مؤنث اور مؤنث کیلئے اسم عدد مذکر آتا ہے۔ مرکب:- اس سے مراد گیارہ

وَبَعْدَ الْعَشَرَةِ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً وَاِثْنَا عَشَرَ رَجُلاً وَثَلٰثَةَ عَشَرَ رَجُلاً اِلٰی تِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلاً وَاِحْدٰی عَشَرَةَ اِمْرَأَةً وَ اِثْنَتَا عَشَرَةَ اِمْرَأَةً وَثَلٰثَ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً اِلٰی تِسْعَ عَشَرَةَ اِمْرَأَةً وَ بَعْدَ ذٰلِکَ تَقُوْلُ عِشْرُوْنَ رَجُلاً وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً بِلاَ فَرْقٍ بَیْنَ الْمُذَکَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ اِلٰی تِسْعِیْنَ رَجُلاً وَامْرَأَةً وَاَحَدٌ وَّ عِشْرُوْنَ رَجُلاً وَ اِحْدٰی وَعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً وَ اِثْنَانِ وَ عِشْرُوْنَ رَجُلاً وَ اِثْنَتَانِ وَ عِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً وَ ثَلٰثَةٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَ ثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً اِلٰی تِسْعَةٍ وَّتِسْعِیْنَ رَجُلاً وَتِسْعٍ وَّ تِسْعِیْنَ اِمْرَأَةً ثُمَّ تَقُوْلُ مِأَةُ رَجُلٍ وَّمِأَةُ اِمْرَأَةٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَّ اَلْفُ اِمْرَأَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ

اوردس کے بعد کہو گے احد عشر رجلا اوراثنا عشر رجلا اورثلثۃ عشر رجلا تسعۃ عشر رجلا تک۔ اوراحدیٰ عشرۃ امرأۃ اوراثنتا عشرۃ امرأۃ اورثلث عشرۃ امرأۃ تسع عشرۃ امرأۃ تک۔اوراس کے بعدتم کہو گے عشرون رجلا اورعشرون امرأۃ مذکرومؤنث میں فرق کیے بغیرتسعون رجلا او امرأۃ تک۔ اور(کہو گےتم)واحد وعشرون رجلا اوراحدی وعشرون امرأۃ ،اوراثنان وعشرون رجلا اوراثنتان وعشرون امرأۃ اورثلثۃ وعشرون رجلا اورثلث وعشرون امرأۃ، تسعۃ وتسعون رجلا اورتسع وتسعون امرأۃ تک۔پھرکہو گےتم مائۃُ رجلٍ اورمائۃُ امرأۃٍ اورالفُ رجلٍ اورالفُ امرأۃٍ اورمائتا رجلٍ

سے لیکر اُنیس تک کے عدد ہیں جن میں سے بارہ (اِثْنَا عَشَرَ) کا پہلا جز تثنیہ کیساتھ مشابہت کی وجہ سے معرب ہوتا ہے اور حالتِ رفع میں الف کیساتھ آتا ہے جیسے ھٰذَا اِثْنَا عَشَرَ دِرْھَمًا اور حالتِ نصب وجر میں یاء کے ساتھ آتا ہے جیسے وَھَبْتُ اِثْنَیْ عَشَرَ غُلاَمًا وَمَرَرْتُ بِاِثْنَیْ عَشَرَ غُلاَمًا۔ معطوف:-اِس سے مراد اکیس سے لیکر ننانوے تک کے عدد ہیں اِن کی اکائی اور دہائی کے درمیان واؤ عاطفہ ہوتی ہے اور اکائی کو معطوف علیہ اور دہائی کو معطوف کہتے ہیں۔عددِ معطوف ومرکب میں وَاحِدٌ اور اِثْنَانِ قیاس کے مطابق اور باقی خلافِ قیاس استعمال ہوتے ہیں۔ عقود:-ان سے مراد دہائیاں ہیں اِن میں اسمِ عدد مذکر ومؤنث کیلئے ایک جیسا آتا ہے جیسے عِشْرُوْنَ رَجُلاً اور عِشْرُوْنَ اِمْرَأَةً ۔ فائدہ:-عددِ مرکب اور معطوف میں برائے تخفیف وَاحِدٌ کو اَحَدٌ بولتے ہیں اور وَاحِدَةٌ کو اِحْدٰی۔ سوال:-ارشادِ باری تعالیٰ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ،میں اسمِ عدد مذکر کیوں آیا ہے؟ جبکہ تمییز بھی مذکر ہے۔ جواب:-اس لئے کہ امثال سے مراد حسنات ہیں اور وہ مؤنث ہے اور تمییزِ مؤنث کیلئے عدد مذکر آتا ہے، نیز جمع مذکر ہو یا مؤنث حُکْمًا مؤنث ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی طرف مؤنث کی ضمیر راجع کی جاسکتی ہے۔

وَّمِائَتَا امْرَأَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَّ اَلْفَا امْرَأَةٍ بِلاَ فَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ فَإِذَا زَادَ عَلَى الْمِائَةِ وَالْاَلْفِ يُسْتَعْمَلُ عَلٰى قِيَاسِ مَاعَرَفْتَ وَيُقَدَّمُ الْاَلْفُ عَلَى الْمِائَةِ وَالْمِائَةُ عَلَى الْاَحَادِ وَالْاَحَادُ عَلَى الْعَشَرَاتِ تَقُوْلُ عِنْدِيْ اَلْفٌ وَّ مِائَةٌ وَّاحِدٌ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاَلْفَانِ وَمِائَتَانِ وَاثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ رَجُلاً وَاَرْبَعَةُ اٰلَافٍ وَّ تِسْعُ مِائَةٍ وَّ خَمْسٌ وَاَرْبَعُوْنَ امْرَأَةً وَعَلَيْكَ بِالْقِيَاسِ **وَاعْلَمْ** اَنَّ الْوَاحِدَ وَالْاِثْنَيْنِ لَا مُمَيِّزَ لَهُمَا لِاَنَّ لَفْظَ الْمُمَيِّزِ يُغْنِيْ عَنْ ذِكْرِ الْعَدَدِ فِيْهِمَا تَقُوْلُ عِنْدِيْ رَجُلٌ وَّ رَجُلَانِ وَاَمَّا سَائِرُ الْاَعْدَادِ فَلَابُدَّ لَهَا مِنْ مُمَيِّزٍ فَتَقُوْلُ مُمَيِّزُ الثَّلٰثَةِ اِلَى الْعَشَرَةِ مَخْفُوْضٌ مَّجْمُوْعٌ تَقُوْلُ ثَلٰثَةُ رِجَالٍ وَّ ثَلٰثُ نِسْوَةٍ اِلَّا اِذَا كَانَ الْمُمَيِّزُ لَفْظَ الْمِائَةِ فَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ مَخْفُوْضًا مُفْرَدًا تَقُوْلُ ثَلٰثُ مِائَةٍ....

اورمائتا امرأة اورالفا رجلٍ اورالفا امرأةٍ، مذکراورمؤنث میں کسی تفریق کے بغیر۔پس جب عدد ماۃٌ یاالفٌ سے بڑھ جائے تو اس قیاس پر استعمال کیا جائے گا جو تم نے پہچان لیا ہے۔اور ہزار کوسو پر اور سو کو اکائیوں پر اور اکائیوں کو دہائیوں پر مقدم کیا جائے گا۔تم کہوگے میرے پاس ایک ہزار ایک سو اوراکیس مرد ہیں اور(میرے پاس) دوہزار اوردوسوبائیس مرد ہیں۔اور(میرے پاس) چار ہزار نوسو اور پینتالیس عورتیں ہیں اورتم پرقیاس لازم ہے۔اور جان لیجئے کہ بے شک واحد اوراثنان کیلئے تمیز نہیں ہے اس لیے کہ ممیّز کالفظ ان دونوں میں عدد کے ذکر کرنے سے بے نیاز کردیتا ہے تم کہوگے عندی رجل و رجلان. بہر حال باقی اعداد تو ان کیلئے تمیز ضروری ہے۔لہٰذا تم کہوگے کہ تین سے لیکر دس تک کی تمیز مجرور جمع ہے تم کہوگے ثلثة رجال اورثلث امرأة. لیکن تمیز جب لفظ مائة ہوتو تمیز مجرور مفرد ہوگی۔تم کہوگے ثلث مائةٍ..........

قولہ اِنَّ الْوَاحِدَ :-اس عبارت میں مصنف نے اسمِ عدد کی تمیز کے احوال بیان کئے ہیں اوروہ تین ہیں یعنی اسم عدد کی تمیز تین طرح آتی ہے جسے شاعر نے ایک رباعی میں اِسطرح بیان کیا ہے۔

ممیّز از عدد بر سہ جہت داں　　زسہ تادہ ہمہ مجموع ومکسور

زدہ تا صد ہمہ منصوب ومفرد　　زصد بر تر ہمہ فرداست ومجرور

(۱)وَاحِدٌ اوراِثْنَانِ کے ساتھ تمیز ذکر نہیں کی جاتی،مراد یہ ہے کہ وَاحِدٌ اوراِثْنَانِ تمیز کے ساتھ ذکر نہیں کئے جاتے اس لئے کہ تمیز کے آنے سے اسمِ عدد یعنی وَاحِدٌ اوراِثْنَانِ کے ذکر سے استغناء ہوجاتا ہے کیونکہ لفظِ تمیز مثلاً رَجُلٌ اور رَجُلَانِ باعتبار صیغہ کے وحدت اور تثنیہ پر دلالت کرتے ہیں اورعرب کے قول رَجُلٌ وَّاحِدٌ میں وَاحِدٌ برائے تاکید ہے۔(۲) تین سے

وَتِسْعُ مِائَةٍ وَالْقِيَاسُ ثَلٰثُ مِاٰتٍ اَوْمِئِيْنَ وَمُمَيِّزُ اَحَدَ عَشَرَ اِلٰى تِسْعَةٍ وَّ تِسْعِيْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً وَ اِحْدٰى عَشَرَةَ اِمْرَأَةً وَ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ رَجُلاً وَتِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ امْرَأَةً وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَّاَلْفٍ وَ تَثْنِيَتِهِمَا وَجَمْعُ الْاَلْفِ مَخْفُوْضٌ مُفْرَدٌ تَقُوْلُ مِائَةُ رَجُلٍ وَّ مِائَةُ اِمْرَأَةٍ وَاَلْفُ رَجُلٍ وَّاَلْفُ اِمْرَأَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَّمِائَتَا اِمْرَأَةٍ وَاَلْفَا رَجُلٍ وَاَلْفَا اِمْرَأَةٍ وَ ثَلٰثَةُ اٰلَافِ رَجُلٍ وَّ ثَلٰثُ اٰلَافِ اِمْرَأَةٍ وَ قِسْ عَلٰى هٰذَا **فَصْلٌ** اَلْاِسْمُ اِمَّا مُذَكَّرٌ وَاِمَّا مُؤَنَّثٌ فَالْمُؤَنَّثُ مَا فِيْهِ عَلَامَةُ التَّانِيْثِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَالْمُذَكَّرُ مَابِخِلَافِهٖ وَعَلَامَةُ التَّانِيْثِ ثَلٰثَةٌ اَلتَّاءُ كَطَلْحَةَ وَالْاَلِفُ الْمَقْصُوْرَةُ كَحُبْلٰى.........

اورتسع مائۃ۔ حالانکہ قیاس ثلث ماٰت یا مئین ہے۔اور گیارہ سے لیکر ننانوے تک کی تمیز منصوب مفرد ہوگی۔تم کہوگے:احد عشر رجلا اوراحدی عشرۃ امرأۃ (گیارہ مرداور گیارہ عورتیں)اورتسعۃ وتسعون رجلا اورتسع وتسعون امرأۃ (ننانوے مرداورننانوے عورتیں)اورسواور ہزاراوران دونوں کے تثنیہ اور ہزار کی جمع کی تمیز مجرور مفرد ہوگی۔تم کہوگے:مائۃ رجل و مائۃ امرأۃ و الف رجل و الف امرأۃ ومائتا رجل و مائتا امرأۃ و الفا رجل و الفا امرأۃ وثلثۃ الاف رجل و ثلث الاف امرأۃ۔اوراس پر قیاس کرلو۔(فصل)اسم یا مذکر ہےاور یا مؤنث ہے۔پس مؤنث وہ اسم ہےجس میں لفظا یا تقدیراًعلامت تانیث ہواور مذکر وہ اسم ہے جواس کے خلاف ہو۔اورتانیث کی علامتیں تین ہیں:تاء جیسے طلحۃ اورالف مقصورہ جیسے حبلیٰ.........

لیکردس تک کی تمیز جمع اور مجرورہوتی ہے سوائے لفظ مِاَۃٌ کے جیسے ثَلٰثُ مِاَۃٍ یعنی لفظ مِاَۃٌ مفرد آتا ہے۔(۳) گیارہ سے لیکر ننانوے تک کی تمیز مفرداور منصوب ہوتی ہے۔(۴) مِاَۃٌ اور اَلْفٌ اوران کے تثنیہ وجمع کی تمیز مفرداور مجرور آتی ہے۔ سوال:-ارشادِ باری تعالیٰ ''وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ''میں تمیز مفرد کیوں نہیں آئی؟ جواب:-اِس ارشادِ باری تعالیٰ میں اَسْبَاطًا تمیز نہیں ورنہ اسمِ عدد قیاس کے مطابق (اِثْنَا عَشَرَ) آتا، بلکہ یہ ماقبل سے بدل الکل ہے اور تمیز محذوف ہے اور وہ فِرْقَةً ہے۔ قولہ اَلْاِسْمُ اِمَّامُذَكَّرٌوَّاِمَّامُؤَنَّثٌ:-جنس کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں مذکراور مؤنث،مذکر وہ ہے جس میں علامت تانیث نہ ہو۔مؤنث وہ ہے جس میں تانیث کی علامت لَفْظًا یاتَقْدِيْرًا ہو۔ اورتانیث کی علامتیں تین ہیں۔(۱) تائے مُدَوَّرَةٌ (ۃ)،یہ علامت،اسمِ جامداور اسمِ صفت میں پائی جاتی ہے جیسے غُرْفَةٌ (کمرہ) یہ اسمِ جامد ہےاور ضَارِبَةٌ (مارنے والی) یہ اسمِ صفت ہے(۲) الف مقصورہ،یہ علامت صفت مشبہ اوراسم تفضیل میں پائی جاتی ہے جیسے عَطْشٰى (پیاسی

وَ الْاَلِفُ الْمَمْدُوْدَةُ كَحَمْرَاءَ وَالْمُقَدَّرَةُ اِنَّمَا هُوَالتَّاءُ فَقَطْ كَاَرْضٍ وَدَارٍ بِدَلِيْلِ اُرَيْضَةٍ وَدُوَيْرَةٍ ثُمَّ الْمُؤَنَّث عَلٰى قِسْمَيْنِ حَقِيْقِيٌّ وَّهُوَ مَابِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِنَ الْحَيَوَانِ كَامْرَأَةٍ وَنَاقَةٍ وَلَفْظِيٌّ وَهُوَ مَابِخِلَافِهٖ كَظُلْمَةٍ وَّعَيْنٍ وَ قَدْ عَرَفْتَ اَحْكَامَ الْفِعْلِ اِذَا اُسْنِدَ اِلَى الْمُؤَنَّثِ فَلَا نُعِيْدُ هَا

اورالف ممدودہ جیسے حمراء. اورمقدرہ بے شک وہ صرف تاء ہے۔جیسے اَرْضٌ اوردَارٌ ساتھ دلیل اُرَیْضَۃٌ اور دُوَیْرَۃٌ کے۔پھر مؤنث دوقسم پر ہے حقیقی:اوروہ وہ ہے جس کے مقابلے میں مذکر ہو جاندار سے جیسے امرأۃ اورناقۃ اور لفظی:اوروہ وہ ہے جواس کے برعکس ہو جیسے ظُلْمَۃٌ اور عَیْنٌ. اور فعل جب مؤنث کی جانب مسند ہوتواس کے احکام تم جان چکے ہولہٰذا ہم ان کا اعادہ نہیں کرتے۔

عورت) اور حُسْنٰی(سب سے زیادہ خوبصورت عورت)۔ (۳)الف ممدودہ، یہ علامت صفتِ مؤنث اوراسم کے آخر میں آتی ہے جیسے حَمْرَآءُ اورصَحْرَآءُ ۔حَمْرَآءُ مؤنث کی صفت ہےاورصَحْرَآءُ اسم ہے۔ قولہ وَالْمُقَدَّرَۃُ:-یعنی تانیث کی علامتوں میں سے مقدر،صرف تاء ہوتی ہے جیسے اَرْضٌ اوردَارٌاور اِن میں تقدیرِ تاء پر دلیل یہ ہے کہ اِن کی تصغیر اُرَیْضَۃٌ اوردُوَیْرَۃٌ ہےاورتصغیرمیں اسم کے تمام حروف اصل پرآجاتے ہیں۔ سوال:-مؤنث کی تعریفِ مذکورجامع نہیں ہے اِس لئے کہ ھِیَ ،ھٰذِہٖ اوراَلَّتِیْ وغیرہ پرصادق نہیں آتی کیونکہ اِن میں کوئی علامتِ تانیث نہیں ہے نہ ملفوظ اورنہ مقدر ؟جواب:-مذکورہ تعریفِ مؤنث،اسمِ متمکن کی ہےاور ھِیَ وغیرہ اسم متمکن نہیں بلکہ اسمِ غیرمتمکن ہیں جس پرمذکورہ تعریف کا صادق نہ آنا ضروری ہے۔فائدہ:-کسی اسم کی تانیث،چند وجوہ معلوم کی جاسکتی ہے(۱)اسم کی طرف راجع ضمیر سے جیسے وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا (۲)اسم اشارہ سے جیسے تِلْکَ الدَّارُالْاٰخِرَۃُ ۔ (۳)فعل کے مؤنث ہونے سے جیسے اِلْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۔ (۴)تصغیرکےساتھ جیسے اُرَیْضَۃٌ ۔(۵)عددمجردعَنِ التَّآءُ کےساتھ جیسے ثَلٰثُ اَذْرُعٍ (عقد)قولہ ثُمَّ الْمُؤَنَّثُ :-پھرمؤنث کی دوقسمیں ہیں۔(۱)حقیقی،یہ وہ مؤنث ہےجس کے مدلول کے مقابلہ میں نرجاندارہوجیسے اِمْرَأَۃٌ اورنَاقَۃٌ کہ اول کے مدلول کے مقابلہ میں رَجُلٌ ہےجونرحیوان ہےاورثانی کے مدلول کے مقابلہ میں جَمَلٌ ہے جو نرحیوان ہے(۲)لفظی،مؤنث لفظی وہ ہےجس کے مدلول کے مقابلہ میں نرجاندارنہ ہو،اِس میں کبھی علامتِ تانیث لفظوں میں ظاہرہوتی ہے جیسے ظُلْمَۃٌ اورکبھی ظاہرنہیں ہوتی جیسے عَیْنٌ۔ فائدہ:-لفظِ عَیْنٌ،الفاظِ مشترکہ سے ایک لفظ ہےاور اپنے ہرمعنٰی کےاعتبارسے مؤنث ہے اِس کی جمع عُیُوْنٌ اوراَعْیَانٌ ہے۔

فَصْلٌ اَلْمُثَنّٰی اِسْمٌ اُلْحِقَ بِاٰخِرِہٖ اَلِفٌ اَوْ یَاءٌ مَّفْتُوْحٌ مَّاقَبْلَھَا وَنُوْنٌ مَّکْسُوْرَۃٌ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّ مَعَہٗ اٰخَرَ مِثْلَہٗ نَحْوُ رَجُلَانِ وَرَجُلَیْنِ ھٰذَا فِی الصَّحِیْحِ اَمَّا الْمَقْصُوْرُ فَاِنْ کَانَتْ اَلِفُہٗ مُنْقَلِبَۃً عَنْ وَاوٍ وَّکَانَ ثُلَاثِیًّا رُدَّ اِلٰی اَصْلِہٖ کَعَصَوَانِ فِیْ عَصًا وَاِنْ کَانَتْ عَنْ یَاءٍ اَوْ وَاوٍ وَھُوَ اَکْثَرُ مِنَ الثُّلَاثِیِّ اَوْ لَیْسَتْ مُنْقَلِبَۃً عَنْ شَیْئٍ تُقْلَبُ یَاءً کَرَحَیَانِ فِیْ رَحٰی وَمُلْھَیَانِ فِیْ مُلْھٰی وَحُبَارَیَانِ فِیْ حُبَارٰی وَحُبْلَیَانِ فِیْ حُبْلٰی..................

(فصل) تثنیہ ایسا اسم ہے جس کے آخر میں لاحق کیا گیا ہو الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ تا کہ یہ الحاق اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ہمراہ اس کی مثل اور بھی ہے جیسے رَجُلَانِ اور رَجُلَیْنِ یہ صحیح میں ہے۔ بہر حال اسم مقصور تو اگر اس کا الف واؤ سے تبدیل شدہ ہے اور وہ ثلاثی ہے تو وہ اپنے اصل کی جانب لوٹایا جائے گا۔ جیسے عَصَوَانِ ، عَصًا میں اور اگر یاء سے تبدیل شدہ ہو یا واؤ سے حال یہ ہے کہ وہ ثلاثی سے زائد ہو یا وہ کسی شی سے تبدیل شدہ نہ ہو تو یاء سے تبدیل کیا جائے گا۔ جیسے رَحَیَانِ، رَحٰی میں اور مُلْھَیَانِ، مُلْھٰی میں اور حُبَارَیَانِ، حُبَارٰی میں اور حُبْلَیَانِ، حُبْلٰی میں..................

﴿اَلْمُثَنّٰی﴾ مصنف علیہ الرحمۃ نے مثنّٰی کو بوجوہِ ذیل جمع پر مقدم کیا۔ (۱) یہ اپنے اصل یعنی مفرد کے زیادہ قریب ہے۔ (۲) اِس میں مفرد کے اندر تبدیلی نہیں آتی۔ (۳) بوجہِ اِسکی کثرت کے، کیونکہ یہ کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں اور غیر مشروط کثیر ہوتا ہے۔ تعریف:- تثنیہ وہ اسم ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف نون حالتِ رفع میں اور یاء ونون حالتِ نصب وجر میں بڑھایا جائے تا کہ یہ اضافہ اِس امر پر دلالت کرے کہ مفرد کے ساتھ اُس کی مثل ایک اور بھی ہے جیسے رَجُلٌ سے رَجُلَانِ اور رَجُلَیْنِ۔ اور مفرد میں مذکورہ بالا تبدیلی صرف صحیح اور جاری مجرائے صحیح میں ہوگی۔ سوال:- ھُمَا اور اَنْتُمَا، مثنّٰی ہیں حالانکہ ان کے مفرد ھُوَ اور اَنْتَ کے آخر میں الف نون یا یاء ونون نہیں بڑھایا گیا؟ جواب:- یہ دونوں اسم غیر متمکن ہیں اور تعریفِ مذکور اُس مثنّٰی کی ہے جو اسمِ متمکن ہے۔ قولہ وَاَمَّا الْمَقْصُوْرُ:- اسم مقصور سے تثنیہ بنانا ہو تو دیکھیں۔ (۱) اگر واحد ثلاثی ہے اور اُس کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہے تو تثنیہ بناتے وقت الف کو اُس کے اصل (واؤ) کی طرف لوٹا دیں مثلاً عَصٰی سے عَصَوَان۔ (۲) اگر وہ ثلاثی ہے اور اُس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہے تو تثنیہ میں اَلف کو یاء کر دیں مثلاً رَحٰی سے رَحَیَانِ۔ (۳) اگر اِسم ثلاثی نہیں ہے اور الف واؤ سے بدلا ہوا ہے تو الف یاء سے بدل جائے گا مثلاً مُلْھٰی سے مُلْھَیَانِ، یہ اِسمِ مفعول ہے اِلْھَاءٌ بمعنی مشغول کرنا سے۔ (۴) اگر الف کسی سے بدلا ہوا نہیں ہے تو یاء ہو جائے گا جیسے حُبْلٰی سے حُبْلَیَانِ یہ ثلاثی مجرد ہے اور حُبَارٰی سے حُبَارَیَانِ، یہ ثلاثی مزید فیہ ہے۔

وَاَمَّا الْمَمْدُوْدُ فَاِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهٗ اَصْلِيَّةً تُثْبَتُ كَقُرَّاآنِ فِيْ قُرَّاءٍ وَاِنْ كَانَتْ لِلتَّانِيْثِ تُقْلَبُ وَاوًا كَحَمْرَاوَانِ فِيْ حَمْرَاءَ وَاِنْ كَانَتْ بَدَلاً مِنْ اَصْلٍ وَاوًا اَوْ يَاءً جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ كَكِسَاوَانِ وَكِسَاآنِ وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهٖ عِنْدَ الْاِضَافَةِ تَقُوْلُ جَاءَنِيْ غُلَامَا زَيْدٍ وَمُسْلِمَا مِصْرٍ وَكَذٰلِكَ تُحْذَفُ تَاءُ التَّانِيْثِ فِيْ تَثْنِيَةِ الْخُصْيَةِ وَالْاَلْيَةِ خَاصَّةً تَقُوْلُ خُصْيَانِ وَاَلْيَانِ لِاَنَّهُمَا مُتَلَازِمَانِ فَكَاَنَّهُمَا شَيْئٌ وَاحِدٌ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اُرِيْدَ اِضَافَةُ مُثَنًّى اِلَى الْمُثَنّٰى يُعَبَّرُ عَنِ الْاَوَّلِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَفَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا.................

اور بہر حال اسم ممدود پس اگر اس کا ہمزہ اصلیہ ہو تو وہ ثابت رکھا جائے گا۔ جیسے قُرَّاآنِ، قُرَّاءٌ میں اور اگر اس کا ہمزہ تانیث کیلئے ہو تو وہ واؤ سے تبدیل کر دیا جائے گا۔ جیسے حَمْرَاوَانِ، حَمْرَاءٌ میں۔ اور اگر حرف اصلی واؤ یا یاء سے بدلا ہوا ہو تو اس میں دونوں وجہیں جائز ہیں جیسے کِسَاوانِ اور کِسَاآنِ اور بوقتِ اضافت تثنیہ کے نون کا حذف کرنا واجب ہے۔ تم کہو گے: جاء نی غُلَامَا زَيْدٍ اور مُسْلِمَا مِصْرٍ اور اسی طرح خُصْيَةٌ اور اِلْيَةٌ کے تثنیہ میں خاص کر تائے تانیث حذف کر دی جائے گی۔ تم کہو گے: خُصيان اور الیان. اس لیے کہ وہ ایک دوسرے کو لازم ہیں پس گویا کہ وہ ایک شی ہیں۔ اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جب تثنیہ کی جانب تثنیہ کی اضافت کا ارادہ کیا جائے تو پہلے تثنیہ کو لفظ جمع کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا۔ جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا اور فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا.................

قولہ وَالْمَمْدُوْدُ:- جس اِسم کے آخر میں الف ممدودہ ہو اُس سے تثنیہ بنانے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) اگر ہمزہ اصلیہ اور کسی حرف سے بدلا ہوا نہیں ہے تو تثنیہ میں ہمزہ ہی رہے گا جیسے قُرَّآءٌ سے قُرَّآآنِ۔ (۲) اگر ہمزہ تانیث کا ہے تو واؤ ہو جائے گا جیسے حَمْرَآءُ سے حَمْرَاوَانِ۔ (۳) اگر ہمزہ واؤ یا یاءِ اصلیہ سے مُبَدَّل ہے تو ہمزہ باقی رہیگا۔ قُرَّآءٌ کے ہمزہ کی مشابہت کیوجہ سے جیسے کِسَآءٌ سے کِسَآآنِ یا واؤ سے بدل جائے گا بوجہِ مشابہت ہمزہ حَمْرَاءُ کے۔ جیسے کِسَاءٌ سے کِسَاوَانِ۔ قولہ وَكَذٰلِكَ تُحْذَفُ :- خُصْيَةٌ وَ اِلْيَةٌ کے تثنیہ سے تائے تانیث کا حذف واجب ہے جو اِن کی خصوصیت ہے۔ مصنف نے حذفِ تاء کو حذفِ نون کے ساتھ حذف میں تشبیہ دی ہے مراد یہ نہیں کہ بوقتِ اضافت نون کی طرح تاء بھی ساقط ہو جاتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اِلْيَةٌ کا تثنیہ بناتے وقت تاء ساقط ہو جاتی ہے۔ اِس لئے کہ خُصْيَيْنِ اور اِلْيَيْنِ شدتِ اتصال کی وجہ سے بمنزلہ شے واحد کے ہیں اور مفرد کے حکم میں ہیں اور مفرد کے وسط میں تائے تانیث نہیں آتی۔ قولہ وَاعْلَمْ:- یعنی جب کسی مثنّٰی کی ضمیر مثنّٰی کی طرف اضافت کی جائے تو مثنّٰی مضاف کو جمع لایا جائے گا جیسے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا میں قُلُوْب جمع ہے اور فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا میں اَيْدِیْ جمع ہے۔

وَذٰلِكَ لِكَرَاهَةِ اجْتِمَاعِ تَثْنِيَتَيْنِ فِيمَا تَأَكَّدَ الاِتِّصَالُ بَيْنَهُمَا لَفْظًا وَّمَعْنًى

فَصْلٌ اَلْمَجْمُوعُ اِسْمٌ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ مَّقْصُوْدَةٍ بِحُرُوفِ مُفْرَدِهٖ بِتَغَيُّرٍ مَّا اِمَّا لَفْظِيٌّ كَرِجَالٍ فِيْ رَجُلٍ اَوْ تَقْدِيرِيٌّ كَفُلْكٍ عَلٰى وَزْنِ اُسْدٍ فَاِنَّ مُفْرَدَهٗ اَيْضًا فُلْكٌ لٰكِنَّهٗ عَلٰى وَزْنِ قُفْلٍ فَقَوْمٌ وَرَهْطٌ وَنَحْوُهٗ وَاِنْ دَلَّ عَلٰى اٰحَادٍ لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِجَمْعٍ اِذْ لَا مُفْرَدَ لَهٗ..........

اور یہ تعبیر دو تثنیہ کے اجتماع کی کراہیت کی وجہ سے ہے ان میں جن میں لفظ اور معنی کے اعتبار سے اتصال مؤکد ہے۔

(فصل) جمع ایسا اسم ہے جو افراد مقصودہ پر دلالت کرے مفرد کے حروف میں معمولی سی تبدیلی کے ساتھ۔ یا لفظی تبدیلی جیسے رِجَالٌ رَجُلٌ میں یا تقدیری تبدیلی جیسے فُلْکٌ بروزن اُسُدٌ کیونکہ اس کا مفرد بھی فُلْکٌ ہے لیکن قُفْلٌ کے وزن پر۔ پس قَوْمٌ اور رَهْطٌ اور اس کے مثل اگرچہ احاد پر دلالت کرتا ہے لیکن جمع نہیں کیونکہ اس کیلئے مفرد نہیں ہے..........

قولہ وَذٰلِکَ:- اور تثنیہ مضاف کو بصورتِ جمع اِس لئے لایا جاتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان لفظاً و معنًی اتصال مؤکد ہے اور ایسی جگہ دو مثنی کا اجتماع مکروہ ہے۔ قولہ اَلْمَجْمُوْعُ:- اگرچہ مشہور نام جمع ہے لیکن مصنف نے اَلْمَجْمُوْعُ یا تو اَلْمُثَنّٰی کی موافقت میں کہا یا اِس کے ایک مخفی نام کو ظاہر کرنے کیلئے۔ جمع وہ اسم ہے جو افرادِ مقصودہ پر مفرد کے حروف کے ساتھ بمع کچھ تغیر کے دلالت کرے اور صیغہ جمع کی مفرد کے ساتھ مغایرت کبھی لفظی ہوتی ہے جیسے رِجَالٌ میں جو رَجُلٌ کی جمع ہے اور کبھی مغایرت تقدیری ہوتی ہے جیسے فُلْکٌ جو بمعنی کشتیاں ہے، یہ جمع ہے اور بروزن اُسُدٌ ہے اور فُلْکٌ بمعنی کشتی مفرد ہے یہ بروزن قُفْلٌ ہے یعنی فُلْکٌ مفرد اور جمع میں لفظوں میں کوئی فرق نہیں ہے صرف فرق تقدیری ہے اور وہ جمع کا بروزن اُسُدٌ اور مفرد کا بروزن قُفْلٌ ہونا۔ قولہ فَقَوْمٌ:- یہ مصنف کے قول بِحُرُوْفِ مُفْرَدِهٖ پر متفرع ہے یعنی قَوْمٌ اور رَهْطٌ وغیرہ اگرچہ حاد پر دلالت کرتے ہیں لیکن جمع نہیں اِس لئے کہ اُن کا مفرد نہیں ہے بلکہ یہ اسمِ جمع ہیں۔

ثُمَّ الْجَمْعُ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُصَحَّحٍ وَهُوَ مَالَمْ يَتَغَيَّرْ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ وَمُكَسَّرٌ وَهُوَ مَا يَتَغَيَّرُ فِيْهِ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ وَالْمُصَحَّحُ عَلٰى قِسْمَيْنِ مُذَكَّرٌ وَهُوَ مَا أُلْحِقَ بِآخِرِهٖ وَاوٌ مَضْمُوْمٌ مَاقَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَفْتُوْحَةٌ كَمُسْلِمُوْنَ اَوْ يَاءٌ مَكْسُوْرٌ مَاقَبْلَهَا وَنُوْنٌ كَذٰلِكَ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ مَعَهٗ اَكْثَرَ مِنْهُ نَحْوُ مُسْلِمِيْنَ وَهٰذَا فِى الصَّحِيْحِ اَمَّا الْمَنْقُوْصُ فَتُحْذَفُ يَاؤُهٗ مِثْلُ قَاضُوْنَ وَدَاعُوْنَ وَالْمَقْصُوْرُ يُحْذَفُ اَلِفُهٗ وَيُبْقٰى مَاقَبْلَهَا مَفْتُوْحًا لِيَدُلَّ عَلٰى اَلِفٍ مَحْذُوْفَةٍ مِثْلُ مُصْطَفَوْنَ وَ يُخْتَصُّ بِاُولِى الْعِلْمِ....

پھر جمع دو قسم پر ہے۔ مصحح: اور وہ ایسی جمع ہے جس کے واحد کی بنا تبدیل نہ ہو۔ اور مکسر: اور وہ ایسی جمع ہے جس میں اس کے واحد کی بنا تبدیل ہو جائے اور جمع مصحح دو قسم پر ہے۔ ایک مذکر اور جمع مذکر وہ ہے جس کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم اور نون مفتوحہ لاحق کیا گیا ہو جیسے مُسْلِمُوْنَ، یا یاء ما قبل اس کا مکسور اور نون اسی طرح۔ تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اس سے اکثر ہیں۔ جیسے مُسلمین اور جمع بنانے کا یہ طریقہ جمع صحیح میں ہے اور رہا اسم منقوص تو اس کی یاء کو حذف کیا جائے گا۔ جیسے قَاضُون اور دَاعُون. اور اسم مقصور کے الف کو حذف کیا جائے گا اور اس کا ما قبل مفتوح رکھا جائے گا تا کہ وہ الف محذوفہ پر دلالت کرے۔ جیسے مُصْطَفَوْنَ اور یہ جمع اصحاب علم کے ساتھ خاص ہے۔

قولہ ثُمَّ الْجَمْعُ:- پھر جمع کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مُصَحَّحْ (سالم) یہ وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن تبدیل نہ ہو، صرف آخر میں کچھ حروف بڑھا دیئے جائیں۔ (۲) جمع مُكَسَّرْ یہ وہ ہے جس میں واحد کا وزن باقی نہ رہے جیسے رِجَالٌ جو رَجُلٌ کی جمع ہے اور جمع مُصَحَّحْ کی دو قسمیں ہیں اوّل جمع مذکر دوم جمع مؤنث۔ قسم اوّل:- جمع مذکر سالم وہ جمع ہے جس کے مفرد کے آخر میں حالتِ رفع میں واؤ ما قبل مضموم اور نونِ مفتوحہ لاحق کیا جائے جیسے مُسْلِمُوْن یا یاء ما قبل مکسور اور نون مفتوحہ بڑھایا جائے جیسے مُسْلِمِيْنَ تا کہ یہ اضافہ اِس امر پر دلالت کرے کہ مفرد کے ساتھ اُس کی جنس سے اکثر ہیں اور یہ الحاق بغیر کسی دوسری تبدیلی کے صرف مفرد صحیح میں ہوتا ہے۔ قولہ اَمَّا الْمَنْقُوْصُ:- یعنی اسمِ منقوص مفرد کی یاء، جمع سالم بناتے وقت حذف ہو جاتی ہے جیسے قَاضُوْنَ جو اصل میں قَاضِيُوْنَ تھا اور اسمِ مقصور کا الف بھی حذف ہو جاتا ہے اور اُس کے ما قبل کا فتحہ باقی رہتا ہے تا کہ الفِ محذوفہ پر دلالت کرے جیسے مُصْطَفَوْنَ جو اصل میں مُصْطَفَيُوْنَ تھا۔ یاء الف ہو کر التقاءِ ساکنین کی وجہ سے حذف ہو گئی، اور یہ جمع (واؤ نون اور یاء نون کیساتھ) اُولِی الْعِلْمِ یعنی ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے۔ فائدہ:- عَالَمِيْنَ، عَالَمٌ کی جمع از بابِ تغلیب ہے یعنی غیر عقلاء پر عقلاء کو غلبہ دے کر یہ جمع یاء و نون کے ساتھ بنائی گئی ہے اور ارشاد باری تعالیٰ رَأَيْتُهُمْ لِيْ سَاجِدِيْنَ میں چونکہ ستاروں سے ذوی العقول والا فعل (سجدہ) صادر ہوا اِس لئے اُن کو ذوی العقول کا درجہ دیکر اُن کی جمع یاء و نون کے ساتھ لائی گئی۔

وَاَمَّا قَوْلُهُمْ سِنُوْنَ وَ اَرَضُوْنَ وَ ثُبُوْنَ وَ قُلُوْنَ فَشَاذٌّ وَيَجِبُ اَنْ لَّا يَكُوْنَ اَفْعَلَ مُؤَنَّثُهُ فَعْلَاءُ كَاَحْمَرَ وَحَمْرَاءَ وَلَا فَعْلَانَ مُؤَنَّثُهُ فَعْلٰى كَسَكْرَانَ وَسَكْرٰى وَلَا فَعِيْلًا بِمَعْنٰى مَفْعُوْلٍ كَجَرِيْحٍ بِمَعْنٰى مَجْرُوْحٍ وَلَا فَعُوْلًا بِمَعْنٰى فَاعِلٍ كَصَبُوْرٍ بِمَعْنٰى صَابِرٍ وَيَجِبُ حَذْفُ نُوْنِهٖ بِالْاِضَافَةِ نَحْوُ مُسْلِمُوْ مِصْرٍ

اور رہا ان کا قول سِنُوْنَ اور اَرَضُوْنَ اور ثُبُوْنَ اور قلون پس شاذ ہے۔ اور واجب ہے کہ وہ اسم ایسا وزنِ افعل نہ ہو جسکی مؤنث فَعْلاء ہے جیسے احمر اور حمراء. اور نہ فَعلان جسکی مؤنث فَعلٰی ہے جیسے سَکران اور سَکریٰ اور نہ فعیل بمعنی مفعول جیسے جَرِیْح بمعنی مَجروح اور فعول بمعنی فاعل جیسے صبور بمعنی صابر. اور اضافت کے وقت جمع کے نون کا حذف کرنا واجب ہے جیسے مُسْلِمُو مصرٍ..........................

قولہ وَاَمَّا قَوْلُهُمْ:- یہ ایک اعتراضِ مقدر کا جواب ہے تقریرِ اعتراض یہ ہے کہ لفظِ اَرْضٌ (زمین) سَنَةٌ (سال) ثُبَةٌ (گروہ) قُلَةٌ (گلی ڈنڈا) یہ تمام الفاظ ذی عقل نہیں حالانکہ اِن کی جمع واؤ نون اور یاء نون کے ساتھ آئی ہے لہٰذا اِس جمع کے لئے ذی عقل کی شرط صحیح نہیں۔ جواب یہ ہے کہ اَرَضُوْنَ، سِنُوْنَ، ثُبُوْنَ اور قِلُوْنَ، جموعِ شاذہ اور خلافِ قیاس ہیں۔ قولہ وَيَجِبُ:- یعنی جس مفرد کی یہ جمع بنائی ہوا گر وہ اسمِ محض ہو تو اُس میں تین شرطیں ہیں۔ (۱) مذکر ہو۔ (۲) علم ہو۔ (۳) عاقل ہو۔ اور اگر اسمِ صفت ہو تو اُس میں چھ شرطیں ہیں۔ (۱) وہ اسمِ صفت اُس اَفْعَلُ کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فَعْلَاءُ کے وزن پر آتی ہے جیسے اَحْمَرُ، کہ اِس کی مؤنث حَمْرَاءُ کے وزن پر آتی ہے۔ یہ شرط اِس لئے ہے کہ افعل تفضیل جس کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ آتی ہے اُس سے التباس نہ ہو۔ (۲) وہ اسمِ صفت اُس فَعْلَانٌ کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر آتی ہے جیسے سَکْرَانٌ، اِس کی مؤنث سَکْرٰی آتی ہے، وجہ یہ ہے کہ فَعْلَانٌ، فَعْلَانَةٌ کی جمع واؤ نون کے ساتھ آتی ہے اور فَعْلَانٌ، فَعْلٰی کی جمع بھی اگر واؤ نون کے ساتھ آئے تو اِن میں فرق نہیں ہو سکے گا جیسے نَدْمَانٌ کی جمع نَدْمَانُوْنَ آتی ہے۔ (۳) وہ اسمِ صفت فَعِيْلٌ، بمعنی مَفْعُوْلٌ نہ ہو جیسے جَرِيْحٌ، بمعنی مَجْرُوْحٌ۔ (۴) وہ اسمِ صفت فَعُوْلٌ، بمعنی فاعل نہ ہو جیسے صَبُوْرٌ، بمعنی صَابِرٌ۔ وجہ یہ ہے کہ اِس فَعِيْلٌ اور فَعُوْلٌ میں تذکیر و تانیث مساوی ہے لہٰذا اِن کی جمع نہ تو واؤ اور نون کے ساتھ آئے گی اور نہ الف اور تاء کیساتھ بلکہ ایسے لفظ کیساتھ آئی گی جس میں تذکیر و تانیث برابر ہو۔ (۵) اسم میں تاء نہ ہو جیسے عَلَّامَةٌ۔ (٦) یہ شرط وجودی ہے کہ وہ اسمِ صفت مذکر عاقل ہو۔

وَمؤنث وَ هُوَ مَا اُلْحِقَ بِاٰخِرِهٖ اَلِفٌ وَتَاءٌ نَحْوُ مُسْلِمَاتٌ وَشَرْطُهٗ اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهٗ مُذَكَّرٌ اَنْ يَّكُوْنَ مُذَكَّرُهٗ قَدْ جُمِعَ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ مُذَكَّرٌ فَشَرْطُهٗ اَنْ لَّايَكُوْنَ مُؤَنَّثًا مُجَرَّدًا عَنِ التَّاءِ كَالْحَائِضِ وَ الْحَامِلِ وَاِنْ كَانَ اِسْمًا غَيْرَ صِفَةٍ جُمِعَ بِالْاَلِفِ وَالتَّاءِ بِلَا شَرْطٍ كَهِنْدَاتٍ وَ الْمُكَسَّرُ صِيْغَتُهٗ فِى الثُّلَاثِىْ كَثِيْرَةٌ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ كَرِجَالٍ وَ اَفْرَاسٍ وَ فُلُوْسٍ وَ فِىْ غَيْرِ الثُّلَاثِىْ عَلٰى وَزْنِ فَعَالِلُ وَ فَعَالِيْلُ قِيَاسًا كَمَا عَرَفْتَ فِى التَّصْرِيْفِ....

اور مؤنث اور جمع مؤنث ایسا اسم ہے جس کے آخر میں الف اور تاء لاحق کیا گیا ہو جیسے **مسلمات**. اور اگر وہ صفت ہو اور اس کیلئے مذکر ہو تو اسکی شرط یہ ہے کہ اس کا مذکر واؤ اور نون کے ساتھ جمع لایا گیا ہو جیسے **مسلمون**. اور اگر اس کیلئے مذکر نہ ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ مؤنث تاء سے خالی نہ ہو جیسے **حائض** اور **حامل**. اور اگر وہ مؤنث اسم ہو صفت نہ ہو تو بغیر کسی شرط کے الف و تاء کے ساتھ جمع لائی جائے گی۔ جیسے **ھِندات**. اور جمع مکسر کا وزن ثلاثی میں کثیر ہے جو کہ سماع سے پہچانا جاتا ہے۔ جیسے **رجال** اور **افراس** اور **فلوس** اور غیر ثلاثی میں **مفاعل** اور **مفاعیل** کے وزن پر بطور قیاس ہیں جیسا کہ تو نے صرف میں معلوم کرلیا..

قولہ وَمُؤنث :- یعنی جمع سالم کی دوسری قسم جمع مؤنث سالم ہے یہ وہ جمع ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تاء لاحق کیا گیا ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ جو مُسْلِمَۃٌ کی جمع ہے۔ قولہ شَرْطُهٗ :- یعنی جس اسم کی جمع الف اور تاء کے ساتھ لانا چاہتے ہو اگر وہ صیغہ صفت ہو اور اُس کا مذکر بھی ہو تو اُس کی شرط یہ ہے کہ اُس کے مذکر کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ آئی ہو اِس لئے کہ اگر مؤنث کی جمع سالم آئے اور مذکر کی نہ آئے تو فرع کی اصل پر زیادتی لازم آئے گی اور اگر اُس مؤنث کا مذکر نہ ہو تو اُس کی شرط یہ ہے کہ وہ مؤنث مجرد عَنِ التَّاءِ نہ ہو جیسے حَائِضٌ اور حَامِلٌ۔ یہ دونوں اسمِ صفت مجرد عَنِ التَّاءِ ہیں اور اِن کا مذکر نہیں ہے لِهٰذا اِن کی جمع الف اور تاء کے ساتھ (حَائِضَاتٌ اور حَامِلَاتٌ) نہیں آئے گی بلکہ حَوَائِضُ اور حَوَامِلُ آئے گی تاکہ حَائِضَۃٌ اور حَامِلَۃٌ (بالتاء) کی جمع کے ساتھ التباس نہ ہو کہ اُن کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے۔ فائدہ :- یہ تفریق لفظاً اِس لئے ضروری ہے کہ اِن دونوں میں معنًی تفریق ہے کیونکہ حَائِضٌ کے معنی ہیں بالغ عورت اور حَائِضَہ، وہ ہے جو فی الحال حیض میں مبتلا ہے۔ قولہ وَاِنْ كَانَ :- اور اگر وہ مفرد اسمِ محض ہو تو اُس کی جمع بغیر کسی شرط کے الف اور تاء کے ساتھ آئے گی۔ جیسے ھِنْدٌ، کی جمع ھِنْدَاتٌ ہے۔ قولہ وَالْمُكَسَّرُ :- یعنی جمع مکسر کے صیغے ثلاثی میں کثیر ہیں جو سماع سے معلوم ہوتے ہیں جیسے رِجَالٌ، وغیرہ اور غیر ثلاثی میں فَعَالِلُ اور فَعَالِيْلُ کے وزن پر آتے ہیں۔ جیسے دَرَاهِمُ اور دَنَانِيْرُ۔

ثُمَّ الْجَمْعُ اَيْضًا عَلٰى قِسْمَيْنِ جَمْعُ قِلَّةٍ وَهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلَى الْعَشَرَةِ فَمَا دُوْنَهَا وَاَبْنِيَتُهُ اَفْعُلٌ وَاَفْعَالٌ وَاَفْعِلَةٌ وَفِعْلَةٌ وَجَمْعَا الصَّحِيْحِ بِدُوْنِ اللَّامِ كَزَيْدُوْنَ وَمُسْلِمَاتٍ وَجَمْعُ كَثْرَةٍ وَهُوَ مَا يُطْلَقُ عَلٰى مَا فَوْقَ الْعَشَرَةِ وَاَبْنِيَتُهُ مَاعَدَا هٰذِهِ الْاَبْنِيَةِ

پھر جمع دو قسم پر ہے۔ جمع قلت اور وہ وہ ہے جو دس پر یا وہ جو دس سے کم ہو اس پر اطلاق کی جائے اور اس کے وزن اَفْعُلٌ اور اَفْعَالٌ اور اَفْعِلَةٌ اور فِعْلَةٌ اور دو جمع صحیح الف لام کے بغیر ہیں جیسے زیدون اور مسلمات اور جمع کثرت وہ ہے جو دس سے زائد پر اطلاق کی جائے اور اس کے وزن ان اوزان کے علاوہ ہیں۔

قولہ ثُمَّ الْجَمْعُ :- جمع کی معنی کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔ (۱) جمعِ قلت، جس کا اطلاق تین سے لیکر دس افراد تک ہو اور اُس کے وزن یہ ہیں اَفْعُلٌ، جیسے اَكْلُبٌ (جمع كَلْبٌ)۔ اَفْعَالٌ، جیسے اَفْرَاسٌ (جمع فَرَسٌ) اَفْعِلَةٌ، جیسے اَرْغِفَةٌ (جمع رَغِيْفٌ) فِعْلَةٌ جیسے غِلْمَةٌ (جمع غُلَامٌ) اور دو جمع صحیح جبکہ وہ الف لام کے بغیر ہوں جیسے زَيْدُوْنَ اور مُسْلِمَاتٌ.

جَمْعُ السَّلَامَةِ مَنْكُوْرًا يُرَادُ بِهٖ	قطعه	مِنَ الثَّلَاثَةِ اِلٰى عَشَرٍ فَلَا تَزِدْ
وَاَفْعُلٌ ثُمَّ اَفْعَالٌ وَاَفْعِلَةٌ		وَفِعْلَةٌ مِثْلُهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْعَدَدِ
كَاَفْلُسٍ وَّكَاَثْوَابٍ وَاَرْغِفَةٍ		وَغِلْمَةٌ فَاحْفَظْهَا حِفْظَ مُجْتَهِدٍ

فائدہ :- مصنف کا قول جَمْعَا الصَّحِيْحِ، مرکب اضافی ہے اِس کا مضاف اصل میں جَمْعَانِ (صیغہ تثنیہ) تھا۔ نون بوجہ اضافت گر گیا ہے اور یہ مصنف کے قول فِعْلَةٌ پر معطوف ہے یعنی جمعِ قلت کی اَبْنِیَہ سے دو جمعِ سالم ہیں جیسے مُسْلِمُوْنَ اور مُسْلِمَاتٌ۔ قولہ بِدُوْنِ اللَّامِ :- حال ہونے اُن اوزانِ ستہ کے لام کے بغیر۔ کیونکہ اوزانِ ستّہ جب معرّف بلام ہوں گے تو مفید استغراق ہوں گے۔ (۲) جمعِ کثرت دس سے اوپر غیر محدود افراد پر اطلاق کی جاتی ہے اور اُس کے اوزان جمعِ قلت کے اوزانِ ستّہ کے علاوہ ہیں۔ فائدہ جمعِ قلت اور جمعِ کثرت کے درمیان فرق عند المصنف مبدأ اور منتٰہی کے لحاظ سے ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ لیکن علامہ تفتازانی وغیرہ کے نزدیک اِن میں فرق باعتبار منتٰہی کے ہے یعنی جمعِ قلت کا اطلاق تین سے دس تک ہوتا ہے اور جمعِ کثرت کا اطلاق تین سے شروع ہوتا ہے اور اُس کے زائد کی کوئی حد نہیں۔

فَصلٌ اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ يَدُلُّ عَلَى الْحَدَثِ فَقَطْ وَيُشْتَقُّ مِنْهُ الْاَفْعَالُ كَالضَّرْبِ وَالنَّصْرِ مَثَلًا وَاَبْنِيَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ غَيْرُ مَضْبُوْطَةٍ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ وَمِنْ غَيْرِهٖ قِيَاسِيَّةٌ كَالْاِفْعَالِ وَالْاِنْفِعَالِ وَالْاِسْتِفْعَالِ وَالْفَعْلَلَةِ وَالتَّفَعْلُلِ مَثَلًا فَالْمَصْدَرُ اِنْ لَّمْ يَكُنْ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ اَعْنِيْ يَرْفَعُ الْفَاعِلَ اِنْ كَانَ لَازِمًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ قِيَامٌ زَيْدٌ وَيَنْصَبُ مَفْعُوْلًا اَيْضًا اِنْ كَانَ مُتَعَدِّيًا نَحْوُ اَعْجَبَنِيْ ضَرْبٌ زَيْدٌ عَمْرًا..........................

(فصل) مصدر ایسا اسم ہے جو فقط حدث پر دلالت کرے اور اس سے افعال مشتق ہوتے ہوں جیسے الضرب اور النصر مثال کے طور پر۔ اور اس کے وزن ثلاثی مجرد سے ضبط شدہ نہیں، سماع سے پہچانے جاتے ہیں اور ثلاثی مجرد کے غیر سے قیاسی ہیں جیسے **افعال** اور **انفعال** اور **استفعال** اور **فَعْلَلَۃٌ** اور **تفعلل** مثال کے طور پر پس مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو اپنے فعل والا عمل کرتا ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ اگر فعل لازم ہو تو فاعل کو رفع دیتا ہے جیسے **اعجبنی قیامٌ زیدٌ** اور مفعول کو بھی نصب دیتا ہے اگر متعدی ہو جیسے **اعجبنی ضرب زید عمراً**..................

﴿المصدر﴾ مصدر وہ اسم ہے جو صرف معنیٰ حدث پر دلالت کرے اور اُس سے افعال مشتق کئے جاتے ہوں۔ جیسے اَلضَّرْبُ اور اَلنَّصْرُ وغیرہ۔ سوال:- اسمائے عاملہ کو افعال پر مقدم کیوں کیا گیا ہے حالانکہ اسماء کا عمل افعال سے مستعار ہے؟ جواب:- اِس لئے کہ اسماء باعتبار مفہوم اقویٰ ہیں کیونکہ اسم کے معنیٰ فہم میں کسی چیز کے محتاج نہیں اور اقویٰ محتاج الیہ کی تقدیم اولیٰ ہے۔ فائدہ:- حَدَث سے مراد وہ معنیٰ ہیں جو قائم بالغیر ہوں جیسے طول اور قصر چونکہ نحاتِ بصرہ کے نزدیک مصدر اشتقاق میں سب کی اصل ہے اِس لئے تمام متعلقاتِ فعل میں اُس کو مقدم کیا گیا ہے۔ قولہ اَبْنِيَتُهٗ:- یعنی مصدر کے اوزان کا ثلاثی مجرد سے کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ سماع کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں چنانچہ صاحبِ علم الصیغہ نے مصادرِ مشہورہ ۴۴ ذکر کئے ہیں۔ قولہ وَمِنْ غَيْرِهٖ:- اور غیر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہیں یعنی اُن کے وزن مقرر ہیں مثلاً ماضی اَفْعَلَ کا مصدر اِفْعَالٌ اور ماضی فَعْلَلَ کا فَعْلَلَۃٌ وغیرہ۔ مصدر کا عمل اور شرط:- مصدر اپنے فعل کی مانند عمل کرتا ہے یعنی فعلِ لازم کا مصدر ہو تو صرف فاعل کو رفع کرتا ہے اور فعلِ متعدی کا ہو تو فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب کرتا ہے بشرطیکہ وہ مصدر مفعولِ مطلق نہ ہو۔ سوال:- مصدر مفعولِ مطلق ہونے کی صورت میں عمل کیوں نہیں کرتا؟ جواب:- اِس صورت میں چونکہ فعل موجود ہوتا ہے جو عمل میں اصل ہے اِس لئے اصل کی موجودگی میں فرع کو عامل قرار دینا مناسب نہیں۔

وَلَا یَجُوْزُ تَقْدِیْمُ مَعْمُوْلِ الْمَصْدَرِ عَلَیْهِ فَلَا یُقَالُ اَعْجَبَنِیْ زَیْدٌ ضَرْبٌ عَمْرًا وَلَا عَمْرًا ضَرْبٌ زَیْدٌ وَ یَجُوْزُ اِضَافَتُهٗ اِلَی الْفَاعِلِ نَحْوُ کَرِهْتُ ضَرْبَ زَیْدٍ عَمْرًا وَ اِلَی الْمَفْعُوْلِ بِهٖ نَحْوُ کَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَیْدٌ وَ اَمَّا اِنْ کَانَ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ الَّذِیْ قَبْلَهٗ نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًا فَعَمْرٌو مَنْصُوْبٌ بِضَرَبْتُ.

اور مصدر کے معمول کو اس پر مقدم کرنا جائز نہیں لہٰذا اعجبنی زیدٌ ضرب عمروٍ نہیں بولا جائے گا اور نہ عمراً ضرب زید. اور مصدر کی بجانب فاعل اضافت جائز ہے جیسے کرھتُ ضرب زید عمراً ۔ اور مفعول بہ کی جانب جیسے کرھت ضرب عمروٍ زیدٌ. اور لیکن اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل اس فعل کیلئے ہے جو مصدر سے پہلے ہے۔ جیسے ضربت ضربا عمراً ۔ پس عمرو ضربت کی وجہ سے منصوب ہے۔

قولہ وَلَایَجُوْزُ:- اور مصدر پر اُس کے معمول کو مقدم کرنا جائز نہیں یا تو اِس لئے کہ مصدر عاملِ ضعیف ہے اور یا اِس لئے کہ مصدر اَنْ مَعَ الْفعل کی تقدیر میں ہوتا ہے اور اَنْ، موصول حرفی ہے جس پر اُس کا صلہ یا معمولِ صلہ مقدم نہیں ہوسکتا۔ سوال :- صلہ موصول پر مقدم کیوں نہیں ہوتا؟ جواب:- اِس لئے کہ موصول اور صلہ شے واحد کے حکم میں ہوتے ہیں یعنی دونوں مل کر کلام کا ایک جز بنتے ہیں اور شئی واحد کا بعض اُس کے بعض پر مقدم نہیں ہوتا۔ قولہ وَیَجُوْزُ:- اور مصدر کی اضافت فاعل طرف جائز ہے اُس وقت فاعل لفظاً مجرور ہوگا۔ جیسے کَرِهْتُ ضَرْبَ زَیْدٍ عَمْرًا (میں نے زید کے عمرو کو مارنے کو ناپسند کیا) اور مفعول کی طرف اضافت بھی جائز ہے اُس وقت مفعول لفظاً مجرور ہوگا جیسے کَرِهْتُ ضَرْبَ عَمْرٍو زَیْدٌ۔ لیکن مصدر کا مضاف نہ ہونا اور مُنَوَّنْ ہو کر عمل کرنا اَولیٰ ہے۔ سوال :- کیا مصدر کے عمل کے لئے اعتماد شرط ہے؟ جواب :- نہیں ۔ سوال:- مصدر کب عمل کرتا ہے؟ جواب :- (۱) جب مفعول مطلق تاکیدی یا عددی نہ ہو۔ (۲) جب اُس کے آخر میں تائے تانیث نہ ہو۔ (۳) جب تثنیہ وجمع نہ ہو۔ (۴) جب محذوف نہ ہو ۔ (۵) جب معمول سے مؤخر نہ ہو۔

فَصْلٌ اِسْمُ الْفَاعِلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ وَصِيْغَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى وَزْنِ فَاعِلٍ كَضَارِبٍ وَنَاصِرٍ وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُضَارِعِ مِنْ ذٰلِكَ الْفِعْلِ بِمِيْمٍ مَضْمُوْمٍ مَكَانَ حَرْفِ الْمُضَارِعَةِ وَكَسْرِ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخِلٍ وَمُسْتَخْرِجٍ وَهُوَ يَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَعْرُوْفِ اِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْحَالِ اَوِالْاِسْتِقْبَالِ وَمُعْتَمِدًا عَلَى الْمُبْتَدَاْ

(فصل) اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ جس کے ساتھ فعل قائم ہے اس پر بمعنی حدوث دلالت کرے۔ اوراس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے فاعل کے وزن پر ہے جیسے ضاربٌ اورناصر. اورثلاثی مجرد کے غیر سے اس فعل کے مضارع کے وزن پر حرف مضارع کی جگہ میم مضموم اور ماقبل آخر کے کسرہ کے ساتھ۔ جیسے مُدْخِلٌ اور مُسْتَخْرِجٌ. اوروہ اپنے فعل معروف والاعمل کرتا ہے اگر بمعنی حال یا استقبال ہواور مبتدا پر سہارا لینے والا ہو..........

قولہ ﴿اِسْمُ الْفَاعِل﴾:-اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اُس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل بطریقِ حدوث قائم ہے۔ فائدہ:-اسم فاعل اور دیگر صفات کے مشتق منہ میں دوقول ہیں۔(۱) تمام صفات فعل سے مشتق ہیں۔ اِس قول کے پیشِ نظر مصنف کے قول مِنْ فِعْلٍ سے مرادفعلِ اصطلاحی ہوگا۔(۲) تمام صفات مصدر سے مشتق ہیں۔ اِس قول کی بنا پر مِنْ فِعْلٍ سے فعل لغوی مراد ہوگا۔ سوال:-اسمِ فاعل کی تعریف جامع نہیں اِس لئے کہ تعریف میں لفظِ مَنْ، مذکور ہے جو ذی عقل کیلئے آتا ہے لہٰذا اِس تعریف سے وہ اسمِ فاعل خارج ہوگیا جس کا مدلول غیر ذی عقل ہوتا ہے جیسے مُفْتَرِسٌ اور نَاهِقٌ۔ جواب:-اسمِ فاعل کی تعریف میں کلمہ مَنْ سے تَغْلِيْبًا ذی عقل اور غیرِ ذی عقل دونوں مراد ہیں لہٰذا تعریف جامع ہے۔ قولہ وَصِيْغَتُهٗ:-اوراسمِ فاعل کا صیغہ ثلاثی مجرد سے اکثر فَاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے علامتِ مضارع کی جگہ میم مضموم لگانے اور ماقبل آخر کو کسرہ دینے سے بنتا ہے۔ جیسے مُدْخِلٌ، مُسْتَخْرِجٌ۔ قولہ وَهُوَيَعْمَلُ:-اوراسمِ فاعل اپنے فعلِ معروف والاعمل کرتا ہے یعنی لازم ہوتو فاعل کورفع دیتا ہے اور اگر متعدی ہوتو مفعول بِہٖ کونصب بھی دیتا ہے لیکن اِس کے عمل کے لئے دوشرطیں ہیں۔(۱) حال یا استقبال کے معنٰی میں آئے تاکہ زمانہ میں موافقت کی وجہ سے مضارع کیساتھ اُس کی موافقت برقرار رہے۔(۲) مبتدا، ذوالحال، موصول، موصوف، ہمزۂ استفہام اور حرفِ نفی میں سے کسی ایک پر اعتماد کرتا ہو۔

نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ اَوْ ذِی الْحَالِ نَحْوُ جَاءَ نِیْ زَيْدٌ ضَارِبًا اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ مَوْصُوْلٍ نَحْوُ مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ مَوْصُوْفٍ نَحْوُ عِنْدِیْ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا اَوْ هَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَقَائِمٌ زَيْدٌ اَوْحَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُ مَاقَائِمٌ زَيْدٌ فَاِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَاضِیْ وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ مَعْنًى نَحْوُ زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ هٰذَا اِذَا كَانَ مُنَكَّرًا اَمَّا اِذَا كَانَ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ يَسْتَوِیْ فِيْهِ جَمِيْعُ الْاَزْمِنَةِ نَحْوُ زَيْدُنِ الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرًانِ الْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْاَمْسِ

جیسے زيدٌ قائمٌ ابوہ. یاذوالحال پر۔جیسے زید ضاربا ابو عمراً. یاموصول پر۔جیسے مررت بالضارب ابوہ عمراً. یا موصوف پرجیسے عندی رَجُلٌ ضَارِبٌ ابوہ عمراً. یاہمزہ استفہام پر۔جیسے اَقَائِمٌ زيدٌ. یاحرف نفی پر۔جیسے ما قَائِمٌ زَيْدٌ. پس اگراسم فاعل بمعنی ماضی ہوتواضافت معنوی واجب ہے۔جیسے زيدٌ ضَارِبُ عمروِ اَمْسِ. یہ اس وقت ہے جب نکرہ ہولیکن جب معرفہ بلام ہوتواسمیں تمام زمانے برابر ہیں۔جیسے زید الضارب ابوہ عمراً الآن یا غداً یا اَمْسِ.

سوال:-آیت کریمہ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ میں بَاسِطٌ بمعنی ماضی ہے حالانکہ مفعول بہ کونصب دے رہاہے؟ جواب:- بَاسِطٌ (اسمِ فاعل)بطورحکایت بمعنی حال ہے۔ فائدہ :-علامہ عبدالرسول نے اِس تاویل کو تکلف قراردیاہے وہ فرماتے ہیں۔

لیک درمعنٰی ماضی ہم کندگاہے عمل ہست تاویلش تکلف فہم کن نکتہ را

سوال :-اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ میں اسمِ فاعل عمل کررہاہے حالانکہ اُس کااعتماداشیاءِستہ میں سے کسی پرنہیں ہے؟ جواب:-اشیاءِستہ میں سے ایک مبتداہے جس سے مرادمسندالیہ ہےاوروہ مثالِ مذکورمیں موجودہےیعنی زَيْدًا، کیونکہ حرفِ مُشَبَّہ بالفعل کااسم مسندالیہ ہوتاہے۔ قولہ فَاِنْ كَانَ :-پس اگراسمِ فاعل بمعنٰی ماضی ہوتواُس کی اضافت مابعدکی طرف باضافتِ معنویہ واجب ہے۔جیسے زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ، زیدنے عمروکوگذشتہ کل مارا۔ فائدہ:-اسمِ فاعل بمعنٰی ماضی کی اضافت اُس وقت واجب ہے جب اُس کامابعدازروئےمعنٰی مفعول بہ ہونے کی صلاحیت رکھتاہو،ورنہ اضافت واجب نہیں لہٰذا هٰذَا ضَارِبُ اَمْسِ، میں ضَارِبُ پرتنوین بھی جائزہے کہ لفظِ اَمْسِ باعتبارمعنٰی مفعول بہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ قولہ وَهٰذَا:-اوراسم فاعل کےعمل کے لئے مذکورہ شرط اُس وقت ہے جب نکرہ ہواوراگرمعرفہ بلامِ موصولہ ہو توبغیرشرط کےمفعول بہ کونصب دے گااِس لئے کہ اسمِ فاعل مقرون بلام موصولہ،فعل کےمقام اوراُس کی قوت میں ہوتاہے لہٰذابلاشرط عمل کرتاہے۔جیسے اَلضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرًوا اَلْآنَ اَوْغَدًا اَوْاَمْسِ هُوَزَيْدٌ۔

فَصلٌ اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ مُتَعَدٍّ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْفِعْلُ وَصِيْغَتُهٗ مِنْ مُجَرَّدِ الثُّلَاثِيْ عَلٰى وَزْنِ مَفْعُوْلٍ لَفْظًا كَمَضْرُوْبٍ اَوْ تَقْدِيْرًا كَمَقُوْلٍ وَمَرْمِيٍّ وَمِنْ غَيْرِهٖ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ كَمُدْخَلٍ وَمُسْتَخْرَجٍ وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ الْمَجْهُوْلِ بِالشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي اسْمِ الْفَاعِلِ نَحْوُ زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُهُ الْاٰنَ اَوْ غَدًا اَوْاَمْسِ **فَصلٌ** اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الثُّبُوْتِ وَصِيْغَتُهَا عَلٰى خِلَافِ صِيْغَةِ اِسْمِ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ.........

(فصل) اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہے۔ اوراس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر ہے لفظ کے اعتبار سے جیسے مضروب یا تقدیر کے اعتبار سے جیسے مَقُوْلٌ اور مَرْمِيٌّ. اور ثلاثی مجرد کے غیر سے اسم فاعل کی طرح ماقبل آخر کے فتح سے جیسے مُدْخَلٌ اور مُسْتَخْرَجٌ. اور وہ اپنے فعل مجہول والا عمل کرتا ہے ان شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل میں مذکور ہوئے ہیں۔ جیسے زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ غُلَامُهٗ اَلْآنَ اَوْ غَدًا اَوْ اَمْسِ. (فصل) صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل بمعنی ثبوت قائم ہے اور اس کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغہ کے خلاف پر ہے......

قولہ ﴿ ﴾:- اسمِ مفعول وہ اسم ہے جو فعلِ متعدی سے مشتق ہوتا کہ اُس ذات پر دلالت کرے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہے۔ اور اُس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے اکثر مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے اسمِ فاعل کے وزن پر صرف اتنے فرق کے ساتھ کہ ماقبل آخر اُس میں مفتوح ہوتا ہے اور یہ فعلِ مجہول والا عمل کرتا ہے اُنہیں شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل میں گذری ہیں۔ قولہ ﴿ ﴾:- صفت مُشَبَّہ وہ اسم ہے جو فعلِ لازم سے مشتق ہوتا کہ اُس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل (معنی مصدری) بطور ثبوت قائم ہو اور ثبوت سے مراد دوام و استمرار نہیں جس کے معنی ہیں تمام ازمنہ میں پایا جانا بلکہ مراد مقابلِ حدوث ہے یعنی کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقید نہ ہو۔ فائدہ :- صفت مُشَبَّہ کو اسمِ فاعل کے ساتھ دو امور میں مشابہت ہے۔ اوّل گردان میں کہ دونوں کی تصریف ہوتی ہے اور دوم ذاتِ مبہم پر دلالت کرنے میں۔ قولہ وَصِيْغَتُهَا:- چونکہ صفت مُشَبَّہ بعض اُمور میں اسمِ فاعل کے ساتھ مخالفت رکھتی ہے اِس لئے مصنف اُن کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صفت مُشَبَّہ کا صیغہ اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کے صیغہ کے مخالف ہوتا ہے۔

اَنَّمَا تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ كَحَسَنٍ وَصَعْبٍ وَظَرِيْفٍ وَهِيَ تَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا بِشَرْطِ الْاِعْتِمَادِ الْمَذْكُوْرِ وَ مَسَائِلُهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ لِاَنَّ الصِّفَةَ اِمَّا بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدَةٌ عَنْهَا وَمَعْمُوْلُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اِمَّا مُضَافٌ اَوْ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدٌ عَنْهُمَا فَهٰذِهٖ سِتَّةٌ وَمَعْمُوْلُ كُلٍّ مِنْهَا اِمَّا مَرْفُوْعٌ اَوْ مَنْصُوْبٌ اَوْ مَجْرُوْرٌ فَذٰلِكَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ وَ تَفْصِيْلُهَا نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدٌنِ الْحَسَنُ وَجْهُهٗ ثَلٰثَةُ اَوْجُهٍ وَ كَذٰلِكَ الْحَسَنُ الْوَجْهِ وَالْحَسَنُ وَجْهٌ وَ حَسَنٌ وَجْهُهٗ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَحَسَنٌ وَجْهٌ

اوروہ سماع ہی سے پہچانا جاتا ہے۔جیسے حَسَنٌ اور صَعْبٌ اور ظَرِيْفٌ اوروہ اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے مطلقاً بشرط اعتماد مذکور کے۔اوراس کے مسائل اٹھارہ ہیں۔اس لیے کہ صفت یا تو معرفہ بلام ہوگی یالام سے خالی ہوگی۔اوران دو میں سے ہرایک کا معمول مضاف ہوگا یا معرفہ بلام یاان دونوں سے مجرد ہوگا پس یہ چھ ہیں اوران میں سے ہرایک کا معمول یامرفوع ہوگا یامنصوب یا مجرور۔پس یہ اٹھارہ ہیں اوران کی تفصیل جیسے جَاءَ نِيْ زَيْدٌنِ الْحَسَنُ وَجْهُهٗ تین وجہ سے الحسن الوجہ والحسن وجہ وحسن وجھہ وحسن الوجہ وحسن وجہ..............

فائدہ:-قولہ اَنَّمَا تُعْرَفُ ہمزہ کے فتح کے ساتھ صِيْغَتُهَا کی خبر ثانی ہے اور پہلی خبر کی دلیل کو متضمن ہے یعنی یہ مخالفت اِس طرح ہے کہ صفتِ مُشَبّہ کے صیغے سماعی ہیں اور اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کے صیغے قیاسی ہیں قولہ وَهِيَ تَعْمَلُ: اور صفتِ مُشَبّہ مطلقاً اپنے فعل لازم والا عمل کرتی ہے یعنی زمانہ حال یا استقبال کی شرط کے بغیر عمل کرتی ہے، لیکن اعتمادِ مذکور اُس کے عمل کیلئے بھی شرط ہے۔ فائدہ:-صفتِ مُشَبّہ کے عمل کرنے کیلئے اشیاءِ ستہ میں موصول کے علاوہ کسی ایک پر اعتماد ضروری ہے اور موصول پر اعتماد اُس کا معتبر نہیں کہ اُس پر داخل لام بالاتفاق لام موصول نہیں ہوتا اِس لئے کہ لامِ موصول کا صلہ صرف اسمِ فاعل ہوتا ہے یا اسمِ مفعول۔ قولہ وَمَسَآئِلُهَا:-اور صفتِ مُشَبّہ کے مسائل کی اٹھارہ اقسام ہیں جو ممتنع، مختلف فیہ، قبیح، حسن اور احسن ہیں یعنی اُس کے مسائل اِن پانچ صورتوں کیطرف منقسم ہوتے ہیں۔شاعر نے اِن اٹھارہ اقسام کو اجمالاً ایک شعر میں جمع کر دیا ہے۔

حسن دو باشد و احسن نُہ و قبیح چہار　　　　دو ممتنع بود و مختلف یکے بشمار

وَهِيَ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ مِنْهَا مُمْتَنِعٌ اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ وَالْحَسَنُ وَجْهِهٖ وَمُخْتَلَفٌ فِيْهِ حَسَنُ وَجْهِهٖ وَالْبَوَاقِيْ اَحْسَنُ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ وَحَسَنٌ اِنْ كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ وَقَبِيْحٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَالضَّابِطَةُ اَنَّكَ مَتٰى رَفَعْتَ بِهَا مَعْمُوْلَهَا فَلَا ضَمِيْرَ فِي الصِّفَةِ وَمَتٰى نَصَبْتَ اَوْ جَرَرْتَ فَفِيْهَا ضَمِيْرُ الْمَوْصُوْفِ نَحْوُ زَيْدٌ حَسَنُ وَجْهِهٖ

اور یہ مسائل پانچ اقسام پر ہیں ان میں سے ممتنع الحسن وجہِہٖ اور اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ ہے۔ اور مختلف فیہ حَسَنُ وَجْهِهٖ ہے۔ اور باقی احسن ہیں اگر اس میں ایک ضمیر ہو۔ اور حسن ہیں اگر اس میں دو ضمیریں ہوں۔ اور قبیح ہے اگر اس میں کوئی ضمیر نہ ہو۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ جب تم اس کے ساتھ اس کے معمول کو رفع دو تو صفت میں کوئی ضمیر نہیں اور جب نصب یا جر دو تو اس میں موصوف کی ضمیر ہے جیسے زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهُهٗ۔

تفصیل (۱) جب صیغہ صفت معرفہ بلام ہو اور اُس کا مضاف الیہ لام اور اضافت سے مجرد ہو جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ، یہ صورت ممتنع ہے۔ وجہِ امتناع یہ ہے کہ یہ معرفہ کی اضافت ہے نکرہ کی طرف جو ممتنع ہے۔ (۲) جب صیغہ صفت معرفہ بلام ہو اور اُس کا معمول ضمیر کیطرف مضاف ہو۔ جیسے اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ یہ بھی ممتنع ہے۔ وجہِ امتناع عدمِ افادہ تخفیف ہے۔ قولہ مُخْتَلَفٌ فِيْهِ :۔ جس صورت میں اختلاف ہے یعنی بعض کے نزدیک جائز ہے اور بعض کے نزدیک ناجائز۔ وہ یہ ہے کہ صیغہ صفت مجرد عن اللّام ہو اور اُس کا معمول مجرور ہو اور موصوف کی طرف راجع ضمیر کی طرف مضاف ہو جیسے حَسَنُ وَجْهِهٖ ۔ وجہِ عدمِ جواز یہ ہے کہ یہ اضافت مستلزم ہے اِضَافَةُ الشَّيْئِ اِلٰى نَفْسِهٖ کو جو ممتنع ہے کیونکہ وَجْهِهٖ اور حَسَن دونوں کا مصداق ایک ہے اور وجہِ جواز یہ ہے کہ حَسَنُ عام اور وَجْهِهٖ خاص ہے اور اضافت عام کی خاص کی طرف جائز ہے۔ قولہ وَالْبَوَاقِيْ :۔ یعنی مذکورہ صورتوں کے علاوہ باقی پندرہ کی تین اقسام ہیں۔ (۱) اَحْسَنُ۔ (۲) حَسَنٌ۔ (۳) قَبِيْحٌ۔ اَحسن، وہ صورتیں ہیں جن میں صرف ایک ضمیر ہے کیونکہ موصوف کیساتھ ربط بذریعہ ایک ضمیر کافی ہے لِاَنَّ خَيْرَ الْكَلَامِ مَاقَلَّ وَدَلَّ۔ حَسَن، وہ صورتیں ہیں جن میں دو ضمیریں ہیں کیونکہ ایک ضمیر زائد علی الحاجت ہے اِس لئے حَسَن ہیں۔ قَبِيْح، وہ صورتیں ہیں جن میں کوئی ضمیر نہیں کہ موصوف کے ساتھ ربط نہ ہونا قَبِيْح ہے۔ قولہ وَالضَّابِطَةُ :۔ مصنف علیہ الرحمۃ صیغہ صفت میں ضمیر ہونے یا نہ ہونے کا ایک ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم صیغہ صفت کے ساتھ اُس کے معمول کو رفع دو تو اُس وقت صیغہ صفت میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی کیونکہ ایک عامل کے دو فاعل نہیں ہوتے اور اگر صیغہ صفت کے ساتھ نصب یا جر دو تو صیغہ صفت میں ضمیر فاعل ہوگی جو موصوف کو لوٹے گی۔

فَصْلٌ اِسْمُ التَّفْضِيْلِ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلَى الْمَوْصُوْفِ بِزِيَادَةٍ عَلٰى غَيْرِهٖ وَصِيْغَتُهٗ اَفْعَلُ فَلَا يُبْنٰى اِلَّا مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ الَّذِيْ لَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَاِنْ كَانَ زَائِدًا عَلَى الثُّلَاثِيِّ اَوْ كَانَ لَوْنًا اَوْ عَيْبًا يَجِبُ اَنْ يُّبْنٰى اَفْعَلُ مِنْ ثُلَاثِيٍّ مُجَرَّدٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مُبَالَغَةٍ وَشِدَّةٍ وَكَثْرَةٍ ثُمَّ يُذْكَرُ بَعْدَهٗ مَصْدَرُ ذٰلِكَ الْفِعْلِ مَنْصُوْبًا عَلَى التَّمْيِيْزِ كَمَا تَقُوْلُ هُوَ اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا وَاَقْوٰى حُمْرَةً وَاَقْبَحُ عَرَجًا........

(فصل) اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جو اپنے غیر سے معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہے۔ اور اس کا صیغہ **افعل** ہے پس وہ ثلاثی مجرد ہی سے بنایا جاتا ہے جس میں لون اور عیب نہ ہو۔ جیسے زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ. زید تمام لوگوں سے زیادہ اچھا ہے۔ پھر اگر ثلاثی مجرد سے زائد ہو یا لون یا عیب ہو تو واجب ہوگا کہ وزن افعل ثلاثی مجرد سے بنایا جائے تا کہ مبالغہ اور شدت اور کثرت پر دلالت کرے پھر اس کے بعد اس فعل کا مصدر منصوب بنا بر تمیز ذکر کیا جائے۔ جیسے تم کہو گے: هُوَ اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجاً اور اَقْوٰى حُمْرَةً اور اَقْبَحُ عَرَجاً....

﴿قولہ﴾: - اسمِ تفضیل، وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اُس ذات پر دلالت کرے جو معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو بہ نسبت اپنے غیر کے اور اُس کا صیغہ مذکر کیلئے بروزن اَفْعَلُ آتا ہے اور مؤنث کیلئے بروزن فُعْلٰى۔ جیسے اَضْرَبُ اور ضُرْبٰى اور خَيْرٌ وَشَرٌّ جو اصل میں اَخْيَرُ اور اَشْيَرُ تھے یہ دونوں فی الحال اگر چہ اَفْعَلُ (اسمِ تفضیل) کے وزن پر نہیں ہیں لیکن باعتبار اصل کے اَفْعَلُ کے وزن پر ہیں۔ فائدہ: - کلام عرب میں لفظِ خَيْرٌ، کا استعمال تین طرح آیا ہے۔ (۱) بحیثیت اسمِ تفضیل جو اصل میں اَخْيَرُ تھا۔ (۲) مصدر از باب خَارَ يَخِيْرُ۔ (۳) صیغہ صفتِ مُشَبَّہ (خَيِّرٌ) کا مخفف۔

قولہ فَلَا يُبْنٰى: - اور اسمِ تفضیل اِس وزن پر صرف ثلاثی مجرد سے آتا ہے کیونکہ غیر ثلاثی مجرد سے یہ وزن بنانے کیلئے کچھ حرف کم کرنے پڑینگے جس سے لفظ اور معنی میں خلل واقع ہوگا اور ثلاثی مجرد لون و عیب سے بھی اسمِ تفضیل اِس وزن پر نہیں آتا اِس لئے کہ اِس وزن پر ثلاثی مجرد لون و عیب سے صفتِ مُشَبَّہ آتی ہے۔ سوال: - جَهْـل، عیب ہے اور ثلاثی مجرد ہے پھر اِس سے اسمِ تفضیل اَجْهَلُ کیوں آیا ہے؟ جواب: - جس عیب سے اسمِ تفضیل، اَفْعَلُ کے وزن پر نہیں آتا وہ عیبِ ظاہری ہے اور جَہل، عیبِ باطنی ہے۔ قولہ فَاِنْ كَانَ: - یعنی اگر ابوابِ غیر ثلاثی مجرد یا ثلاثی مجرد بمعنی لون یا عیب سے اسمِ تفضیل کے معنی ادا کرنے ہوں تو ضروری ہے کہ پہلے لفظِ شدت یا کثرت سے صیغہ اَفْعَلُ بنائیں تا کہ شدت و کثرت پر دلالت کرے پھر اُس فعل کا مصدرِ منصوب ذکر کریں جس سے اسمِ تفضیل بروزن اَفْعَلُ ممتنع ہے اور اُس مصدر کو بنا بر تمیز منصوب کر دیں جیسے هُوَ اَشَدُّ اِسْتِخْرَاجًا، یہ ثلاثی مزید فیہ سے اسمِ تفضیل بنانے کی مثال ہے اور اَقْوٰى حَمْرَةً، ثلاثی مجرد لون کی اور اَقْبَحُ عَرَجًا، ثلاثی مجرد عیب کی۔

وَقِيَاسُهُ اَنْ يَّكُوْنَ لِلْفَاعِلِ كَمَا مَرَّ وَ قَدْ جَاءَ لِلْمَفْعُوْلِ قَلِيْلاً نَحْوُ اَعْذَرُ وَاَشْغَلُ وَاَشْهَرُ وَ اِسْتِعْمَالُهُ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَوْجُهٍ اِمَّا مُضَافٌ كَزَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ اَوْ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ اَوْ بِمِنْ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَ يَجُوْزُ فِى الْاَوَّلِ الْاِفْرَادُ وَ مُطَابَقَةُ اِسْمِ التَّفْضِيْلِ لِلْمَوْصُوْفِ نَحْوُ زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَالزَّيْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَ اَفْضَلَا الْقَوْمِ وَالزَّيْدُوْنَ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَ اَفْضَلُوا الْقَوْمِ وَ فِى الثَّانِىْ يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ نَحْوُ زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ وَالزَّيْدَانِ الْاَفْضَلَانِ وَالزَّيْدُوْنَ الْاَفْضَلُوْنَ وَ فِى الثَّالِثِ يَجِبُ كَوْنُهُ مُفْرَدًا مُذَكَّرًا اَبَدًا نَحْوُ زَيْدٌ وَهِنْدٌ وَالزَّيْدَانِ وَالْهِنْدَانِ وَالزَّيْدُوْنَ وَالْهِنْدَاتُ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو..................

اوراس کا قیاس یہ ہے کہ وہ فاعل کیلئے ہو جیسا کہ گذرا۔ اور مفعول کیلئے بھی آیا ہے مگر تھوڑا۔ جیسے اَعْذَرُ اور اَشْغَلُ اور اَشْهَرُ. اوراس کا استعمال تین وجہ پر ہے۔ یا مضاف ہو کر جیسے زيدٌ افضلُ الْقَوْمِ. یا معرفہ بلام جیسے زیدن الافضلُ. یا مِن کے ساتھ جیسے زید افضلُ مِنْ عَمْرٍو اور قسم اول میں مفرد لانا اور موصوف کے مطابق لانا جائز ہے جیسے زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَالزَّيْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَاَفْضَلَا الْقَوْمِ وَالزَّيْدُوْنَ اَفْضَلُ الْقَوْمِ وَاَفْضَلُوْا الْقَوْمِ اور قسم ثانی میں مطابقت واجب ہے جیسے زَيْدُنِ الْاَفْضَلُ وَالزَّيْدَانِ الْاَفْضَلَانِ وَالزَّيْدُوْنَ الْاَفْضَلُوْنَ. اور قسم ثالث میں ہمیشہ اس کا مفرد مذکر ہونا واجب ہے جیسے زيدٌ وهندٌ والزيدان والهندان والزيدون والهندات افضل من عمرو............

قولہ وَقِيَاسُهُ:- اور اسمِ تفضیل کا قیاسی استعمال یہ ہے کہ وہ تفضیلِ فاعل کیلئے ہو اِس لئے کہ زیادت فعل میں فاعل ہی کا اثر ہوتا ہے اور کبھی تفضیلِ مفعول کیلئے بھی آتا ہے جیسے اَشْهَرُ بمعنی مشہور تر۔ قولہ وَاسْتِعْمَالُهُ:- یعنی کلام عرب میں اسمِ تفضیل کا استعمال تین طرح آیا ہے۔(۱) مضاف ہو کر جیسے زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، اِس قسم میں اسمِ تفضیل کو صیغہ مفرد لانا جائز ہے خواہ اُس کا موصوف تثنیہ ہو یا جمع اور موصوف کے مطابق لانا بھی جائز ہے جیسا کہ متن کی مثالوں سے واضح ہے۔(۲) معرفہ بلام عہد جیسے زَيْدُ ، الْاَفْضَلُ، اِس قسم میں اسمِ تفضیل کی موصوف کے ساتھ مطابقت ضروری ہے۔(۳) مِنْ کے ساتھ جیسے زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو، اِس قسم میں اسمِ تفضیل کا ہمیشہ مفرد مذکر ہونا واجب ہے خواہ اُسکا موصوف تثنیہ ہو یا جمع مؤنث۔ فائدہ:- اسمِ تفضیل کے استعمال کے طرق ثلثہ میں سے اُس کا مِنْ کے ساتھ استعمال اصل ہے اور چونکہ اِس صورت میں اتصال مِنْ کی وجہ سے اسمِ تفضیل کا آخر وسط ہو جاتا ہے اِس لئے صیغہ، مفرد ہی رہے گا کہ وسطِ کلمہ صیغہ تثنیہ یا جمع کی علامت لاحق کرنے کی جگہ نہیں ہے اور اسمِ تفضیل مضاف کو مفرد لانا جائز ہے کہ اُس کو مُفَضَّل علیہ کے مذکور ہونے میں اسمِ تفضیل مستعمل بمِنْ کے ساتھ مشابہت ہے اور یہ اسمِ تفضیل مستعمل بمِنْ کے مخالف بھی ہے کہ مضاف ہے لہٰذا موصوف کے ساتھ مطابقت بھی جائز ہے اور اسمِ تفضیل مستعمل بلام میں موصوف کے ساتھ مطابقت ضروری ہے اِس لئے کہ اِس قسم میں مستعمل بمِنْ کے ساتھ مشابہت موجود نہیں ہے۔

وَعَلَى الْأَوْجُهِ الثَّلٰثَةِ يُضْمَرُ فِيْهِ الْفَاعِلُ وَهُوَ يَعْمَلُ فِيْ ذٰلِكَ الْمُضْمَرِ وَلَا يَعْمَلُ فِي الْمُظْهَرِ اَصْلًا اِلَّا فِيْ مِثْلِ قَوْلِهِمْ مَارَأَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْدٍ فَاِنَّ الْكُحْلَ فَاعِلٌ لِاَحْسَنَ وَهٰهُنَا بَحْثٌ

اور تینوں وجوہ پر اسمیں فاعل مضمر ہوگا اور وہ اسم تفضیل اس مضمر میں عمل کریگا اور مظہر میں بالکل عمل نہیں کرے گا مگر ان کے قول مارأیت رجلا احسن فی عینه الکحل منه فی عین زید کی مثل میں کیونکہ کحل احسن کا فاعل ہے اور اس جگہ بحث ہے

قولہ وَعَلَى الْأَوْجُهِ :-اور اسمِ تفضیل کے استعمال کے تینوں طریقوں پر اسمِ تفضیل میں ضمیرِ فاعل مستتر ہوتی ہے جس میں وہ عمل کرتا ہے اور اسمِ مظہر میں عمل نہیں کرتا بجز مَارَأَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِيْ عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِيْ عَيْنِ زَيْدٍ کے، کہ اِس میں اسمِ تفضیل (اَحْسَنَ) اسمِ ظاہر (اَلْكُحْلُ) میں عمل کررہا ہے۔ قولہ اَصْلًا :- لفظِ اَصْلًا، مضارع منفی کے بعد بمعنی اَبَدًا آتا ہے جیسے لَا يَعْمَلُ فِي الْمُظْهَرِ اَصْلًا میں اور ماضی منفی کے بعد بمعنی قَطُّ آتا ہے جیسے مَاضَرَبْتُهُ اَصْلًا اَيْ قَطُّ اور بہر تقدیر مفعول فیہ بنتا ہے۔ سوال:-زَيْدٌ اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا میں اسمِ تفضیل (اَكْثَرُ) نے مَالًا کو نصب دیا ہے لہٰذا یہ قول باطل ٹھہرا کہ اسمِ تفضیل مظہر میں عمل نہیں کرتا؟ جواب:- یہاں پر عمل سے صرف عملِ رفع مراد ہے یعنی اسمِ تفضیل اسمِ مظہر کو رفع نہیں کرتا۔ سوال:-مذکورہ مثال مَارَأَيْتُ اِلَخ میں اسمِ تفضیل نے اسمِ ظاہر کو رفع کیوں دیا ہے؟ جواب:-اِس لئے کہ اِس مثال میں اسمِ تفضیل کے اسمِ مظہر کو رفع دینے کی تینوں شرطیں پائی جاتی ہیں جو درج ذیل ہیں۔ شرطِ اوّل، یہ شرط دو باتوں کا مجموعہ ہے۔(۱) اسمِ تفضیل باعتبار لفظ کے ایک چیز کا وصف ہو (خواہ صفت ہو یا حال یا خبر) اور معنی کے اعتبار سے دوسری چیز کا وصف ہو جیسے گذشتہ مثال میں لفظِ اَحْسَنَ، اسمِ تفضیل ہے جو لفظ کے اعتبار سے رَجُلًا کا وصف (صفت) ہے اور معنی کے اعتبار سے اَلْكُحْلُ، کا وصف ہے کیونکہ اَلْكُحْلُ، فاعل ہے جس کی طرف اسمِ تفضیل مسند ہے۔(۲) وہ دوسری چیز پہلی چیز کا متعلق (بِکسرِ لام) ہو جیسے رَجُلًا، اَلْكُحْلُ کا متعلق ہے، اِسی وجہ سے رَجُلًا کو موصوف اور اَحْسَنَ، کو صفت بحال مُتَعَلِّقِهٖ کہا جاتا ہے۔ شرطِ دوم، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ دوسری چیز پہلی چیز میں بھی پائی جاتی ہو اور اُس کے غیر میں بھی اور پہلی چیز میں پائے جانے کے لحاظ سے مُفَضَّل ہو اور اُس کے غیر میں پائے جانے کے لحاظ سے مُفَضَّل علیہ ہو جیسا کہ مثالِ مذکور میں کُحْل (سرمہ) رَجُل کی آنکھ میں پایا جاتا ہے جو مفضل ہے اور زید کی آنکھ میں بھی پایا جاتا ہے اور یہ سرمہ مُفَضَّل علیہ ہے۔ شرطِ ثالث، تیسری شرط یہ ہے کہ اسمِ تفضیل منفی ہو اور مثالِ مذکور میں تفضیل کی نفی ہی مقصود ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ "میں نے نہیں دیکھا کوئی ایسا مرد جسکی آنکھ میں سرمہ زیادہ خوبصورت ہو زید کی آنکھ کے سرمہ سے" یعنی زید کی آنکھ کا سرمہ ہر ایک کی آنکھ کے سرمہ سے زیادہ خوبصورت ہے۔ سوال:-اسمِ ظاہر کو رفع کرنے کیلئے اسمِ تفضیل کا منفی ہونا کیوں شرط ہے؟ جواب:-اِس لئے کہ منفی ہونے کی صورت میں اسمِ تفضیل سے زیادت کے معنی زائل ہوجاتے ہیں اور وہ بمعنی فعل ہوجاتا ہے جیسا کہ مثالِ مذکور میں اَحْسَنَ، بمعنی حَسُنَ ہوگیا ہے پس وہ فعل کی مثل عمل کرنے لگتا ہے۔

اَلْقِسْمُ الثَّانِیْ فِی الْفِعْلِ وَقَدْ سَبَقَ تَعْرِیْفُہٗ وَاَقْسَامُہٗ ثَلٰثَۃٌ مَاضٍ وَ مُضَارِعٌ وَاَمْرٌ اَلْاَوَّلُ الْمَاضِیْ وَھُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰی زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِکَ وَھُوَ مَبْنِیٌّ عَلَی الْفَتْحِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ مَعَہٗ ضَمِیْرٌ مَرْفُوْعٌ مُتَحَرِّکٌ وَلَا وَاوٌ کَضَرَبَ وَ مَعَ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّکِ عَلَی السُّکُوْنِ کَضَرَبْتُ........................

قسم ثانی فعل کے بیان میں ہے۔اور تحقیق فعل کی تعریف گذر چکی ہے اور اسکی اقسام تین ہیں۔ماضی اور مضارع اور امر۔ پہلی قسم ماضی ہے اور ماضی وہ فعل ہے جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جو تیرے زمانے سے پہلے ہے۔اور وہ مبنی بر فتح ہے اگر اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ نہ ہو۔جیسے ضرب. اور ضمیر مرفوع کے ساتھ مبنی بر سکون ہے۔جیسے ضربت

﴾ معنی اور زمانہ کے اعتبار سے فعل کی تین قسمیں ہیں ماضی، مضارع اور امر۔ اِس لئے کہ فعل کا آخر عامل لفظی کے بغیر مفتوح ہوگا یا مرفوع یا موقوف پہلا فعل ماضی ہے دوسرا مضارع اور تیسرا امر۔ قولہ اَلْاَوَّلُ الْمَاضِیْ:-ماضی کو باعتبار اصل ہونے کے مقدم کیا کیونکہ مضارع ماضی سے بلا واسطہ اور امر بالواسطہ بنتا ہے نیز ماضی میں پایا جانے والا زمانہ مضارع وامر میں پائے جانے والے زمانے سے پہلے ہے اِس لئے ماضی کو مقدم کیا۔فعلِ ماضی وہ فعل ہے جو اُس زمانہ پر دلالت کرے جو تیرے زمانہ سے پہلے ہے۔ سوال:-فعلِ ماضی کی تعریف جامع نہیں ہے اِس لئے کہ یہ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ پر صادق نہیں ہے کیونکہ فعلِ ماضی ہونے کے باوجود اِس میں زمانہ استقبال ہے اور یہ تعریف مانع بھی نہیں ہے اِس لئے کہ لَمْ تَضْرِبْ پر صادق ہے کیونکہ اوّل مثال میں ضَرَبْتَ سے زمانہ ماضی مفہوم نہیں ہوتا ہے اور ثانی مثال میں لَمْ تَضْرِبْ ماضی نہیں ہے مگر اِسکی دلالت گذشتہ زمانہ پر ہے؟ جواب:-فعلِ ماضی کی تعریف میں دلالت سے وہ دلالت مراد ہے جو اصلِ وضع کے اعتبار سے ہو۔لہٰذا فعلِ ماضی کی تعریف جامع بھی ہے اور مانع بھی کیونکہ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ کی زمانہ استقبال پر دلالت، وضعی نہیں بلکہ حرفِ شرط کی وجہ سے عارضی ہے اور لَمْ تَضْرِبْ کی زمانہ گذشتہ پر دلالت بحسبِ وضع نہیں بلکہ حرفِ لَمْ کی وجہ سے ہے کیونکہ لَمْ مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ قولہ وَھُوَ مَبْنِیٌّ:-اور ماضی فتح پر مبنی ہوتی ہے اگر اُس کے آخر میں ضمیرِ مرفوع متحرک نہ ہو اور واؤ بھی نہ ہو جیسے ضَرَبَ۔ سوال:-دَعَا اور رَمٰی دونوں فعلِ ماضی ہیں اور ضمیرِ مذکور اور واؤ سے بھی مجرد ہیں لیکن فتح پر مبنی نہیں ہیں اِس کی کیا وجہ ہے؟ جواب:-فتح پر مبنی ہونا عام ہے کہ لفظاً ہو جیسے ضَرَبَ یا تقدیراً ہو یعنی اصل کے اعتبار سے جیسے دَعَا اور رَمٰی کہ یہ دونوں تقدیراً مبنی بر فتح ہیں اِس لئے کہ دَعَا اصل میں دَعَوَ اور رَمٰی اصل میں رَمَیَ تھا۔ قولہ وَمَعَ الضَّمِیْرِ:-اور ماضی ضمیرِ مرفوع متحرک کیساتھ مبنی عَلَی السُّکُوْنِ ہوتی ہے جیسے ضَرَبْتَ تا کہ بمنزلہ کلمہ واحدہ میں متواتر اور پے در پے چار حرکتیں لازم نہ آئیں جو بوجہِ ثقل جائز نہیں اور سکون بنا میں اصل ہے۔

وَعَلَى الضَّمِّ مَعَ الْوَاوِ كَضَرَبُوْا وَالثَّانِيْ الْمُضَارِعُ وَهُوَ فِعْلٌ يَشْبَهُ الْاِسْمَ بِاِحْدٰى حُرُوْفِ اَتَيْنَ فِي اَوَّلِهٖ لَفْظًا فِيْ اِتِّفَاقِ الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ نَحْوُ يَضْرِبُ وَ يَسْتَخْرِجُ كَضَارِبٍ وَمُسْتَخْرِجٍ وَفِيْ دُخُوْلِ لَامِ التَّاكِيْدِ فِيْ اَوَّلِهِمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَيَقُوْمُ كَمَا تَقُوْلُ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ وَ فِيْ تَسَاوِيْهِمَا فِيْ عَدَدِ

اور مبنی بر ضم ہے واؤ کے ساتھ۔جیسے ضربوا۔اور دوسری قسم مضارع ہے۔اور مضارع وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہو حروف اتین میں سے کسی ایک کے اس کے اول میں آنے کی وجہ سے خواہ وہ مشابہت لفظی ہو حرکات وسکنات کے متفق ہونے میں۔جیسے یضرب اور یستخرج ضاربٌ اور مستخرج کی مثل ہیں۔اور ان دونوں کے اول میں لام تاکید کے دخول میں۔تم کہو گے: اِنَّ زَیْداً لیقوم جس طرح کہ تم کہتے ہو اِنَّ زَیداً لَقَائِمٌ ۔اور عدد حروف کے اندر

قولہ وَعَلَى الضَّمِّ:-اور ماضی مبنی عَلَى الضَّمِّ ہوتی ہے اگر اُس کے آخر میں واؤ ہو جیسے ضَرَبُوْا۔ فائدہ:-جب تین شرطیں پائی جائیں تو واؤ کے بعد خطِ قیاسی میں الف لکھا جاتا ہے۔(۱) واؤ ضمیرِ جمع ہو۔(۲) وہ کلمہ فعل ہو۔(۳) واؤ طرف میں واقع ہو جیسے ضَرَبُوْا کہ اِس میں تینوں شرطیں موجود ہیں لیکن مصحفِ عثمانی میں طرف میں واقع ہونے والے ہر واؤ کے بعد الف لکھا جاتا ہے جو بعض کوفیین کا مختار ہے۔ سوال:-ماضی کا آخر مبنی بر فتح کیوں ہوتا ہے؟ جواب:-ماضی کا آخر مبنی تو اِس لئے ہوتا ہے کہ فعل میں اصل بنا ہے اور فتح پر مبنی اِس لئے کہ فتح خفیف حرکت ہے لیکن اتصالِ ضمیر کے وقت توالی اربع حرکات سے بچنے کیلئے ماضی کا آخر مبنی عَلَى السُّكُوْنِ ہوتا ہے اور واؤ ضمیر کے ساتھ واؤ کی رعایت میں کہ واؤ ماقبل کا ضمہ چاہتا ہے اِس لئے ماضی کا آخر مبنی بر ضم ہوتا ہے۔ قولہ وَالثَّانِيْ:-فعل کی قسمِ ثانی فعلِ مضارع ہے مصنف نے ماخذِ اَمر ہونے کی وجہ سے مضارع کو اَمر پر مقدم کیا ہے۔ فائدہ:-مضارع لغت میں بمعنی مشابہ ہے اور اِصطلاح میں مضارع وہ فعل ہے جو حروفِ اَتین میں سے کسی ایک حرف کے ماضی کے اوّل میں آنے کی وجہ سے اسم کے مشابہ ہو جائے چونکہ اِس تعریف سے وجہِ تسمیہ بھی معلوم ہوتی ہے اِس لئے مشہور تعریف سے عدول کیا ہے اور یہ تعریف اختیار کی ہے۔ قولہ لَفْظًا:-یہ بنا بر تمیز منصوب ہے اور اِسی طرح مَعْنًى بھی اِس پر معطوف ہو کر منصوب ہے اَیْ مِنْ حَيْثُ اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰى یعنی مضارع کو اِسم کے ساتھ باعتبار لفظ کے مشابہت ہے ایک تو حرکات وسکنات میں یعنی اسمِ فاعل میں جتنے حرف متحرک اور ساکن ہوتے ہیں مضارع میں بھی اُتنے متحرک اور ساکن ہوتے ہیں جیسے ضَارِبٌ اور يَضْرِبُ۔ دوم ،دخولِ لامِ تاکید میں یعنی دونوں کے اوّل میں لامِ تاکید آتا ہے جیسے اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ اور اِنَّ زَيْدًا لَيَقُوْمُ۔ سوم،تعداد

الْحُرُوْفِ وَ مَعْنًى فِيْ اَنَّهٗ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْحَالِ وَ الْاِسْتِقْبَالِ كَاِسْمِ الْفَاعِلِ وَ لِذٰلِكَ سَمَّوْهُ مُضَارِعًا وَ السِّيْنُ وَ سَوْفَ تُخَصِّصُهٗ بِالْاِسْتِقْبَالِ نَحْوُ سَيَضْرِبُ وَ سَوْفَ يَضْرِبُ وَ اللَّامُ الْمَفْتُوْحَةُ بِالْحَالِ نَحْوُ لَيَضْرِبُ وَحُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِي الرُّبَاعِيْ نَحْوُ يُدَحْرِجُ وَ يُخْرِجُ لِاَنَّ اَصْلَهٗ يُاَخْرِجُ وَ مَفْتُوْحَةٌ فِيْ مَاعَدَاهُ كَيَضْرِبُ وَ يَسْتَخْرِجُ..........

انکے برابر ہونے میں۔اور خواہ وہ مشابہت معنوی ہواس بات میں کہ فعل مضارع حال واستقبال کے اندر مشترک ہے اسم فاعل کی مثل اوراسی وجہ سے انہوں نے اس کا نام مضارع رکھا ہے۔اور سین وسوف مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کردیتے ہیں۔جیسے سیضرب اورسوف یضرب. اورلام مفتوحہ حال کے ساتھ خاص کردیتا ہے۔جیسے لیضرب. اورحروف مضارع رباعی میں مضموم ہوتے ہیں جیسے یُدحرج اوریُخرج. اس لیے کہ اس کا اصل یُاَخرِجُ ہے۔اور رباعی کے ماسوامیں مفتوح ہوتے ہیں۔جیسے یَضْرِبُ اوریَسْتَخْرِجُ..........

حروف میں کہ دونوں کے حروف کی تعداد برابر ہوتی ہے جیسے ضَارِبٌ میں چار حرف ہیں تو یَضْرِبُ میں بھی چار حرف ہیں اور مشابہتِ معنویہ یہ ہے کہ مضارع،اسمِ فاعل کی مثل زمانہ حال اوراستقبال میں مشترک ہے اور اِسی مشابہتِ مذکورہ کی وجہ سے فعل کی اِس قسم کومضارع کہتے ہیں۔فائدہ:-نکرہ کی صفت واقع ہونے میں بھی مضارع اسمِ فاعل کے مشابہ ہے جس کو برائے اختصار ذکرنہیں کیا۔ قولہ وَالسِّیْــــنُ:-یعنی سین اورسوف مضارع پرداخل ہوکر اُس کواستقبال کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں جیسے سَیَضْرِبُ ،وہ عنقریب مارے گا۔اورلامِ مفتوحہ زمانہ حال کے ساتھ جیسے لَیَضْرِبُ، وہ مارتا ہے۔ سوال:-لام اگرحال کیلئے ہے تو اُسکوسوف کے ساتھ نہیں آنا چاہئے حالانکہ قرآنِ کریم میں یہ دونوں ایک ساتھ آئے ہیں،ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔؟ جواب:-لام دومعنی کا افادہ کرتا ہے۔اوّل تاکید کا،دوم زمانہ حال کے ساتھ تخصیص کا اورارشادِ مذکورمیں لام صرف تاکید کیلئے ہے زمانہ حال کے ساتھ تخصیص کا افادہ نہیں کرتا لہٰذا سین اورلام کا اجتماع درست ہے۔قولہ وَحُــرُوْفُ:-اورحروف مضارع جن کوعلامتِ مضارع اورحروفِ اَتَیْنَ بھی کہتے ہیں چار ہیں۔یہ حروف ماضی چارحرفی کے مضارع معلوم میں مضموم ہوتے ہیں جیسے یُــدَحْـــرِجُ جسکی ماضی دَحْرَجَ ہے اوریُخْرِجُ جواصل میں یُأَخْرِجُ تھا اور ماضی چارحرفی کے غیر میں مفتوح ہوتے ہیں جیسے یَضْرِبُ،یَسْتَخْرِجُ ،اوّل کی ماضی ضَرَبَ سہ حرفی ہے اور ثانی کی ماضی اِسْتَخْرَجَ چھ حرفی ہے۔

وَ اِنَّمَا اَعْرَبُوْہُ مَعَ اَنَّ اَصْلَ الْفِعْلِ الْبِنَاءُ لِمُضَارَعَتِہٖ اَیْ لِمُشَابَھَتِہِ الْاِسْمَ فِیْ مَاعَرَفْتَ وَاَصْلُ الْاِسْمِ الْاِعْرَابُ وَذٰلِکَ اِذَا لَمْ یَتَّصِلْ بِہٖ نُوْنُ تَاکِیْدٍ وَ لَا نُوْنُ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ وَاِعْرَابُہٗ ثَلٰثَۃُ اَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَ نَصْبٌ وَ جَزْمٌ نَحْوُ ھُوَ یَضْرِبُ وَ لَنْ یَّضْرِبَ وَلَمْ یَضْرِبْ **فَصْلٌ** فِیْ اَصْنَافِ اِعْرَابِ الْفِعْلِ وَ ھِیَ اَرْبَعَۃٌ اَلْاَوَّلُ

اور نحویوں نے مضارع کو معرب بنا دیا ہے باوجودیکہ فعل کا اصل مبنی ہونا ہے بوجہ اس کی مضارعت یعنی مشابہت کے اسم کے ساتھ اس میں جو تم نے جانا۔ اور اسم کا اصل معرب ہونا ہے اور وہ معرب ہونا مضارع کا اس وقت ہے جب اس کے ساتھ تاکید کا نون اور جمع مؤنث کا نون متصل نہ ہو۔ اور مضارع کے اعراب تین قسم پر ہیں۔ رفع، نصب اور جزم۔ جیسے ھو یضرب اور لن یضرب اور لم یضرب. یہ فصل فعل کے اعراب کی اقسام میں ہے۔ اور وہ چار ہیں اول

<u>قولہ وَاِنَّمَا اَعْرَبُوْا</u>:۔ یعنی مضارع فعل ہے اور فعل میں اصل اگرچہ بنا ہے لیکن نُحات نے مضارع کو اسم کے ساتھ مشابہتِ مذکورہ کی وجہ سے معرب کر دیا ہے اور اسم میں اصل اعراب ہے۔ واضح رہے کہ مضارع معرب اُسوقت ہوگا جبکہ اُس کے ساتھ نونِ تاکید اور نونِ جمع مؤنث غائب وحاضر لاحق نہ ہو اور نونہائے مذکورہ کے ساتھ مضارع مبنی ہوگا اِس لئے کہ اتصالِ نون سے مضارع کا آخر وسط ہو جاتا ہے جو محلِ اعراب نہیں اور نون کلمہ کا آخر نہیں ہے اِس لئے اُس پر بھی اعراب نہیں آسکتا۔ <u>فائدہ</u>:۔ فعل میں اصل بنا ہے اِس لئے کہ معانی ثلٰثہ یعنی معنٰی فاعلیت، مفعولیت اور اضافت فعل میں نہیں پائے جاتے وہی معانی مقتضئ اعراب ہیں لہٰذا فعل مبنی ہوتا ہے۔ <u>قولہ وَاِعْـرَابُـہٗ</u>:۔ فعلِ مضارع کے اعراب تین ہیں۔ (۱) رفع (۲) نصب۔ (۳) جزم۔ جیسے ھُوَیَضْرِبُ یہ حالتِ رفع کی مثال ہے اور لَنْ یَّضْرِبَ یہ حالتِ نصب کی مثال ہے اور لَمْ یَضْرِبْ یہ حالتِ جزم کی مثال ہے۔ <u>قولہ فِیْ اَصْنَافِ</u>:۔ اَصْنَافٌ، صِنْفٌ کی جمع ہے بمعنٰی قسم یعنی یہ فصل فعلِ مضارع کے اعراب کے اقسام کے بیان میں ہے اور وہ چار ہیں۔ (۱) رفع ضمہ کے ساتھ، نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ۔ یہ اعراب اُس مضارع کا ہے جو مفرد ہو اور ضمیر بارز سے خالی ہو اور صیغہ واحد مؤنث مخاطب بھی نہ ہو جیسے ھُوَ یَنْصُرُ، ھِیَ تَسْمَعُ، اَنْتَ تَفْتَحُ، اَنَا اَضْرِبُ اور نَحْنُ نَعْلَمُ۔ (۲) رفع نونِ اعرابی کے ساتھ اور نصب وجزم حذف نون کے ساتھ۔ اعراب کی یہ قسم صیغہ تثنیہ، جمع اور واحد مؤنث مخاطب کے ساتھ مختص ہے خواہ صحیح ہوں یا غیر صحیح۔ جیسے ھُمَا یَفْعَلَانِ وغیرہ۔ (۳) رفع ضمہ تقدیری، نصب فتحہ لفظی اور جزم حذف لام کے ساتھ، یہ ناقص واوی اور یائی کے ساتھ مختص ہے جو تثنیہ، جمع اور صیغہ مخاطبہ نہ ہو۔ (۴) رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ، نصب تقدیری فتحہ کے ساتھ اور جزم حذفِ لام کے ساتھ اور یہ قسم ناقصِ اَلفی کے ساتھ مختص ہے درانحالیکہ وہ صیغہ تثنیہ، جمع اور واحد مؤنث مخاطب نہ ہو جیسے ھُوَ یَسْعٰی الخ۔

اَنْ يَكُوْنَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَ الْجَزْمُ بِالسُّكُوْنِ وَ يُخْتَصُّ بِالْمُفْرَدِ الصَّحِيْحِ غَيْرِ الْمُخَاطَبَةِ تَقُوْلُ هُوَ يَضْرِبُ وَ لَنْ يَّضْرِبَ وَ لَمْ يَضْرِبْ وَالثَّانِىْ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِثُبُوْتِ النُّوْنِ وَ النَّصْبُ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِهَا وَ يُخْتَصُّ بِالتَّثْنِيَةِ وَ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَالْمُفْرَدَةِ الْمُخَاطَبَةِ صَحِيْحًا كَانَ اَوْ غَيْرَهٗ تَقُوْلُ هُمَا يَفْعَلَانِ وَ هُمْ يَفْعَلُوْنَ وَاَنْتِ تَفْعَلِيْنَ وَ لَن يَّفْعَلَا وَ لَن يَّفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلِىْ وَ لَمْ تَفْعَلَا وَ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ لَمْ تَفْعَلِىْ وَ الثَّالِث اَن يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَ النَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَ يُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْيَائِىِّ وَالْوَاوِىِّ غَيْرَ تَثْنِيَةٍ وجَمْعٍ وَمُخَاطَبَةٍ تَقُوْلُ هُوَ يَرْمِىْ وَ يَغْزُوْ وَ لَنْ يَّرْمِىَ وَ يَغْزُوَ وَ لَمْ يَرْمِ وَ يَغْزُ وَالرَّابِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَيُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْاَلِفِىِّ غَيْرَ تَثْنِيَةٍ وَ جَمْعٍ وَ مُخَاطَبَةٍ نَحْوُ هُوَ يَسْعٰى وَلَنْ يَّسْعٰى وَلَمْ يَسْعَ

یہ کہ رفع ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ اور یہ قسم مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے ساتھ مختص ہے۔ تم کہو گے: هُوَ يَضْرِبُ اور لَنْ يَّضْرِبَ اور لَمْ يَضْرِبْ۔ اور ثانی یہ کہ رفع ثبوت نون کے ساتھ اور نصب و جزم حذف نون کے ساتھ۔ اور یہ اعراب تثنیہ اور جمع مذکر اور مفرد مخاطبہ کے ساتھ مختص کیا گیا ہے۔ خواہ صحیح ہو یا غیر صحیح۔ تم کہو گے: هُمَا يفعلان هم يفعلون وانتِ تفعلين ولن يفعلا ولن يفعلوا ولن تفعلى ولم تفعلا ولم تفعلوا ولم تفعلى اور تیسری قسم یہ ہے کہ رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب و جزم حذف لام کے ساتھ ہو اور یہ اعراب ناقص یائی اور واوی کے ساتھ مختص ہے اس حال میں کہ وہ تثنیہ اور جمع اور مخاطبہ کا غیر ہو۔ تم کہو گے: هو يرمى ويغزو ولن يرمىَ ويغزوَ ولم يرم ويغز۔ اور چوتھی قسم یہ ہے کہ رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ ہو اور نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ۔ اور یہ قسم ناقص الفی کے ساتھ مختص ہے دراں حالیکہ تثنیہ اور جمع اور مخاطبہ کا غیر ہو۔ جیسے هو يسعى ولن يسعى ولم يسع۔

فَصْلٌ اَلْمَرْفُوْعُ عَامِلُهٗ مَعْنَوِيٌّ وَهُوَ تَجَرُّدُهٗ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ هُوَ يَضْرِبُ وَيَغْزُوْ وَيَرْمِيْ وَيَسْعٰى فَصْلٌ اَلْمَنْصُوْبُ عَامِلُهٗ خَمْسَةُ اَحْرُفٍ اَنْ

(فصل) مضارع مرفوع اس کا عامل معنوی ہے اور وہ مضارع کا ناصب و جازم سے خالی ہونا ہے جیسے ھو یضرب ویغزو ویرمی ویسعی. (فصل) مضارع منصوب کے عامل پانچ حرف ہیں: اَنْ.........

قولہ اَلْمَرْفُوْعُ:- مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہے اور وہ عامل معنوی مضارع کا ناصب اور جازم سے خالی ہونا ہے جیسے هُوَ يَضْرِبُ۔ وَالْعَامِلُ الْمَعْنَوِيُّ مَا يُعْرَفُ بِالْقَلْبِ وَلَيْسَ لِلِّسَانِ فِيْهِ حَظٌّ ۔ یعنی عامل معنوی وہ ہے جو دل سے جانا جائے اور زبان اُس کا تلفظ نہ کرے۔ فائدہ:- مضارع کا عامل معنوی کی وجہ سے مرفوع ہونا یہ نُحات کوفہ کا مذہب ہے اور نُحات بصرہ کے نزدیک مضارع کا اِسم کی جگہ واقع ہونا مضارع رافع ہے جیسے زَيْدٌ يَضْرِبُ کا مضارع زَيْدٌ ضَارِبٌ کے اسم کی جگہ واقع ہے اور کسائی کے نزدیک علامات مضارع (اَتَيْنَ) رافع ہیں کیونکہ مضارع کے اصل یعنی ماضی میں رفع نہیں ہے۔ بلکہ علامت مضارع کے اضافہ کے بعد رفع آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ خود علامتِ مضارع اُس کی رافع ہے۔ سوال:- مصنف نے نُحات کوفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا؟ جواب:- اِس لئے کہ نُحات بصرہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جہاں اِسم نہیں آسکتا اگر وہاں مضارع آجائے تو اُس کا رافع کیا ہوگا مثلاً اَلَّذِيْ يَضْرِبُ میں فعل مضارع صلہ واقع ہو رہا ہے اِس جگہ اسمِ فاعل نہیں آسکتا کہ اسمِ فاعل صلہ نہیں ہوتا بلکہ صلہ جملہ ہوتا ہے۔ فائدہ:- عاملِ لفظی اُس کو کہتے ہیں کہ جس کا زبان سے تلفظ ہو سکے یا اُس پر دلالت کرنے والے کا تلفظ ہو سکے (جیسے اَنْ ناصبہ، کا بعض صورتوں میں تلفظ ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں تلفظ نہیں ہوسکتا) مثلاً جب حَتّٰی کے بعد مقدر ہو اِس صورت میں حَتّٰی جو اُس (اَنْ مقدرہ) پر دلالت کرتا ہے اُس کا تلفظ ہوتا ہے لہٰذا یہ اَنْ مقدرہ بھی عاملِ لفظی ہوا اور جو اِس طرح نہ ہو یعنی نہ خود متلفظ ہو نہ اُس پر دلالت کرنے والا وہ عاملِ معنوی ہوتا ہے جیسے فعلِ مضارع کا ناصب اور جازم سے خالی ہونا۔ چونکہ اِس کا تلفظ نہیں ہوسکتا اِس لئے یہ عاملِ معنوی ہے۔ قولہ اَلْمَنْصُوْبُ:- مضارع منصوب کے عامل پانچ حرف ہیں۔ (۱) اَنْ، یہ مضارع کے نواصب میں اصل ہے اور باقی حروف ناصبہ اِس پر محمول ہو کر نصب کرتے ہیں۔ فائدہ:- کلمہ اَنْ دو قسم پر ہے۔ (۱) اسم۔ (۲) حرف ۔ اَنْ، اسمیہ ضمیرِ متکلم ہوتا ہے جیسے اَنْ فَعَلْتُ اور تلفظ میں اَنْ، کے نون کو فتح دینا اور کتابت میں الف کا اضافہ کرنا کثیر الاستعمال ہے یعنی اَنَا، کہنا تاکہ اَنْ حرفیہ سے التباس نہ ہو۔ اور اَنْ، ضمیر مخاطب بھی ہوتا ہے چنانچہ جمہور کے نزدیک اَنْتَ، اَنْتُمَا اِلَخ میں ضمیر اَنْ ہے اور تاء حرفِ خطاب ہے۔ اور اَنْ حرفیہ کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) زائدہ جیسے لَمَّا اَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا، میں اَنْ زائدہ ہے۔ (۲) اَنْ، مُخَفَّفَةٌ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ جیسے عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ ۔ (۳) حرفِ تفسیر، جب ایسے فعل کے بعد واقع ہو جو معنی قول کو متضمن ہے جیسے وَنَادَيْنَاهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ۔ (۴) اَنْ مصدریہ۔ فائدہ:- اَنْ ناصبہ، اَنْ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ کی مشابہتِ لفظی و معنوی کی وجہ سے عمل کرتا ہے۔ مشابہت لفظی تو واضح ہے اور مشابہتِ معنوی اِس طرح ہے کہ یہ دونوں اپنے مدخول کے ساتھ مصدر کی تاویل میں ہو جاتے ہیں۔

وَ لَنْ وَ كَيْ وَ اِذَنْ وَاَنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ اُرِيْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَيَّ وَاَنَا لَنْ اَضْرِبَكَ وَاَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَ اِذَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ وَ تُقَدَّرُ اَنْ فِيْ سَبْعَةِ مَوَاضِعَ بَعْدَ حَتّٰى نَحْوُ اَسْلَمْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ..........................

اورلَنْ اور كَيْ اوراِذَنْ اوراَنْ مقدرہ۔ جیسے اُرِيْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَيَّ وَاَنَا لَنْ اَضْرِبَكَ وَاَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَاِذَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ. اوران سات جگہ مقدر کیا جاتا ہے۔ حتی کے بعد جیسے اَسْلَمْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ.

(۲) لَنْ، یہ مضارع کو نصب کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کو نفی مؤکد مستقبل کے معنٰی میں کر دیتا ہے اور سیبویہ کے نزدیک یہ مستقل حرف ہے اور فراء کے نزدیک اِس کا نون الف سے بدلا ہوا ہے یعنی اصل میں لَا، تھا۔ فائدہ:۔ فراء کا مذکورہ بالا قول بدو وجہ ضعیف ہے۔ اوّل، اِس لئے کہ لَا (مطلق) نفی کے لئے ہے اور لَنْ نفی تاکید کیلئے تو لَنْ میں زیادتی فی المعنی کہاں سے آ گئی۔ جب کہ کوئی حرف بڑھانے سے تو معنٰی میں زیادتی ہوتی ہے لیکن ایک حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ تبدیل کرنے سے معنٰی میں زیادتی نہیں آتی۔ دوم، اِس لئے کہ اَلف کو نون کر دینا متعارف نہیں بلکہ نون کو اَلف کرنا متعارف ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے لَنَسْفَعًا جو اصل میں لَنَسْفَعَنْ تھا۔ (۳) كَيْ، یہ سببیت کیلئے ہے یعنی اِس کا ماقبل مابعد کیلئے سبب ہوتا ہے جیسے اَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ، میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہوں۔ فائدہ:۔ کلمہ كَيْ میں تین مذہب ہیں۔ (۱) اَخفش کے نزدیک یہ ہمیشہ حرفِ جر ہوتا ہے اور اِس کا مابعد بتقدیرِ اَنْ منصوب ہوتا ہے اور کبھی اَنْ، مذکور بھی ہوتا ہے جیسے جِئْتُ كَيْ اَنْ تُكْرِمَنِيْ۔ (۲) نُحاتِ کوفہ کے نزدیک كَيْ بمعنٰی اَنْ ناصبہ خود فعل کا ناصب ہے۔ (۳) نُحاتِ بصرہ کے نزدیک كَيْ حرف جر اور حرفِ ناصب ہونے میں مشترک ہے پس جِئْتُ كَيْ اَنْ تُكْرِمَنِيْ میں حرفِ جر ہے اور قولِ باری تعالیٰ لِكَيْلَا تَأْسَوْا میں حرف ناصب ہے اور اَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ میں حرفِ جر بھی ہو سکتا ہے اور حرفِ ناصب بمعنٰی لام تعلیلیہ بھی۔ (۴) اِذَنْ، جمہور کے نزدیک یہ حرفِ بسیط ہے اور خلیل کے نزدیک اِذْ اور اَنْ سے مرکب ہے، ہمزہ کی حرکت ماقبل کو دینے کے بعد ہمزہ کے ساقط ہو جانے سے اِذَنْ بنا۔ فائدہ:۔ اِذَنْ، کا رسم الخط نون کے ساتھ مبرد کے نزدیک ہے اور جمہور کے نزدیک الف کے ساتھ (اِذًا) لکھا جائے گا یعنی وقف کیوجہ سے نون، الف ہو جائے گا۔ (۵) اَنْ مقدرہ، اور یہ اَنْ سات جگہ مقدر ہوتا جن کی تفصیل متن میں موجود ہے۔ سوال:۔ کلمہ حَتّٰى، لامِ كَيْ اور لامِ جحد کے بعد اَنْ کیوں مقدر مانا جاتا ہے؟ جواب:۔ اِس لئے کہ یہ تینوں حروفِ جارہ ہیں جو اِسم پر داخل ہوتے ہیں لہٰذا اِن کے بعد اَنْ مقدر مانا گیا تا کہ اَنْ بمع فعل مصدر کی تاویل میں ہو جائے اور حروفِ جارہ کا مدخول بن سکے۔

وَلَامِ كَيْ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ لِيَذْهَبَ وَ لَامِ الْجَحْدِ نَحْوُ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ الْفَاءِ الْوَاقِعَةِ فِيْ جَوَابِ الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْيِ وَالتَّمَنِّيْ وَالْعَرْضِ نَحْوُ اَسْلِمْ فَتَسْلِمَ وَ لَا تَعْصِ فَتُعَذَّبَ وَهَلْ تَعَلَّمُ فَتَنْجُوَ وَ مَاتَزُوْرُنَا فَنُكْرِمَكَ وَلَيْتَ لِيْ مَالًا فَاُنْفِقَهٗ وَاَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا وَ بَعْدَ الْوَاوِ الْوَاقِعَةِ فِيْ جَوَابِ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ كَذٰلِكَ نَحْوُ اَسْلِمْ وَ تَسْلَمَ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَبَعْدَ اَوْ بِمَعْنٰى اِلٰى اَنْ اَوْاِلَّا اَنْ نَحْوُ لَاَحْبِسَنَّكَ اَوْ تُعْطِيَنِيْ حَقِّيْ..............

اورلام کی کے بعد جیسے قَامَ زَيْدٌ لِيَذْهَبَ. اورلام جحد کے بعد جیسے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ اورفاء کے بعد جوامر اور نہی اور استفہام اورنفی اور تمنی اور عرض کے جواب میں واقع ہو۔ جیسے اَسْلِمْ فَتَسْلِمَ ولا تَعْصِ فتُعَذَّبَ وهل تَعَلَّمُ فتنجُو وماتزورُنا فنكرِمَكَ وليتَ لى مالاً فانفقه والا تنزِلُ بنا فتُصِيبَ خيراً. اوراس واؤ کے بعد جوان مواضع کے جواب میں واقع ہے اسی طرح جیسے اَسْلِمْ وَتَسْلِمَ الى اخره اوراس او کے بعد جوالی ان یا الا ان کے معنی میں ہو جیسے لَاَحْبِسَنَّكَ اَوْ تُعْطِيَنِيْ حَقِّيْ..........

فائدہ:-کلمہ اَنْ مضارع کومصدر کی تاویل میں کر دیتا ہے یا اَنْ بمع مضارع بتاویلِ مصدر ہوتا ہے۔صحیح یہ ہے کہ اَنْ اور مضارع کا مجموعہ بمعنی مصدر ہو جاتا ہے جیسا کہ نحو میر میں ہے ''اَنْ با فعل بمعنی مصدر باشد'' کیونکہ اگر صرف مضارع بمعنی مصدر ہو جائے تو اَنْ کا دخول مصدر پر ہو جائے گا حالانکہ وہ فعل پر داخل ہوتا ہے اور یہ بھی لازم آئے گا کہ اِس اَنْ پر حرفِ جر کا دخول درست نہ ہو کہ حرفِ جر اسم پر داخل ہوتا ہے اور یہ اسم نہیں ہے۔لیکن اگر اَنْ اور فعل کا مجموعہ بمعنی مصدر ہو جائے تو کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی (البشیر)۔ قولہ وَالْفَاءِ:-یعنی امر وغیرہ کے جواب میں واقع فاء کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے اور اُس واؤ کے بعد بھی جو مذکورہ چھ چیزوں میں سے کسی کے جواب میں واقع ہو، وجہِ تقدیرِ اَنْ یہ ہے کہ فاء اور واؤ دونوں حرف ہیں جنکا ماقبل جملہ انشائیہ ہے اور مابعد جملہ خبریہ اور جملہ خبریہ کا عطف انشائیہ پر جائز نہیں لہٰذا کلمہ اَنْ مقدر مانا تاکہ مضارع بمع اَنْ بتاویلِ مصدر ہو جائے اور اِس مصدر کا عطف اُس مصدر پر ہو جائے جو جملہ انشائیہ سے مفہوم ہوتا ہے اور یہ عطف از قبیلِ عَطْفُ الْمُفْرَدِ عَلَى الْمُفْرَدِ بن جائے۔ قولہ وَبَعْدَاَوْ:-اور اَنْ مقدر ہوتا ہے لفظِ اَوْ کے بعد جو بمعنی اِلٰی یا اِلَّا ہو۔وجہِ تقدیر یہ ہے کہ اِلٰی کا مابعد مجرور اور اِلَّا کا مابعد مستثنیٰ ہوتا ہے اور مجرور یا مستثنیٰ اسم ہوتا ہے۔ فائدہ:-مصنف کے قول اَوْ بمعنی اِلٰی اَنْ سے مراد یہ نہیں کہ کلمہ اَوْ، اِلٰی اَنْ یا اِلَّا اَنْ کے مجموعہ کے معنی میں ہوتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اَوْ بمعنی اِلٰی ہوتا ہے جس کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے یا بمعنی اِلَّا ہوتا ہے جس کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے۔

وَوَاوِ الْعَطْفِ اِذَا کَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَیْهِ اِسْمًا صَرِیْحًا نَحْوُ اَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ وَتَخْرُجَ وَیَجُوْزُ اِظْهَارُ اَنْ مَعَ لَامِ کَیْ نَحْوُ اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَعَ وَاوِ الْعَطْفِ نَحْوُ اَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ وَاَنْ تَخْرُجَ وَیَجِبُ اِظْهَارُ اَنْ فِیْ لَامِ کَیْ اِذَا اتَّصَلَتْ بِلَا النَّافِیَةِ نَحْوُ لِئَلَّا یَعْلَمَ وَاعْلَمْ اَنَّ اَنِ الْوَاقِعَةَ بَعْدَ الْعِلْمِ لَیْسَتْ هِیَ النَّاصِبَةُ لِلْفِعْلِ الْمُضَارِعِ وَاِنَّمَا هِیَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنْ..

اورواوعطف کے بعد جبکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے اَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ وَتَخْرُجَ. اورلام کی کے ساتھ ان کا اظہار جائز ہے۔ جیسے اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ اورواوعطف کے ساتھ جیسے اَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ وَاَنْ تَخْرُجَ اوران کا ظاہر کرنا واجب ہے لام کی میں جبکہ وہ لا نافیہ سے مل جائے۔ جیسے لِئَلَّا یَعْلَمَ. اور جان لیجئے کہ بے شک علم کے بعد واقع ہونے والا ان ناصبہ للمضارع نہیں اور بیشک وہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ جیسے عَلِمْتُ اَنْ..

قولہ وَوَاوِ الْعَطْفِ :-واوعطف کے بعد جب کہ معطوف علیہ اسمِ صریح ہولفظِ اَنْ مقدر ہوتا ہے وجہِ تقدیر صحتِ عطف ہے یعنی فعل کا عطف اسم پر اور جملہ کا عطف مفرد پر صحیح نہیں لیکن لفظِ اَنْ مقدر ماننے سے عطف صحیح ہو جائے گا کیونکہ یہ جملہ اَنْ کے ساتھ بتاویلِ مفرد ہو جائے گا۔ فائدہ:-مصنف علیہ الرحمۃ اگر بَعْدَ حَرْفِ الْعَطْفِ فرماتے تو یہ بہتر تھا اِس لئے کہ واوٴ کے علاوہ دیگر حروفِ عطف کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جس کی وجہ سے فعلِ مضارع منصوب ہو جاتا ہے۔ قولہ وَیَجُوْزُ:-اور لام کَیْ کے ساتھ اَنْ کا اظہار بھی جائز ہے اِس لئے کہ یہ لام اسمِ صریح پر داخل ہوتا ہے جیسے جِئْتُکَ لِلْاِکْرَامِ لہٰذا لامِ کَیْ، اَنْ مَعَ الفعل پر بھی داخل ہوگا کیونکہ فعل بمع اَنْ اسم کی تقدیر میں ہوتا ہے۔ فائدہ:-لام کَیْ کے ملحق مثلاً لام زائدہ اور حروف عطف جو مضارع کا اسمِ صریح پر عطف کرتے ہیں اُن کے ساتھ بھی اَنْ کا اظہار جائز ہے کیونکہ یہ بھی اسمِ صریح پر داخل ہوتے ہیں۔ قولہ وَیَجِبُ :-لام کَیْ جب لا نافیہ سے متصل ہو تو اُس میں اظہار اَنْ واجب ہے جیسے لِئَلَّا یَعْلَمَ کیونکہ بصورتِ عدمِ اظہار دو لاموں کا اجتماع لازم آئیگا جو زبان پر ثقیل ہوگا۔ قولہ اِعْلَمْ:-مصنف علیہ الرحمۃ اَنْ ناصبہ کے بیان کے بعد ایک ایسے اَنْ کا بیان کرتے ہیں جو فعلِ مضارع کو نصب نہیں کرتا کیونکہ وہ اَنْ ناصبہ نہیں ہوتا بلکہ اَنَّ کا مخفف ہوتا ہے جیسے عَلِمْتُ اَنْ

سَيَقُوْمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰی وَاَنِ الْوَاقِعَةَ بَعْدَ الظَّنِّ جَائِزٌ فِيْهِ الْوَجْهَانِ النَّصْبُ بِهَا وَاَنْ تَجْعَلَهَا كَالْوَاقِعَةِ بَعْدَ الْعِلْمِ نَحْوُ ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ **فَصْلٌ** اَلْمَجْزُوْمُ عَامِلُهٗ لَمْ وَلَمَّا وَلَامُ الْاَمْرِ وَلَا فِي النَّهْيِ وَكَلِمُ الْمُجَازَاتِ وَهِيَ اِنْ وَمَهْمَا وَاِذْمَا وَحَيْثُمَا وَاَيْنَ وَمَتٰی وَمَا وَمَنْ وَاَيٌّ وَاَنّٰی وَاِنِ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ لَمْ يَضْرِبْ وَلَمَّا يَضْرِبْ وَلِيَضْرِبْ وَلَا تَضْرِبْ وَاِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ اٰهٗ..................

سَيَقُوْمُ. اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَرْضٰی. اور وہ ان جو ظن کے بعد واقع ہونے والا ہے اس میں دو وجہیں جائز ہیں اس کے ساتھ نصب دینا اور یہ کہ بنا دو تم اسکو مثل اس کے جو علم کے بعد واقع ہونے والا ہے۔ جیسے ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ. (فصل) مضارع مجزوم کا عامل لم اور لما اور لام امر اور لا جو ہونے والا ہے نہی میں اور کلم المجازات اور وہ یہ اِن، مهما، اذما، حيثما، اين، متى، ما، من، اى، انى، اوران مقدره ہیں جیسے لم يضرب و لما يضرب و ليضرب و لا تضرب و ان تضرب اضرب آه..............

سَيَقُوْمُ (بضمِ میم) یہ وہ اَنْ ہے جو علمِ مفیدِ یقین کے بعد ہو واقع ہوا اور جو اَنْ، ظَنَّ کے بعد واقع ہو اُس میں دو وجہیں جائز ہیں۔ اوّل، یہ کہ اُس سے فعل کو نصب دیں اِس بنا پر کہ اَنْ ناصبہ ہے۔ دوم، یہ کہ اُس کو علم کے بعد واقع ہونے والے اَنْ کی طرح اَنْ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيْلَةِ قرار دیا جائے جیسے ظَنَنْتُ اَنْ سَيَقُوْمَ (میم کے فتح اور ضمہ کے ساتھ)

فائدہ:۔ علم کے بعد جب اَنْ مخففہ آئے تو اَنْ اور فعل کے درمیان فاصلہ ضروری ہے تا کہ اوّل امر سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اَنْ مخففہ ہے ناصبہ نہیں اس لئے کہ اَنْ ناصبہ اور فعل مضارع میں فصل نہیں کیا جاتا کہ وہ عاملِ ضعیف ہے اور جن کلمات کے ساتھ فصل کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں (۱) سین جیسے عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ۔ (۲) سَوْفَ جیسے عَلِمْتُ اَنْ سَوْفَ يَقُوْمُ۔ (۳) قَدْ جیسے لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا۔ (۴) حرفِ نفی جیسے عَلِمْتُ اَنْ لَّا يَقُوْمُ۔ قولہ، اَلْمَجْزُوْمُ:۔ فعلِ مضارع کے جازم دو قسم پر ہیں۔ اوّل حروف جازمہ جو پانچ ہیں۔ لَمْ وغیرہ۔ دوم، كَلِمُ الْمُجَازَاتِ یعنی کلمات شرط و جزا اور یہ اِنْ وغیرہ ہیں۔ قسمِ اوّل، ایک فعل کو جزم کرتی ہے اور قسمِ دوم کے اکثر، دو فعلوں کو۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لَمْ تَقْلِبُ الْمُضَارِعَ مَاضِيًا مَنْفِيًّا وَلَمَّا كَذٰلِكَ اِلَّا اَنَّ فِيْهَا تَوَقُّعًا بَعْدَهٗ وَدَوَامًا قَبْلَهٗ نَحْوُ قَامَ الْاَمِيْرُ لَمَّا يَرْكَبْ وَاَيْضًا يَجُوْزُ حَذْفُ الْفِعْلِ بَعْدَ لَمَّا خَاصَّةً تَقُوْلُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمَّا اَىْ وَلَمَّا يَنْفَعْهُ النَّدَمُ وَلَاتَقُوْلُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمْ وَاَمَّا كَلِمُ الْمُجَازَاتِ حَرْفًا كَانَتْ اَوْ اِسْمًا فَهِيَ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ لِتَدُلَّ عَلٰى اَنَّ الْاُوْلٰى سَبَبٌ لِلثَّانِيَةِ وَتُسَمَّى الْاُوْلٰے شَرْطًا وَالثَّانِيَةُ جَزَاءً............

جان لیجئے کہ لم مضارع کو ماضی منفی میں تبدیل کر دیتا ہے اور اسی طرح لم مگر یہ کہ لـمـا میں اس کے بعد امید ہوتی ہے اس سے پہلے دوام ہوتا ہے نیز لما کے بعد خاص کر فعل کا حذف کرنا جائز ہے۔ تم کہو گے: نـدم زید ولما ای ولـمـا ینفعه الندم اور نہیں کہو گے نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمْ. رہے کلم المجازات خواہ وہ اسم ہوں یا حرف تو وہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں۔ تا کہ اس امر پر دلالت کریں کہ پہلا جملہ سبب ہے دوسرے کیلئے۔ اور اول جملے کا نام شرط اور دوسرے کا جزاء رکھا جاتا ہے..

قولہ لَمْ تَقْلِبُ :- حرف لَمْ اور لَمَّا یہ دونوں مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں اور ان میں چند وجوہ سے فرق ہے۔ (۱) لَمْ میں استغراق نہیں ہوتا لیکن لَـمَّـا میں استغراق ہوتا ہے یعنی نفی کے معنی، وقتِ انتفاء سے لیکر وقتِ تکلم تک تمام ازمنہ ماضیہ کو شامل ہوتے ہیں چنانچہ لَـمَّا يَضْرِبْ کے معنی ہیں اب تک نہیں مارا۔ (۲) لَـمَّا کا استعمال اکثر اُس فعل میں ہوتا ہے جس کے واقع ہونے کی توقع ہو۔ بخلاف لَمْ کے۔ (۳) لَـمَّا کے بعد واقع فعل کو بوقتِ قیامِ قرینہ حذف کرنا جائز ہے بخلاف لَمْ کے جیسے نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمَّا اَىْ وَلَمَّا يَنْفَعْهُ النَّدَمُ۔ زید پشیمان ہوا لیکن ابھی تک اُس کو شرمندگی نے فائدہ نہیں دیا۔ (۴) لَمَّا پر ادواتِ شرط داخل نہیں ہو سکتے پس اِنْ لَّمَّا يَضْرِبْ، نہیں کہہ سکتے لیکن لَمْ پر داخل ہو سکتے ہیں جیسے اِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا۔ (۵) لَمَّا کبھی اسم بھی ہوتا ہے یعنی ظرف بمعنی اِذْ ہوتا ہے جس کو جواب لازم ہے اور اُسوقت اُس کا مدخول فعلِ ماضی ہوتا ہے اور جواب بھی فعلِ ماضی ہوتا ہے جیسے فَلَمَّا اَنْجَاكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ یا جواب جملہ اسمیہ ہوتا ہے جو اِذَا مفاجاتیہ سے مقرون ہوتا ہے جیسے فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ۔ قولہ وَاَمَّا كَلِمُ الْمُجَازَاةِ :- بہر حال شرط اور جزا کے کلمات خواہ اسم ہوں یا حرف وہ دو فعلیہ جملوں پر داخل ہوتے ہیں تا کہ اِس بات پر دلالت کریں کہ پہلا جملہ دوسرے کیلئے سبب ہے اور پہلے جملہ کو شرط اور دوسرے کو جزا کہتے ہیں کیونکہ پہلا جملہ دوسرے کے تحقق کیلئے شرط ہے اور دوسرا پہلے پر مرتب ہے۔

ثُمَّ اِنْ كَانَ الشَّرْطُ وَالْجَزَاءُ مُضَارِعَيْنِ يَجِبُ الْجَزْمُ فِيْهِمَا لَفْظًا نَحْوُ اِنْ تُكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ وَاِنْ كَانَا مَاضِيَيْنِ لَمْ تَعْمَلْ فِيْهِمَا لَفْظًا نَحْوُ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ وَاِنْ كَانَ الْجَزَاءُ وَحْدَهُ مَاضِيًا يَجِبُ الْجَزْمُ فِي الشَّرْطِ نَحْوُ اِنْ تَضْرِبْنِيْ ضَرَبْتُكَ وَاِنْ كَانَ الشَّرْطُ وَحْدَهُ مَاضِيًا جَازَ فِي الْجَزَاءِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ اِنْ جِئْتَنِيْ اُكْرِمْكَ وَاعْلَمْ اَنَّهُ اِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا بِغَيْرِ قَدْ لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ فِيْهِ نَحْوُ اِنْ اَكْرَمْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا......................................

پس اگر شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں تو ان دونوں کو لفظا جزم واجب ہے۔ جیسے اِنْ تُكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ. اور اگر وہ دونوں ماضی ہوں تو وہ لفظا عمل نہیں کریگا۔ جیسے ان ضربت ضربت. اور اگر تنہا جزاء ماضی ہو تو شرط میں جزم واجب ہے۔ جیسے اِنْ تَضْرِبْنِيْ ضَرَبْتُكَ. اور جان لیجئے شان یہ ہے کہ جب جزاء ماضی ہو قد کے بغیر تو اس میں فاء جائز نہیں۔ جیسے اِنْ اَكْرَمْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ. اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا. (جو شخص بیت اللہ میں داخل ہوا وہ امن والا ہو گیا)......................................

قولہ ثُمَّ اِنْ كَانَ: -مصنف علیہ الرحمۃ شرط اور جزا کے مجزوم ہونے کی صورتیں بیان کرتے ہیں۔(۱) اگر شرط اور جزا دونوں مضارع ہوں تو دونوں میں لفظاً جزم واجب ہے اِس لئے کہ مضارع میں جزم قبول کرنے کی صلاحیت ہے کہ وہ معرب ہے اور حرفِ جازم بھی موجود ہے جیسے اِنْ تُكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ۔(۲) اگر شرط اور جزا دونوں فعلِ ماضی ہوں تو کلماتِ شرط و جزا اُن میں لفظاً عمل نہیں کریں گے بلکہ دونوں میں جزم محلی ہوگا اِس لئے کہ ماضی مبنی ہے جیسے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ۔ (۳) اگر صرف جزا ماضی ہو اور شرط مضارع ہو تو شرط میں جزم واجب ہوگا جیسے اِنْ تَضْرِبْنِيْ ضَرَبْتُكَ۔ (۴) اگر صرف شرط ماضی ہو اور جزا مضارع تو جزا میں دو وجہیں جائز ہیں ایک جزم اور دوسرے رفع۔ جزم تو اِس لئے کہ مضارع قابل جزم ہے اور رفع اِس لئے کہ جب شرط میں ماضی ہونے کی وجہ سے جزم لفظی باطل ٹھہرا تو اُس کی موافقت میں مضارع میں بھی جزم نہیں آئے گا جیسے اِنْ جِئْتَنِيْ اُكْرِمْكَ۔ قولہ وَاعْلَمْ: -شرط و جزاء میں اِنجزام وعدمِ انجزام کو بیان کرنے کے بعد اب جزاء پر فاء کے دخول وعدم دخول کے مواضع بیان کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔(۱) جب جزا لفظاً یا معنًی ماضی ہو بغیر حرفِ قَدْ کے تو جزاء پر فاء لانا جائز نہیں اِس لئے کہ حرفِ شرط نے ماضی میں اثر کیا کہ اُس کو مستقبل کے معنٰی میں کر دیا لہٰذا دوسرے رابطہ یعنی فاء کی ضرورت نہیں جیسے اِنْ اَكْرَمْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ

وَاِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا اَوْ مَنْفِيًّا بِلَا جَازَ فِيْهِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ اِنْ تَضْرِبْنِيْ اَضْرِبْكَ اَوْ فَاَضْرِبُكَ وَاِنْ تَشْتِمْنِيْ لَا اَضْرِبْكَ اَوْ فَلَا اَضْرِبُكَ وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْجَزَاءُ اَحَدَ الْقِسْمَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ فَيَجِبُ الْفَاءُ فِيْهِ وَذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ صُوَرٍ اَلْاُوْلٰى اَنْ يَكُوْنَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا مَعَ قَدْ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَهٗ مِنْ قَبْلُ وَالثَّانِيَةُ اَنْ يَكُوْنَ مُضَارِعًا مَنْفِيًّا بِغَيْرِ لَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَالثَّالِثَةُ اَنْ يَكُوْنَ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَالرَّابِعَةُ اَنْ يَكُوْنَ جُمْلَةً اِنْشَائِيَّةً اِمَّا اَمْرًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاِمَّا نَهْيًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ..

اور اگر جزا مضارع مثبت یا منفی ہولا کے ساتھ تو اس میں دو وجہیں ہیں۔ جیسے اِنْ تَضْرِبْنِيْ اَضْرِبْكَ او فَاَضْرِبُكَ وَاِنْ تَشْتِمْنِيْ لَا اَضْرِبْكَ اَو فَلَا اَضْرِبُكَ. اور اگر جزاء مذکورہ دو قسموں سے کوئی قسم نہ ہو تو اس میں فاء واجب ہے اور وہ چار صورتوں میں ہے۔ اول یہ کہ جزاء ماضی ہو قد کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد اِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَهٗ مِنْ قَبْلُ. دوم یہ کہ جزاء مضارع منفی بغیر لا کے ہو۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ. سوم یہ کہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا. چہارم یہ کہ جزاء جملہ انشائیہ ہو یا امر جیسے ارشاد باری تعالیٰ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ. اور یا نہی جیسے ارشاد باری تعالیٰ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ..................

---

(۲) اگر جزاء مضارع مثبت ہو یا منفی بَلاَ، تو جزاء میں دو وجہ جائز ہیں اِتیانِ فاء اور ترکِ فاء۔ فاء کا لانا تو اِس لئے جائز ہے کہ حرفِ شرط نے جزاء میں پورا اثر نہیں کیا کیونکہ مضارع میں زمانہ مستقبل پہلے سے موجود تھا لہٰذا برائے ربط فاء کا لانا جائز ہے اور حرفِ شرط نے اثر کیا بھی ہے اگر چہ وہ ضعیف ہے یعنی مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کر دیا ہے لہٰذا دوسرے رابطہ کی ضرورت نہیں پس ترکِ فاء بھی جائز ہے۔ (۳) اگر جزاء مذکورہ دو قسموں میں سے کوئی نہ ہو تو اُس میں فاء کا لانا واجب ہے۔

قولہ وَذٰلِكَ:- یعنی جزاء کا مذکورہ دو قسموں میں سے کوئی قسم نہ ہونا اُس کی چار صورتیں ہیں (۱) جزاء ماضی ہو قَدْ کے ساتھ جیسے ارشادِ باری اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ۔ (۲) جزاء مضارع منفی ہو بغیر لا کے جیسے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔ (۳) جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ (۴) جزاء جملہ انشائیہ ہو خواہ امر ہو یا نہی جیسے اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ۔ فائدہ:- جزاء میں فاء کے لانے یا نہ لانے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر حرفِ جازم شرط و جزاء میں مؤثر ہے یعنی جزم دے رہا ہے یا نفی مستقبل کے معنی میں کر رہا ہے تو دخولِ فاء جائز نہیں اور اگر مؤثر نہیں ہے تو دخولِ فاء واجب ہے اور اگر حرف کی تاثیر و عدمِ تاثیر دونوں محتمل ہیں تو فاء کا لانا اور ترک دونوں جائز ہیں۔

وَقَدْ يَقَعُ إِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْاسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ وَإِنَّمَا تُقَدَّرُ اِنْ بَعْدَ الْاَفْعَالِ الْخَمْسَةِ الَّتِيْ هِيَ الْاَمْرُ نَحْوُ تَعَلَّمْ تَنْجُ وَالنَّهْيُ نَحْوُ لَاتَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ وَالْاِسْتِفْهَامُ نَحْوُ هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ وَالتَّمَنِّيْ نَحْوُ لَيْتَكَ عِنْدِيْ اَخْدِمْكَ وَالْعَرْضُ نَحْوُ اَلَاتَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَيْرًا اَوْبَعْدَ النَّفْيِ فِيْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَحْوُ لَا تَفْعَلْ شَرًّا يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ وَذٰلِكَ إِذَا قُصِدَ اَنَّ الْاَوَّلَ سَبَبٌ لِلثَّانِيْ كَمَا رَأَيْتَ فِي الْاَمْثِلَةِ فَإِنَّ مَعْنٰى قَوْلِنَا تَعَلَّمْ تَنْجُ هُوَاِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ فَلِذٰلِكَ امْتَنَعَ قَوْلُكَ لَاتَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ لِامْتِنَاعِ السَّبَبِيَّةِ اِذْلَا يَصِحُّ اَنْ يُّقَالَ اِنْ لَّاتَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ..........................

اور کبھی واقع ہوتا ہے اذا جملہ اسمیہ کے ساتھ فاء کی جگہ میں۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ اور تحقیق مقدر کیا جاتا ہے کلمہ ان پانچ افعال کے بعد وہ امر ہے۔ جیسے تَعَلَّمْ تَنْجُ. اور نہی جیسے لَا تَكْذِبْ يَكُنْ خَيْراً لَّكَ. اور استفہام جیسے هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ. اور تمنی جیسے لَيْتَكَ عِنْدِيْ اَخْدِمْكَ. اور عرض جیسے اَلَاتَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَيْراً. اور بعض مواضع میں نفی کے بعد۔ جیسے لَا تَفْعَلْ شَرًّا يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ. اور یہ اس وقت ہے جب ارادہ کیا جائے کہ اول سبب ہے ثانی کیلئے۔ جس طرح کہ تم نے دیکھا گذشتہ مثالوں میں۔ کیونکہ ہمارے قول تَعَلَّمْ تَنْجُ کے معنی یہ ہیں کہ اگر تو علم سیکھے گا تو نجات پائے گا اور اسی طرح باقی۔ پس اسی وجہ سے تیرا یہ قول ممتنع ہے لَاتَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ. (نوٹ) صاحب درایہ فرماتے ہیں کہ عرض کی مثال کے بعد بعض نسخوں میں یہ عبارت ہے وبعد النفی الخ یہ سہو ہے۔ کیونکہ ان کی تقدیر نفی کے بعد مطلقا غیر صحیح ہے۔

قولہ وَقَدْيَقَعُ إِذَا :- اور کبھی جزاء پر فاء کی جگہ اِذَا مفاجاتیہ آتا ہے جبکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۔ اس لئے کہ اِذَا میں فاء کی مثل تعقیب کے معنی پائے جاتے ہیں۔

قولہ وَاِنَّمَا تُقَدَّرُ :- یعنی اِنْ شرطیہ مع شرط پانچ چیزوں کے بعد مقدر ہوتا ہے جبکہ یہ ارادہ کیا جائے کہ مضمونِ اوّل سبب ہے مضمونِ ثانی کیلئے۔ اوّل، امر جیسے تَعَلَّمْ تَنْجُ اَیْ تَعَلَّمْ اِنْ تَتَعَلَّمْ تَنْجُ ۔ دوم، نہی جیسے لَاتَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ اَیْ لَاتَكْذِبْ اِنْ لَاتَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ ۔ سوم، استفہام جیسے هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ اَیْ هَلْ تَزُوْرُنَا اِنْ تَزُرْنَا نُكْرِمْكَ ۔ چہارم، تمنی لَيْتَكَ عِنْدِيْ اَخْدِمْكَ اَیْ لَيْتَكَ عِنْدِيْ اِنْ تَكُنْ عِنْدِيْ اَخْدِمْكَ ۔ پنجم، عرض جیسے اَلَا تَنْزِلُ بِنَاتُصِبْ خَيْرًا اَیْ اَلَا تَنْزِلُ بِنَا اِنْ تَنْزِلْ بِنَاتُصِبْ خَيْرًا۔ قولہ وَبَعْدَ النَّفْيِ :- یہ عبارت کاتب کی غلطی ہے۔

وَالثَّالِثُ الْاَمْرُ وَهُوَ صِيْغَةٌ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ بِاَنْ تَحْذِفَ مِنَ الْمُضَارِعِ حَرْفَ الْمُضَارِعَةِ ثُمَّ تَنْظُرَ فَاِنْ كَانَ مَابَعْدَ حَرْفِ الْمُضَارِعَةِ سَاكِنًا زِدْتَ هَمْزَةَ الْوَصْلِ مَضْمُوْمَةً اِنِ انْضَمَّ ثَالِثُهُ نَحْوُ اُنْصُرْ وَمَكْسُوْرَةً اِنِ انْفَتَحَ اَوِ انْكَسَرَ كَاِعْلَمْ وَاِضْرِبْ وَاِسْتَخْرِجْ وَاِنْ كَانَ مُتَحَرِّكًا فَلَاحَاجَةَ اِلَى الْهَمْزَةِ نَحْوُ عِدْ وَحَاسِبْ وَالْاَمْرُ مِنْ بَابِ الْاِفْعَالِ مِنَ الْقِسْمِ الثَّانِيْ وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى عَلَامَةِ الْجَزْمِ كَاِضْرِبْ وَاُغْزُ وَارْمِ وَاسْعَ وَاِضْرِبَا وَاِضْرِبُوْا وَاِضْرِبِيْ

اور فعل کی تیسری قسم امر ہے۔ اور وہ امر ایسا صیغہ ہے کہ جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے کام طلب کیا جائے، اس طرح کہ تم مضارع سے حرف مضارعت کو حذف کرو پھر دیکھو اگر حرف مضارعت کا بعد والا حرف ساکن ہو تو ہمزۂ وصل مضموم زیادہ کرو اگر اس کا تیسرا حرف مضموم ہو۔ جیسے اُنْصُرْ. اور ہمزہ مکسور زیادہ کرو اگر تیسرا حرف مفتوح یا مکسور ہو۔ جیسے اِعْلَمْ اور اِضْرِبْ اور اِسْتَخْرِجْ. اور اگر متحرک ہو تو ہمزہ زائد کرنے کی حاجت نہیں۔ جیسے عِدْ اور حَاسِبْ. باب افعال سے امر از قسم ثانی ہے۔ اور وہ امر مبنی ہے علامتِ جزم پر۔ جیسے اِضْرِبْ اور اُغْزُ اور اِرْمِ اور اِسْعَ اور اِضْرِبَا اور اِضْرِبُوْا اور اِضْرِبِيْ.

قولہ اَلْاَمْرُ:- فعل کی قسمِ ثالث امر ہے اصطلاحِ نُحات میں امر ایسا صیغہ ہے جس کے ذریعے فاعلِ مخاطب سے فعل طلب کیا جائے اور وہ مضارع سے بنتا ہے جس کی تفصیل اِس طرح ہے۔ (الف) علامتِ مضارع حذف کرنے کے بعد دیکھو اگر بعد والا حرف ساکن ہے تو علامتِ مضارع کی جگہ ہمزہ لاؤ تاکہ ابتدا ساکن سے نہ ہو اور ہمزہ اِس لئے لایا جاتا ہے کہ یہ حروفِ زوائد سے ثقیل حرف ہے اور ہمزہ کی حرکت عین کلمہ کی حرکت کے موافق ضمہ ہوگا یا کسرہ جیسے تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ، تَفْتَحُ سے اِفْتَحْ اور تَنْصُرُ سے اُنْصُرْ۔ سوال:- اگر عینِ مضارع مفتوح ہو تو امر میں ہمزۂ وصل مفتوح کیوں نہیں آتا؟ جواب:- اِس لئے کہ اگر عین کلمہ کی موافقت میں ہمزہ مفتوحہ آئے تو صیغہ امر کا صیغہ واحد متکلم مضارع سے اِلتباس ہوگا۔ (ب) اگر علامتِ مضارع کا بعد متحرک رہ جائے تو آخر میں وقف کردو جیسے تَعِدُ سے عِدْ۔ قولہ وَالْاَمْرُ:- اور بابِ افعال کا امر قسمِ ثانی سے ہے اِس لئے کہ اَكْرِمْ، تُكْرِمُ سے بنا ہے جو اصل میں تُؤَكْرِمُ تھا یہ ہمزہ وصلی نہیں ہے۔ (ج) اگر مضارع کے آخر میں حرفِ علت ہے تو وہ امر میں گر جائے گا اور ذَوَاتُ النُّوْنِ صیغوں سے نون بھی گر جائے گا جیسے اِرْمِ، اِرْمِيَا۔ قولہ وَهُوَ مَبْنِيٌّ:- اور امر علامتِ جزم پر مبنی ہوتا ہے یہ نحاتِ بصرہ کا مذہب ہے وجہِ بنا یہ ہے کہ فعل میں اصل بنا ہے لیکن فعلِ مضارع علامتِ مضارع کی زیادت کے بعد اسم کے مشابہ ہو گیا ہے لہٰذا مضارع معرب بن گیا اور جب یہ مشابہت حرفِ مضارع کے حذف سے ختم ہو گئی تو امر مبنی ہو گیا۔ اور اخفش کے نزدیک امر مبنی نہیں بلکہ مجزوم بلامِ طلب ہے اور اُس کے نزدیک قُمْ کا اصل لِتَقُمْ اور اُقْعُدْ کا لِتَقْعُدْ ہے لام برائے تخفیف اور علامتِ مضارع لام کے اتباع میں حذف ہو گئی تو لِتَقُمْ سے قُمْ رہ گیا۔

فَصْلٌ فِعْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ هُوَ فِعْلٌ حُذِفَ فَاعِلُهُ وَ اُقِيْمَ الْمَفْعُوْلُ مَقَامَهُ وَ يُخْتَصُّ بِالْمُتَعَدِّيْ وَ عَلَامَتُهُ فِي الْمَاضِيْ اَنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُهُ مَضْمُوْمًا فَقَطْ وَ مَاقَبْلَ اٰخِرِهٖ مَكْسُوْرًا فِي الْاَبْوَابِ الَّتِيْ لَيْسَت فِيْ اَوَائِلِهَا هَمْزَةُ وَصْلٍ وَ لَاتَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ ضُرِبَ وَ دُحْرِجَ وَ اُكْرِمَ وَ اَنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُهُ وَ ثَانِيْهِ مَضْمُوْمًا وَمَاقَبْلَ اٰخِرِهٖ كَذٰلِكَ فِيْمَا فِيْ اَوَّلِهٖ تَاءٌ زَائِدَةٌ نَحْوُ تُفُضِّلَ وَتُضُوْرِبَ وَ اَنْ يَّكُوْنَ اَوَّلُهُ وَ ثَالِثُهُ مَضْمُوْمًا وَ مَاقَبْلَ اٰخِرِهٖ كَذٰلِكَ فِيْ مَا فِيْ اَوَّلِهٖ هَمْزَةُ وَصْلٍ نَحْوُ اُسْتُخْرِجَ وَاُقْتُدِرَ وَ الْهَمْزَةُ تَتْبَعُ الْمَضْمُوْمَ اِن لَّمْ تُدْرَجْ.........................

(فصل) فعل مالم یسم فاعلہ ایسا فعل ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور مفعول کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا ہو۔ اور وہ خاص کیا گیا ہے فعل متعدی کے ساتھ۔ اور ماضی میں اس کی علامت یہ ہے کہ اس کا اول مضموم ہوگا فقط اور اس کے آخر کا ماقبل مکسور ہوگا ان ابواب میں جنکے شروع میں ہمزہ وصل اور تاء زائدہ نہیں ہے۔ جیسے ضرب اور دحرج اور اکرم اور یہ کہ اس کا اول اور ثانی مضموم ہوگا اور ماقبل آخر مکسور ہوگا جنکے اول میں تاء زائدہ ہے۔ جیسے تفضل اور تضورب اور یہ کہ اس کا اول اور تیسرا حرف مضموم اور اس کے آخر کا ماقبل اسی طرح ہوگا ان ابواب میں جن کے شروع میں ہمزہ وصل ہے۔ جیسے اُسْتُخْرِجَ اور اُقْتُدِرَ. اور ہمزہ حرف مضموم کے تابع ہوتا ہے اگر درج کلام میں گر نہ جائے

❁ فعل مالم یُسَم فاعِلُہٗ (فعل مجہول) وہ فعل ہے جس کا فاعل کلام سے حذف کر کے اُس کی جگہ مفعول رکھدیا گیا ہو اور یہ حذف وا تیان، فعل متعدی کے ساتھ مختص ہے یعنی فعلِ مجہول، فعلِ متعدی سے بنایا جاتا ہے کیونکہ مفعول بہ اُسی کا آتا ہے۔ قولہ وَعَلَامَتُہٗ:- اور ماضی میں فعلِ مجہول کی علامت یہ ہے کہ اُس کا پہلا حرف اصل میں مضموم اور آخر سے پہلا مکسور ہوتا ہے یہ علامت اُن ابواب میں ہے جو ہمزہ وصل اور تاء زائدہ سے خالی ہوتے ہیں جیسے ضُرِبَ، دُحْرِجَ وغیرہ۔ اور جن ابواب کے اوّل میں تاء ہے اُن میں پہلا اور دوسرا حرف مضموم اور آخر سے پہلا مکسور ہوتا ہے جیسے تُفُضِّلَ وغیرہ۔ اور جن ابواب میں ہمزہ وصل ہے اُن میں پہلا اور تیسرا حرف مضموم اور آخر سے پہلا مکسور ہوتا ہے جیسے اُقْتُدِرَ وغیرہ اور ہمزہ وصل ماضی میں اپنے بعد والے حرف کی حرکتِ ضمہ کے تابع ہو کر مضموم ہوتا ہے جب کہ ہمزہ ساقط نہ ہو جائے جیسے اُقْتُدِرَ میں تاء کے تابع ہو کر مضموم ہو گیا ہے چونکہ قاف ساکن کَالْمَیِّتْ ہے لہٰذا اُقْتُدِرَ میں ہمزہ کا مابعد تاء ہے۔

وَ فِی الْمُضَارِعِ اَنْ یَّكُوْنَ حَرْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمًا وَ مَاقَبْلَ اٰخِرِہٖ مَفْتُوْحًا نَحْوُ یُضْرَبُ وَ یُسْتَخْرَجُ اِلَّافِیْ بَابِ الْمُفَاعَلَةِ وَ الْاِفْعَالِ وَ التَّفْعِیْلِ وَ الْفَعْلَلَةِ وَ مُلْحَقَاتِهَا الثَّمَانِیَّةِ فَاِنَّ الْعَلَامَةَ فِیْهَا فَتْحُ مَاقَبْلَ الْاٰخِرِ نَحْوُ یُحَاسَبُ وَ یُدَحْرَجُ وَ فِی الْاَجْوَفِ مَاضِیْهِ قِیْلَ وَ بِیْعَ وَ بِالْاِشْمَامِ قِیْلَ وَ بِیْعَ وَ بِالْوَاوِ قُوْلَ وَ بُوْعَ وَ كَذٰلِكَ بَابُ اُخْتِیْرَ وَ اُنْقِیْدَ دُوْنَ اُسْتُخِیْرَ وَ اُقِیْمَ لِفَقْدِ فُعِلَ فِیْهِمَا...

اور مضارع میں اس کی علامت یہ ہے کہ حرف مضارعت مضموم ہوگا اور اسکے آخر کا ماقبل مفتوح ہوگا۔ جیسے یُضْرَبُ اور یُسْتَخْرَجُ. مگر باب مفاعله اور افعال اور تفعیل اور فعللة اور اس کے آٹھ ملحقات۔ کیونکہ ان میں علامت ماقبل آخر کا مفتوح ہونا ہے۔ جیسے یُحَاسَبُ اور یُدَحْرَجُ. اور اجوف میں اس کی ماضی قِیْلَ اور بِیْعَ ہے اور اشمام کے ساتھ قِیْلَ اور بِیْعَ، اور واؤ کے ساتھ جیسے قُوْلَ اور بُوْعَ ہے۔ اور اسی طرح باب اُخْتِیْرَ اور اُنْقِیْدَ میں نہ اُسْتُخِیْرَ اور اُقِیْمَ میں، بوجہ مفقود ہونے فُعِلَ کے ان دونوں میں......................................

قولہ وَفِی الْمُضَارِعِ :- اور فعلِ مجہول کی علامت مضارع میں یہ ہے کہ حرفِ مضارع مضموم اور آخر کا پہلا حرف مفتوح ہوتا ہے اور اُس کا ضمہ ماضی کی موافقت میں ہوتا ہے کیونکہ ماضی مضارع کیلئے اصل ہے اور ماقبل آخر کا فتحہ خفیف ہونے کی وجہ سے جیسے یُضْرَبُ وغیرہ اور یہ علامت تمام ابواب میں پائی جاتی ہے ماسوی بابِ مُفَاعَلَه، اِفْعَالُ، تَفْعِیْل، فَعْلَلَ اور فَعْلَلَ کے ساتوں ملحقات کے، کہ اُن میں مضارع مجہول کی علامت صرف ماقبل آخر کا فتحہ ہے اِس لئے کہ اِن ابواب کے مضارع معلوم میں بھی علامتِ مضارع مضموم ہوتی ہے۔ قولہ فِی الْاَجْوَفِ :- یعنی اجوف کی ماضی مجہول میں تین وجہ پڑھنا جائز ہے۔ (۱) واؤ کو یاء سے بدل کر جیسے قِیْلَ اور بِیْعَ۔ (۲) اشمام کے ساتھ جیسے قِیْلَ اور بِیْعَ۔ (۳) واؤ کے ساتھ قُوْلَ اور بُوْعَ اور اِسی طرح بابِ اُنْقِیْدَ اور اُخْتِیْرَ تین طرح پڑھا گیا ہے۔ فائدہ:- اشمام سے مراد یہ ہے کہ فاء کلمہ کے کسرہ کو تھوڑا سا ضمہ کی طرف مائل کر کے اور اُس کے بعد واقع یاء کو تھوڑا سا واؤ کی طرف مائل کر کے پڑھنا۔ قولہ دُوْنَ اُسْتُخِیْرَ :- یعنی بابِ استفعال اور بابِ افعال معتل العین کی ماضی مجہول میں صرف پہلی وجہ پڑھی جائے گی یعنی ضمہ اور اشمام کے ساتھ اُن کو نہیں پڑھا جائے گا اِس لئے کہ ضمہ اور اشمام کا سبب یاء کے ماقبل کا ضمہ ہے یعنی وزنِ فُعِلَ اور اِن میں حرفِ علت کا ماقبل اصل کے اعتبار سے ساکن ہے لہٰذا اِن میں وزنِ فُعِلَ حقیقی اور صوری نہ ہونے کی وجہ سے صرف ایک وجہ پڑھی جائے گی۔

وَ فِیْ مُضَارِعِہٖ تُقْلَبُ الْعَیْنُ اَلِفًا نَحْوُ یُقَالُ وَ یُبَاعُ کَمَا عَرَفْتَ فِی التَّصْرِیْفِ مُسْتَقْصًی **فَصْلٌ** اَلْفِعْلُ اِمَّا مُتَعَدٍّ وَ ھُوَ مَا یَتَوَقَّفُ فَھْمُ مَعْنَاہُ عَلٰی مُتَعَلِّقٍ غَیْرِ الْفَاعِلِ کَضَرَبَ وَاِمَّا لَازِمٌ وَھُوَ مَابِخِلَافِہٖ کَقَعَدَ وَقَامَ وَالْمُتَعَدِّیْ قَدْ یَکُوْنُ اِلٰی مَفْعُوْلٍ وَاحِدٍ کَضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا وَ اِلٰی مَفْعُوْلَیْنِ کَاَعْطٰی زَیْدٌ عَمْرًا دِرْھَمًا وَ یَجُوْزُ فِیْہِ الْاِقْتِصَارُ عَلٰی اَحَدِ مَفْعُوْلَیْہِ کَاَعْطَیْتُ زَیْدًا اَوْاَعْطَیْتُ دِرْھَمًا بِخِلَافِ بَابِ عَلِمْتُ وَاِلٰی ثَلٰثَۃِ مَفَاعِیْلَ نَحْوُاَعْلَمَ اللّٰہُ زَیْدًا عَمْرًا فَاضِلًا

اوراجوف کے مضارع مجہول میں عین کلمہ الف سے بدل جائے گا۔ جیسے یُقَالُ اور یُبَاعُ جس طرح کہ صرف میں تم نے پہچانا ہے پورے طور پر۔ (فصل) فعل یا متعدی ہوگا اور وہ وہ ہے کہ جس کے معنی کا سمجھنا موقوف ہو ایسے متعلق پر جو فاعل کا غیر ہے۔ جیسے ضَرَبَ۔ اور یا لازم اور وہ وہ ہے جو متعدی کے خلاف ہو جیسے قَعَدَ اور قَامَ۔ اور متعدی کبھی ایک مفعول کی جانب متعدی ہوتا ہے جیسے ضرب زید عمراً۔ اور کبھی دو مفعول کی جانب۔ جیسے اعطی زید عمرا درھما۔ اور اس میں دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا جائز ہے۔ جیسے اعطیت زیدا یا اعطیت درھما۔ بخلاف علمت کے باب کے۔ اور تین مفعولوں کی جانب۔ جیسے اعلم اللہ زیداً عمراً فاضلاً................

قولہ وَفِیْ مُضَارِعِہٖ:- اور بابِ معتل العین کے مضارع مجہول میں عین کلمہ الف سے بدل جاتا ہے جیسے یُقَالُ وغیرہ۔ ﴿ ﴾ فعل کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) متعدی۔ (۲) لازم۔ (۱) متعدی، وہ فعل ہے کہ جس کے معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی متعلق پر موقوف ہو جیسے ضَرَبَ کہ اِس کا سمجھنا جس طرح کہ فاعل پر موقوف ہے، فاعل کے غیر یعنی مفعول بہ پر بھی موقوف ہے۔ (۲) لازم، وہ فعل ہے جس کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی متعلق پر موقوف نہ ہو جیسے قَعَدَ وغیرہ قولہ وَالْمُتَعَدِّیْ :- یعنی متعدی کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل، ایک مفعول کی طرف متعدی جیسے ضَرَبَ۔ دوم، دو مفعولوں کی طرف متعدی جیسے اَعْطٰی۔ سوم، تین مفعولوں کی طرف متعدی جیسے اَعْلَمَ وغیرہ۔ فائدہ:- متعدی بدو مفعول کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل، وہ جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو اور اُس کا دوسرا مفعول مصداق میں مفعول اوّل کا غیر ہو جیسے اَعْطٰی زَیْدٌ عَمْرًا دِرْھَمًا۔ اِس قسم میں کسی ایک مفعول کو حذف کر کے دوسرے پر اقتصار جائز ہے۔ دوم، وہ جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو اور اُس کے ایک مفعول پر اقتصار جائز نہ ہو، یہ وہ ہے کہ جس کا دوسرا مفعول مصداق میں پہلے کا غیر نہیں ہے جیسے عَلِمْتُ زَیْدًا فَاضِلًا۔ اِس قسم میں کسی ایک مفعول کو حذف کرنا جائز نہیں البتہ دونوں مفعولوں کو حذف کرنا جائز ہے۔

وَمِنْهُ اَرٰى وَاَنْبَأَ وَنَبَّأَ وَاَخْبَرَ وَخَبَّرَ وَحَدَّثَ وَهٰذِهِ السَّبْعَةُ مَفْعُوْلُهَا الْاَوَّلُ مَعَ الْاٰخِيْرَيْنِ كَمَفْعُوْلَىْ اَعْطَيْتُ فِىْ جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا تَقُوْلُ اَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْدًا وَالثَّانِىْ مَعَ الثَّالِثِ كَمَفْعُوْلَىْ عَلِمْتُ فِىْ عَدَمِ جَوَازِ الْاِقْتِصَارِ عَلٰى اَحَدِهِمَا فَلَا تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا خَيْرَ النَّاسِ بَلْ تَقُوْلُ اَعْلَمْتُ زَيْدًا عَمْرًا خَيْرَ النَّاسِ **فَصْلٌ** اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ عَلِمْتُ وَظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخِلْتُ وَرَاَيْتُ وَوَجَدْتُ وَزَعَمْتُ وَهِىَ اَفْعَالٌ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُهُمَا عَلَى الْمَفْعُوْلِيَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ زَيْدًا عَالِمًا.........

اور اسی سے اَرٰی اور اَنْبَأَ اور نَبَّأَ اور اَخْبَرَ اور خَبَّرَ اور حَدَّثَ ہے۔ اور ان ساتوں فعلوں کا اول مفعول آخری دونوں کے ہمراہ اعطیت کے دو مفعولوں کی طرح ہے ان دو میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے کے جواز میں۔ تم کہو گے: اعلم اللہ زیدا. اور دوسرا مفعول تیسرے مفعول کے ساتھ باب علمت کے دو مفعولوں کی مانند ہے ان میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے کے عدم جواز میں۔ پس تم اعلمت زیدا خیر الناس نہیں کہو گے۔ بلکہ کہو گے اعلمت زیداً عمراً خیر الناس۔ (فصل) افعال قلوب علمت اور ظننت اور حسبت اور خلت اور رأیت اور وجدت اور زعمت ہیں۔ اور یہ افعال مبتدا و خبر پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں کو مفعول ہونے کی بنا پر نصب دیتے ہیں جیسے علمت زیدا عالما....

قولہ وَمِنْهُ:- اور متعدی بسہ مفعول سے اَرٰی وغیرہ ہیں اور اِن ساتوں فعلوں کا پہلا مفعول بعد کے دونوں مفعولوں کے ساتھ باب اَعْطَيْتُ کے دو مفعولوں کی مثل ہے یعنی اِن کے پہلے مفعول کو بعد کے دو کے بغیر ذکر کر سکتے ہیں جیسے اَعْلَمَ اللّٰهُ زَيْدًا اور اِن کا دوسرا مفعول تیسرے کے ساتھ عَلِمْتُ کے دو مفعولوں کی طرح ہے یعنی کسی ایک کو حذف کر کے دوسرے پر اقتصار جائز نہیں ہے لہٰذا اَعْلَمْتُ زَيْدًا خَيْرَ النَّاسِ نہیں کہا جائے گا بلکہ اَعْلَمْتُ زَيْدًا عَمْرًا خَيْرَ النَّاسِ کہا جائے گا۔ قولہ اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ:- افعالِ قلوب سات ہیں جن میں عَلِمْتُ، رَاَيْتُ اور وَجَدْتُ یقین کے لئے آتے ہیں اور ظَنَنْتُ، خِلْتُ اور حَسِبْتُ، ظن کیلئے آتے ہیں اور زَعَمْتُ، ظن و یقین میں مشترک ہے اور سات میں یہ انحصار استقرائی ہے عقلی نہیں فائدہ:- مذکورہ بالا سات افعال میں شک اور یقین کے معنی پائے جاتے ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے اِس لئے اِن کو افعال قلوب کہتے ہیں۔ قولہ وَهِىَ اَفْعَالٌ:- یعنی افعال قلوب وہ افعال ہیں جو مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر اُن کو بنا بر مفعولیت نصب دیتے ہیں جیسے عَلِمْتُ زَيْدًا عَالِمًا یہ (زَيْدًا وَّعَالِمًا) دونوں مفعول اصل میں مبتدا اور خبر تھے اَیْ زَيْدٌ عَالِمٌ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ لِهٰذِهِ الْاَفْعَالِ خَوَاصَّ مِنْهَا اَنْ لَّا تُقْتَصَرَ عَلٰى اَحَدِ مَفْعُوْلَيْهَا بِخِلَافِ بَابِ اَعْطَيْتَ فَلَا تَقُوْلُ عَلِمْتَ زَيْدًا وَمِنْهَا جَوَازُ الْاِلْغَاءِ اِذَا تَوَسَّطَتْ نَحْوُ زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ اَوْ تَأَخَّرَتْ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ وَمِنْهَا اَنَّهَا تُعَلَّقُ اِذَا وَقَعَتْ قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَقَبْلَ النَّفْيِ نَحْوُ عَلِمْتُ مَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَقَبْلَ لَامِ الْاِبْتِدَاءِ نَحْوُ عَلِمْتُ لَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَمِنْهَا اَنَّهَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُوْلُهَا ضَمِيْرَيْنِ لِشَيْئٍ وَّاحِدٍ نَحْوُ عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا وَظَنَنْتُكَ فَاضِلًا.........

اور جان لیجئے بے شک ان افعال کیلئے کچھ خواص ہیں ان میں سے یہ ہے کہ ان کے دومفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء نہیں کیا جاسکتا بخلاف اعطیت کے۔ پس علمت زیدا نہیں کہا جائے گا۔ اور ان خواص میں سے ان کے عمل کو لفظا اور معنیً باطل کرنے کا جواز ہے جبکہ درمیان میں آئیں۔ جیسے زید ظننت قائم. یا مؤخر ہو جائیں۔ جیسے زید قائم ظننت. اور ان خواص میں سے یہ ہے کہ یہ معلق کیے جاتے ہیں جبکہ استفہام سے پہلے واقع ہوں۔ جیسے علمت ازیدٌ عندک ام عمروٌ. اور نفی سے پہلے واقع ہوں۔ جیسے علمت ما زید فی الدار. اور لام ابتدا سے پہلے۔ جیسے علمت لزیدٌ منطلقٌ. اور ان خواص میں سے یہ ہے کہ جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول دو ضمیریں شی واحد کیلئے ہوں۔ جیسے علمتُنی منطلقا. میں نے اپنے آپ کو چلنے والا جانا۔ اور ظننتک فاضلا. تو نے اپنے آپ کو فاضل جانا...........

قولہ خَوَاصُّ :۔ خَوَاصُّ، خَاصَّۃٌ کی جمع ہے اور کسی چیز کا خاصہ وہ ہے جو اُس کے ساتھ خاص ہو اور اُس کے غیر میں نہ پایا جائے اور اَفعالِ قلوب کے خواص یہ ہیں۔ (۱) اِن کے دومفعولوں میں سے کسی ایک پر اقتصار نہیں کیا جاتا یعنی جب ایک ذکر کیا جائیگا تو دوسرا بھی ذکر کیا جائے گا اِس لئے کہ اصل میں یہ مبتدا اور خبر ہوتے ہیں اور مبتدا و خبر میں سے ہر ایک کیلئے دوسرے کا ہونا ضروری ہے لہٰذا عَلِمْتُ زَيْدًا نہیں کہے گا۔ (۲) جب یہ افعال مبتدا اور خبر کے درمیان واقع ہوں تو اِن کے عمل کو لفظاً اور معنیً باطل کرنا لازم ہے جیسے زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ یا جب یہ افعال مبتدا اور خبر سے مؤخر ہو جائیں جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ ۔ (۳) جب یہ حرفِ استفہام سے پہلے واقع ہوں یا نفی سے پہلے واقع ہوں یا لامِ ابتداء سے قبل تو اِن کا عمل لفظاً باطل ہوتا ہے اِس لئے کہ مذکورہ تینوں کلمات صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں پس اگر افعال قلوب کو عمل دیا جائے تو اِن کلمات کی صدارت باطل ہو جائیگی ہے۔ (۴) اِن افعال میں یہ جائز ہے کہ اِن کا فاعل اور مفعول اوّل دونوں ضمیریں ہوں جن سے مراد شئی واحد ہو اور مفعول ثانی اسمِ ظاہر ہو جیسے عَلِمْتُنِیْ مُنْطَلِقًا (میں نے خود کو جانے والا یقین کیا)

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ قَدْ يَكُوْنُ ظَنَنْتُ بِمَعْنٰى اِتَّهَمْتُ وَعَلِمْتُ بِمَعْنٰى عَرَفْتُ وَرَأَيْتُ بِمَعْنٰى اَبْصَرْتُ وَوَجَدْتُ بِمَعْنٰى اَصَبْتُ الضَّالَّةَ فَتَنْصِبُ مَفْعُوْلًا وَّاحِدًا فَقَطْ فَلَا تَكُوْنُ حِيْنَئِذٍ مِنْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ ۔ **فَصْلٌ** اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ هِيَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِتَقْرِيْرِ الْفَاعِلِ عَلٰى صِفَةٍ غَيْرِ صِفَةِ مَصْدَرِهَا وَهِيَ كَانَ وَصَارَ وَظَلَّ وَبَاتَ اِلٰى اٰخِرِهَا

اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ کبھی ظننت اتّھمت کے معنی میں ہوتا ہے اور علمت عرفت کے معنی میں اور رأیت ابصرت کے معنی میں اور وجدت اصبت الضالۃ کے معنی میں ہوتا ہے۔ پس اس وقت صرف ایک مفعول کو نصب دیتے ہیں پس افعال قلوب سے نہیں ہوتے۔ (فصل) افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو وضع کیے گئے ہوں واسطے ثابت کرنے فاعل کے کسی صفت پر جو ان کے مصدر والی صفت کے علاوہ ہو اور وہ افعال ناقصہ کان، صار، ظل، بات، الی اٰخرھا ہیں...

فائدہ:- افعال قلوب کے علاوہ دیگر افعال میں یہ جائز نہیں کہ اُن کے فاعل کی اور مفعول کی ضمیر شئی واحد کی طرف لوٹیں، کیونکہ اِس صورت میں شخصِ واحد فاعل اور مفعول بن جائے گا جو جائز نہیں۔ اور افعال قلوب میں یہ اِس لئے جائز ہے کہ اِن کا پہلا مفعول درحقیقت مفعول ثانی کے لئے محض تمہید ہوتا ہے اور اصل میں مفعول دوسرا ہی مفعول ہے۔ سوال:- فَقَدْتُنِیْ (میں نے خود کو گم پایا) میں ضمیرِ فاعل اور ضمیرِ مفعول سے شخصِ واحد یعنی متکلم مراد ہے جب کہ یہ افعال قلوب سے نہیں تو یہ کیسے جائز ہوگیا؟ جواب:- یہ افعال قلوب پر محمول ہے وجہِ حمل یہ ہے کہ یہ وَجَدْتُنِیْ کی نقیض ہے لہٰذا اُس پر محمول کیا گیا از قبیلِ حَمْلُ النَّقِیْضِ عَلَی النَّقِیْضِ۔ قولہ قَدْ یَکُوْنُ:- یعنی افعال قلوب میں سے بعض افعال کے دوسرے معنی بھی ہیں جن کی وجہ سے وہ صرف مفعول واحد کی طرف متعدی ہوتے ہیں اور اُس وقت وہ افعال قلوب سے نہیں ہوتے جیسے ظَنَنْتُ بمعنی اِتَّهَمْتُ وغیرہ۔ ﴿ ﴾ افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی ایسی صفت پر ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں جو اُن کی صفتِ مصدر کے علاوہ ہو (اور وہ صفت اُن کی خبر کی صفت ہوتی ہے) جیسے کَانَ زَیْدٌ قَآئِمًا (زید کھڑا ہونے والا تھا) اِس مثال میں فعلِ ناقص (کَانَ) نے اپنے فاعل (زَیْدٌ) کیلئے صفتِ قیام کو ثابت کیا ہے جو کَانَ کی خبر کی صفت ہے اور یہ صفتِ قیام کَانَ کے مصدر کی صفت یعنی کَیْنُوْنَۃٌ کے علاوہ ہے۔ وجہِ تسمیہ:- افعال ناقصہ کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ یہ تنہا فاعل کیساتھ کلام تام نہیں ہوتے بلکہ کلام بننے میں خبر کے محتاج ہوتے ہیں اِس لئے اِن کو ناقصہ کہتے ہیں یا اِس لئے کہ اِن میں باقی افعال کی نسبت نقصان پایا جاتا ہے اور وہ اِس طرح کہ یہ افعال صرف زمانہ پر دلالت کرتے ہیں جبکہ باقی افعال زمانہ کے علاوہ حدث پر بھی دلالت کرتے ہیں۔

تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِاِفَادَةِ نِسْبَتِهَا حُكْمَ مَعْنَاهَا فَتَرْفَعُ الْاَوَّلَ وَ تَنْصِبُ الثَّانِيَ فَتَقُوْلُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَكَانَ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ نَاقِصَةٌ وَهِيَ تَدُلُّ عَلٰى ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا فِى الْمَاضِىْ اِمَّا دَائِمًا نَحْوُ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اَوْ مُنْقَطِعًا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ شَابًّا وَتَامَّةٌ بِمَعْنٰى ثَبَتَ وَحَصَلَ نَحْوُ كَانَ الْقِتَالُ اَىْ حَصَلَ الْقِتَالُ وَزَائِدَةٌ لَايَتَغَيَّرُ بِاِسْقَاطِهَا مَعْنَى الْجُمْلَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

جِيَادُ ابْنِىْ اَبِىْ بَكْرٍ تَسَامٰى	شعر	عَلٰى كَانَ الْمُسَوَّمَةِ الْعِرَابِ

افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے جملہ کی نسبت کو اپنے معنی کے اثر کا فائدہ دینے کیلئے۔ پس اول کو رفع دیتے ہیں اور ثانی کو نصب دیتے ہیں۔ اور کان تین قسم پر ہے ایک ناقصہ اور وہ زمانہ ماضی میں فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہے یا دائمی طور پر۔ جیسے کان اللہ علیما حکیما. یا انقطاع یعنی جدا ہونے کے طور پر۔ جیسے کان زید شاباً. دوسرا تامہ جو ثبت اور حصل کے معنی میں ہوتا ہے۔ جیسے کان القتال. اور تیسرا زائدہ جس کو گرانے سے جملہ کے معنی متغیر نہ ہوں۔ جیسے شاعر کا قول: جیاد ابنی ابی بکر تسامی - علی کان المسومة العراب

قولہ تَدْخُلُ:۔یعنی افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں تا کہ اِن افعال کی خبر کی طرف نسبت، خبر کو اِن کا معنی اور اثر دے مثلاً صَارَ کا معنی انتقال ہے اور اُس پر جو اثر مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شئی منتقل الیہ ہو پس جب وہ زَیْدٌ غَنِیٌّ پر داخل ہوا تو خبر (غَنِیٌّ) کو منتقل الیہ ہونا دیدیا معنی ہوئے اِنْتَقَلَ زَیْدٌ مِنَ الْفَقْرِ اِلَی الْغِنَآءِ، ۱۲۔ قولہ عَلٰی ثَلٰثَةٍ:۔یعنی کَانَ تین قسم پر ہے (۱) ناقصہ، یہ اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خبر اِس کے فاعل (اسم) کیلئے زمانہ ماضی میں یا بطریقِ دوام ثابت ہے جیسے کَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا (اللہ حکیم وعلیم ہے) اور یا بطریقِ انقطاع ثابت ہے جیسے کَانَ زَیْدٌ شَابًّا، زید جوان تھا۔ (۲) تامہ، جو بمعنی ثَبَتَ اور حَصَلَ ہوتا ہے جیسے کَانَ الْقِتَالُ یعنی قتال ہوا۔ (۳) زائدہ، یہ وہ ہے جس کے حذف کرنے سے جملہ کے معنی متغیر نہ ہوں۔ فائدہ:۔زائدہ، صرف کَانَ ہوتا ہے جبکہ ناقصہ اور تامہ کَانَ بھی ہوتا ہے اور اُس کے باقی مشتقات بھی۔ قولہ کَقَوْلِ:۔مصنف علیہ الرحمۃ نے کَانَ زائدہ کی مثال میں شعر ذکر کیا جس کے معنی ہیں میرے بیٹے ابوبکر کے گھوڑے اُن عربی گھوڑوں پر فوقیت رکھتے ہیں جن پر عمدہ ہونے کے نشانات لگائے گئے ہیں۔ مصنف نے اپنے قول اَیْ عَلَی الْمُسَوَّمَةِ میں لفظِ کَانَ کے زائدہ ہونے کو بیان کیا ہے۔ فائدہ:۔جِیَادُ جمع جَیِّدٌ ہے بمعنی تیز رفتار گھوڑے۔ تَسَامٰی اصل میں تَتَسَامٰی تھا بمعنی بلند ہیں مُسَوَّمَةِ بفتح واؤ، وہ گھوڑے جن پر علامت ونشانی لگائی گئی ہو عِرَاب بکسر اوّل جمع عَرَبِیٌّ بمعنی عربی۔

اَیْ عَلَی الْمُسَوَّمَۃِ وَصَارَ لِلْاِنْتِقَالِ نَحْوُ صَارَ زَیْدٌ غَنِیًّا وَ اَصْبَحَ وَاَمْسٰی وَاَضْحٰی تَدُلُّ عَلَی اقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَۃِ بِتِلْکَ الْاَوْقَاتِ نَحْوُ اَصْبَحَ زَیْدٌ ذَاکِرًا اَیْ کَانَ ذَاکِرًا فِیْ وَقْتِ الصُّبْحِ وَبِمَعْنٰی صَارَ نَحْوُ اَصْبَحَ زَیْدٌ غَنِیًّا وَتَامَّۃٌ بِمَعْنٰی دَخَلَ فِی الصَّبَاحِ وَالضُّحٰی وَالْمَسَا وَظَلَّ وَبَاتَ یَدُلَّانِ عَلَی اقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَۃِ بِوَقْتَیْھِمَا نَحْوُ ظَلَّ زَیْدٌ کَاتِبًا وَبِمَعْنٰی صَارَ..

یعنی علی المسومۃ. اورصار انتقال کیلئے ہے۔جیسے صار زید غنیا. اور اصبح اور امسیٰ اور اضحی مضمون جملہ کو ان اوقات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں۔جیسے اصبح زید ذاکراً. یعنی زید صبح کے وقت ذکر کرنے والا تھا۔اور صار کے معنی میں۔جیسے اصبح زید غنیا. (زید غنی ہوگیا) اور کبھی یہ تینوں تامہ ہوتے ہیں دخل فی الصباح والضحی والمسا کے معنی میں۔اور ظل اور بات یہ دونوں مضمون جملہ کو اپنے اپنے وقت کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں۔جیسے ظل زید کاتباً. زید کی کتابت دن میں حاصل ہوئی۔اور بمعنی صار ۔

سوال:-مصنف نے افعال ناقصہ میں کَانَ تامہ اور زائدہ کا ذکر کیا ہے حالانکہ یہ دونوں فعلِ ناقص نہیں ہیں ایسا کیوں کیا؟ جواب:-چونکہ اِن کو کَانَ ناقصہ کے ساتھ لفظی مشابہت ہے اِس لئے اِن کو افعالِ ناقصہ میں ذکر کیا ہے ورنہ یہ دونوں ناقصہ نہیں۔ قولہ وَصَارَ:-اور صَارَ شئی کے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال کیلئے ہوتا ہے جیسے صَارَ زَیْدٌ غَنِیًّا، زید غنی ہوگیا یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف انتقال کے لئے جیسے صَارَ الطِّیْنُ حَجَرًا، مٹی پتھر بن گئی۔ قولہ وَاَصْبَحَ:--یعنی یہ تینوں افعال اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بعد کے جملہ کا مضمون اِن کے اوقات یعنی صبح، شام اور چاشت کے ساتھ مقارن ہے اور کبھی یہ تینوں بمعنی صَارَ ہوتے ہیں اور کبھی تامہ۔ قولہ ظَلَّ وَبَاتَ:--یعنی ظَلَّ اور بَاتَ بھی مضمون جملہ کو اپنے اپنے اوقات یعنی روز وشب کے ساتھ مقارن ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور بمعنی صَارَ بھی۔ قولہ مَازَالَ:--یعنی یہ چاروں افعال اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اِن کی خبر اِن کے فاعل کیلئے بطور استمرار ثابت ہے جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے اور اِن کو حرفِ نفی لازم ہے۔

وَمَازَالَ وَمَافَتِیَ وَمَا بَرِحَ وَمَاانْفَکَّ تَدُلُّ عَلَی اسْتِمْرَارِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا مُذْقَبِلَهٗ نَحْوُ مَازَالَ زَیْدٌ اَمِیْرًا وَ یَلْزَمُهَا حَرْفُ النَّفْیِ وَمَادَامَ یَدُلُّ عَلٰی تَوْقِیْتِ اَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا نَحْوُ اَقُوْمُ مَادَامَ الْاَمِیْرُ جَالِسًا وَلَیْسَ یَدُلُّ عَلٰی نَفْیِ مَعْنَی الْجُمْلَةِ حَالًا وَ قِیْلَ مُطْلَقًا وَ قَدْ عَرَفْتَ بَقِیَّةَ اَحْکَامِهَا فِی الْقِسْمِ الْاَوَّلِ فَلَانُعِیْدُهَا **فَصْلٌ** اَفْعَالُ الْمُقَارَبَةِ..................

اورمازال اورما فتی اورما برح اورما انفک. یہ اپنے فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثبوت اور استمرار پر دلالت کرتے ہیں جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا۔ جیسے مازال زید امیراً. زید ہمیشہ سے امیر ہے۔ اوران کو حرف نفی لازم ہے۔ اور مادام اپنے فاعل کیلئے اپنی خبر کے ثابت ہونے کی مدت کے ساتھ کسی چیز کو موقت کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ اور لیس زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ مطلق نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اور افعال ناقصہ کے بقیہ احکام تو نے قسم اول میں جان لیے ہیں جنکا ہم اعادہ نہیں کرتے۔ (فصل) افعال مقاربہ.......

فائدہ:- مَازَالَ وغیرہ چاروں افعال کو نفی لازم ہے یعنی ماضی ہوں تو مَا یا لَا (نافیہ) لازم ہے اور مضارع ہوں تو اِنْ یا لَمْ یا لَنْ، اِس لئے کہ اِن کے معنی میں نفی پائی جاتی ہے اور جب نفی پر نفی آجائے تو وہ اثبات اور مفیدِ استمرار ہو جاتی ہے۔ قولہ وَلَیْسَ:- لَیْسَ زمانہ حال میں مضمونِ جملہ کی نفی کرتا ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے یہ اصل میں لَیِسَ بروزن سَمِعَ تھا بنظرِ تخفیف عین کلمہ کو ساکن کر دیا تو لَیْسَ ہوا۔ سوال:- لَیِسَ کی یاء کو بقاعدہ بَاعَ الف کیوں نہیں کیا؟ جواب:- یہ یعنی الف نہ کرنا اِس کے فعلِ غیر متصرف ہونے پر دلالت کرنے کیلئے ہے۔ فائدہ:- لَیْسَ کے فعل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اِس کے آخر میں تائے تانیث ساکنہ آتی ہے جیسے لَیْسَتْ اور ضمائرِ بارزہ متصلہ بھی آتی ہیں جیسے لَسْتِ اور کوفیہ کے نزدیک لَیْسَ حرف ہے اِس لئے کہ اِس میں تصریف نہیں ہے۔ ﴿ ﴾ افعال مقاربہ، وہ افعال ہیں جو خبر کے حصول کو اپنے فاعل سے قریب کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں اور اِسی لئے اُن کو افعال مقاربہ کہتے ہیں۔

فائدہ:- بعض حضرات کے نزدیک مرفوع پر تمام نہ ہونے کی وجہ سے یہ افعال بھی از قسمِ افعال ناقصہ ہیں اور صرف احکامِ مخصوصہ کی وجہ سے اُن کو الگ ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ محض مرفوع پر تمام نہ ہونے کی وجہ سے اگر یہ افعال ناقصہ ہیں تو پھر افعال متعدی بھی ناقصہ کہلائیں گے جو صحیح نہیں۔

هِيَ اَفْعَالٌ وُضِعَتْ لِلدَّلَالَةِ عَلَى دُنُوِّ الْخَبَرِ لِفَاعِلِهَا وَهِيَ ثَلٰثَةُ اَقْسَامٍ الْاَوَّلُ لِلرَّجَاءِ وَهُوَ عَسٰى وَهُوَ فِعْلٌ جَامِدٌ لَا يُسْتَعْمَلُ مِنْهُ غَيْرُ الْمَاضِيْ وَهُوَ فِي الْعَمَلِ مِثْلُ كَادَ اِلَّا اَنَّ خَبَرَهٗ فِعْلٌ مُضَارِعٌ مَعَ اَنْ نَحْوُ عَسٰى زَيْدٌ اَنْ يَّقُوْمَ وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ الْخَبَرِ عَلَى اسْمِهٖ نَحْوُ عَسٰى اَنْ يَّقُوْمَ زَيْدٌ..............

وہ افعال ہیں جو خبر کو اپنے فاعل کے نزدیک کرنے پر دلالت کیلئے وضع کیے گئے ہیں۔ اور وہ تین قسم پر ہیں۔ اول امید کیلئے اور وہ عسیٰ ہے اور وہ عسیٰ فعل جامد ہے اس سے نہیں استعمال کیا جاتا سوائے ماضی کے۔ اور وہ عمل میں کَادَ کی مانند ہے۔ مگر تحقیق اسکی خبر فعل مضارع ہوتی ہے اَن کے ساتھ۔ جیسے عسیٰ زید ان یقوم. اور اس کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے۔ جیسے عسیٰ ان یقوم زید..............

قولہ وَھِیَ اِلَخ:- یعنی افعالِ مقاربہ کی تین قسمیں ہیں۔ قسم اوّل، رجاء کیلئے ہے یعنی اِس بات پر دلالت کرنے کیلئے کہ متکلم کو اُمید ہے کہ فاعل کیلئے حصول خبر قریب ہے اور اِس معنی کیلئے فعلِ عَسٰی موضوع ہے مگر کلامِ اِلٰہی میں یہ وجوب کیلئے آتا ہے کیونکہ رجاء اور طمع، اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ قولہ وَھُوَ فِعْلٌ:- اور عَسٰی فعل ہے کیونکہ فعل کی علامات قبول کرتا ہے اور غیر متصرف ہے کیونکہ ماضی معلوم کے علاوہ اِس سے کوئی صیغہ نہیں آتا اور ماضی معلوم کے بھی تمام صیغے نہیں آتے اور یہ عمل میں کَادَ کی طرح ہے یعنی فعلِ عَسٰی، کَادَ کی طرح اسم کو رفع دیتا ہے اور کَادَ کی طرح اِس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے جیسے عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ، میں زَیْدٌ، عَسٰی کا اسم ہے اور اَنْ یَّقُوْمَ، محلاً منصوب اسکی خبر ہے لیکن کوفیین کے نزدیک اَنْ یَّقُوْمَ، زَیْدٌ سے بدل الاشتمال ہے، قولہ اِلَّا اَنَّ:- یعنی صرف اتنا فرق ہے کہ عَسٰی کی خبر فعلِ مضارع مع اَن ہوتی ہے جیسے عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ اور کَادَ کی خبر فعلِ مضارع بغیر اَن کے جیسے کَادَ زَیْدٌ یَخْرُجُ۔ سوال:- عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ میں عَسٰی کی خبر موَل بالمصدر ہے جس کا ذات پر حمل درست نہیں ہے؟ لہٰذا عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّقُوْمَ بولنا صحیح نہیں؟ جواب:- اِس مثال میں مضاف مقدر ہے یا جانبِ اسم میں اَیْ عَسٰی شَانُ زَیْدِ ، الْقِیَامُ یا جانبِ خبر میں اَیْ عَسٰی زَیْدٌ صَاحِبَ الْخُرُوْجِ۔ قولہ وَیَجُوْزُ:- اور عَسٰی کی خبر کی تقدیم اُس کے اسم پر جائز ہے کیونکہ یہ فعل ہونے کی وجہ سے قوت رکھتا ہے۔ جیسے عَسٰی اَنْ یَّقُوْمَ زَیْدٌ یعنی زید کا قیام قریب ہے۔

وَقَدْ يُحْذَفُ اَنْ نَحْوُ عَسٰى زَيْدٌ يَقُوْمُ وَالثَّانِيْ لِلْحُصُوْلِ وَهُوَ كَادَ وَخَبَرُهُ مُضَارِعٌ دُوْنَ اَنْ نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ يَقُوْمُ وَقَدْ تَدْخُلُ اَنْ نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ اَنْ يَقُوْمَ وَالثَّالِثُ لِلْاَخْذِ وَالشُّرُوْعِ فِي الْفِعْلِ وَهُوَ طَفِقَ وَجَعَلَ وَكَرُبَ وَاَخَذَ وَاسْتِعْمَالُهَا مِثْلُ كَادَ نَحْوُ طَفِقَ زَيْدٌ يَكْتُبُ وَاَوْشَكَ وَاسْتِعْمَالُهَا مِثْلُ عَسٰى وَكَادَ **فَصْلٌ** فِعْلَا التَّعَجُّبِ...

اور کبھی اَن کوحذف کردیا جاتا ہے۔جیسے عسیٰ زید یقوم. اوردوسری قسم حصول کیلئے ہےاوروہ کاد ہےاوراس کی خبرفعل مضارع بغیراَن کے ہوتی ہے۔جیسے کاد زید یقوم. اور کبھی خبر پراَن داخل ہوتا ہے۔جیسے کاد زیدٌ ان یقوم. اورتیسری قسم فعل میں شروع ہونے کیلئے ہے۔اوروہ طَفِقَ اورجَعَلَ اور کَرُبَ اوراَخَذَ ہے۔اوران کا استعمال کَادَ کی مانند ہے۔جیسے طفق زید یکتب. اوراَوْشَکَ اوراس کا استعمال عَسیٰ اور کَادَ کی مانند ہے۔ (فصل) تعجب کے دو فعل:...

فائدہ:- مشہور یہ ہے کہ تقدیم خبر کی صورت میں عَسٰی فعلِ تام ہوتا ہے یعنی خبر کا محتاج نہیں ہوتا لیکن ابنِ مالک نے کہا کہ عَسٰی ہمیشہ فعلِ ناقص ہوتا ہے اور عَسٰی اَنْ يَّقُوْمَ زَيْدٌ میں کلمہ اَنْ مع الصلہ قائم مقام اسم وخبر ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا ، میں اَنْ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر قائم مقام دو مفعول کے ہے لہٰذا عَسٰی فعلِ ناقص ہے تام نہیں۔ قسمِ دوم، حصول کیلئے یعنی خبر کا فاعل کیلئے حصول باعتبار جزم متکلم کے قریب ہے اور اِس کے لئے کَادَ ہے اور اُس کی خبر فعلِ مضارع ہوتی ہے بغیر اَنْ کے اور کبھی اَنْ کے ساتھ عَسٰی کی مشابہت کی وجہ سے۔ جیسے کَادَ زَيْدٌ يَّقُوْمُ ، زید یقیناً کھڑے ہونے کے قریب ہے۔ سوم، تحصیلِ فعل کیلئے یعنی متکلم کو یہ جزم ہو کہ فاعل نے خبر کی تحصیل شروع کردی ہے اُس کیلئے طَفِقَ اور جَعَلَ وغیرہ ہیں جنکا استعمال کَادَ کی مثل ہے جیسے طَفِقَ زَيْدٌ يَكْتُبُ ، زید نے یقیناً لکھنا شروع کردیا ہے۔ فائدہ:- اَوْشَكَ اِيْشَاكًا سے ہے بمعنی اَسْرَعَ اور اِسی سے ہے يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ كَذَا ، جس کو اکثر لوگ يُوْشَكُ ، شین کے فتح کے ساتھ پڑھتے ہیں صحیح لغت بکسر السِّيْنِ ہے۔ فائدہ:- جب اَوْشَكَ کا اسم فعل مضارع مقرون باَنْ ہو تو وہ خبر سے مستغنی ہوتا ہے جیسے اَوْشَكَ اَنْ يَّقُوْمَ زَيْدٌ۔ قولہ فِعْلَا التَّعَجُّبِ:- فِعْلَا اصل میں فِعْلَانِ تھا۔ نونِ تثنیہ اضافت کی وجہ سے ساقط ہوگیا تو فِعْلَا ہوا اور تعجب کے دو فعل ہیں۔ تعجب کی تعریف:- تعجب، اُس کیفیت کو کہتے ہیں جو نفس میں ایسے امر کے علم سے پیدا ہو جس کا سبب مخفی ہے۔

مَـا وُضِعَ لِانْشَاءِ التَّعَجُّبِ وَلَهٗ صِيْغَتَانِ مَا اَفْعَلَهٗ نَحْوُ مَا اَحْسَنَ زَيْدًا اَىْ اَىُّ شَيْئٍ اَحْسَـنَ زَيْـدًا وَفِـى اَحْسَـنَ ضَمِيْرٌ وَهُوَ فَاعِلُهٗ وَاَفْعِلْ بِهٖ نَحْوُ اَحْسِنْ بِزَيْدٍ..

فعل تعجب وہ ہے جو انشاء تعجب کیلئے وضع کیا گیا ہو اور اس کے دو صیغے ہیں اول **ما افعله**. جیسے **ما احسن زیدا**. یعنی کس چیز نے زید کو صاحب حسن کر دیا۔ اور احسن میں ضمیر ہے اور وہ اس کا فاعل ہے۔ دوم **افعل بہ**. جیسے اَحْسِنْ بِزَيْدٍ..

قولہ مَـا وُضِـعَ:۔ فعل تعجب، وہ فعل ہے جو انشاء و ایجادِ تعجب کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کے دو صیغے ہیں۔ فائدہ:۔ صیغہ تثنیہ اگرچہ افراد پر دلالت کرتا ہے لیکن مَـا وُضِـعَ اِلَخ سے اَفرادِ تعجب کی تعریف نہیں کی گئی بلکہ تثنیہ کے ضمن میں جو جنس پائی جاتی ہے یہ تعریف اُسی کی ہے۔ قولہ مَـا اَفْعَلَـهٗ:۔ تعجب کا پہلا صیغہ مَـا اَفْعَلَـهٗ ہے جیسے مَا اَحْسَنَ زَيْدًا کیسا اچھا ہے زید۔ اِس صیغہ کی ترکیب میں تین قول ہیں۔ اوّل، مَا استفہامیہ بمعنی اَىُّ شَيْئٍ مبتدا ہے اور اَحْسَنَ زَيْدًا، محلاً مرفوع اُس کی خبر ہے اور اَحْسَنَ کا فاعل ضمیرِ مستتر ہے اور زَيْدًا مفعول بہ ہے مصنف نے اَىُّ شَيْئٍ اَحْسَنَ زَيْدًا سے اِسی ترکیب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دوم، یہ مَا موصولہ بمعنی اَلَّذِىْ ہے اور اَحْسَنَ، اِس کا صلہ ہے اور موصول اپنے صلہ سے ملکر محلاً مرفوع مبتدا ہے اور شَيْـئٌ مقدر اُس کی خبر ہے تقدیرِ عبارت ہے اَلَّـذِىْ اَحْسَـنَ زَيْـدًا شَيْئٌ اَىْ شَيْئٌ عَظِيْمٌ۔ سوم، مَا بمعنی شَيْئٌ نکرہ مخصصہ مبتدا ہے اور بعد والا جملہ اُس کی خبر ہے۔ قولہ وَاَفْعِلْ بِهٖ:۔ دوسرا صیغہ فعلِ تعجب کا اَفْعِلْ بِهٖ ہے جیسے اَحْسِـنْ بِزَيْدٍ، اَحْسِنْ صیغہ امر بمعنی ماضی ہے کیونکہ تعجب اُس چیز پر ہوتا ہے جو زمانہ ماضی میں ثابت و مستمر ہو اور اَحْسِنْ کا فاعل ضمیرِ مجرور ہے اور بِهٖ کی باء زائدہ ہے اور اَحْسِنْ کا ہمزہ صیرورت کا ہے لہٰذا اَحْسِنْ بِزَيْدٍ کی تقدیر اَحْسَنَ زَيْدٌ ہے بمعنی صَارَ زَيْدٌ ذَا حُسْنٍ یعنی زید حسین ہو گیا۔ فائدہ:۔ صیغہ واحد امر حاضر میں اَنْتَ ضمیرِ فاعل مستتر ہوتی ہے لیکن چونکہ اَحْسِنْ بِهٖ میں صیغہ امر بمعنی ماضی ہے اِس لئے اِس کا فاعل ضمیرِ مجرور ہے اور باء زائدہ ہے جو فاعل پر داخل ہے۔ سوال:۔ مَـا اَفْعَلَهٗ یا اَفْعِلْ بِهٖ، مجموعہ فعل نہیں لہٰذا اِن کو فعلِ تعجب کہنا درست نہیں؟ جواب:۔ ماتن کی مراد یہ ہے کہ مَـا اَفْعَلَهٗ اور اَفْعِلْ بِهٖ کے ضمن میں جو فعل ہے وہ فعلِ تعجب ہے۔

وَلَا یُبْنَیَانِ اِلَّا مِمَّا یُبْنٰی مِنْہُ اَفْعَلُ التَّفْضِیْلِ وَیُتَوَصَّلُ فِی الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ مَا اَشَدَّ اسْتِخْرَاجًا فِی الْاَوَّلِ وَاَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِہٖ فِی الثَّانِیْ کَمَا عَرَفْتَ فِیْ اِسْمِ التَّفْضِیْلِ وَلَا یَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِیْہِمَا بِتَقْدِیْمٍ وَلَا تَاخِیْرٍ وَلَا فَصْلٍ وَالْمَازِنِیُّ اَجَازَ الْفَصْلَ بِالظَّرْفِ نَحْوُ مَا اَحْسَنَ الْیَوْمَ زَیْدًا

اور یہ دو صیغے صرف اس سے بنائے جاتے ہیں جس سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے۔ اور ممتنع میں ذریعہ بنایا جاتا ہے **ما اشد استخراجا** کے مثل کے ساتھ اول صیغہ میں اور **اشدد باستخراجہ** کے ساتھ دوسرے صیغہ میں جیسے کہ تم نے اسم تفضیل میں معلوم کرلیا ہے۔ اور ان میں تقدیم و تاخیر اور فصل کے ساتھ تصرف جائز نہیں۔ اور مازنی نے ظرف کے ساتھ فصل کو جائز کیا ہے۔ جیسے **ما احسن الیوم زیدا**.

قولہ وَلَا یُبْنَیَانِ :- اور تعجب کے صیغے صرف اُس فعل سے بنائے جاتے ہیں جس فعل سے اسمِ تفضیل بنایا جاتا ہے یعنی یہ صیغے صرف اُس ثلاثی مجرد سے بنائے جاتے ہیں جو لون وعیب کے معنی سے خالی ہو اِس لئے کہ فعلِ تعجب تاکید اور مبالغہ میں اسمِ تفضیل کے مشابہ ہے اور اسمِ تفضیل صرف ثلاثی مجرد سے آتا ہے جو لون وعیب کے معنی سے خالی ہو۔ قولہ وَیُتَوَصَّلُ :- یعنی ثلاثی مجرد بمعنی لون وعیب یا غیر ثلاثی مجرد سے تعجب کے معنی ادا کرنے کیلئے مَآ اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجًا یا اَشْدِدْ بِاِسْتِخْرَاجِہٖ وغیرہ کہہ کر یہ معنی ادا کئے جائیں گے، یعنی پہلے صیغہ میں مَآ اَشَدَّ یا مَآ اَقْوٰی وغیرہ کے بعد اُس فعل کا مصدر منصوب ذکر کیا جائے گا جس سے تعجب کے معنی لینا مطلوب ہوں جیسے مَآ اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجًا (کیا شدید ہے نکلنا) اور دوسرے صیغہ میں اَشْدِدْ وغیرہ کے بعد اِس فعل کا مصدر بمع باء جارہ لایا جائے گا جیسے اَشْدِدْ بِاِسْتِخْرَاجِہٖ، اُس کا نکلنا کیسا شدید ہے۔ فائدہ :- جس طرح اسمِ تفضیل معنی فاعلیت میں زیادتی بیان کرنے کیلئے کثیر ہے اور مفعولیت کی زیادتی بیان کرنے کیلئے قلیل ہے اِسی طرح فعلِ تعجب فاعل کیلئے کثیر اور مفعول کیلئے قلیل ہے لہٰذا مَآ اَشْھٰی طَعَامًا (طعام کس قدر مرغوب ہے) قلیل وشاذ ہے۔ قولہ وَلَا یَجُوْزُ :- اور تعجب کے صیغوں میں مفعول یا جار مجرور کی تقدیم اور فعل کی تاخیر کا تصرف جائز نہیں لہٰذا مَا زَیْدًا اَحْسَنَ یا بِزَیْدٍ اَحْسِنْ کہنا جائز نہیں۔ اِسی طرح صیغہ تعجب اور اُس کے معمول کے درمیان فصل بھی جائز نہیں، مثلاً مَآ اَحْسَنَ فِی الدَّارِ زَیْدًا یا اَحْسِنِ الْیَوْمَ بِزَیْدٍ کہنا جائز نہیں لیکن مازنی کے نزدیک فصل بالظروف جائز ہے کیونکہ ظروف میں بڑی وسعت ہے لہٰذا اُن کے نزدیک مَآ اَحْسَنَ الْیَوْمَ زَیْدًا کہنا جائز ہے۔ فائدہ :- صیغہ تعجب اور اُس کے معمول کے درمیان فصل بالظرف مازنی کے نزدیک بھی اُس وقت جائز ہے جب ظرف صیغہ تعجب سے متعلق ہو لہٰذا لَقِیْتُہٗ مَآ اَحْسَنَ اَمْسِ زَیْدًا میں مازنی کے نزدیک بھی فصل بالظرف جائز نہیں کیونکہ اِس مثال میں ظرف (اَمْسِ) اَحْسَنَ سے متعلق نہیں بلکہ لَقِیْتُ سے متعلق ہے۔

فَصْل اَفْعَالُ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ مَاوُضِعَ لِاِنْشَاءِ مَدْحٍ اَوْ ذَمٍّ اَمَّاالْمَدْحُ فَلَهٗ فِعْلَانِ نِعْمَ وَفَاعِلُهٗ اِسْمٌ مُعَرَّفٌ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ اَوْ مُضَافٌ اِلَى الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ نَحْوُ نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ وَقَدْ يَكُوْنُ فَاعِلُهٗ مُضْمَرًا وَيَجِبُ تَمْيِيْزُهٗ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ نِعْمَ رَجُلًا زَيْدٌ اَوْ بِمَا نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَنِعِمَّا هِيَ اَىْ نِعْمَ شَيْئًا هِيَ وَزَيْدٌ يُسَمَّى الْمَخْصُوْصَ بِالْمَدْحِ..........................

(فصل) افعال مدح وذم: فعل مدح وذم وہ فعل ہے جسکو انشاء مدح وذم کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ بہر حال مدح تو اس کیلئے دو فعل ہیں ایک نِعْمَ اور اس کا فاعل اسم معرف باللام ہوتا ہے۔ جیسے نعم الرجل زیدٌ. یا معرف باللام کی طرف مضاف۔ جیسے نعم غلام الرجل زید. اور کبھی اس کا فاعل مضمر ہوتا ہے اور واجب ہے اس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ۔ جیسے نعم رجلا زید یاما کے ساتھ جیسے ارشاد باری تعالیٰ فنعمّا ھِیَ ای نعم شیئا ھی. اور زیدٌ نام رکھا جاتا ہے مخصوص بالمدح..........................

سوال:- تعجب کے صیغے فعل ہیں یا اسم؟ جواب:- اکثر نحات کے نزدیک یہ فعل ہیں اِس لئے کہ یہ مبنی بر فتح ہیں اور اِن کے ساتھ نون وقایہ متصل ہوتا ہے جو کہ فعل کی علامت ہے جیسے مَا اَکْرَمَنِیْ، نیز صیغہ تعجب کی اُس کے منصوب کی طرف اضافت جائز نہیں ہے اور بعض نُحات اِن کی اسمیت کے قائل ہیں اِس لئے کہ اِن میں تصریف نہیں اور اِن کے ساتھ ضمائر وغیرہ کا اتصال بھی نہیں ہوتا اور مَا اَصْلَحَ کی تصغیر مَا اُصَیْلِحَ آئی ہے۔ ﴿ افعال مدح وذم ﴾ وہ ہیں جو انشاءِ مدح وذم کیلئے وضع کئے گئے ہوں اور مدح کیلئے دو فعل ہیں۔ اوّل، نِعْمَ اور اُس کے فاعل کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) فاعل معرفہ بلام ہوگا جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ، زید اچھا مرد ہے۔ (۲) فاعل معرفہ بلام کی طرف مضاف ہوگا جیسے نِعْمَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ، مرد کا اچھا غلام ہے زید۔ اِس میں غُلَامُ، نِعْمَ کا فاعل ہے جو رَجُلِ کی طرف مضاف ہے۔ (۳) فاعل ضمیرِ مستتر ہوگی جیسے نِعْمَ رَجُلًا زَيْدٌ، زید اچھا ہے از روئے مرد ہونے کے۔ فائدہ:- نِعْمَ، اصل میں نَعِمَ بفتح فاء وکسرِ عین تھا فاء کو عین کی موافقت میں کسرہ دیا پھر عین کو برائے تخفیف ساکن کر دیا نُحات بصرہ کے نزدیک یہ فعل ہے بدلیلِ اتصال تائے تانیث جیسے نِعْمَتْ، اور باقی نُحات کے نزدیک یہ اسم ہے اِس لئے کہ اِس پر حرف ندا داخل ہوتا ہے جیسے یَا نِعْمَ الْمَوْلٰی۔ قولہ وَيَجِبُ:- یعنی جب نِعْمَ کا فاعل مستتر ہو تو اُس کی تمیز لانا واجب ہے۔ نکرہ منصوبہ کے ساتھ جیسے نِعْمَ رَجُلًا زَيْدٌ، یا لفظِ مَا کے ساتھ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے فَنِعِمَّا هِيَ، یہ مَا نکرہ بمعنی شَیْئ بنا بر تمیز محلاً منصوب ہے اور اِسی بات کی طرف مصنف نے اَىْ نِعْمَ شَيْئًا هِيَ سے اشارہ کیا ہے اور گذشتہ تمام مثالوں میں لفظ زَيْدٌ مخصوص بالمدح ہے۔

وَحَبَّذَا نَحْوُ حَبَّذَا زَيْدٌ حَبَّ فِعْلُ الْمَدْحِ وَفَاعِلُهٗ ذَا وَالْمَخْصُوْصُ بِالْمَدْحِ زَيْدٌ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّقَعَ قَبْلَ مَخْصُوْصٍ اَوْ بَعْدَهٗ تَمْيِيْزٌ نَحْوُ حَبَّذَا رَجُلًا زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَجُلًا اَوْ حَالٌ نَحْوُ حَبَّذَا رَاكِبًا زَيْدٌ وَحَبَّذَا زَيْدٌ رَاكِبًا وَاَمَّا الذَّمُّ فَلَهٗ فِعْلَانِ اَيْضًا بِئْسَ نَحْوُ بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو وَبِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ عَمْرٌو وَ بِئْسَ رَجُلًا عَمْرٌو وَ سَاءَ نَحْوُ سَاءَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَ سَاءَ غُلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ وَ سَاءَ رَجُلًا زَيْدٌ وَ سَاءَ مِثْلُ بِئْسَ فِيْ سَائِرِ الْاَقْسَامِ **اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ فِي الْحُرُوْفِ** وَ قَدْ مَضٰى تَعْرِيْفُهٗ وَ اَقْسَامُهٗ سَبْعَةَ عَشَرَ حُرُوْفُ الْجَرِّ وَالْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ وَحُرُوْفُ الْعَطْفِ وَ حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ وَحُرُوْفُ النِّدَاءِ وَ حُرُوْفُ الْاِيْجَابِ وَحُرُوْفُ الزِّيَادَةِ وَ حَرْفَا التَّفْسِيْرِ.....

اور حبّذا جیسے حبّذا زید. حبّ فعل مدح ہے اور اس کا فاعل ذَا ہے اور مخصوص بالمدح زید ہے۔ اور جائز ہے کہ مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد تمیز واقع ہو۔ جیسے حبذا رجلاً زیدٌ اور حبذا زیدٌ رجلاً. یا حال واقع ہو۔ جیسے حبذا راکبا زیدٌ اور حبذا زیدٌ راکباً. رہا ذم تو اس کیلئے بھی دو فعل ہیں: بِئْسَ جیسے بئس الرجل عمروٌ .اور بئس غلام الرجل عمروٌ. اور بئس رجلا عمروٌ. اور ساء جیسے ساء الرجل زیدٌ اور ساء غلام الرجل زیدٌ اور ساء رجلا زیدٌ. اور ساء بئس کی مثل ہے تمام اقسام میں۔ تیسری قسم حروف میں اور تحقیق اسکی تعریف گذر چکی ہے اور اس کے اقسام سترہ ہیں: حروف جر اور حروف مشبہ بالفعل اور حروف عطف اور حروف تنبیہ اور حروف نداء اور حروف ایجاب اور حروف زیادت اور دو حروف تفسیر..

دوم، حَبَّذَا جیسے حَبَّذَا زَیْدٌ، حَبَّ فعلِ مدح اور ذَا اُس کا فاعل ہے اور زَیْدٌ مخصوص بالمدح ہے۔ اور اُس کے مخصوص بالمدح سے پہلے یا اُس کے بعد تمیز لانا جائز ہے، جیسے حَبَّذَا رَجُلًا زَیْدٌ، یہ مخصوص بالمدح سے پہلے تمیز آنے کی مثال ہے اور حَبَّذَا زَیْدٌ رَجُلًا، یہ مخصوص کے بعد تمیز لانے کی مثال ہے اور حال لانا بھی جاز ہے جیسے حَبَّذَا رَاکِبًا زَیْدٌ وَحَبَّذَا زَیْدٌ رَاکِبًا۔ قولہ اَمَّا الذَّمُّ:-فعلِ ذم بھی دو ہیں۔ اوّل، بِئْسَ جیسے بِئْسَ الرَّجُلُ زَیْدٌ، زید بُرا مرد ہے۔ یہ فاعل معرف باللام کی مثال ہے اور بِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ، اُس فاعل کی مثال ہے جو معرف باللام کی طرف مضاف ہے۔ دوم، سَاءَ جیسے سَاءَ الرَّجُلُ زَیْدٌ، زید برا مرد ہے اور یہ دونوں فعل استعمال میں نِعْمَ کی طرح ہیں۔

﴿**اَلْقِسْمُ الثَّالِثُ فِي الْحُرُوْفِ**﴾ حروف کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل، حروفِ مبانی یہ کسی خاص معنی پر دلالت نہیں کرتے بلکہ اِن سے کلمات مرکب کئے جاتے ہیں اور اِن کو حروفِ تہجی بھی کہتے ہیں جیسے ا، ب، ت، ث، ج وغیرہ کہ اِن حروف سے زَیْدٌ، ضَرَبَ، مِنْ بنتے ہیں۔ دوم:-حروفِ معانی اِن کی پھر دو قسمیں ہیں۔(۱) عاملہ (۲) غیر عاملہ۔ اوّل کی چند قسمیں ہیں حروف جر وغیرہ۔

وَحُرُوْفُ الْمَصْدَرِ وَحُرُوْفُ التَّحْضِيْضِ وَحُرُوْفُ التَّوَقُّعِ وَحَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ وَحُرُوْفُ الشَّرْطِ وَحَرْفُ الرَّدْعِ وَتَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةُ وَالتَّنْوِيْنُ وَنُوْنَا التَّاكِيْدِ

فَصْلٌ حُرُوْفُ الْجَرِّ حُرُوْفٌ..........

اور حروف مصدر اور حروف تحضیض اور حروف توقع اور دو حرف استفہام اور حروف شرط اور حرف ردع اور تائے تانیث ساکنہ اور تنوین اور تاکید کے نون۔(فصل) حروف جروہ حروف ہیں..........

قولہ حُرُوْفُ الْجَرِّ :-حروف جارہ کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کثیر ہیں اور عمل میں کسی کی فرع نہیں ہیں۔
وجہ تسمیہ :-جر کے معنٰی ہیں کھینچنا، چونکہ یہ حروفِ معانی افعال کو اپنے مدخول کی طرف کھینچتے ہیں اِس لئے اِن کو حروف جر کہتے ہیں یا اِس لئے کہ یہ اسم کو جر دیتے ہیں اور اِن کو حروفِ اضافت بھی کہتے ہیں اِس لئے کہ کبھی بوقتِ اضافتِ معنویہ مقدر ہوتے ہیں۔ فائدہ:-حروفِ جارہ کی چھ قسمیں ہیں۔ اوّل، جو اسمِ ظاہر و اسمِ ضمیر دونوں کو جر دیتے ہیں۔ یہ سات حروف ہیں مِنْ، اِلٰی، عَنْ، عَلٰی، بَآءٌ، لَامٌ، فِیْ۔ دوم، جو صرف اسمِ ظاہر کو جر دیتے ہیں اور کسی مخصوص اسمِ ظاہر کے ساتھ مختص نہیں یہ تین حرف ہیں کَافٌ، حَتّٰی، وَاوٌ۔ سوم:-جو مخصوص اسمِ ظاہر کو جر کرتے ہیں یہ تَآءٌ ہے جو اسمِ جلالت اَللّٰہُ (جَلَّ جَلَالُہٗ) کو جر دیتی ہے جیسے تَاللّٰہِ اور اخفش کے نزدیک لفظِ رَبٌّ کو (بھی) جبکہ وہ لفظِ کعبہ یا یاء کی طرف مضاف ہو جیسے تَرَبِّ الْکَعْبَۃِ اور تَرَبِّیْ لَاَفْعَلَنَّ۔ چہارم:-جو اسمِ ظاہر کی نوعِ خاص اور فردِ خاص کو جر کرتا ہے یہ کلمہ کَیْ ہے جو دو چیزوں کو جر کرتا ہے (۱) مَا استفہامیہ کو جو فردِ خاص ہے مثلاً آپ کو کوئی کہے جِئْتُکَ اَمْسِ، میں تمہارے پاس کل آیا۔ تو آپ اُس سے آنے کی علت پوچھتے ہوئے کہیں کَیْمَہْ، جو اصل میں کَیْ مَا تھا، مَا استفہامیہ کا الف وجوباً حذف کر کے ہائے سکتہ بڑھائی تو کَیْمَہْ ہوا۔ فائدہ:-حروفِ جارہ غیر مشہورہ چار ہیں کَیْ، لَاتَ، لَعَلَّ، بنی عقیل کی لغت میں اور لَوْلَا، جب اُس کے ساتھ ضمیرِ مجرور متصل ہو جیسے لَوْلَاکَ مَاءٌ ۃ عامل عبدالرسول میں ہے۔

چار حرفِ جر بود دیگر کہ نبود مشتہر | کَیْ بود در کَیْمَہْ از بہرِ غرض زاں چار ہا

(۲) اَنْ پوشیدہ کو بمع اُس کے صلہ کے اور یہ نوعِ خاص ہے جیسے جِئْتُکَ کَیْ تُکْرِمَنِیْ میں اَنْ مقدرہ مع الفعل (صلہ) کَیْ تعلیلیہ کا (مدخول) مجرور ہے۔ پنجم:-جو اسمِ ظاہر کی نوعِ خاص کو جر دیتے ہیں یہ دو حروف ہیں مُذْ اور مُنْذُ، جن کا مجرور اسمِ زمان معین ہوتا ہے پھر وہ زمان یا ماضی ہوتا ہے یا حال جیسے مَا رَاَیْتُہٗ مُذْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ یا مُذْ یَوْمِنَا۔ ششم:-جو اسمِ ظاہر اور اسمِ ضمیر کی نوعِ خاص کو جر دیتے ہیں وہ کلمہ رُبَّ ہے جو اسمِ ظاہر نکرہ موصوفہ کو جر دیتا ہے اور ضمیرِ مفرد مذکر کو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ واجب ہوتی ہے۔

وُضِعَت لِافْضَاءِ الْفِعْلِ وَ شِبْهِهٖ اَوْ مَعْنَى الْفِعْلِ اِلٰى مَاتَلِيْهِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَاَنَا مَارٌّ بِزَيْدٍ وَهٰذَا فِى الدَّارِ اَبُوْكَ اَىْ اُشِيْرُ اِلَيْهِ فِيْهَا وَ هِىَ تِسْعَةَ عَشَرَ حَرْفًا مِنْ وَهِىَ لِابْتِدَاءِ الْغَايَةِ وَ عَلَامَتُهٗ اَنْ يَّصِحَّ فِىْ مُقَابَلَتِهِ الْاِنْتِهَاءُ كَمَا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ وَلِلتَّبْيِيْنِ وَ عَلَامَتُهٗ اَنْ يَّصِحَّ وَضْعُ لَفْظِ

جو فعل اور شبہ فعل یا معنی فعل کو اس چیز تک پہنچانے کیلئے وضع کیے گئے ہوں جس کے ساتھ یہ متصل ہیں۔ جیسے مررت بزید. (میں زید کے پاس سے گذرا) اور انا مار بزید. میں زید کے پاس سے گذرنے والا ہوں۔ اور ھذا فی الدار ابوک (یہ تیرا باپ گھر میں ہے) ای اشیر الیہ فی الدار. یعنی میں اشارہ کرتا ہوں اسکی طرف دار میں۔ اور یہ انیس حروف ہیں۔ مِنْ اور وہ ابتداء غایت کیلئے ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں انتہاء صحیح ہو۔ جیسے کہ تم کہو سِرْتُ من البصرة الى الكوفة. اور تبیین یعنی بیان کرنے کیلئے۔ اور اسکی علامت یہ ہے کہ اس مِن کی

قولہ لِافْضَآءِ:۔ یعنی حروف جر، وہ ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا معنٰی فعل کو اپنے مدخول تک پہنچانے کیلئے وضع کئے گئے ہوں۔ مصنف کی عبارت میں لفظ اِفْضَاء ہے جس کے معنٰی وصول ہیں اور یہ لازمی معنٰی ہیں بہتر یہ تھا کہ لِلْاِفْضَآءِ بِفِعْلٍ کہتے تا کہ باء کیساتھ متعدی ہو کر بمعنٰی ایصال ہوتا جیسا کہ کافیہ میں ہے۔ قولہ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ:۔ یہ افضاءِ فعل کی مثال ہے اور اَنَامَارٌّ بِزَيْدٍ، افضاءِ شبہِ فعل کی مثال ہے اور ھٰذَافِی الدَّارِ اَبُوْکَ، معنٰی فعل کی مثال ہے اِس لئے کہ ھٰذَا میں ذَا اسمِ اشارہ بمعنٰی اُشِيْرُ ہے اَیْ اُشِيْرُ اِلٰى اَبِيْكَ فِى الدَّارِ۔ فائدہ:۔ شبہِ فعل وہ ہے جو فعل کے مادہ سے ہو اور فعل جیسا عمل کرے جیسے مصدر، اسمِ فاعل، اسمِ مفعول، صفتِ مشبہ اور معنٰی فعل وہ لفظ ہے جس سے معنٰی فعل مستنبط ہوتے ہوں اور وہ فعل کے مادہ سے نہ ہو جیسے اسمِ اشارہ، حرفِ تنبیہ اور جار مجرور وغیرہ۔ فائدہ:۔ مجرور اسمِ صریح ہوتا ہے یا اسمِ تاویل یا وہ حرف اور فعل جس سے مراد اُس کی ذات ولفظ ہو یا جملہ جو بتاویلِ ھٰذَاالْقَوْل ہو۔ قولہ مِنْ:۔ کلمہ مِنْ کلامِ عرب میں حرف کے علاوہ فعل اور اسم بھی آیا ہے یہ مَانَ يَمِيْنُ سے صیغہ امر ہے اور بطور اسم بھی آیا ہے چنانچہ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًالَّكُمْ، میں کلمہ مِنْ اگر مفعول مانا جائے تو یہ اسم ہوگا۔ چونکہ مِنْ ابتداء کے لئے آتا ہے اِسلئے مصنف نے اِس کو مقدم کیا اور فرمایا کہ مِنْ کی چار اقسام ہیں۔ (۱) ابتداءِ غایت، یعنی کلمہ مِنْ اُس چیز کی ابتداء بیان کرتا ہے جس کی نہایت ہو اور اِس کی علامت یہ ہے کہ اِس کے مقابلہ میں اِلٰی کالانا صحیح ہو جو انتہاءِ غایت کیلئے آتا ہے جیسے سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ۔ فائدہ:۔ جو لفظ اِلٰی کے معنی کا افادہ کرے اگر مِنْ کے مقابلہ میں اُس کا لانا صحیح

الَّذِیْ مَکَانَہٗ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَلِلتَّبْعِیْضِ وَعَلَامَتُہٗ اَنْ یَّصِحَّ وَضْعُ لَفْظِ بَعْضٍ مَکَانَہٗ نَحْوُ اَخَذْ تُ مِنَ الدَّرَاھِمِ وَزَائِدَۃً وَعَلَامَتُہٗ اَنْ لَّا یَخْتَلَّ الْمَعْنٰی بِاِسْقَاطِھَا نَحْوُ مَا جَاءَ نِیْ مِنْ اَحَدٍ وَلَا تُزَادُ مِنْ فِی الْکَلَامِ الْمُوْجَبِ خِلَافًا لِلْکُوْفِیِّیْنَ........

جگہ الذی رکھنا صحیح ہو۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ فاجتنبوا الرجس من الاوثان. اور تبعیض کیلئے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ لفظ بعض کو اس کی جگہ رکھنا صحیح ہو جیسے اخذت من الدراھم ای بعض الدراھم. اور زائدہ۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے گرانے سے معنی میں خلل نہ آئے۔ جیسے ما جاء نی من احد. اور من نہیں زائد کیا جاتا کلام موجب میں بخلاف کوفیوں کے........

ہو تو وہ مِنْ بھی ابتداءِ غایت کیلئے ہوگا جیسے تَعَوُّذُ (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ) میں باء بمعنی اِلٰی ہے لہٰذا تَعَوُّذُ کا مِنْ ابتدائیہ ہے اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ بمعنی اَلْتَجِیُٔ اِلَی اللّٰہِ ہے۔ اِس صورت میں مقابلہ عام ہوگا خواہ وہ اوّل میں ہو یا آخر میں۔ سوال:- ابتداء کی اضافت غایت کی طرف صحیح نہیں ہے اِس لئے کہ غایت کے معنی انتہاء ہیں اور ابتداء وانتہاء ایک دوسرے کی نقیض ہیں اور ایک نقیض کی دوسری کی طرف اضافت صحیح نہیں ہے؟ جواب:- یہاں پر غایت سے مجازاً امسافت مراد ہے یعنی جز بول کر کل مراد ہے۔ (۲) برائے تبیین یعنی گذشتہ امر مبہم کی مراد کو ظاہر و واضح کرنے کیلئے آتا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ اُس کی جگہ اَلَّذِیْ (اسمِ موصول) کا رکھنا صحیح ہو جیسے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ میں کلمہ مِنْ کی جگہ اَلَّذِیْ رکھنا صحیح ہے۔ فائدہ:- اگر امر مبہم معرفہ ہو جیسے اَلرِّجْسَ معرفہ ہے تو مِنْ ظرفِ مستقر ہو کر حال واقع ہوگا اور امر مبہم نکرہ ہو تو مِنْ اُسکی صفت واقع ہوگا جیسے ارشادِ باری تعالیٰ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ، میں مِنْ سُنْدُسٍ، صفت بن رہا ہے۔ سوال:- گذشتہ مثال میں کلمہ مِنْ کی جگہ اَلَّذِیْ اسمِ موصول رکھنا صحیح نہیں ہے اِس لئے کہ اَلْاَوْثَان موصول کا صلہ نہیں بن سکتا کہ مفرد ہے اور صلہ جملہ ہوتا ہے؟ جواب:- مِنْ بیانیہ کی جگہ اَلَّذِیْ موصول رکھنے سے مراد یہ ہے کہ موصول مع صلہ مِنْ کی جگہ رکھنا صحیح ہو اِس لئے علامہ جامی نے مِنَ الرِّجْسَ کی تفسیر اَلَّذِیْ ھُوَ الْاَوْثَانُ کے ساتھ کی ہے جو موصول مع صلہ ہے۔ (۳) برائے تبعیض یعنی کلمہ مِنْ اِس بات پر دلالت کرنے کیلئے آتا ہے کہ کوئی چیز مِنْ کے مدخول کا بعض ہے اور وہ چیز کبھی مذکور ہوتی ہے جیسے اَخَذْتُ شَیْئًا مِّنَ الدَّرَاھِمِ اور کبھی غیر مذکور جیسے اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاھِمِ اَیْ بَعْضَ

وَاَمَّا قَوْلُهُمْ قَدْ كَانَ مِنْ مَّطَرٍ وَشِبْهُهُ فَمُتَاَوَّلٌ وَاِلٰى وَ هِىَ لِانْتِهَاءِ الْغَايَةِ كَمَا مَرَّ وَ بِمَعْنٰى مَعَ قَلِيْلاً كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ.....

رہاان کا قول قد كان من مطر پس وہ تاویل کیا ہوا ہے۔اور الیٰ یہ ہونے والا ہے انتہاء غایت کیلئے جیسا کہ گذرا اور بمعنی مع قلیل۔جیسے ارشاد باری تعالیٰ فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق.....................

الــدَّرَاهِــمِ اور مِــنْ تبعیضیہ کی علامت یہ ہے کہ اُس کی جگہ لفظِ بعض کا رکھنا صحیح ہو جیسے گذشتہ مثال اور مِــنْ تبعیضیہ کا مدخول عموماً صیغہ جمع مکسر ہوا کرتا ہے۔ فائدہ:-کلمہ مِنْ مبنی عَلَى السُّكُوْنِ ہےلیکن اِس کے بعد اگر الف لام آجائے تو الف کی حرکت سے مفتوح ہو جاتا ہے جیسے مِنَ الْبَيْتِ اور اگر الف لام کے علاوہ دوسرا ساکن آجائے تو مکسور ہو جاتا ہے جیسے مِنِ ابْنِكَ۔ کیونکہ قاعدہ ہے اَلسَّاكِنُ اِذَاحُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ۔ (۴) مِنْ زائدہ اِس کی علامت یہ ہے کہ اِس کے حذف کرنے سے معنی میں فرق نہ آئے جیسے مَاجَآءَ نِیْ مِنْ اَحَدٍ، میں مِنْ زائدہ ہے۔ فائدہ:-جمہور کے نزدیک زیادتِ مِنْ کی تین شرطیں ہیں۔ (۱) کلام غیر موجب ہو۔ (۲) مِنْ کا مدخول نکرہ ہو۔ (۳) مِنْ کا مدخول فاعل ہو یا مفعول یا مبتدا۔

قولہ وَاَمَّاقَوْلُهُمْ:-یہ مصنف کے قول وَلَاتُـزَادُ ...... اِلَخ پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ مصنف نے کہا کہ نحاتِ بصرہ کے نزدیک کلامِ موجب میں مِنْ زائدہ نہیں ہوتا حالانکہ قَدْ كَانَ مِنْ مَّطَرٍ، کلامِ موجب ہے اور اِس میں مِنْ زائدہ ہے۔ جواب، یہ ہے کہ یہ کلام متاوّل ہے بایں طور کہ یہ مِنْ یا تو تبعیضیہ ہے اور یا مِنْ بیانیہ ہے اَیْ قَدْ كَانَ بَعْضُ مَطَرٍ اَوْقَدْ كَانَ شَيْئٌ مِّنْ مَّطَرٍ۔ فائدہ:-کتاب میں مذکور معانی کے علاوہ دیگر چند معانی کیلئے بھی مِنْ مستعمل ہے۔ (۱) برائے تعلیل جیسے ارشاد ہے مِـمَّـاخَـطِـيْـئٰـتِـهِـمْ اُغْرِقُوْا۔ (۲) بمعنی بدل جیسے ارشاد ہے اَرَضِيْتُـمْ بِـالْـحَيَاةِ الدُّنْيَامِنَ الْاٰخِرَةِ۔ (۳) بمعنی فِیْ جیسے ارشاد ہے اِذَانُـوْدِیَ لِـلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ۔(۴) بمعنی باء جیسے ارشاد ہے يَـنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ اَیْ بِطَرْفٍ۔ (۵) بمعنی عَلٰی جیسے ارشاد ہے وَنَـصَـرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ اَیْ عَلَى الْقَوْمِ۔ (۶) بمعنی قسم جیسے اَلـنَّارُفِی الشِّتَآءِ خَيْـرٌمِّـنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ قولہ وَاِلٰی:-اور کلمہ اِلٰی انتہاءِ غایت کیلئے آتا ہے۔جیسے سِـرْتُ مِـنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ اور اِلٰی بمعنی مع بھی آتا ہے لیکن کَم جیسے اِلَى الْمَرَافِقِ میں اِلٰی بمعنی مع ہے اَیْ مَعَ الْمَرَافِقِ۔

وَحَتّٰی وَھِیَ مِثْلُ اِلٰی نَحْوُ نِمْتُ الْبَارِحَۃَ حَتَّی الصَّبَاحِ وَبِمَعْنٰی مَعَ کَثِیْرًا نَحْوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّی الْمُشَاۃِ وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَی الظَّاھِرِ فَلَا یُقَالُ حَتَّاہُ خِلَافًا لِلْمُبَرِّدِ وَقَوْلُ الشَّاعِرِ

فَلَاوَاللّٰہِ لَا یَبْقٰی اُنَاسٌ	شِعْر	فَتًی حَتَّاکَ یَاابْنَ اَبِیْ زِیَادٖ

شَاذٌّ

اورحتی اوریہ الیٰ کی مثل ہے جیسے نمت البارحۃ حتی الصباح. (سویا رہا میں گذشتہ رات صبح تک) اورمع کے معنی میں بہت۔ جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ (حاجی آگئے پیدل چلنے والوں سمیت) اورحتی نہیں داخل ہوتا مگراسم ظاہر پر۔ پس نہیں کہا جائے گا۔ حتاہ برخلاف مبرد کے اورشاعر کا قول فلا و اللہ لا یبقی اناس - فتیً حتاک یا ابن ابی زیاد شاذ ہے..

قولہ وَحَتّٰی:-کلمہ حَتّٰی تین قسم پر ہے۔ (ا)حَتّٰی ابتدائیہ جس کا مابعد کلام مستانف ہوتا ہے۔ (۲)حَتّٰی عاطفہ جوانتہائے غایت کیلئے آتا ہے۔(۳)حَتّٰی جارہ، یہ چار معنٰی کیلئے آتا ہے اوّل بمعنٰی اِلَّا۔ دوم بمعنٰی کَیْ، اِن دونوں صورتوں میں کلمہ حَتّٰی فعل پرداخل ہوتا ہے اورلفظوں میں اُس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا اِس لئے مصنف نے اِن دونوں کا ذکر نہیں کیا۔ سوم بمعنٰی انتہائے غایت جیسے نِمْتُ الْبَارِحَۃَ حَتَّی الصَّبَاحِ (میں گذشتہ رات صبح تک سویا) چہارم، بمعنٰی مَعَ جوکلام عرب میں کثیر ہے جیسے قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّی الْمُشَاۃِ (حاجی بمع پیادہ پا حاجی آگئے) قولہ وَلَاتَدْخُلُ:- کلمہ حَتّٰی اوراِلٰی دونوں انتہاءِ غایت کیلئے ہیں لیکن دو اعتبار سے اِن میں فرق ہے۔ (ا)حَتّٰی بمعنٰی مَعَ کثیر ہے اوراِلٰی بمعنٰی مَعَ قلیل ہے۔ (۲) جس کو مصنف نے اپنے قول وَلَاتَدْخُلُ اِلَخ سے بیان کیا ہے یعنی حَتّٰی جارہ صرف اسمِ ظاہر پرداخل ہوتا ہے ضمیر پرداخل نہیں ہوتا لیکن اِلٰی اسمِ ظاہر واسمِ ضمیر دونوں پرداخل ہوتا ہے پس حَتَّاہُ نہیں کہا جاتا اوراِلَیْہِ کہا جاتا ہے۔ فائدہ:- حَتّٰی عاطفہ ضمیر پرداخل ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتُ الْقَوْمَ حَتّٰی اِیَّاکَ۔ قولہ خِلَافًا لِلْمُبَرِّدِ:-مبرد حَتّٰی جارہ کا ضمیر پرداخل ہونا جائز کہتے ہیں جنہوں نے اِس شعر سے استدلال کیا ہے فَلَاوَاللّٰہِ...... اِلَخ، مصنف کہتے ہیں کہ شعر میں کلمہ حَتّٰی کا ضمیر پرداخل ہونا شاذ ہے۔ (ترجمہ شعر) اللہ کی قسم زمین پر کوئی انسان اور جوان باقی نہیں رہے گا حتّٰی کہ تو اے عبداللہ بن زیاد۔

وَفِیْ وَھِیَ لِلظَّرْفِیَّۃِ نَحْوُ زَیْدٌ فِی الدَّارِ وَالْمَاءُ فِی الْکُوْزِ وَبِمَعْنٰی عَلٰی قَلِیْلًا نَحْوُ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَالْبَاءُ وَھِیَ لِلْاِلْصَاقِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ اَیْ اُلْتَصِقَ مُرُوْرِیْ بِمَوْضِعٍ یَقْرُبُ مِنْہُ زَیْدٌ وَلِلْاِسْتِعَانَۃِ نَحْوُ کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ.........................

اورفی اور یہ ظرفیت کیلئے ہے جیسے زید فی الدار (زید گھر میں ہے) اور الماء فی الکوز (پانی برتن میں ہے) اور علی کے معنیٰ میں کم جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ولاصلبنکم فی جذوع النخل. (اور البتہ میں تم کو کھجور کی شاخوں پر ضرور سولی دوں گا)۔اور باء اور یہ باء الصاق کیلئے ہے جیسے مررت بزید. یعنی میرا گذرنا متصل ہوا ایسے مکان سے جس سے زید قریب ہے اور استعانت کیلئے ہے جیسے کتبت بالقلم .میں نے قلم کی مدد سے لکھا.........................

قولہ وَفِیْ:۔کلمہ فِیْ ظرفیت کیلئے ہے یعنی اپنے مابعد کو ماقبل کیلئے ظرف بنانے کیلئے اور بمعنی عَلٰی بھی آتا ہے مگر قلیل۔ فائدہ:۔اِس کے علاوہ کلمہ فِیْ درج ذیل معانی کیلئے بھی آتا ہے۔ (۱) مصاحبت کیلئے جیسے اُدْخُلُوْا فِیْ اُمَمٍ اَیْ مَعَ اُمَمٍ۔ (۲) تعلیل کیلئے جیسے اِنَّ اِمْرَأَۃً دَخَلَتْ فِی النَّارِ فِیْ ھِرَّۃٍ اَیْ لِاَجْلِ ھِرَّۃٍ ۔ (۳) اِلٰی کے معنی میں جیسے فَرَدُّوْا اَیْدِیَھُمْ فِیْ اَفْوَاھِھِمْ اَیْ اِلٰی اَفْوَاھِھِمْ۔ فائدہ:۔ یک حرفی حروف جارہ کو مُحلّی بلام لکھا جاتا ہے جیسے اَلْبَاءُ اور دو یا زائد حروف پر مشتمل کو بغیر لام کے جیسے مِنْ، اِلٰی۔ قولہ اَلْبَاءُ:۔ کلمہ باء الصاق کیلئے ہے یعنی معنی فعل کو اپنے مدخول کے ساتھ ملانے کیلئے ہے جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ (میں زید کے پاس سے گزرا) یہ الصاق مجازی کی مثال ہے کیونکہ گزرنا حقیقۃً اُس جگہ کے ساتھ مُلصق و متصل ہے جو زید کے قریب ہے لہٰذا بواسطہ اُس مکان کے متکلم کے گزرنے کا زید کیساتھ اتصال ہوا اور مصنف نے اَیِ اُلْتَصَقَ مُرُوْرِیْ سے اِسی الصاق مجازی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فائدہ:۔مَرَرْتُ بِزَیْدٍ، الصاق حقیقی کی مثال بھی ہو سکتی ہے بایں طور کہ بوقت گزرنے کے متکلم کا بدن زید سے مس کر گیا ہو اور متکلم اِسی کی خبر دے رہا ہو۔ قولہ لِلْاِسْتِعَانَۃِ:۔باء استعانت کیلئے ہے یعنی یہ بتلانے کیلئے کہ باء کا مدخول فعل کا آلہ ہے، اِس کو بائے آلہ اور بائے وصلۃ الفعل بھی کہتے ہیں جیسے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ۔

وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّعْلِيْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ وَلِلْمُصَاحَبَةِ كَخَرَجَ زَيْدٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَ لِلْمُقَابَلَةِ كَبِعْتُ هٰذَا بِذَاكَ وَ لِلتَّعْدِيَةِ كَذَهَبْتُ بِزَيْدٍ وَ لِلظَّرْفِيَّةِ كَجَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ..........................

اور کبھی باء تعلیل کیلئے ہوتی ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ انکم ظلمتم انفسکم باتخاذ کم العجل. تحقیق تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا بچھڑے کو خدا بنانے کے سبب۔ اور باء مصاحبت کیلئے ہے جیسے خرج زید بعشیرتہ. اور مقابلہ کیلئے جیسے بعت ھذا بذاک. اور متعدی بنانے کیلئے۔ جیسے ذھبت بزید (میں زید کو لے گیا) اور ظرفیت کیلئے۔ جیسے جلست بالمسجد (میں مسجد میں بیٹھا)..

قولہ وَقَدْ يَكُوْنُ :- یعنی باء کبھی تعلیل کیلئے بھی ہوتی ہے تعلیل کے معنی ہیں کسی چیز کی علت بیان کرنا، اور یہ متکلم کا فعل ہے یعنی متکلم علت بیان کرتا ہے لہٰذا بائے تعلیل کے معنی یہ ہوئے کہ متکلم کا یہ بیان کرنا کہ مدخول باء کسی چیز کی علت ہے اور اِس کو بائے سَبَبِیہ بھی کہتے ہیں۔ قولہ وَلِلْمُصَاحَبَةِ:- اور باء مصاحبت کیلئے ہے یعنی اِس بات کا افادہ کرتی ہے کہ اِس کا مدخول تعلقِ فعل میں کسی اور کے ساتھ شریک ہے جیسے خَرَجَ زَيْدٌ بِعَشِيْرَتِهٖ (زید اپنے کنبے کے ہمراہ نکلا) فائدہ:- بائے مصاحبت کی دو علامتیں ہیں۔ (۱) اگر باء کی جگہ لفظِ مَعَ لایا جائے تو معنی کا حُسن باقی رہے مثلاً اِشْتَرَيْتُ الْفَرَسَ مَعَ سَرْجِهٖ (۲) اگر باء کے مدخول سے صیغۂ صفت اخذ کر کے اُس کو حال بنائیں تو باء اور اُس کے مدخول سے استغناء ہو جائے مثلاً اِشْتَرَيْتُ الْفَرَسَ بِسَرْجِهٖ میں باء کے مدخول (سَرْج) سے مُسَرَّجٌ اخذ کر کے اِشْتَرَيْتُ الْفَرَسَ مُسَرَّجًا کہیں۔ سوال:- کیا بائے الصاق اور بائے مصاحبت میں کوئی فرق ہے یا دونوں ایک شئی ہیں؟ جواب:- اِن میں دو اعتبار سے فرق ہے۔ اوّل، یہ کہ باءِ مصاحبت ظرف مستقر ہو کر حال واقع ہوتی ہے اور بائے الصاق مبتدا کی خبر واقع ہوتی ہے۔ دوم، یہ کہ بائے مصاحبت کا مجرور فعلِ مذکور کے معمول کے توابع یعنی صفات و احوال سے ہوتا ہے اور بائے الصاق میں یہ بات نہیں ہوتی۔ قولہ وَلِلْمُقَابَلَةِ :- اور باء مقابلہ کیلئے ہے یعنی اِس امر کا افادہ کرتی ہے کہ باء کا مجرور کسی دوسری شئی کے مقابلہ میں ہے اِسی وجہ سے یہ باء کسی چیز کے عوض اور ثمن پر داخل ہوتی ہے جیسے بِعْتُ هٰذَا بِذَاكَ (میں نے اِسکو اُس کے بدلے بیچا) قولہ وَلِلتَّعْدِيَةِ:- اور باء تعدیہ کیلئے ہے یعنی لازم کو متعدی بنانے کیلئے اور متعدی بیک مفعول کو متعدی بدو مفعول بنانے کیلئے۔ باء کیساتھ تعدیہ کا طریقہ یہ ہے کہ فاعل پر باء داخل کریں تو فاعل، مفعول بہ غیر صریح بن جائے جیسے ذَهَبَ زَيْدٌ سے ذَهَبْتُ بِزَيْدٍ۔ قولہ لِلظَّرْفِيَّةِ:- اور باء ظرفیت کیلئے ہے اور علامت ظرفیت یہ ہے کہ باء کی جگہ کلمہ فِیْ کا لانا درست ہو جیسے جَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ اَیْ فِی الْمَسْجِدِ۔

وَ زَائِدَۃً قِیَاسًا فِی خَبَرِالنَّفْیِ نَحْوُ مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ وَ فِی الْاِسْتِفْھَامِ نَحْوُ ھَلْ زَیْدٌ بِقَائِمٍ وَسِمَاعًافِی الْمَرْفُوْعِ نَحْوُ بِحَسْبِکَ زَیْدٌاَیْ حَسْبُکَ زَیْدٌ وَ کَفٰی بِا للّٰہِ شَھِیْدًا اَیْ کَفَی اللّٰہُ وَفِی الْمَنْصُوْبِ نَحْوُ اَلْقٰی بِیَدِہٖ اَیْ اَلْقٰی یَدَہٗ وَ اللَّامُ وَھِیَ لِلْاِخْتِصَاصِ نَحْوُ اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ وَ الْمَالُ لِزَیْدٍ............

اورزائدہ قیاسی طور پرنفی کی خبر میں۔جیسے **ما زید بقائم** (زید کھڑا ہونے والا نہیں) اوراستفہام میں۔جیسے **ھل زید بقائم** (کیا زید کھڑا ہونے والا ہے) اورسماعی طور پر مرفوع میں۔جیسے **بحسبک زیدٌ** (تجھ کو زید کافی ہے) اور **کفی باللہ شھیدا.** یعنی کافی ہے اللہ گواہ۔اور منصوب میں۔جیسے **القٰی بیدہٖ** (اس نے اپنا ہاتھ ڈالا)۔اور **لام** اور یہ ہونے والی ہے اختصاص کیلئے۔جیسے **الجل للفرس** (جل گھوڑے کے ساتھ مختص ہے) اور **المال لزید** (مال زید کے ساتھ مختص ہے)

قولہ زَآئِدَۃً:-یہ مصنف کے قول لِلْاِلْصَاقِ پر معطوف ہے اور مبتدا (ھِیَ) کی خبر ہے یعنی باء زائدہ ہوتی ہے جس کے حذف کرنے سے معنی میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ قولہ قِیَاسًا:-مصنف کے قول **قِیَاسًا** اور **سِمَاعًا** کے نصب میں تین احتمال ہیں۔(۱) مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں اَیْ **قِسْنَاھَا قِیَاسًا وَّسَمِعْنَاھَاسِمَاعًا**۔ (۲) فعلِ ناقص محذوف کی خبر کی بناء پر اَیْ **وَتِلْکَ الزِّیَادَۃُ تَکُوْنُ قِیَاسًاوَّسِمَاعًا** کہ اِس صورت میں دونوں **تَکُوْنُ** کی خبر ہیں بمعنی **قِیَاسِیَّۃً وَّسِمَاعِیَّۃً** (۳) منصوب بِنَزْعِ الْخَافِضِ یعنی حرفِ جار حذف کرنے کی وجہ سے منصوب اَیْ **عَرَفْنَازِیَادَۃَ الْبَآءِ بِالْقِیَاسِ وَبِالسِّمَاعِ**۔ فائدہ:-زیادتِ باء کے مواضع قیاسی یہ ہیں نفی **بِمَا** اور نفی **بِلَیْسَ** کی خبر میں اور کلمہ **ھَلْ** کے بعد واقع مبتدا کی خبر میں جیسے **مَازَیْدٌ بِقَآئِمٍ، لَیْسَ زَیْدٌ بِقَآئِمٍ** اور **ھَلْ زَیْدٌ بِقَآئِمٍ** اور مواضع سماعی یہ ہیں۔(۱) **کَفٰی** بمعنی **اِکْتَفٰی** کے فاعل پر جیسے **کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًااَیْ کَفَی اللّٰہُ**۔ (۲) مبتدا پر جیسے **بِحَسْبِکَ زَیْدٌاَیْ حَسْبُکَ زَیْدٌ**۔ (۳) خبر پر جیسے **حَسْبُکَ بِزَیْدٍاَیْ حَسْبُکَ زَیْدٌ**۔ (۴) مفعول بہ پر جیسے **اَلْقٰی بِیَدِہٖ اَیْ اَلْقٰی یَدَہٗ** (اُس نے اپنا ہاتھ ڈالا)۔ قولہ وَاللَّامُ:-اور لام اختصاص کیلئے ہے یعنی اپنے مدخول کیساتھ کسی چیز کے تعلق وارتباط کیلئے خواہ وہ تعلق بصورتِ ملک ہو جیسے **اَلْمَالُ لِزَیْدٍ** یا بطریقِ استحقاق جیسے **اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ**۔ فائدہ:-لام جارہ جب اسمِ ظاہر پر داخل ہو تو معمول کی موافقت میں مجرور ہوتا ہے تاکہ لامِ ابتداء سے التباس نہ ہو سوائے لام مستغاث کے کہ وہ مجرور نہیں ہوتا تاکہ مستغاث کا مستغاث لہٗ سے التباس نہ ہو اور خبر پر داخل ہونے والا لام جارہ مفتوح ہوتا ہے کیونکہ لامِ ابتداء سے التباس کا خوف نہیں کہ وہ خبر پر داخل نہیں ہوتا اور یک حرفی کلمہ میں اصل فتح ہے۔

وَلِلتَّعْلِيْلِ كَضَرَبْتُهُ لِلتَّادِيْبِ وَزَائِدَةٌ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى رَدِفَ لَكُمْ اَىْ رَدِفَكُمْ وَبِمَعْنٰى عَنْ اِذَا اُسْتُعْمِلَ مَعَ الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْهِ نَظْرٌ وَ بِمَعْنَى الْوَاوِ فِى الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ كَقَوْلِ الْهَزَلِىِّ

	شعر	
لِلّٰهِ يَبْقٰى عَلَى الْاَيَّامِ ذُوْحَيَدٍ	شعر	بِمُشْمَخِرٍّ بِهِ الظَّيَّانُ وَالْاٰسُ

اور تعلیل کیلئے جیسے ضربته للتادیب، اورزائدہ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: ردف لکم (وہ تمہارا ردیف ہوا) اور عن کے معنی میں جبکہ اس کو قول کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے قال الذین کفروا للذین امنوا لو کان خیرا ما سبقونا الیه. کہاان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا ان کے حق میں جوایمان لائے کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو وہ ہم پر اس دین کی طرف سبقت نہ کرتے۔ اور اس میں نظر ہے۔ اور بمعنی واؤ قسم میں جو قسم تعجب کیلئے ہو جیسے ہزلی کا قول: لله یبقی علی الایام ذوحید - بمشمخر به الظیان والأس........

قولہ وَلِلتَّعْلِيْلِ:- اور لام تعلیل کیلئے ہے یعنی یہ بیان کرنے کیلئے کہ اِس کا مدخول کسی چیز (فعل) کی علت ہے۔ جیسے ضَرَبْتُهُ لِلتَّادِيْبِ (میں نے ادب سکھانے کیلئے اُسکی پٹائی کی ہے)۔ قولہ وَزَائِدَةٌ:- اَىْ وَهِىَ زَآئِدَةٌ، یعنی لام زائدہ ہے جیسے رَدِفَ لَكُمْ اَىْ رَدِفَكُمْ (وہ تمہارے پیچھے ہوا) اِس میں لام زائدہ ہے اِس لئے کہ رَدِفَ متعدی بنفسہ ہے۔ مصنف کا قول زَآئِدَةٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے جو هِىَ ہے۔ قولہ بمعنی عَنْ:- اور لام بمعنی عَنْ ہوتا ہے جبکہ قول یا اُس کے مشتقات کیساتھ استعمال کیا جائے اور بمعنی واؤ قسم (مُقْسَمٌ بِهٖ جسکی قسم کھائی جائے) ہوتا ہے اور اُس کا جواب قسم، امورِ عظام سے ہوتا ہے جن سے تعجب کیا جاتا ہے جیسے ہُذَلی کا قول ہے لِلّٰهِ ......اِلَخ۔ فائدہ:- شاعر کا قول لِلّٰهِ، اُقْسِمُ فعلِ مقدر کے متعلق ہے اور يَبْقٰى سے پہلے لا مقدر ہے اَىْ لَا يَبْقٰى اور حَيَدٍ بمعنی گرہ جو پہاڑی بکرے کے سینگ پر ہوتی ہے اور ذُوْحَيَدٍ بمعنی گرہ والا یہ لَا يَبْقٰى کا فاعل ہے اور بِمُشْمَخِرٍّ لَا يَبْقٰى کے متعلق ہے اور باء بمعنی فِىْ ہے۔ ظَيَّانُ، بمعنی خوشبودار گھاس اور اٰسٌ بمعنی ریحان ہے یہ بِهٖ کے ساتھ جملہ اسمیہ ہو کر مُشْمَخِرٍّ بمعنی بلند پہاڑ کی صفت ہے۔ شعر کے معنی اِس طرح ہیں "اللہ تعالیٰ کی قسم نہیں باقی رہے گا زمانہ کے گزرنے کیوجہ سے کوئی گرہ والا بلند پہاڑ میں جسمیں خوشبودار گھاس ہے اور ریحان ہے"

وَ رُبَّ وَ هِيَ لِلتَّقْلِيْلِ كَمَا أَنَّ كَمِ الْخَبَرِيَّةَ لِلتَّكْثِيْرِ وَ تَسْتَحِقُّ صَدْرَ الْكَلَامِ وَ لَا تَدْخُلُ إِلَّا عَلٰى نَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ نَحْوُ رُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهُ أَوْ مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُفْرَدٍ مُذَكَّرٍ أَبَدًا مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ نَحْوُ رُبَّهُ رَجُلًا وَ رُبَّهُ رَجُلَيْنِ وَ رُبَّهُ رِجَالًا وَ رُبَّهُ امْرَأَةً كَذٰلِكَ وَ عِنْدَ الْكُوْفِيِّيْنَ يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ نَحْوُ رُبَّهُمَا رَجُلَيْنِ وَ رُبَّهُمْ رِجَالًا وَ رُبَّهَا امْرَأَةً وَ قَدْ تَلْحَقُهَا مَا الْكَافَّةُ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ رُبَّمَا قَامَ زَيْدٌ وَ رُبَّمَا زَيْدٌ قَائِمٌ..............

اور رُبَّ اور وہ ہونے والا ہے تقلیل کیلئے۔ جیسا کہ کم خبریہ ہونے والا ہے تکثیر کیلئے اور صدارت کلام کا مستحق ہوتا ہے۔ اور نہیں داخل ہوتا وہ رُبّ مگر نکرہ موصوفہ پر۔ جیسے رُبّ رجل کریم لقیتہ. میں نے کچھ بزرگ آدمیوں سے ملاقات کی یا ضمیر مبہم مفرد مذکر پر جو ہمیشہ ممیّز ہوگی نکرہ منصوبہ کے ساتھ۔ جیسے ربہ رجلا وربہ رجلین وربہ رجالا وربہ امرأۃ. اور کوفیوں کے نزدیک مطابقت واجب ہے جیسے رُبَّھُما رجلین ورُبھم رجالا ورُبَّھا امرأۃً. اور کبھی رُبَّ کو ما کافہ لاحق ہوتا ہے پس وہ دونوں جملوں پر داخل ہوتا ہے جیسے رُبَّما قام زیدٌ اور رُبَّما زیدٌ قائِمٌ.

قولہ وَرُبَّ:۔ اور رُبَّ تقلیل کیلئے ہے یعنی اپنے مدخول کی قلت بیان کرنے کیلئے آتا ہے مصنف کی عبارت میں مضاف مقدر ہے اَیْ لِاِنْشَاءِ التَّقْلِیْلِ یعنی رُبَّ انشاءِ تقلیل کیلئے ہے جیسا کہ کم خبریہ انشاءِ تکثیر کیلئے ہوتا ہے۔ فائدہ :۔ رُبَّ تقلیل کیلئے موضوع ہے لیکن زیادہ تر اُس کا استعمال تکثیر کیلئے ہوتا ہے جیسے لفظِ قَدْ مضارع میں برائے تقلیل ہے لیکن مقامِ مدح میں برائے تکثیر و تحقیق آتا ہے جیسے قَدْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ۔ قولہ وَتَسْتَحِقُّ:۔ یعنی کلمہ رُبَّ صدر کلام میں آتا ہے کیونکہ یہ انشاءِ تقلیل کیلئے ہے جسکو صدرِ کلام لازم ہے اور اِس کا مدخول دو طرح آتا ہے۔ (۱) نکرہ موصوفہ اِس لئے کہ تقلیل نکرہ سے حاصل ہوتی ہے اور شئی موصوف بصفت، غیر موصوف سے اَقل ہوتی ہے۔ (۲) ضمیرِ مبہم، یعنی وہ ضمیر جس سے کوئی معین مراد نہ ہو اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے اور اِس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوتی ہے۔ فائدہ:۔ رُبَّ کے بعد ضمیر مفرد مذکر اِس لئے آتی ہے کہ ابہام زیادہ اِسی میں ہوتا ہے اور یہ نُحاتِ بصرہ کا مذہب ہے لیکن نحات کوفہ کے نزدیک ضمیر اور تمیز میں مطابقت واجب ہے۔ فریقین کا موقف متن کی مثالوں سے واضح ہے۔ قولہ وَقَدْ تَلْحَقُهَا :۔ یعنی کبھی رُبَّ کے ساتھ مَا کَافَّۃٌ لاحق ہوتا ہے جو رُبَّ کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے اور یہ مَا کلمہ رُبَّ کے ساتھ ملا کر لکھا جاتا ہے جیسے رُبَّمَا اور مَا کے لاحق ہونے کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔

وَلَا بُدَّ لَهَا مِنْ فِعْلٍ مَاضٍ لِاَنَّ رُبَّ لِلتَّقْلِيْلِ الْمُحَقَّقِ وَهُوَ لَا يَتَحَقَّقُ اِلَّا بِهٖ وَيُحْذَفُ ذٰلِكَ الْفِعْلُ غَالِبًا كَقَوْلِكَ رُبَّ رَجُلٍ اَكْرَمَنِىْ فِىْ جَوَابِ مَنْ قَالَ هَلْ لَقِيْتَ مَنْ اَكْرَمَكَ اَىْ رُبَّ رَجُلٍ اَكْرَمَنِىْ لَقِيْتُهٗ فَاَكْرَمَنِىْ صِفَةُ الرَّجُلِ وَلَقِيْتُهٗ فِعْلُهَا وَهُوَ مَحْذُوْفٌ وَوَاوُ رُبَّ وَهِىَ الْوَاوُ الَّتِىْ تُبْتَدَأُ بِهَا فِىْ اَوَّلِ الْكَلَامِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

وَبَلْدَةٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ	شِعْر	اِلَّا الْيَعَافِيْرُ وَاِلَّا الْعِيْسُ

اور رُبَّ کیلئے فعل ماضی ضروری ہے۔ اس لیے کہ رُبَّ تقلیل محقق کیلئے ہے۔ اور وہ نہیں ثابت ہوتی مگر فعل ماضی کے ساتھ۔ اور اکثر یہ فعل حذف کیا جاتا ہے جیسا کہ تیرا قول رُبَّ رجل اکرمنی. اس شخص کے جواب میں جس نے پوچھا ھل لقیت من اکرمک (کیا تو نے اس شخص سے ملاقات کی جس نے تیرا اکرام کیا) ای رُب رجل اکرمنی لقیته. بہت تھوڑے مرد ہیں جنہوں نے میرا اکرام کیا میں نے ان سے ملاقات کی۔ پس اکرمنی، رجلٌ کی صفت ہے اور لقیته، رُبَّ کا فعل ہے اور وہ محذوف ہے۔ اور واوِ رب اور وہ واؤ ہے جس کے ساتھ کلام کو شروع کیا جاتا ہے جیسے شاعر کا قول وَبَلْدَةٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ - اِلا اليَعَافِيرَ وَاِلّا العِيْسُ. میں نے بیشمار شہروں کو طے کیا جن میں ٹمیالے رنگ کے ہرنوں اور سفید بالوں والے اونٹوں کے سوا کوئی انیس نہ تھا...

قولہ وَلَا بُدَّ لَهَا :- یعنی رُبَّ کے متعلق کا فعلِ ماضی ہونا ضروری ہے اِس لئے کہ رُبَّ تقلیلِ محقق کیلئے موضوع ہے اور وہ تقلیلِ محقق صرف ماضی میں متصور ہے اور یہ فعل، قرینہ پائے جانے کی وجہ سے اکثر استعمالات میں محذوف ہوتا ہے جیسے آپ هَلْ لَقِيْتَ مَنْ اَكْرَمَكَ کے جواب میں کہیں رُبَّ رَجُلٍ اَكْرَمَنِىْ، اَىْ رُبَّ رَجُلٍ اَكْرَمَنِىْ لَقِيْتُهٗ۔ پس اِس جواب میں رَجُلٍ موصوف ہے اور اَكْرَمَنِىْ اُس کی صفت ہے اور رُبَّ کا فعل محذوف ہے جو لَقِيْتُهٗ ہے اور حذف پر قرینہ سوال ہے۔ فائدہ:- رُبَّ کا تعلق فعل کے ساتھ لفظی تعلق نہیں ہوتا جیسا کہ بَاء، مِنْ وغیرہ کا فعل سے لفظی تعلق ہوتا ہے بلکہ اِس تعلق سے مراد معنوی تعلق ہے اور جس فعل سے رُبَّ کا معنوی تعلق ہوتا ہے وہ جواب رُبَّ کہلاتا ہے۔ قولہ وَوَاوُ رُبَّ :- اور واؤ بمعنی رُبَّ یہ واؤ بھی رُبَّ کی مثل شروع کلام میں آتا ہے اور اسمِ ظاہر نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اور اِس کا متعلق بھی فعلِ ماضی ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول وَبَلْدَةٍ اَىْ رُبَّ بَلْدَةٍ۔ فائدہ:- شعر میں واؤ بمعنی رُبَّ ہے اَنِيْسٌ بمعنی دوست یعنی جس کا اُنس حاصل کیا جائے۔ يَعَافِيْرُ جمع يَعْفُوْرٌ بمعنی ٹمیالے رنگ کا ہرن۔ عِيْسٌ بکسرِ عین جمع اَعْيَسُ، بمعنی شتر جس کے بال سفید و سرخ ہوں۔ ترجمہ، میں بہت سے شہر پھرا ہوں اُن میں سوائے ہرن اور شترِ سفید و سرخ مُو کے کوئی مونس و مددگار نہیں۔ سوال:- واوِ رُبَّ کا جارہ ہونا کس کا مذہب ہے؟

جواب:- یہ نحات کوفہ کا مذہب ہے اور سیبویہ کے نزدیک اِس واؤ کے بعد رُبَّ مقدر ہوتا ہے جو جر دیتا ہے۔

وَوَاوُ الْقَسَمِ وَهِيَ تُخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ نَحْوُ وَاللّٰهِ وَ الرَّحْمٰنِ لَاَضْرِبَنَّ فَلَا يُقَالُ وَكَ وَتَاءُ الْقَسَمِ وَهِيَ تُخْتَصُّ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ فَلَا يُقَالُ تَالرَّحْمٰنِ وَقَوْلُهُمْ تَرَبِّ الْكَعْبَةِ شَاذٌّ وَبَاءُ الْقَسَمِ وَهِيَ تَدْخُلُ عَلَى الظَّاهِرِ وَالْمُضْمَرِ نَحْوُ بِاللّٰهِ وَبِالرَّحْمٰنِ وَبِكَ وَلَابُدَّ لِلْقَسَمِ مِنَ الْجَوَابِ وَهِيَ جُمْلَةٌ تُسَمَّى الْمُقْسَمَ عَلَيْهَا فَاِنْ كَانَتْ مُوْجِبَةً يَجِبُ دُخُوْلُ اللَّامِ فِي الْاِسْمِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَزَيْدٌ قَائِمٌ وَ وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا وَاِنَّ فِي الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ وَاللّٰهِ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ..........

اور واو قسم اور وہ اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے۔ جیسے واللہ. والرحمن لَاَضْرِبَنَّ. پس وَکَ نہیں کہا جاتا۔ اور تائے قسم اور وہ فقط لفظ اللہ کے ساتھ مختص ہے۔ پس تَالرَّحْمٰنِ نہیں کہا جائے گا۔ اور ان کا قول تَرَبِّ الْكَعْبَةِ. شاذ ہے۔ اور بائے قسم اور وہ اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے جیسے بِاللّٰهِ اور بِالرَّحْمٰنِ اور بِکَ. اور قسم کیلئے ضروری ہے جواب سے اور وہ ایسا جملہ ہے جس پر قسم کھائی گئی ہو پس اگر وہ جملہ مثبتہ ہو تو جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں میں لام کا داخل کرنا واجب ہے۔ جیسے وَاللّٰهِ لَزَيْدٌ قَائِمٌ اور وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا. اور جملہ اسمیہ میں اِنَّ کا داخل کرنا ضروری ہے۔ جیسے وَاللّٰهِ اِنَّ زَيْدًا لَقَائِمٌ..........

قولہ وَوَاوُ الْقَسَمِ:- یہ واؤ اسمِ ظاہر کے ساتھ مختص ہے اسمِ ضمیر پر داخل نہیں ہوتی اِس لئے وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ کہہ سکتے ہیں لیکن اِس کو ضمیر پر داخل کر کے وَکَ لَاَفْعَلَنَّ نہیں کہہ سکتے وجہ یہ ہے کہ حروفِ قسم میں باء اصل ہے جو اسمِ ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے تو واؤ جو باء کی فرع ہے اُسکو اسمِ ظاہر کے ساتھ مختص کیا تا کہ اُس کا درجہ اصل سے کم رہے۔ قولہ وَتَاءُ الْقَسَمِ :- اور حروفِ جارہ میں سے تاءِ قسم ہے جو اسمِ جلالت (اللہ) کے ساتھ مختص ہے یعنی اسمِ جلالت کے علاوہ کسی اسمِ ظاہر یا ضمیر کیساتھ مستعمل نہیں ہوتی اور عرب کا قول تَرَبِّ الْكَعْبَةِ شاذ ہے۔ قولہ وَبَاءُ الْقَسَمِ :- حروف جارہ میں باءِ قسم ہے جو بابِ قسم میں اصل ہونے کیوجہ سے اسمِ ظاہر اور اسمِ ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے کیونکہ اصل کا عام ہونا ضروری ہے اور اسمِ ظاہر بھی عام ہے کہ خواہ اسمِ جلالت ہو جیسے بِاللّٰهِ یا کوئی اور اسم جیسے بِالرَّحْمٰنِ۔ قولہ وَلَابُدَّ:- یعنی قسم کیلئے جوابِ قسم ضروری ہے خواہ قسم ملفوظ ہو یا مقدر اور جوابِ قسم سے مراد وہ جملہ ہے جس کی تقویت و تاکید کیلئے قسم کو لایا گیا ہے اور اُس جملہ کو مُقْسَمٌ عَلَيْهَا کہتے ہیں یعنی جس پر قسم کھائی گئی۔ قولہ فَاِنْ كَانَتْ :- یہاں سے جوابِ قسم کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ اگر وہ جملہ مثبتہ ہے خواہ اسمیہ ہے یا فعلیہ تو اُس جملہ پر لام تاکید کا داخل ہونا ضروری ہے اور جملہ اسمیہ میں اِنَّ مکسورہ کا لانا بھی ضروری ہے۔

وَاِنْ كَانَتْ مَنْفِيَّةً وَجَبَ دُخُوْلُ مَا وَلَا نَحْوُ وَاللّٰهِ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَ وَاللّٰهِ لَا يَقُوْمُ زَيْدٌ وَاعْلَمْ اَنَّهُ قَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النَّفْيِ لِزَوَالِ اللَّبْسِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ اَيْ لَا تَفْتَؤُ وَيُحْذَفُ جَوَابُ الْقَسَمِ اِنْ تَقَدَّمَ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاللّٰهِ اَوْ تَوَسَّطَ الْقَسَمُ نَحْوُ زَيْدٌ وَاللّٰهِ قَائِمٌ وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ نَحْوُ رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ اِلَى الصَّيْدِ وَعَلٰى لِلْاِسْتِعْلَاءِ نَحْوُ زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ......

اور اگر وہ جملہ منفیہ ہو تو ما اور لا کا داخل کرنا واجب ہے۔ جیسے وَاللّٰهِ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ. اور وَاللّٰهِ لَا يَقُوْمُ زَيْدٌ. جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ کبھی حرف نفی کو حذف کر دیا جاتا ہے التباس کے نہ ہونے کی وجہ سے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ اَيْ لَا تَفْتَؤُ. اور کبھی جواب قسم حذف کیا جاتا ہے اگر قسم پر ایسی چیز مقدم ہو جو جواب قسم پر دلالت کرتی ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ وَاللّٰهِ. یا قسم درمیان میں آ جائے جیسے زَيْدٌ وَاللّٰهِ قَائِمٌ. اور عن ہونے والا ہے مجاوزت کیلئے۔ جیسے رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ اِلَى الصَّيْدِ. اور علی ہونے والا ہے استعلاء کیلئے۔ جیسے زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ......................................

قولہ وَاِنْ كَانَتْ :- یعنی اگر جواب قسم جملہ مَنْفِيَّہ ہے خواہ اسمیہ یا فعلیہ تو حرف نفی (مَا اور لَا) کا جواب پر لانا ضروری ہے۔ فائدہ:- قسم اور جواب قسم دونوں مستقل جملے ہیں اور ایک دوسرے سے مستغنی ہیں لہٰذا اُن میں ربط اور تعلق پیدا کرنے کیلئے حروف اربعہ مذکورہ میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔ قولہ وَاعْلَمْ:- یعنی منفی کا مثبت سے التباس نہ ہوتا ہو تو جواب قسم سے حرف نفی کو حذف کر دیا جاتا ہے اور کبھی جواب قسم بھی حذف کر دیا جاتا ہے اگر قسم سے پہلے وہ چیز ہو جو جواب پر دلالت کرتی ہے یا قسم اُس جملہ کے درمیان واقع ہو جو جواب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ دال علی الجواب موجود ہے اور وجہ حذف اختصار ہے۔ قولہ وَعَنْ:- کلام عرب میں کلمہ عَنْ (جارہ) متعدد معانی کیلئے آتا ہے جن میں سے ایک معنی مشہور ہے اور وہ مجاوزت ہے یعنی اپنے مجرور سے کسی چیز کو دور کر دینا جیسے رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ میں نے تیر کمان سے بجانب شکار پھینک دیا۔ قولہ وَعَلٰى:- کلمہ عَلٰى بھی متعدد معانی میں مستعمل ہے جن میں سے ایک معنی مصنف نے بیان کیا ہے باقی بوجہ قلت ترک کر دیئے ہیں اور وہ معنی استعلاء ہے یعنی بلندی طلب کرنا جیسے زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ زید چھت پر ہے۔

وَقَدْ يَكُوْنُ عَنْ وَعَلَى اسْمَيْنِ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهِمَا مِنْ كَمَا تَقُوْلُ جَلَسْتُ مِنْ عَنْ يَمِيْنِهِ وَنَزَلْتُ مِنْ عَلَى الْفَرَسِ وَالْكَافُ لِلتَّشْبِيْهِ نَحْوُ زَيْدٌ كَعَمْرٍو وَ زَائِدَةٌ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ وَقَدْ تَكُوْنُ اِسْمًا كَقَوْلِ الشَّاعِرِ ع يَضْحَكْنَ عَنْ كَالْبَرَدِ الْمُنْهَمِ..

اور کبھی عَن اور عَلٰی دونوں اسم ہوتے ہیں جب کہ ان پر مِنْ داخل ہو۔ جیسا کہ تم کہو جَلَسْتُ مِنْ عَنْ يَمِيْنِهٖ (میں اس کی دائیں جانب بیٹھا) اور نَزَلْتُ مِنْ عَلَى الْفَرَسِ (میں گھوڑے کے اوپر سے اترا)۔ اور کاف ہونے والا ہے تشبیہ کیلئے۔ جیسے زَيْدٌ كَعَمْرٍو اور کاف زائدہ بھی ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ میں۔ اور کبھی کاف اسم ہوتا ہے۔ جیسے شاعر کا قول يَضْحَكْن عَنْ كالبرد الْمُنْهَمِ میں (وہ عورتیں ان دانتوں سے ہنستی ہیں جو پگھلے ہوئے اولے کی مثل ہیں)..

قولہ قَدْ يَكُوْنُ :- اور کبھی عَنْ اور عَلٰی اسم ہوتے ہیں اور عَنْ اسمیہ بمعنی جانب ہوتا ہے جب اُس پر مِنْ جارہ آجائے جیسے جِئْتُ مِنْ عَنْ يَمِيْنِكَ (میں تیری دائیں جانب سے آیا) یا اُس پر علٰی آجائے جیسے عَلٰی عَنْ يَمِيْنِيْ (میری دائیں جانب پر) اور جب عَلٰی پر مِنْ آجائے تو وہ اِسم ہوتا ہے جیسے نَزَلْتُ مِنْ عَلَى الْفَرَسِ (میں گھوڑے کے اوپر سے اُترا) قولہ وَالْكَافُ :- اور کاف جارہ تشبیہ کیلئے ہے جیسے زَيْدٌ كَعَمْرٍو (زید عمرو کی طرح ہے) اِس میں زید مُشَبَّہ اور عمرو مُشَبَّہ بِہٖ ہے اور کاف حرفِ تشبیہ ہے اور وجہِ شبہ بہادری وغیرہ ہے۔ قولہ وَزَائِدَةٌ :- اور کاف کبھی زائدہ ہوتا ہے جیسے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ میں کاف زائدہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے مثل کی نفی نہیں ہوگی بلکہ مثل کے مثل کی نفی ہوگی اور مثل کا اثبات ہوگا جو منافیٔ توحید ہے۔ سوال :- آیت میں زیادت کا حکم کاف پر لگایا ہے مثل پر کیوں نہیں لگایا گیا حالانکہ لفظِ مثل بھی زائد ہوتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهٖ میں لفظِ مثل زائد ہے۔ جواب :- جب دو آلۂ تشبیہ جمع ہو جائیں اور اُن میں سے ایک حرف ہو تو زیادت کا حکم حرف پر لگاتے ہیں نظر برآں حرف (کاف) پر یہ حکم لگایا گیا۔ قولہ وَقَدْ تَكُوْنَ :- یعنی کاف کبھی اسم ہوتا ہے اور بمعنی مثل ہو کر مابعد کی طرف مضاف ہوتا ہے اور کافِ اسمی کی علامت یہ ہے کہ اُس پر حرفِ جر داخل ہو جاتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے يَضْحَكْنَ عَنْ كَالْبُرْدِ الْمُنْهَمِ، یعنی وہ عورتیں اُن دانتوں سے ہنستی ہیں جو لطافت میں پگھلے ہوئے اُولے کی مثل ہیں۔

وَمُذْ وَ مُنْذُ لِلزَّمَانِ اِمَّا لِلْاِبْتِدَاءِ فِی الْمَاضِیْ كَمَا تَقُوْلُ فِیْ شَعْبَانَ مَارَأَيْتُهٗ مُذْ رَجَبَ اَوْ لِلظَّرْفِيَّةِ فِی الْحَاضِرِ نَحْوُ مَارَأَيْتُهٗ مُذْ شَهْرِنَا وَمُنْذُ يَوْمِنَا اَیْ فِیْ شَهْرِنَا وَفِیْ يَوْمِنَا وَخَلَا وَعَدَا وَحَاشَا لِلْاِسْتِثْنَاءِ نَحْوُ جَاءَ نِی الْقَوْمُ خَلَا زَيْدٍ وَحَاشَا عَمْرٍو وَعَدَا بَكْرٍ

اور مذ اور منذ ہونے والے ہیں زمان کیلئے، یا ابتدا کیلئے ماضی میں جیسا کہ تو شعبان میں کہے مَا رَأَيْتُهٗ مُذْ رَجَبَ. یا ظرفیت کیلئے زمانہ حاضر میں جیسے مَا رَأَيْتُهٗ مُذْ شَهْرِنَا وَ مُنْذُ يَوْمِنَا. یعنی میں نے اس کو نہیں دیکھا اپنے مہینہ یا اپنے دن میں۔ اور خَلَا اور عَدَا اور حَاشَا ہونے والے ہیں استثناء کیلئے۔ جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ خَلَا زَيْدٍ وَحَاشَا عَمْرٍو وَعَدَا بَكْرٍ. میرے پاس قوم آئی سوا زید کے اور سوا عمرو کے اور سوا بکر کے۔

قولہ مُذْ وَمُنْذُ :- یہ دونوں حرف، زمان کیلئے آتے ہیں اور اِس بات کا افادہ کرتے ہیں کہ فعلِ مثبت یا منفی کی ابتداء اُس زمانہ ماضی سے ہے جس پر یہ داخل ہیں جیسے آپ ماہ شعبان میں کہیں مَارَأَيْتُهٗ مُذْ رَجَبَ (میں نے اُس کو ماہِ رجب سے نہیں دیکھا) یعنی میرے اُس کو نہ دیکھنے کی ابتداء ماہِ رجب ہے۔ فائدہ:- کلمہ مُذْ اور مُنْذُ میں اصل کون ہے اِس کے بارے اختلاف ہے بعض کے نزدیک مُذْ اصل ہے جس میں نون بڑھا کر مُنْذُ بنا دیا گیا اور ذال کو میم کے اتباع میں ضمہ دیا گیا ہے اور بعض کے نزدیک مُنْذُ اصل ہے نون کو حذف کر کے ذال کو ساکن کر دیا گیا ہے۔ اِن دونوں کے تین حال ہیں۔ (۱) اِن کا مابعد یا اِن کی وجہ سے مجرور ہوگا کیونکہ یہ حرف جر ہیں یا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا اُس وقت یہ دونوں اسمِ مضاف ہوں گے۔ (۲) یہ دونوں اسم بمعنی مدت مبتدا اور مابعد بنا بر خبر مرفوع ہوگا یا اپنے بعد والے مبتدا کی خبر ہوں گے۔ (۳) یہ جملہ کی طرف مضاف ہوں گے اور مبتدا ہوں گے اور جملہ بتقدیرِ زمان خبر ہوگا۔ قولہ اَوْ لِلظَّرْفِيَّةِ :- یعنی یا یہ دونوں زمانہ حال میں ظرفیت کیلئے ہوں گے اور بمعنی فِیْ ہوں گے جیسے مَارَأَيْتُهٗ مُذْ شَهْرِنَا اَیْ فِیْ شَهْرِنَا، میں نے اُس کو اِس مہینہ میں نہیں دیکھا۔ قولہ خَلَا وَعَدَا :- یعنی اِن کلمات میں سے ہر ایک استثناء کیلئے ہے یعنی اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم سے خارج کرنے کے لئے ہے۔ فائدہ:- خَلَا اور عَدَا جب جر دیں تو بمعنی اِلَّا ہوتے ہیں اور کسی سے متعلق نہیں ہوتے اِس لئے کہ باقی حروف جارہ اپنے متعلق کے معنی کو مجرور تک پہنچاتے ہیں اور یہ اپنے متعلق کے معنی کو مجرور سے زائل کر دیتے ہیں جیسے جَاءَ نِی الْقَوْمُ خَلَا زَيْدٍ، میرے پاس قوم زید کے سوا آئی۔

فَصلُ اَلْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ سِتَّةٌ اِنَّ وَاَنَّ وَ كَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ هٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ تَنْصِبُ الْاِسْمَ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ كَمَا عَرَفْتَ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَ قَدْ يَلْحَقُهَا مَا الْكَافَّةُ فَتَكُفُّهَا عَنِ الْعَمَلِ وَ حِيْنَئِذٍ تَدْخُلُ عَلَى الْاَفْعَالِ تَقُوْلُ اِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ..........................

(فصل) حروف مشبہ بفعل چھ ہیں: اِنَّ، اَنَّ، كَاَنَّ، لٰكِنَّ اور لَيْتَ اور لَعَلَّ۔ یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ جیسا کہ تو نے پہچانا۔ جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ۔ اور کبھی ان کو ما کافہ لاحق ہو جاتا ہے پس ان کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے اور اس وقت یہ حروف افعال پر داخل ہوتے ہیں۔ تم کہو گے: اِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ۔ (سوا اس کے نہیں کہ زید کھڑا ہے)..........................

﴿فعل کے ساتھ لفظی اور معنوی مشابہت رکھنے والے حروف﴾

چھ ہیں اِنکی فعل کے ساتھ مشابہتِ لفظی اِس بات میں ہے کہ یہ فعل کی مثل ثلاثی و رباعی ہوتے ہیں اور اِنکا آخر فعلِ ماضی کیطرح مبنی بر فتح ہوتا ہے اور مشابہت معنوی بایں طور ہے کہ اِنَّ و اَنَّ معنی تحقیق پر دلالت کرنے میں فعل حَقَّقْتُ کے مشابہ ہیں۔ اور یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ۔ فائدہ:- حروفِ مُشَبَّہ بفعل کا منصوب بچند وجوہ مرفوع پر مقدم ہوتا ہے۔ (۱) تاکہ اوّل امر سے فعلِ متعدی میں (جو اِن کی اصل ہے) اور اِن میں فرق ہو جائے۔ (۲) چونکہ اِن کا عمل فرعی ہے اِس لئے منصوب کو مقدم کیا کہ مرفوع کی تقدیم عملِ اصلی ہے۔ قولہ وَقَدْ:- یعنی کبھی اِن حروف کے ساتھ مَا كَافَّةٌ لاحق ہو کر اِن کو عمل سے روک دیتا ہے پس یہ حروف، افعال پر بھی داخل ہوتے ہیں جیسے اِنَّمَا قَامَ زَيْدٌ

فائدہ:- چونکہ مَا كَافَّةٌ داخل ہونے سے اِن حروف کی فعل کے ساتھ مشابہت جاتی رہی کہ اِن کا آخر اب مبنی بر فتح نہیں رہا نیز اِن حروف اور اِن کے معمولات کے درمیان مَا كَافَّةٌ حائل ہونے کے بعد فاصلہ بھی ہو گیا اِس لئے یہ مَا اِن کو عمل سے روک دیتا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةَ الْهَمْزَةِ لَاتُغَيِّرُ مَعْنَى الْجُمْلَةِ بَلْ تُؤَكِّدُهَا وَ اَنَّ الْمَفْتُوْحَةَ الْهَمْزَةِ مَعَ مَا بَعْدَهَا مِنَ الْاِسْمِ وَ الْخَبَرِ فِي حُكْمِ الْمُفْرَدِ وَلِذٰلِكَ يَجِبُ الْكَسْرُ اِذَا كَانَ فِي ابْتِدَاءِ الْكَلَامِ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَ بَعْدَ الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ..

اور جان لیجئے کہ تحقیق اِنَّ بکسر ہمزہ جملہ کے معنی کو تبدیل نہیں کرتا بلکہ اس کی تاکید کرتا ہے۔ اور اَنَّ مفتوحۃ الہمزہ اپنے مابعد اسم اور خبر سے ملکر مفرد کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے واجب ہے کسرہ جب وہ ابتداء کلام میں واقع ہو۔ جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ. اور قَول کے بعد جیسے ارشاد باری تعالیٰ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ..........................

قولہ وَاعْلَمْ:- یہاں مصنف اِنَّ (مَكْسُوْرَةُ الْهَمْزَه) اور اَنَّ (مَفْتُوْحَةُ الْهَمْزَه) کے مابین فرق بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ اِنَّ مکسورہ اپنے مدخول جملہ کے معنی نہیں بدلتا بلکہ جملہ کے معنی کو مؤکد کر دیتا ہے اور اَنَّ مفتوحہ اپنے مابعد جملہ کے ساتھ مفرد کی تاویل میں ہو جاتا ہے۔ محقق عبدالرسول کہتے ہیں۔

اِنَّ، اَنَّ از بہر تحقیق اند فرقست ایں قدر	میکند مفتوحہ در تاویلِ مفرد جملہ را

اور اِسی فرق کے پیشِ نظر ہر ایک کیلئے مخصوص مقامات ہیں جہاں دوسرا نہیں آسکتا شاعر نے ہر ایک کے مقامِ استعمال کو اِن اشعار میں جمع کر دیا گیا ہے۔

اِنَّ رامکسور خواں در ابتدا و بعد قول	بعد موصول وقسم مفتوح خواں دلا ھفت جا
بعد حرف جر ولَوْ لَا بعد لَوْ بعد از مضاف	نیز چوں واقع شود مفعول و فاعل مبتدا

قولہ يَجِبُ الْكَسْرُ:- اِن مواضع میں کسرہ واجب ہے۔ (۱) ابتدائے کلام میں، اِس سے مراد یہ ہے کہ اِنَّ کے بعد کلام مستانف ہو یعنی مِنْ حَيْثُ الْاِعْرَابِ، اُس کا ماقبل سے تعلق نہ ہو خواہ متکلم کے کلام کے شروع میں ہو جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ یا وسط میں جیسے يَابُنَيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ۔ (۲) جب قَوْلٌ یا اُس کے مشتقات میں سے کسی کے بعد واقع ہو یعنی مقولہ بن رہا ہو کہ مقولہ جملہ ہوتا ہے جیسے يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ۔ فائدہ:- جو قول بمعنی حکایت ہو اُس کے بعد اِنَّ بکسرِ ہمزہ آتا ہے اِس لئے کہ قول بمعنی حکایت کا معمول جملہ مُحْکِیہ ہوتا ہے لیکن جو قول بمعنی ظن یا علم یا اعتقاد وغیرہ ہو اُس کے بعد اَنَّ مفتوح آتا ہے مثلاً آپ کہیں يَقُوْلُ الشِّيْعَةُ اَنَّ عَلِيًّا خَلِيْفَةٌ بِلَافَصْلٍ اَیْ تَعْتَقِدُ، چونکہ یہاں قول بمعنی اعتقاد ہے اِس لئے یہاں اَنَّ بالفتح پڑھا جائیگا۔

وَ بَعْدَ الْمَوْصُوْلِ نَحْوُ مَا رَأَیْتُ الَّذِیْ اَنَّهٗ فِی الْمَسَاجِدِ وَاِذَا کَانَ فِیْ خَبَرِهَا اللَّامُ نَحْوُ اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ وَ یَجِبُ الْفَتْحُ حَیْثُ یَقَعُ فَاعِلًا نَحْوُ بَلَغَنِیْ اَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَحَیْثُ یَقَعُ مَفْعُوْلًا نَحْوُ کَرِهْتُ اَنَّکَ قَائِمٌ وَحَیْثُ یَقَعُ مُبْتَدَاً نَحْوُ عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ وَحَیْثُ یَقَعُ مُضَافًا اِلَیْهِ نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ اَنَّ بَکْرًا قَائِمٌ وَحَیْثُ یَقَعُ مَجْرُوْرًا نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَکْرًا قَائِمٌ وَبَعْدَ لَوْ نَحْوُ لَوْ اَنَّکَ عِنْدَنَا لَاَکْرَمْتُکَ وَبَعْدَ لَوْلَا نَحْوُ لَوْلَا اَنَّهٗ حَاضِرٌ لَغَابَ زَیْدٌ..............

اور موصول کے بعد جیسے مَا رَأَیْتُ الَّذِیْ اِنَّهٗ فِی الْمَسَاجِدِ. (میں نے اس کو نہیں دیکھا کہ تحقیق وہ مساجد میں قائم ہے) اور جب اس کی خبر میں لام ہو جیسے اِنَّ زَیْداً لَقَائِمٌ. اور فتحہ واجب ہے جہاں فاعل واقع ہو جیسے بَلَغَنِیْ اَنَّ زَیْداً قَائِمٌ. مجھے زید کے کھڑا ہونے کی خبر ملی ہے۔اور جہاں مفعول واقع ہو جیسے کَرِهْتُ اَنَّکَ قَائِمٌ. میں نے تیرے کھڑے ہونے کو ناپسند کیا۔اور جہاں مبتدا واقع ہو جیسے عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ. میرے نزدیک بیشک تو کھڑا ہونے والا ہے۔اور جہاں مضاف الیہ واقع ہو جیسے عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ اَنَّ بَکْراً قَائِمٌ. میں نے بکر کے لمبے قیام سے تعجب کیا۔اور جہاں مجرور واقع ہو جیسے عَجِبْتُ مِنْ اَنَّ بَکْراً قَائِمٌ. اور لَو کے بعد جیسے لَوْ اَنَّکَ عِنْدَنَا لَاَکْرَمْتُکَ. اگر تحقیق تو ہمارے پاس ہوتا تو میں تیرا اکرام کرتا۔اور لَولَا کے بعد جیسے لَوْلَا اَنَّهٗ حَاضِرٌ لَغَابَ زَیْدٌ. اگر وہ حاضر نہ ہوتا تو زید غائب ہو جاتا..............

---

(۳) موصول کے بعد اِس لئے کہ صلہ جملہ ہوتا ہے۔ (۴) جب اُس کی خبر پر لام ہو اِس لئے کہ لام جملہ کے معنی کی تاکید کرتا ہے۔ قولہ وَیَجِبُ۔اور اَنَّ کے ہمزہ پر درج ذیل مقامات میں فتح واجب ہے۔ (۱) جب اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر فاعل واقع ہو۔ (۲) جب مفعول واقع ہو۔ (۳) خبر واقع ہو۔ (۴) جب مضاف الیہ واقع ہو۔ (۵) جب مجرور واقع ہو۔ (۶) جب لَوْ کے بعد واقع ہو۔ (۷) جب لَوْلَا کے بعد واقع ہو۔ سوال:۔زَیْدٌ اِنَّ اَبَاهُ قَائِمٌ میں اَنَّ مفتوحہ ہونا چاہیئے کہ اصل خبر میں افراد ہے؟۔
جواب:۔اَنَّ مفتوحہ ہر دو معمول کے ساتھ مصدر کی تاویل میں ہوتا ہے اور مصدر کا حمل ذات پر درست نہیں چونکہ مثال مذکور میں اَنَّ مفتوحہ پڑھیں تو معنی ہوں گے زَیْدٌ قِیَامَ اَبِیْهِ اور یہ صحیح نہیں اِس لئے کہ یہاں اِنَّ مکسورہ پڑھا جائے گا تا کہ مصدر کا حمل ذات پر نہ ہو۔

وَ یَجُوزُ الْعَطْفُ عَلٰی اسْمِ اِنَّ الْمَکْسُوْرَۃِ بِالرَّفْعِ وَ النَّصْبِ بِاعْتِبَارِ الْمَحَلِّ وَاللَّفْظِ مِثْلُ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو وعَمْرًا وَاعْلَمْ اَنَّ اِنَّ الْمَکْسُوْرَۃَ یَجُوْزُ دُخُوْلُ اللَّامِ عَلٰی خَبَرِهَا وَقَدْ تُخَفَّفُ فَیَلْزَمُهَا اللَّامُ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاِنْ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ وَ حِیْنَئِذٍ یَجُوْزُ اِلْغَاؤُهَا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ وَیَجُوْزُ دُخُوْلُهَا عَلَی الْاَفْعَالِ عَلَی الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ........

اور اِنَّ مکسورہ کے اسم پر رفع اور نصب کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے باعتبار محل اور لفظ کے۔ جیسے اِنَّ زَیْداً قَائِمٌ وَعَمْرٌو اور عَمْراً۔ اور جان لیجئے کہ بے شک اِنَّ مکسورہ کی خبر پر لام کا داخل ہونا جائز ہے۔ اور کبھی اس کو مخفف کردیا جاتا ہے پس اس کو لام لازم ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ وَاِنْ کُلاً لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ. اور اس وقت اس کو لغو کرنا جائز ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ. اور اِنْ مخففہ کا ان افعال پر دخول جائز ہے جو مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الغَافِلِیْنَ. وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الکَاذِبِیْنَ.........

قولہ وَیَجُوزُ الْعَطْفُ:- یہ عبارت مصنف کے قول یَجِبُ الْکَسْرُ پر معطوف ہے اَیْ وَلِذَالِکَ یَجُوْزُ الْعَطْفُ یعنی اِسی وجہ سے کہ اِنَّ مَکْسُوْرَۃُ الهَمْزَۃِ جملہ کے معنی تبدیل نہیں کرتا اُس کے اسم پر رفع کے ساتھ عطف جائز ہے محل کی رعایت کرتے ہوئے کہ وہ اصل میں مرفوع ہے اور نصب کے ساتھ عطف کرنا بھی لفظ کی رعایت کرتے ہوئے جائز ہے اِس لئے کہ اسمِ اَنَّ لفظاً منصوب ہے۔ قولہ وَاعْلَمْ:- یعنی اِنَّ مَکْسُوْرَۃُ الْهَمْزَۃ کی خبر پر لامِ ابتداء کا دخول جائز ہے اِس لئے کہ یہ لام بھی تاکید کا افادہ کرتا ہے لیکن یہ اِنَّ مخففہ کردیا جائے تو خبر پر دخولِ لام لازم کردیا جاتا ہے تاکہ اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ میں لام کی وجہ سے فرق ہوجائے اور بوقتِ تخفیف اُس کے عمل کو باطل کرنا بھی جائز ہے کہ فعل کے ساتھ مشابہت جاتی رہی ہے اور اُس وقت اِنْ مخففہ کا اُن افعال پر داخل ہونا بھی جائز ہے، جو مبتدا اور خبر دونوں پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعال ناقصہ وغیرہ۔

وَكَذٰلِكَ اَنَّ الْمَفْتُوحَةُ قَدْ تُخَفَّفُ فَحِيْنَئِذٍ يَجِبُ اِعْمَالُهَا فِيْ ضَمِيْرِ شَانٍ مُقَدَّرٍ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنْ زَيْدٌ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ بَلَغَنِيْ اَنْ قَدْ قَامَ زَيْدٌ وَيَجِبُ دُخُوْلُ السِّيْنِ اَوْسَوْفَ اَوْ قَدْ اَوْ حَرْفُ النَّفْيِ عَلَى الْفِعْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَالضَّمِيْرُ الْمُسْتَتَرُ اِسْمُ اَنْ وَالْجُمْلَةُ خَبَرُهَا وَكَاَنَّ لِلتَّشْبِيْهِ نَحْوُ كَاَنَّ زَيْدًا ِ الْاَسَدُ وَهُوَ مُرَكَّبٌ مِنْ كَافِ التَّشْبِيْهِ وَاِنَّ الْمَكْسُوْرَةِ وَاِنَّمَا فُتِحَتْ لِتَقَدُّمِ الْكَافِ عَلَيْهَا تَقْدِيْرُهٗ اِنَّ زَيْدًا كَالْاَسَدِ...

اور اسی طرح اَنَّ مفتوحہ کبھی تخفیف کیا جاتا ہے پس اس وقت اسکو ضمیر شان مقدر میں عمل دینا واجب ہے۔ پس وہ جملہ پر داخل ہوتا ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو جیسے بلغنی ان زیدا قائم یا جملہ خبریہ ہو جیسے بلغنی ان قد قام زید. اور واجب ہے سین یا سوف یا قد یا حرف نفی کا فعل پر داخل ہونا۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى. اور ضمیر مستتر ان کا اسم اور جملہ اسکی خبر ہوگا۔ اور كَاَنَّ تشبیہ کیلئے ہے جیسے كَاَنَّ زَيْداً الْاَسَدُ. اور وہ کاف تشبیہ اور اِنَّ مکسورہ سے مرکب ہے اور فتح دیا گیا ہے اس پر کاف کے مقدم ہونے کی وجہ سے اسکی تقدیر اِنَّ زید کالاسد ہے۔

قولہ وَكَذٰلِكَ اَنَّ:۔ یعنی اِنَّ مَكْسُوْرَةُ الْهَمْزَةِ کیطرح اَنَّ مَفْتُوْحَةُ الْهَمْزَةِ بھی کبھی مخفف کر دیا جاتا ہے اور اُس وقت اُس کا ضمیرِ شان مقدر میں عمل کرنا ضروری ہے جو اَنَّ کا اسم بنے گی اور ضمیر شان کی تفسیر کرنے والا جملہ اُس کی خبر بنے گا پھر یہ جملہ اسمیہ وفعلیہ دونوں پر داخل ہوگا۔ فائدہ:۔ اَنَّ مفتوحہ کو بہ نسبت اِنَّ مکسورہ فعل کے ساتھ مناسبت زیادہ ہے اور مکسورہ کا بعد از تخفیف اسمِ ظاہر میں عمل کرنا جائز ہے لہٰذا اَنَّ مفتوحہ کے لئے ضمیر شان میں عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا تاکہ اُس پر اِنَّ مکسورہ کی ترجیح لازم نہ آئے۔ قولہ وَيَجِبُ:۔ اور جب اَنَّ مَفْتُوْحَةُ الْهَمْزَةِ تخفیف کے بعد فعلِ متصرف پر آئے تو سین وغیرہ کا فعل پر داخل ہونا ضروری ہے تاکہ اَنْ مخففہ اور اَنْ مصدریہ میں فرق ہو جائے کیونکہ یہ حروف اَنْ مصدریہ کے ساتھ نہیں آتے اور اِس لئے بھی اِن حروف میں سے کسی کا آنا ضروری ہے کہ اُس حرف کے لانے سے حذفِ نون کی کمی پوری ہو جائے گی کیونکہ یہ حروف فعل کے ساتھ مختص ہیں۔ قولہ وَكَاَنَّ:۔ اور كَاَنَّ انشاءِ تشبیہ کیلئے ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی وصف میں شریک کرنے کیلئے جیسے كَاَنَّ زَيْدًا ِ الْاَسَدُ (گویا زید شیر ہے) اور کبھی ظن وشک کیلئے بھی آتا ہے جیسے كَاَنِّيْ اَمْشِيْ اور كَاَنَّكَ قَاعِدٌ۔ قولہ وَهُوَ مُرَكَّبٌ:۔ لفظِ كَاَنَّ کے متعلق نحات کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے مرکب نہیں ہے اور خلیل کے نزدیک اِنَّ مکسورہ اور کاف تشبیہ سے مرکب ہے گزشتہ مثال اصل میں اِنَّ زَيْدًا كَالْاَسَدِ تھی۔ کاف کو شروع میں لا کر اُس کی رعایت میں اِنَّ مکسورہ کے ہمزہ کو فتح دیا تو كَاَنَّ زَيْدًا ِ الْاَسَدُ ہو گیا۔

وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰی نَحْوُ کَاَنْ زَیْدًا اَسَدٌ وَلٰکِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاکِ وَیَتَوَسَّطُ بَیْنَ کَلَامَیْنِ مُتَغَائِرَیْنِ فِی الْمَعْنٰی نَحْوُ مَاجَاءَ نِی الْقَوْمُ لٰکِنَّ عَمْرًا جَاءَ وَغَابَ زَیْدٌ لٰکِنَّ بَکْرًا حَاضِرٌ وَیَجُوْزُ مَعَهَا الْوَاوُ نَحْوُ قَامَ زَیْدٌ وَلٰکِنَّ عَمْرًا قَاعِدٌ وَقَدْ تُخَفَّفُ فَتُلْغٰی نَحْوُ مَشٰی زَیْدٌ لٰکِنْ بَکْرٌ عِنْدَ نَا............

اور کبھی مخفف کیا جاتا ہے پس ملغیٰ کر دیا جاتا ہے جیسے کَاَنْ زَیْدٌ اَسَدٌ. اور لٰکِنَّ استدراک کیلئے ہے اور ایسے دو کلاموں کے درمیان آتا ہے جو متغایر ہوں معنیٰ میں۔ جیسے مَا جَاءَ نِیُ الْقَوْمُ لٰکِنَّ عَمْرًا جَاءَ. (میرے پاس قوم نہیں آئی لیکن عمرو آیا) اور غَابَ زَیْدٌ لٰکِنَّ بَکْرًا حَاضِرٌ. زید غائب ہے لیکن بکر حاضر ہے۔ اور لٰکِنَّ کے ساتھ واؤ جائز ہے۔ جیسے قَامَ زَیْدٌ وَلٰکِنَّ عَمْرًا قَاعِدٌ. اور کبھی وہ مخفف کیا جاتا ہے پس ملغیٰ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے مَشٰی زَیْدٌ لٰکِنْ بَکْرٌ عِنْدَنَا............

قولہ وَقَدْ تُخَفَّفُ :- اور کبھی کَاَنَّ میں تخفیف کر لی جاتی ہے پس اصح مذہب کی بنا پر عمل نہیں کرتا کیونکہ آخر کا فتح زائل ہونے کے سبب اُس کی فعل کے ساتھ مشابہت ختم ہوگئی اور اِس وقت وہ جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے کَاَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ۔ قولہ وَلٰکِنَّ :- نحاتِ کوفہ کے نزدیک یہ لائے نفی، کاف زائدہ اور اِنَّ مکسورہ سے مرکب ہے اصل میں لَاکَاِنَّ تھا ہمزہ کی حرکت کاف کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا۔ اور نحاتِ بصرہ کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے یہ حرف استدراک ہے۔ لغت میں استدراک کے معنی ہیں کسی چیز کیساتھ مافات کی تلافی کرنا۔ اصطلاح میں کلام سابق سے پیدا شدہ وہم کو دفع کرنا استدراک ہے۔ قولہ وَیَتَوَسَّطُ:- یعنی لٰکِنَّ ایسے دو کلاموں کے درمیان آتا ہے جو نفی اور اثبات میں معنًی متغایر ہوں جیسے غَابَ زَیْدٌ لٰکِنَّ بَکْرًا حَاضِرٌ اور لٰکِنَّ کے ساتھ خواہ مشددہ ہو یا مخففہ واؤ کا ہونا بھی جائز ہے۔ فائدہ:- اصل میں بصورتِ تخفیف لٰکِنْ، مع واؤ لایا جاتا ہے یعنی وَلٰکِنْ تاکہ لٰکِنْ عاطفہ سے ملتبس نہ ہو پھر اُس کی موافقت میں لٰکِنَّ مشددہ کے ساتھ بھی واؤ لایا جاتا ہے جیسے وَلٰکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ۔ قولہ وَقَدْ تُخَفَّفُ:- اور لٰکِنَّ میں کبھی تخفیف کر لی جاتی ہے پس وہ عمل سے لغو کر دیا جاتا ہے یعنی اُس وقت وہ عمل نہیں کرتا اِس لئے کہ تخفیف کے بعد فعل کی مشابہت جاتی رہی اور یہ لٰکِنْ عاطفہ کے مشابہ ہو گیا جو عمل نہیں کرتا جیسے مَشٰی زَیْدٌ لٰکِنْ بَکْرٌ عِنْدَنَا، زید چلا گیا لیکن بکر ہمارے پاس ہے یعنی وہ نہیں گیا۔

وَلَيْتَ لِلتَّمَنِّيْ نَحْوُ لَيْتَ هِنْدًا عِنْدَنَا وَاَجَازَ الْفَرَّاءُ لَيْتَ زَيْدًا قَائِمًا بِمَعْنٰے اَتَمَنّٰى وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّيْ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا	شِعْرٌ	اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ

وَشَذَّ الْجَرُّ بِهَا نَحْوُ لَعَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ وَفِيْ لَعَلَّ لُغَاتٌ عَلَّ وَعَنَّ وَاَنَّ وَلَاَنَّ وَلَعَنَّ............

اور لَيْتَ تمنی کیلئے ہے جیسے لَيْتَ هِنْداً عِنْدَنَا. (کاش ہندہ ہمارے پاس ہوتی) اور فراء نے لَيْتَ زَيْداً قَائِماً کو جائز رکھا ساتھ معنی اَتَمَنّٰى کے۔ اور لَعَلَّ ترجی کیلئے ہے جیسے شاعر کا قول اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ - لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا. اور لعل کے ساتھ جر دینا شاذ ہے جیسے لَعَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ. اور لَعَلَّ میں کچھ لغات ہیں عَلَّ الخ............

قولہ وَلَيْتَ:- اور لَيْتَ انشاءِ تمنّی یعنی کسی چیز کو بر سبیلِ محبت طلب کرنے کیلئے ہے۔ جیسے لَيْتَ هِنْدًا عِنْدَنَا کاش ہند ہمارے پاس ہوتی۔ اور فراء نے لَيْتَ کے بعد واقع دونوں جزؤوں کا نصب جائز رکھا ہے جیسے لَيْتَ زَيْدًا قَائِمًا۔ اِس لئے کہ لَيْتَ بمعنی اَتَمَنّٰى ہے۔ لہٰذا دونوں جزؤوں کا بنا بر مفعول نصب جائز ہے۔ فائدہ:- مصنف نے فراء کا استدلال عقلی ذکر کیا ہے کہ لَيْتَ بمعنی اَتَمَنّٰى ہے لہٰذا افعال قلوب کی طرح ہر دو جز کو نصب دیگا لیکن یہ استدلال ضعیف ہے اِس لئے کہ لَيْتَ حرف ہے اور افعال قلوب صریح افعال ہیں جن پر لَيْتَ کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ قولہ وَلَعَلَّ:- اور لَعَلَّ، انشاءِ ترجی کیلئے ہے ترجی ایسے امرِ محبوب یا مکروہ کی امید کرنا جس کے حصول پر وثوق نہ ہو جیسے شاعر کا قول اُحِبُّ ...... اِلَخ، میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں حالانکہ خود اِن میں سے نہیں ہوں شاید کہ اللہ تعالیٰ نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ قولہ وَ شَذَّ الْجَرُّ:- یعنی لَعَلَّ کو حروفِ جارہ میں شمار کر کے اُس کے ساتھ جر دینا شاذ ہے۔ یعنی لَعَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ، زید کے جر کے ساتھ پڑھنا خلاف قیاس ہے اور شاعر کے قول لَعَلَّ اَبِي الْمَغْوَاءِ سے استدلال درست نہیں اِس لئے کہ ہوسکتا ہے شاعر کے قول میں اَبِي الْمَغْوَاءِ، لَعَلَّ کی وجہ سے مجرور نہ ہو بلکہ اُس پر اعرابِ حکائی ہو کہ وہ اَبِي الْمَغْوَاءِ کے نام سے مشہور ہو۔

وَعِنْدَ الْمُبَرِّدِ اَصْلُهٗ عَلَّ زِيْدَ فِيْهِ اللَّامُ وَالْبَوَاقِيْ فُرُوْعٌ فَصْلٌ حُرُوْفُ الْعَطْفِ عَشَرَةٌ اَلْوَاوُ وَالْفَاءُ وَثُمَّ وَحَتّٰى وَاَوْ وَاِمَّا وَاَمْ وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ فَالْاَرْبَعَةُ الْاُوَلُ لِلْجَمْعِ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا نَحْوُ جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَعَمْرٌو سَوَاءٌ كَانَ زَيْدٌ مُقَدَّمًا فِي الْمَجِيْئِ اَوْ عَمْرٌو..

اور مبرد کے نزدیک ان میں سے اصل عَلَّ ہے اس کے شروع میں لام زائد کیا گیا اور باقی فروعات ہیں۔
(فصل) حروف عطف دس ہیں: واؤ، فاء، ثم، حتی، او، اما، ام، لا، بل، لکن. پس پہلے چار جمع کیلئے ہیں۔
پس واؤ مطلقا جمع کیلئے ہے جیسے جَاءَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو. برابر ہے کہ زید آنے میں مقدم ہو یا عمرو مقدم ہو..............

قولہ عِنْدَ الْمُبَرِّدِ:- یعنی لَعَلَّ میں چند لغات ہیں بعض کتبِ نحو میں کل تیرہ لغتیں ذکر کی گئیں ہیں جن میں افصح اور اشہر لغت، جمہور کے نزدیک لَعَلَّ ہے اور مبرد کے نزدیک عَلَّ اصل ہے اس کے اوّل میں لام بڑھایا تو لَعَلَّ ہوا اور باقی لغات اِس کی فرع ہیں۔ فائدہ:- تمنی اور ترجی میں یہ فرق ہے کہ تمنّی تو ہر شے کی ہو سکتی ہے خواہ وہ ممکن ہو یا محال اور ترجی اُس چیز کی ہوتی جس چیز کا ہونا ممکن ہو پس لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُوْدُ کہہ سکتے ہیں اور لَعَلَّ الشَّبَابَ نہیں کہہ سکتے اِس لئے کہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں اور حضرت زلیخا کی جوانی کا لوٹنا از قبیلِ خوارق تھا جو امتناعِ عادی کے منافی نہیں۔

قولہ حُرُوْفُ الْعَطْفِ:- حروفِ عطف دس ہیں جنکو شاعر نے اِس قطعہ میں یکجا کر دیا ہے۔

گر حروفِ عطف خواہی بے خلل یاد گیر ایں بیت و میخواں در محل
وَاوْ، فَاء، ثُمَّ، حَتّٰى، نیز اَوْ با اَمْ وَاِمَّا، وَلٰكِنْ، لَا وَبَلْ

دوسرے شاعر نے اِن حروف کو اِس طرح بیان کیا ہے۔

دہ حروفِ عاطفہ مشہور اند یعنی وَاوْ فَاء ثُمَّ، حَتّٰى، اَوْ، اِمَّا، اَمْ، وَبَلْ، لٰكِنْ وَلَا

اور یہ حروف ثبوتِ حکم کے اعتبار سے تین قسم پر ہیں۔(۱) جن سے تابع اور متبوع دونوں کیلئے حکم ثابت ہوتا ہے اور وہ چار ہیں وَاوْ، فَاء، ثُمَّ، حَتّٰى۔(۲) جن سے تابع اور متبوع میں سے ایک غیر معین میں حکم ثابت ہوتا ہے اور وہ تین حروف ہیں اَوْ، اَمَّا، اَمْ۔(۳) جن سے ایک معین کیلئے حکم ثابت ہوتا ہے وہ بھی تین ہیں۔ لَا، بَلْ، لٰكِنْ۔ قولہ اَلْوَاوُ:- قسمِ اوّل سے واؤ مطلق جمع کیلئے ہے یعنی اِس میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ترتیب اور معیت ملحوظ نہیں ہوتی جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ وَعَمْرٌو میرے پاس زید اور عمرو آیا۔ اِس مثال میں مطلقاً زید اور عمرو کے آنے کا بیان ہے خواہ ایک ساتھ ہوں یا آگے پیچھے۔

وَ الْفَاءُ لِلتَّرْتِيْبِ بِلَا مُهْلَةٍ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو وَ إِذَا كَانَ زَيْدٌ مُتَقَدِّمًا وَ عَمْرٌو مُتَأَخِّرًا بِلَا مُهْلَةٍ وَ ثُمَّ لِلتَّرْتِيْبِ بِمُهْلَةٍ نَحْوُ دَخَلَ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو إِذَا كَانَ زَيْدٌ مُتَقَدِّمًا وَ بَيْنَهُمَا مُهْلَةٌ وَ حَتّٰى كَثُمَّ فِي التَّرْتِيْبِ وَ الْمُهْلَةِ إِلَّا اَنَّ مُهْلَتَهَا اَقَلُّ مِنْ مُهْلَةِ ثُمَّ وَ يُشْتَرَطُ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْطُوْفُهَا دَاخِلًا فِي الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ وَ هِيَ تُفِيْدُ قُوَّةً فِي الْمَعْطُوْفِ نَحْوُ مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْاَنْبِيَاءُ اَوْ ضُعْفًا نَحْوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةُ

اورفاء ترتیب کیلئے ہے بغیر مہلت کے۔جیسے قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو. (کھڑا ہے زید پس عمرو) جبکہ زید قیام میں پہلے ہو اور عمرو بعد میں بغیر مہلت کے۔اور ثم ترتیب کیلئے ہے مہلت کے ساتھ۔جیسے دَخَلَ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو. (داخل ہوا زید پھر عمرو) جبکہ زید پہلے آیا ہوا اور ان دونوں کے داخل ہونے میں مہلت ہو۔اور حَتّٰی، ثُمَّ کی مثل ہے ترتیب اور مہلت میں مگر حَتّٰی کی مہلت ثُمَّ کی مہلت سے کم ہے۔اور حَتّٰی میں شرط کیا گیا ہے کہ اس کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو۔اور یہ حَتّٰی معطوف میں قوت کا فائدہ دیتا ہے۔جیسے مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْاَنْبِيَاءُ. (وفات پا گئے لوگ حتی کہ انبیاء علیہم السلام) یا ضعف کا جیسے قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةُ.........................

قولہ اَلْفَاءُ:-اورفاء ترتیب بغیر مہلت کے لئے ہے جیسے قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو زید کھڑا ہوا پھر عمرو، یہ اُس وقت کہا جاتا ہے جب زید پہلے کھڑا ہوا اور پھر بلا تاخیر عمرو کھڑا ہوا۔ قولہ ثُمَّ:-ثُمَّ ترتیب مع مہلت کیلئے ہے جیسے دَخَلَ زَيْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو ،یعنی زید پہلے داخل ہوا پھر کچھ دیر بعد عمرو داخل ہوا۔ قولہ حَتّٰی:-حَتّٰی،ثُمَّ کی مثل ترتیب مع مہلت کیلئے ہے لیکن حَتّٰی میں ثُمَّ کی نسبت مہلت کم ہوتی ہے نیز حَتّٰی میں یہ شرط ہے کہ اِس کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو یعنی معطوف علیہ کا جزِ قوی یا جزِ ضعیف ہو تا کہ یہ جزو،قوت وضعف کی وجہ سے کل سے ممتاز ہو جائے گویا کہ یہ کل جزو کا غیر ہے تا کہ یہ جزو غایت بن سکے۔ قولہ وَهِيَ تُفِيْدُ:- اور یہ کلمہ حَتّٰی اپنے معطوف میں قوت کا افادہ کرتا ہے یا ضعف کا یعنی قوت وضعف پر دلالت کرتا ہے۔اوّل کی مثال مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْاَنْبِيَاءِ، کیونکہ انبیاءِ کرام اجزاءِ ناس میں سے جزِ قوی ہیں اور دوسرے کی مثال قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةُ یعنی حاجی سوار آگئے یہاں تک کہ پیادہ پا حاجی آگئے۔اِس مثال میں پیادہ پا حاجی اجزاءِ حجاج میں سے جزِ ضعیف ہیں۔ فائدہ:-کلمہ ثُمَّ اور حَتّٰی ترتیب مع المُہلت میں شریک ہیں تاہم اِن کے مابین تین وجوہ سے فرق ہے۔ (۱) حَتّٰی کا معطوف اپنے معطوف علیہ کا جز قوی یا ضعیف ہوتا ہے اور ثُمَّ میں یہ شرط نہیں۔ (۲) حَتّٰی میں مہلت باعتبار ذہن کے ہوتی ہے اور ثُمَّ میں باعتبار خارج کے مثلاً مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْاَنْبِيَاءِ میں باعتبار ذہن کے مناسب یہ ہے کہ موت کا تعلق اَوّلاً غیر انبیاء سے ہو اور پھر انبیاء سے کیونکہ انبیاء کی شرافت کی وجہ سے اُن سے موت مستبعد ہے لیکن باعتبار خارج کے انبیاء کی موت باقی لوگوں کے درمیان ہے لٰہذا مَاتَ النَّاسُ ثُمَّ الْاَنْبِيَاءُ کہنا صحیح نہیں کہ خلاف واقع ہے۔ (۳) حَتّٰی کے اندر مہلت بنسبت ثُمَّ کے کم ہوتی ہے۔

وَ اَوْ وَ اِمَّا وَ اَمْ ثَلٰثَتُهَا لِثُبُوْتِ الْحُكْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُبْهَمًا لَا بِعَيْنِهٖ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوْ امْرَأَةٍ وَ اِمَّا اِنَّمَا تَكُوْنُ حَرْفَ الْعَطْفِ اِذَا تَقَدَّمَتْهَا اِمَّا اُخْرٰى نَحْوُ اَلْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ وَ اِمَّا فَرْدٌ وَ يَجُوْزُ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اِمَّا عَلٰى اَوْ نَحْوُ زَيْدٌ اِمَّا كَاتِبٌ اَوْ اُمِّيٌّ..........................

اور اَوْ اور اِمَّا اور اَمْ تینوں ہونے والے ہیں واسطے ثابت کرنے حکم کے احدالامرین کیلئے بطریق مبہم نہ اسکو معین کرنے کے ساتھ۔ جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوْ اِمْرَاَةٍ۔ اور اِمَّا حرف عطف ہوتا ہے جبکہ اس سے قبل دوسرا اِمَّا ہو۔ جیسے اَلْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ وَاِمَّا فَرْدٌ. اور جائز ہے کہ اِمَّا کلمہ اَوْ پر مقدم ہو۔ جیسے زَيْدٌ اِمَّا كَاتِبٌ اَوْ اُمِّيٌّ (زید یا کاتب ہے یا ان پڑھ)..........................

قولہ اَوْ وَ اِمَّا وَ اَمْ:- یہ تینوں حروف دو امروں میں سے کسی ایک امرِ مبہم کیلئے (یعنی جو عندالمتکلم معین نہیں ہے) حکم ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَوْاِمْرَاَةٍ (میں مرد یا عورت کے پاس سے گذرا) قولہ وَاِمَّا اِنَّمَا تَكُوْنُ:- یعنی اِمَّا حرف عطف اُس وقت ہوگا جب اُس سے قبل دوسرا اِمَّا ہو، تا کہ اوّلِ امر سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ حکم احدالامرین کیلئے ہے جیسے اَلْعَدَدُ اِمَّا زَوْجٌ وَاِمَّا فَرْدٌ۔ عدد یا زوج (برابر تقسیم ہونے والا) ہے یا فرد یعنی برابر تقسیم نہ ہونے والا۔ قولہ يَجُوْزُ:- اور اَوْ عاطفہ سے پہلے اِمَّا کالانا جائز ہے جیسے زَيْدٌ اِمَّا كَاتِبٌ اَوْاُمِّيٌّ اور ترکِ اِمَّا بھی جائز ہے جیسے زيدٌ اِمَّا كَاتِبٌ اَوْاُمِّيٌّ۔ فائدہ:- اِمَّا عاطفہ اور اَمَّا شرطیہ کی پہچان کے دو طریقے ہیں۔ (۱) اگر اُس سے پہلے دوسرا اِمَّا یا بعد میں اَوْ ہو تو اِمَّا عاطفہ ہوگا۔ ورنہ اَمَّا شرطیہ جیسے شرح ماۃ میں ہے اِمَّا حَقِيْقَةً وَ اِمَّا مَجَازًا، اِس مثال میں پہلا اِمَّا تردید یہ اور دوسرا عاطفہ ہے اور واؤ زائدہ ہے۔ (۲) اگر بعد میں فاء ہو تو اَمَّا شرطیہ ہوگا ورنہ اِمَّا عاطفہ جیسے وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ۔ فائدہ:- ابوعلی کے نزدیک اِمَّا (بکسرِ ہمزہ) عطف کیلئے نہیں ہے اِس لئے کہ یہ معطوف علیہ پر مقدم ہوتا ہے اور اِس پر واؤ بھی داخل ہوتا ہے جیسے اِمَّا حَقِيْقَةً وَاِمَّا مَجَازًا میں پہلا اِمَّا معطوف علیہ پر مقدم ہے اور دوسرے پر واؤ داخل ہے لیکن جمہور کے نزدیک یہ حرفِ عطف ہے اِس لئے کہ یہ اَوْ کی مثل شک کیلئے ہے۔

وَ اَمْ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلَةٌ وَ هِیَ مَا یُسْئَالُ بِهَا عَنْ تَعْیِیْنِ اَحَدِ الْاَمْرَیْنِ وَ السَّائِلُ بِهَا یَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِ هِمَا مُبْهَمًا بِخِلَافِ اَوْ وَ اِمَّا فَاِنَّ السَّائِلَ بِهِمَا لَایَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِ هِمَا اَصْلًا وَ تُسْتَعْمَلُ بِثَلٰثَةِ شَرَائِطَ الْاَوَّلُ اَنْ یَقَعَ قَبْلَهَا هَمْزَةٌ نَحْوُ اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو وَ الثَّانِیْ اَنْ یَّلِیَهَا لَفْظٌ مِثْلُ مَایَلِی الْهَمْزَةَ اَعْنِیْ اِنْ کَانَ بَعْدَ الْهَمْزَةِ اِسْمٌ فَکَذٰلِکَ بَعْدَ اَمْ کَمَا مَرَّ وَ اِنْ کَانَ بَعْدَ الْهَمْزَةِ فِعْلٌ فَکَذٰلِکَ بَعْدَهَا نَحْوُ اَقَامَ زَیْدٌ اَمْ قَعَدَ فَلَا یُقَالُ..........................

اور اَم دوقسم پر ہے۔متصلہ اور وہ وہ ہے جس کے ساتھ دوامروں میں سے ایک کی تعیین کا سوال کیا جائے اور اس کے ساتھ سوال کرنے والا ان میں سے ایک کے ثبوت کو مبہم طور پر جانتا ہو۔بخلاف اَو اور اِمّا کے۔پس تحقیق ان کے ساتھ سوال کرنے والا احد الامرین کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا۔اور اَم متصلہ تین شرطوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔اول یہ کہ اس سے پہلے ہمزہ ہوجیسے **اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو**. ثانی یہ کہ اَمْ متصلہ کے بعد وہ لفظ واقع ہو جو اس لفظ کی مثل ہو جو ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہوا ہے۔میں مراد لیتا ہوں یہ کہ اگر ہمزہ کے بعد اسم ہو تو اسی طرح اَمْ کے بعد بھی جیسا کہ گذرا۔اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہو تو اسی طرح اَمْ کے بعد فعل ہو۔جیسے **اَقَامَ زَیْدٌ اَمْ قَعَدَ**. پس نہیں کہا جائے گا۔

<u>قولہ وَاَمْ</u>:-کلمہ اَمْ اور اِمّا اور اَوْ کے درمیان مذکورہ بالا اشتراک کے باوجود کئی اعتبار سے فرق ہے جسکو مصنف تقسیمِ اَمْ کے ضمن میں بیان کرتے ہیں یعنی کلمہ اَمْ دوقسم پر ہے ایک متصلہ جس کے ساتھ سوال کرنے والا دوامروں میں سے کسی ایک امر کی تعیین کا سوال کرے اور سائل یہ جانتا ہو کہ اِن دوامروں میں سے کوئی ایک (جوسائل کے نزدیک غیر معین ہے) ثابت ہے،لیکن کلمہ اَوْ یا اِمّا کے ساتھ سوال کرنے والا احد الامرین کے ثبوت کو اصلاً نہیں جانتا،نہ مبہم طور پر نہ معین طور پر۔ <u>قولہ تُسْتَعْمَلُ</u>:-اور اَمْ متصلہ کا استعمال تین شرطوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ (۱) اَمْ سے قبل ہمزۂ استفہام ہو جیسے **اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو**،کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو؟ بخلاف اَوْ اور اِمّا کے کہ اِن سے پہلے ہمزہ ہونا ضروری نہیں۔ <u>فائدہ</u>:-ہمزہ استفہام کبھی ملفوظ ہوتا ہے کبھی مقدر اور اَمْ سے پہلے صرف ہمزہ آتا ہے هَلْ اِس لئے نہیں آتا کہ ہمزہ میں استفہام زیادہ ہوتا ہے بنسبت هَلْ کے۔ (۲) اَمْ کے بعد جو لفظ واقع ہو وہ اُس لفظ کی مانند ہو جو ہمزۂ استفہام کے بعد واقع ہے مثلاً ہمزہ کے بعد اسم واقع ہے تو اَمْ کے بعد بھی اسم واقع ہو جیسے **اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو** اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہے تو اَمْ کے بعد بھی فعل ہو جیسے **اَقَامَ زَیْدٌ اَمْ قَعَدَ** کیا زید کھڑا ہے یا بیٹھا ہے اور یہ نہیں کہہ سکتے

اَرَأَيْتَ زَيْدًا اَمْ عَمْرًا وَ الثَّالِثُ اَنْ يَكُوْنَ اَحَدُ الْاَمْرَيْنِ الْمُسْتَوِيَيْنِ مُحَقَّقًا وَ اِنَّمَا يَكُوْنُ الْاِسْتِفْهَامُ عَنِ التَّعْيِيْنِ فَلِذٰلِكَ يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ جَوَابُ اَمْ بِالتَّعْيِيْنِ دُوْنَ نَعَمْ اَوْ لَا فَاِذَا قِيْلَ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو فَجَوَابُهُ بِتَعْيِيْنِ اَحَدِهِمَا اَمَّا اِذَا سُئِلَ بِاَوْ وَ اِمَّا فَجَوَابُهُ نَعَمْ اَوْ لَا ....

اَرَأَيْتَ زَيْدًا اَمْ عَمْرًا. ثالث یہ کہ امرین متساویین سے کوئی ایک محقق ہواور استفہام تعیین کے بارے ہو۔اسی وجہ سے ضروری ہے کہ اَمْ کا جواب تعیین کے ساتھ ہونہ نَعَمْ کے ساتھ یالا کے ساتھ۔پس جب کہا جائے:اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو. توجواب دومیں سے ایک کی تعیین کے ساتھ ہوگا۔اور جب اَو یا اِمَّا کے ساتھ سوال کیا جائے گا توجواب نَعَمْ یالَا ہوگا...............

اَرَأَيْتَ زَيْدًا اَمْ عَمْرًوا کہ ہمزہ کے بعد فعل ہےاور اَمْ کے بعد اسم اور یہ مصنف اور ابن حاجب کا مذہب ہے۔ لیکن سیبویہ کے نزدیک اَرَأَيْتَ زَيْدًا اَمْ عَمْرًوا جائز ہے۔غالبًا اُس نے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اِس ترکیب کو جائز و مستحسن قرار دیا ہے اِس لئے کہ معنی ہیں اَرَأَيْتَ زَيْدًا اَمْ رَأَيْتَ عَمْرًا۔ (۳) امرین یعنی معطوف علیہ و معطوف میں سے کوئی ایک عندالمتکلم محقق اور ثابت ہو اور متکلم کا سوال صرف تعیین کے بارے ہو۔ قولہ فَلِذٰلِكَ :-پس اِسی وجہ سے کہ اَمْ کے ساتھ سوال سے متکلم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مخاطب احدالامرین کی تعیین کردے یہ واجب ہے کہ اَمْ کے ساتھ سوال کا جواب تعیین کے ساتھ دیا جائے نہ نَعَمْ اور لَا سے کہ یہ دونوں لفظ تعیین کا افادہ نہیں کرتے پس جب کہا جائے اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو تو اِس کا جواب زَيْدٌ یَا عَمْرٌو سے دیا جائے گا یعنی کسی ایک کو متعین کیا جائے گا۔ لیکن جب اِمَّا یا اَوْ کے ساتھ سوال ہو تو جواب میں نَعَمْ یا لَا کہہ سکتے ہیں۔ سوال:-اَمْ متصلہ کے جواب میں کبھی امرین کی نفی بھی کی جاتی ہے جیسے اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ بَكْرٌ، کے جواب میں لَا زَيْدٌ عِنْدِیْ وَلَا بَكْرٌ بولا جاتا ہے لہٰذا مصنف کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ جَوَابُ اَمْ بِالتَّعْيِيْنِ دُوْنَ نَعَمْ وَ لَا؟ جواب:-مصنف نے تعیین میں حصر نہیں کیا یعنی یہ نہیں کہا کہ یہ صرف تعیین کا فائدہ دیتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ تعیین کا فائدہ دیتا ہے اور دونوں کی نفی بھی کرتا ہے۔

وَ مُنْقَطِعَةٌ وَهِيَ مَاتَكُونُ بِمَعْنٰى بَلْ مَعَ الْهَمْزَةِ كَمَا رَأَيْتَ شَبْحًا مِنْ بَعِيْدٍ قُلْتَ اِنَّهَا لَاِبِلٌ عَلٰى سَبِيْلِ الْقَطْعِ ثُمَّ حَصَلَ لَكَ شَكٌّ اَنَّهَا شَاةٌ فَقُلْتَ اَمْ هِيَ شَاةٌ تَقْصِدُ الْاِعْرَاضَ عَنِ الْاِخْبَارِ الْاَوَّلِ وَالْاِسْتِيْنَافَ بِسُؤَالٍ اٰخَرَ مَعْنَاهُ بَلْ اَهِيَ شَاةٌ وَاعْلَمْ اَنَّ اَمِ الْمُنْقَطِعَةَ لَا تُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِي الْخَبَرِ كَمَا مَرَّ وَفِي الْاِسْتِفْهَامِ نَحْوُ اَعِنْدَكَ زَيْدٌ اَمْ عَمْرٌو سَأَلْتَ اَوَّلًا عَنْ حُصُوْلِ زَيْدٍ ثُمَّ اَضْرَبْتَ عَنِ السُّؤَالِ الْاَوَّلِ وَ اَخَذْتَ فِي السُّؤَالِ عَنْ حُصُوْلِ عَمْرٍو.........

اور اَمْ منقطعہ اور وہ وہ ہے جو بمعنی بَلْ ہو ساتھ ہمزہ کے۔ جیسا کہ تم نے دور سے ایک صورت دیکھی تو علی سبیل الیقین کہا اِنَّهَا لَاِبِلٌ (بے شک وہ اونٹ ہے) پھر تجھے شک ہوا کہ وہ بکری ہے تو کہا اَمْ هِيَ شَاةٌ (یا وہ بکری ہے) تم نے ارادہ کرلیا پہلی خبر سے اعراض کا اور دوسرے سوال کے استیناف کا جس کے معنی بَلْ هِيَ شَاةٌ ہیں یعنی بلکہ کیا وہ بکری ہے۔ اور جان لیجئے کہ تحقیق ام منقطعہ نہیں استعمال کیا جاتا مگر خبر میں جیسا کہ گذرا اور استفہام میں جیسے اَعِنْدَكَ زَيْدٌ اَمْ عَمْرٌو (کیا تیرے پاس زید ہے بلکہ کیا تیرے پاس عمرو ہے) تم نے پہلے زید کے ہونے کا خیال کیا پھر تم نے پہلے سوال سے اعراض کیا اور عمرو کے ہونے کا سوال کیا۔.......................................

قولہ وَمُنْقَطِعَةٌ:- اور اَمْ منقطعہ هَلْ اور ہمزہَ استفہام کے معنی میں ہوتا ہے یعنی اِضْرَابُ عَنِ الْاَوَّلِ اور شک ثانی میں مثلاً آپ نے دور سے ایک صورت کو دیکھ کر کہا اِنَّهَا لَاِبِلٌ بلاشبہ وہ اونٹ ہے پھر جب اُس صورت کے قریب ہوئے تو آپ کو شک ہوا کہ وہ اونٹ نہیں بلکہ بکری ہے تو آپ نے کہا اَمْ هِيَ شَاةٌ کیا وہ بکری ہے؟ پس آپ نے پہلی خبر (اِنَّهَا لَاِبِلٌ) سے اعراض کیا اور دوسرا سوال کیا کہ اَمْ هِيَ شَاةٌ جس کے معنی ہیں بَلْ اَهِيَ شَاةٌ بلکہ کیا وہ بکری ہے؟۔ فائدہ:- اَمْ منقطعہ کے مذکورہ معنی یعنی اوّل سے اضراب اور دوسرے میں شک، اکثری ہیں اور کبھی صرف اضراب کیلئے آتا ہے اور اُس کے دو مقام ہیں۔ (۱) جب اَمْ کا مابعد یقینی ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ اِس لئے کہ یہاں استفہام کے معنی درست نہیں۔ (۲) اَمْ کا مابعد حرف استفہام پر مشتمل ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّوْرُ۔ قولہ وَاعْلَمْ:- یعنی اَمْ منقطعہ خبر میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے آپ نے دور سے کسی شئے کی صورت دیکھ کر کہا اِنَّهَا لَاِبِلٌ اَمْ هِيَ شَاةٌ، یا استفہام میں جیسے اَعِنْدَكَ زَيْدٌ اَمْ عَمْرٌو، آپ نے پہلے زید کے بارے سوال کیا کہ وہ تمہارے پاس ہے؟ پھر پہلے سوال سے اعراض کرتے ہوئے عمرو کے بارے سوال کیا کہ وہ آپ کے پاس ہے؟

وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ جَمِيْعُهَا لِثُبُوْتِ الْحُكْمِ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُعَيَّنًا اَمَّا لَا فَلِنَفْيِ مَاوَجَبَ لِلْاَوَّلِ عَنِ الثَّانِيْ نَحْوُ جَآءَ نِيْ زَيْدٌ لَا عَمْرٌو وَبَلْ لِلْاِضْرَابِ عَنِ الْاَوَّلِ وَالْاِثْبَاتِ لِلثَّانِيْ نَحْوُ جَآءَ نِيْ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو وَمَعْنَاهُ بَلْ جَآءَ نِيْ عَمْرٌو وَمَاجَآءَ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ مَعْنَاهُ بَلْ مَاجَآءَ خَالِد..............................

اور لَا اور بَلْ اور لٰكِنْ یہ تینوں حروف امرین میں سے کسی ایک معین چیز کیلئے حکم کو ثابت کرنے کیلئے آتے ہیں۔ لیکن لَا پس وہ ہونے والا ہے ثانی سے اس چیز کی نفی کیلئے جو اول کیلئے ثابت ہے جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ لَا عَمْرٌو (میرے پاس زید آیا نہ کہ عمرو) اور بَلْ اول سے اضراب اور ثانی کیلئے اثبات کی خاطر آتا ہے۔ جیسے جَاءَ نِیْ زَیْدٌ بَلْ عَمْرٌو. اس کے معنی ہیں بَلْ جَاءَ نِیْ عَمْرٌو بلکہ میرے پاس عمرو آیا۔ اور مَا جَاءَ نِیْ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ. اس کے معنی ہیں بَلْ مَا جَاءَ خَالِدٌ (بلکہ خالد نہیں آیا)..............................

قولہ وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ :- یعنی یہ تینوں حروف احد الامرین کیلئے حکم ثابت کرتے ہیں جو متکلم کے نزدیک معین ہوتا ہے اور اِن میں مَابِہِ الْاِمْتِیَاز یہ ہے کہ کلمہ لَا اُس حکم کی معطوف سے نفی کرتا ہے جو معطوف علیہ کیلئے ثابت ہے مثلاً جَآءَ زَیْدٌ لَا عَمْرٌو میں کلمہ لَا نے زید کیلئے آنا ثابت کیا ہے اور عمرو سے آنے کی نفی کی ہے۔ فائدہ:- کلمہ لَا کی خصوصیات۔ (۱) لَا کے ساتھ عطف صرف کلامِ موجب میں کیا جاتا ہے لہٰذا مَاجَآءَ زَیْدٌ لَا عَمْرٌو کہنا صحیح نہیں۔ (۲) کلمہ لَا کے ساتھ عامل کا اظہار مستحسن نہیں لہٰذا جَآءَ زَیْدٌ لَا جَآءَ عَمْرٌو کہنا درست نہیں۔ (۳) لَا کے ذریعہ اسم پر عطف کیا جاتا ہے اور اُس کے ساتھ فعلِ مضارع پر عطف نادر اور قلیل ہے۔ (۴) کلمہ لَا جب لفظِ غَیْرَ کے بعد واقع ہو تو عاطفہ نہیں ہوتا بلکہ غَیْرَ سے مستفاد نفی کی تاکید کرتا ہے جیسے وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں لَا نفی کی تاکید کیلئے ہے۔ کلمہ بَلْ، اضراب کیلئے ہے یعنی اوّل سے حکم کو پھیر کر ثانی کیلئے ثابت کرنے کیلئے جیسے جَآءَ زَیْدٌ بَلْ عَمْرٌو، جس کے معنٰی ہیں بَلْ جَآءَ عَمْرٌو اور جیسے مَاجَآءَ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ۔ اِس کے معنٰی ہیں بَلْ مَاجَآءَ خَالِدٌ۔ فائدہ:- کلمہ بَلْ جب نفی کے بعد آئے تو جمہور کے نزدیک یہ معطوف کیلئے اُس حکم کو ثابت کرتا ہے جو معطوف علیہ سے منفی ہے لہٰذا اُن کے نزدیک مَاجَآءَ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ کے معنٰی ہیں بَلْ جَآءَ خَالِدٌ یعنی بکر نہیں آیا بلکہ خالد آیا ہے اور مبرد کے نزدیک اِس کے معنٰی ہیں بَلْ مَاجَآءَ خَالِدٌ (بلکہ خالد نہیں آیا) یعنی کلمہ بَلْ نے حکمِ منفی کو معطوف علیہ سے معطوف کیطرف پھیر دیا ہے۔

وَلٰكِنْ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَيَلْزَمُهَا النَّفْيُ قَبْلَهَا نَحْوُ مَاجَآءَ نِيْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو جَآءَ اَوْ بَعْدَ هَا نَحْوُ قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ **فَصْلٌ** حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ ثَلٰثَةٌ اَلَا وَ اَمَا وَ هَا وُضِعَتْ لِتَنْبِيْهِ الْمُخَاطَبِ لِئَلَّا يَفُوْتَهُ شَيْءٌ مِّنَ الْكَلَامِ فَاَلَا وَ اَمَا لَا يَدْخُلَانِ اِلَّا عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ قَوْلِ الشَّاعِرِ

اَمَا وَالَّذِىْ اَبْكٰى وَ اَضْحَكَ وَالَّذِىْ	**شِعْرٌ**	اَمَاتَ وَاَحْيٰى وَ الَّذِىْ اَمْرُهُ الْاَمْرُ

اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ اَمَا لَا تَفْعَلْ وَ اَلَا لَا تَضْرِبْ وَالثَّالِثُ هَا تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ هَا زَيْدٌ قَآئِمٌ وَ الْمُفْرَدِ نَحْوُ هٰذَا وَ هٰٓؤُلَآءِ

اور لٰكِنْ استدراک کیلئے ہے اور اس کو نفی لازم ہے اس سے قبل۔ جیسے مَا جَاءَ نِيْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو جَاءَ. یا وہ نفی اس کے بعد جیسے قَامَ بَكْرٌ لٰكِنْ خَالِدٌ لَمْ يَقُمْ. (فصل) حروف تنبیہ تین ہیں اَلَا اور اَمَا اور هَا. یہ تینوں مخاطب کو خبردار کرنے کیلئے ہیں تا کہ اس سے کلام کا کچھ حصہ رہ نہ جائے۔ پس اَلَا اور اَمَا نہیں داخل ہوتے مگر جملہ پر خواہ اسمیہ ہو وہ جملہ جیسے ارشاد باری تعالیٰ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ اور شاعر کا قول: اَمَا وَالَّذِى اَبْكٰى وَاَضْحَكَ وَالَّذِى - اَمَاتَ وَاَحْيٰى وَالَّذِى اَمْرُهُ الْاَمْرُ. یا جملہ فعلیہ ہو جیسے اَمَا لَا تَفْعَلْ (خبردار مت کر) اَلَا لَا تَضْرِبْ (خبردار مت مار) اور تیسرا حرف تنبیہ هَا ہے جو جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے هَا زَيْدٌ قَائِمٌ (خبردار زید کھڑا ہونے والا ہے) اور مفرد پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے هٰذَا اور هٰٓؤُلَاءِ.

قولہ وَلٰكِنْ:- اور لٰكِنْ استدراک کیلئے ہے اور اِس کو نفی لازم ہے اور وہ نفی کبھی تو لٰكِنْ سے پہلے ہوتی ہے اور کبھی بعد میں جیسا کہ متن کی مثالوں سے واضح ہے۔ فائدہ:- اگر لٰكِنْ کے ذریعہ مفرد کا عطف مفرد پر کیا جائے تو اُس وقت لٰكِنْ سے پہلے نفی کا ہونا ضروری ہے اور اُس وقت یہ لَا کی نقیض ہوتا ہے یعنی اُس حکم کو ثابت کرتا ہے جو ما قبل سے منفی ہے جیسے مَاجَآءَ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو جَآءَ اور اگر لٰكِنْ کے ذریعے جملہ کا عطف جملہ پر کیا جائے تو اُس وقت لٰكِنْ سے پہلے یا بعد نفی کا ہونا ضروری ہے۔ قولہ حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ :- تنبیہ کے معنٰی ہیں بیدار کرنا اور حروفِ تنبیہ تین ہیں۔ اَلَا (ہمزہ کے فتح اور لام کی تخفیف کے ساتھ) اَمَا (ہمزہ کے فتح اور تخفیفِ میم کیساتھ) اور هَا یہ تینوں مخاطب کو تنبیہ کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں تا کہ متکلم کے کلام سے کوئی چیز بوجہِ غفلت رہ نہ جائے۔ فائدہ:- حروفِ تنبیہ کیلئے صدارت کلام ہے سوائے اُس هَـآء کے جو اسمِ اشارہ کے شروع میں ہوتی ہے اور جب اُس هَـآء اور اسم اشارہ کے درمیان فاصلہ کر دیا جائے تو یہ بھی صدرِ کلام میں آتی ہے جیسے هَا اَنْتُمْ اُولَآءِ جو اصل میں اَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ تھا۔ قولہ فَاَلَا:- پس اَلَا اور اَمَا یہ دونوں صرف جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ اِس لئے کہ اِنکی وضع مضمون جملہ کی تاکید کیلئے ہے اور هَـآء جملہ اسمیہ اور مفرد پر داخل ہوتی ہے۔ ترجمہ شعر:- آگاہ رہو! قسم ہے اُس کی جو رُلاتا اور ہنساتا ہے اور جو موت و حیات دیتا ہے اور جس کا اَمر اَمر ہے۔

فَصلٌ حُـرُوْفُ الـنِّـدَآءِ خَمْسَةٌ يَا وَ اَيَا وَ هَيَا وَ اَیْ وَ الْهَمْزَةُ الْمُفْتُوحَةُ فَاَیْ وَالْهَمْزَةُ لِـلْـقَـرِيْـبِ وَ اَيَـا وَ هَيَا لِلْبَعِيْدِ وَيَاالَهُمَا وَ لِلْمُتَوَسِّطِ وَقَدْ مَرَّ اَحْكَامُ الْمُنَادٰى **فَصلٌ** حُـرُوْفُ الْاِيْـجَـابِ سِتَّةٌ نَـعَـمْ وَ بَلٰى وَ اَجَلْ وَ جَيْرِ وَ اِنَّ وَ اِیْ اَمَّا نَعَمْ فَلِتَقْرِيْرِ كَلَامٍ سَابِـقٍ مُثْبَتًا كَـانَ اَوْ مَنْفِيًّا نَحْوُ اَجَاءَ زَيْدٌ قُلْت نَعَمْ وَ اَمَاجَاءَ زَيْدٌ قُلْت نَعَمْ وَ بَلٰى تَـخْـتَـصُّ بِـاِيْجَابِ مَا نُفِیَ اسْتِفْهَامًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اَلَسْت بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى اَوْ خَبَرًا كَـمَـا يُـقَـالُ لَـمْ يَـقُـمْ زَيْـدٌ قُـلْـت بَـلٰـى اَیْ قَدْ قَامَ وَ اِیْ لِلْاِ ثْبَاتِ بَعْدَ الْاِسْتِفْهَامِ وَ يَـلْـزَمُـهَاالْقَسَمُ كَمَا اِذَا قِيْلَ هَلْ كَانَ كَذَا قُلْت اِیْ وَاللّٰهِ وَ اَجَلْ وَ جَيْرِ وَاِنَّ لِتَصْدِيْقِ الْخَبَرِ كَمَا اِذَا قِيْلَ جَآءَ زَيْدٌ قُلْت اَجَلْ اَوْ جَيْرِ اَوْ اِنَّ اَیْ اُصَدِّقُكَ فِیْ هٰذَا الْخَبَرِ

(فصل) حروف ندا پانچ ہیں: يَا اور اَيَا اور هَيَا اور اَیْ اور همزہ مفتوحہ۔ پس اَیْ اور همزہ قریب کیلئے ہیں اور اَیَا اور هَيَا بعید کیلئے اور يَا قریب و بعید اور متوسط کیلئے۔ اور منادیٰ کے احکام گذر چکے ہیں۔ (فصل) حروف ایجاب چھ ہیں: نَعَمْ اور بَلٰی اور اَجَلْ اور جَيْرِ اور اِنَّ اور اِیْ. لیکن نَعَمْ کلام سابق کی تقریر کیلئے ہے خواہ مثبت ہو یا منفی جیسے اَجَاءَ رَجُلٌ. کیا مرد آیا ہے۔ تو تم نے کہا ہاں۔ اور اَمَا جَاءَ رَجُلٌ (کیا مرد نہیں آیا) تو تم نے کہا ہاں۔ اور بَلٰی مختص ہے اس چیز کو ثابت کرنے کے ساتھ جس کی نفی ہوئی ہو خواہ وہ نفی باعتبار استفہام کے ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی. یا وہ نفی باعتبار خبر کے ہو جیسا کہ کہا جائے لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ. تو تم کہو بَلٰی اَیْ قَدْ قَامَ. یعنی کھڑا ہے۔ اور اِیْ اثبات کیلئے ہے استفہام کے بعد اور اس کو قسم لازم ہے۔ جیسا کہ کہا جائے هَلْ كَانَ كَذَا (کیا ایسا تھا) تو تم کہو: اِیْ وَاللّٰهِ. اور اَجَلْ اور جَيْرِ اور اِنَّ ہونے والے ہیں خبر کی تصدیق کیلئے۔ جیسے جب کہا جائے جَاءَ زَيْدٌ (زید آ گیا) تو آپ اس کے جواب میں کہیں اَجَلْ یا جَيْرِ یا اِنَّ یعنی میں اس خبر میں تیری تصدیق کرتا ہوں۔

قولہ حُرُوْفُ الْاِيْجَابِ :- ایجاب کے معنیٰ ہیں جواب دینا چونکہ یہ حروف کسی نہ کسی بات کا جواب واقع ہوتے ہیں اس لئے اِن کو حروفِ ایجاب کہتے ہیں اور اِن کو حروفِ تصدیق بھی کہتے ہیں اور یہ کل چھ حروف ہیں۔ (۱) نَعَمْ، یہ کلامِ سابق کے مضمون کو ثابت کرنے کیلئے آتا ہے خواہ کلامِ سابق مثبت ہو یا منفی۔ (۲) بَـلٰـی، یہ مختص ہے اُس کام کے اثبات کیلئے جو پہلے منفی ہو خواہ وہ نفی استفہام ہو یعنی حرفِ استفہام سے متصل ہو جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ میں، خواہ وہ نفی خبر ہو جیسے لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ کے جواب میں بَـلٰـی۔ (۳) اِیْ، یہ استفہام کے بعد اثبات کیلئے آتا ہے اور اِس کو قسم لازم ہے۔ (۴) اَجَلْ، جَيْرِ اور اِنَّ، یہ تینوں خبر کی تصدیق کیلئے آتے ہیں۔

فَصْلٌ حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ سَبْعَةٌ اِنْ وَ اَنْ وَ مَا وَ لَا وَ مِنْ وَ الْبَاءُ وَ اللَّامُ فَاِنْ تُزَادُ مَعَ مَا النَّافِيَةِ نَحْوُ مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ وَ مَعَ مَا الْمَصْدَرِيَّةِ نَحْوُ اِنْتَظِرْ مَا اِنْ يَّجْلِسُ الْاَمِيْرُ وَمَعَ لَمَّا نَحْوُ لَمَّا اِنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ وَاَنْ تُزَادُ مَعَ لَمَّا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ وَ بَيْنَ لَوْ وَ الْقَسَمِ الْمُتَقَدِّمِ عَلَيْهَا نَحْوُ وَاللّٰهِ اَنْ لَوْ قُمْتَ قُمْتُ وَمَا تُزَادُ مَعَ اِذَا وَمَتٰى وَاَيِّ وَاَنّٰى وَاَيْنَ وَاِنْ شَرْطِيَّاتٍ كَمَا تَقُوْلُ اِذَا مَا صُمْتَ صُمْتُ وَكَذَا الْبَوَاقِيْ وَبَعْدَ حُرُوْفِ الْجَرِّ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَعَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ وَمِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا وَ زَيْدٌ صَدِيْقِيْ كَمَا اَنَّ عَمْرًا اَخِيْ

(فصل) حروف زیادت سات ہیں: اِنْ اور اَنْ اور مَا اور لَا اور مِن اور بَاء اور لَام. پس اِنْ مَا نافیہ کے ہمراہ زائد کیا جاتا ہے۔ جیسے مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ. اور ما مصدریہ کے ساتھ جیسے اِنْتَظِرْ مَا اِنْ يَجْلِسَ الْاَمِيْرُ (امیر کے بیٹھنے تک انتظار کر) اور لَمَّا کے ساتھ جیسے لَمَّا اِنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ (جس وقت تو بیٹھا میں بیٹھا) اور اَنْ لما کے ساتھ زائد کیا جاتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ. اور درمیان لَوْ اور اس قسم کے جو لَو پر مقدم ہو جیسے وَاللّٰهِ اَنْ لَوْ قُمْتَ قُمْتُ. اللہ کی قسم اگر تو کھڑا ہوتا میں بھی کھڑا ہوتا۔ اور مَا زائد کیا جاتا ہے اِذَا اور مَتٰی اور اَیٌّ اور اَنّٰی اور اَیْنَ کے ساتھ جبکہ یہ شرطیہ ہوں۔ جیسا کہ تم کہو اِذَا مَا صُمْتَ صُمْتُ اور اسی طرح باقی ہیں۔ اور کلمہ مَا زائدہ ہوتا ہے بعض حروف جر کے بعد جیسے ارشاد باری تعالیٰ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ. اور عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ. مِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا. اور زَيْدٌ صَدِيْقِيْ كَمَا اَنَّ عَمْرًا اَخِيْ............

قولہ حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ:- ان حروف کو حروف زیادۃ بایں معنٰی کہتے ہیں کہ ان کو حذف کر دیا جائے تو کلام کا معنٰی مختل نہیں ہوتا۔ یہ سات حروف ہیں۔ اِنْ، یہ تین جگہ زائد ہوتا ہے۔ اوّل مَا نافیہ کے ساتھ جیسے مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ۔ دوم مَا مصدریہ کیساتھ جیسے اِنْتَظِرْ مَا اِنْ يَّجْلِسُ الْاَمِيْرُ یعنی امیر کے بیٹھنے تک انتظار کر۔ سوم لَمَّا حینیہ کے ساتھ لیکن زیادہ مشہور یہ ہے کہ لَمَّا حینیہ کے بعد اَنْ بفتح الہمزہ زائدہ ہوتا ہے۔ قولہ وَاَنْ:- اور کلمہ اَنْ یہ دو جگہ زائدہ ہوتا ہے۔ اوّل لَمَّا حینیہ کے بعد۔ دوم جب اِس سے پہلے قسم ہو اور بعد میں کلمہ لَوْ ہو۔ قولہ مَا تُزَادُ:- اور مَا یہ ان لفظوں کے ساتھ زائد ہوتا ہے اِذَا، مَتٰی، اَیٌّ، اَنّٰی، اَیْنَ جبکہ یہ کلمات برائے شرط ہوں اور کچھ حروفِ جر کے بعد بھی سماعاً زائدہ ہوتا ہے جیسے عَمَّا قَلِيْلًا مِّمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اور مضاف کے ساتھ جیسے مِثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ۔

وَلَا تُزَادُ مَعَ الْوَاوِ بَعْدَ النَّفْيِ نَحْوُ مَاجَاءَ نِيْ زَيْدٌ وَلَا عَمْرٌو وَبَعْدَ اَنِ الْمَصْدَرِيَّةِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى مَامَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ وَقَبْلَ الْقَسَمِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا اُقْسِمُ بِهٰذَ الْبَلَدِ بِمَعْنٰى اُقْسِمُ وَاَمَّا مِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ فَقَدْ مَرَّ ذِكْرُهَا فِيْ حُرُوْفِ الْجَرِّ فَلَا نُعِيْدُهَا **فَصْلٌ** حَرْفَا التَّفْسِيْرِ اَيْ وَاَنْ فَاَيْ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ اَيْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ كَاَنَّكَ تُفَسِّرُهٗ اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَاَنْ اِنَّمَا يُفَسَّرُبِهَا فِعْلٌ بِمَعْنَى الْقَوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يَّااِبْرَاهِيْمُ فَلَا يُقَالُ قُلْتُ لَهٗ اَنِ اكْتُبْ اِذْ هُوَ لَفْظُ الْقَوْلِ لَا مَعْنَاهُ

اورلَا زائدہ کیا جاتا ہے واو کے ہمراہ نفی کے بعد جیسے مَا جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَلَا عَمْرٌو. اوراَنْ مصدریہ کے بعد جیسے ارشاد باری تعالیٰ مَا مَنَعَکَ اَنْ لَا تَسْجُدَ. اورقسم سے پہلے جیسے لَا اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ جواُقْسِمُ کے معنی میں ہے۔اور بہرحال مِن اوربَاء اورلَام توان کاذکرحروف جر میں ہو چکا ہے ہم اس کا اعادہ نہیں کرتے۔

(فصل) دوحرف تفسیر کے اَیْ اوراَنْ: پس اَی جیسے ارشاد باری تعالیٰ وَاسْئَلِ الْقَرْیَةَ اَیْ اَھْلَ الْقَرْیَةِ گویا کہ تم قریہ کی تفسیر کرتے ہو اہل قریہ کے ساتھ۔اور اَنْ کے ساتھ وہ فعل تفسیر کیا جاتا ہے جوبمعنی قول ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ وَنَادَیْنَاہُ اَنْ یَّا اِبْرَاھِیْمُ. پس نہیں کہا جائیگا قُلْتُ لَهٗ اَنْ اُکْتُبْ اس لیے کہ قلت لفظ قول ہے نہ کہ قول کا معنی۔

قولہ وَلَا:-اور کلمہ لَا درج ذیل مواضع میں زائدہ ہوتا ہے۔ (۱) اُس واوِ عاطفہ کے بعد جونفی کے بعد واقع ہوخواہ نفی لفظاً ہو جیسے مَاجَآءَ نِیْ زَیْدٌ وَّلَا عَمْرٌو یا معنًی جیسے وَلَا الضَّالِّیْنَ کیونکہ اِس جگہ غَیْرَ بمعنی لَا نافیہ ہے۔(۲) اَنْ مصدریہ کے بعد جیسے مَامَنَعَکَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ۔ (۳) فعلِ قسم سے پہلے جیسے لَآاُقْسِمُ بمعنی اُقْسِمُ۔ اور بقیہ حروف زائدہ کا بیان حروف جارہ میں گذر چکا ہے۔ قولہ حَرْفَا التَّفْسِیْرِ:-تفسیر کے دوحرف اَیْ اوراَنْ، کلمہ اَنْ کے ساتھ اُس فعل کے مفعول کی تفسیر کی جاتی ہے جوبمعنی قول ہو، نہ کہ قولِ صریح کے مفعول کی جیسے نَادَیْنَاہُ اَنْ یَّآاِبْرَاھِیْمُ میں اَنْ نے نَادَیْنَاہُ کے مفعول بلفظِ مقدر کی تفسیر کی ہے۔ سوال:-ارشاد باری تعالیٰ مَاقُلْتُ لَھُمْ...... اِلَـخ میں کلمہ اَنْ برائے تفسیر ہے جبکہ مصنف فرماتے ہیں کہ یہ صریح قول کی تفسیر نہیں کرتا۔

جواب:-ارشادِ مذکور میں اَنْ قول کی تفسیر نہیں بلکہ لفظ اَمَر کی تفسیر ہے۔

فَصْلٌ حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ ثَلٰثَةٌ مَا وَاَنْ وَ اَنَّ فَالْاُوْلَيَانِ لِلْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَىْ بِرُحْبِهَا وَقَوْلِ الشَّاعِرِ

يَسُرُّ الْمَرْءَ مَاذَهَبَ اللَّيَالِىْ	**شعر**	وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهٗ ذَهَابًا

وَاَنْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَىْ قَوْلَهُمْ وَاَنَّ لِلْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ اَىْ قِيَامَكَ **فَصْلٌ** حُرُوْفُ التَّحْضِيْضِ اَرْبَعَةٌ هَلَّا وَاَلَّا وَلَوْلَا وَلَوْمَا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَمَعْنَاهَا حَضٌّ عَلَى الْفِعْلِ اِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُضَارِعِ نَحْوُ هَلَّا تَاْكُلُ وَلَوْمٌ اِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِىْ نَحْوُ هَلَّا ضَرَبْتَ زَيْدًا وَحِيْنَئِذٍ لَا تَكُوْنُ تَحْضِيْضًا اِلَّا بِاعْتِبَارِ مَافَاتَ

(فصل) حروف مصدر تین ہیں۔ مَـا اوراَنْ اوراَنَّ. پہلے دو جملہ فعلیہ کیلئے ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ وَضَـاقَتْ عَلَيْهِـمُ الْاَرْضُ بِـمَا رَحُبَتْ. یعنی اس کے کشادہ ہونے کے باوجوداور شاعر کا قول: يُسِرُّ الْمَـرْءَ مَا ذَهَبَ اللَّيَالِى - وَكَـانَ ذَهَابُهُنَّ لَهٗ ذَهَابًا. اوراَنْ جیسے ارشاد باری تعالیٰ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَىْ قَوْلُهُمْ یعنی ان کا کہنا۔ اوراَنَّ ہونے والا ہے جملہ اسمیہ کیلئے جیسے عَلِمْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ اَىْ قِيَامَكَ.

(فصل) حروف تحضیض چار ہیں۔ هَلَّا اوراَلَّا اورلَوْلَا اورلَـوْمَـا. ان کیلئے صدارت کلام ہے اوران کے معنی فعل پر برانگیختہ کرنے یعنی ترغیب دینے کے ہیں۔ اگر یہ مضارع پر داخل ہوں جیسے هَلَّا تَـاْكُـلُ (تو کیوں نہیں کھاتا) اور انکے معنی ملامت کرنے کے ہیں اگر ماضی پر داخل ہوں۔ جیسے هَلَّا ضَـرَبْتَ زَيْدًا (تونے زید کو کیوں نہیں مارا) اور اس میں نہیں ہوگی تحضیض مگر مافات کے اعتبار سے..

قولہ حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ :-حروفِ مصدر یعنی جو اپنے مابعد کے ساتھ مل کر بمعنی مصدر ہو جاتے ہیں وہ تین ہیں مَـا، اَنْ اور اَنَّ۔ مَـا اوراَنْ یہ دونوں جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر بمعنی مصدر ہو جاتے ہیں اور اَنَّ جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اُس کو حکمِ مصدر میں کر دیتا ہے جو کہ مضمونِ جملہ ہوتا ہے۔ قولہ حُرُوْفُ التَّحْضِيْضِ :- تحضیض بابِ تفعیل کا مصدر ہے بمعنی اُبھارنا یعنی وہ حروف جو فعل کی تحریض وترغیب پر دلالت کرتے ہیں چار ہیں اور یہ کلام کے شروع میں آتے ہیں۔ قولہ مَعْنَاهَا :- یہ حروف فعلِ مضارع پر داخل ہوں تو معنی تحضیض اور ترغیب علی الفعل ہوتا ہے جیسے هَلَّا تَاْكُلُ تو کیوں نہیں کھاتا؟ اگر ماضی پر داخل ہوں تو تحضیض کے علاوہ ترکِ فعل پر ملامت کیلئے بھی ہوتے ہیں جیسے هَلَّا ضَرَبْتَ زَيْدًا تونے زید کو کیوں نہیں مارا؟ اوراُس وقت تحضیض باعتبار مافات کے ہوگی یعنی تجھے مارنا تھا۔

وَلَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَى الْفِعْلِ كَمَا مَرَّ وَاِنْ وَقَعَ بَعْدَهَا اِسْمٌ فَبِاِضْمَارِ فِعْلٍ كَمَا تَقُوْلُ لِمَنْ ضَرَبَ قَوْمًا هَلَّا زَيْدًا اَیْ هَلَّا ضَرَبْتَ زَيْدًا وَجَمِيْعُهَا مُرَكَّبَةٌ جُزْؤُهَا الثَّانِیْ حَرْفُ النَّفْیِ وَالْاَوَّلُ حَرْفُ الشَّرْطِ اَوِالْاِسْتِفْهَامِ اَوْ حَرْفُ الْمَصْدَرِ وَلِلَوْلَا مَعْنًى اٰخَرُ هُوَ اِمْتِنَاعُ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ لِوُجُوْدِ الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰى نَحْوُ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ وَحِيْنَئِذٍ تَحْتَاجُ اِلٰى جُمْلَتَيْنِ اُوْلٰهُمَا اِسْمِيَّةٌ اَبَدًا **فَصْلٌ** حَرْفُ التَّوَقُّعِ قَدْ وَهِیَ فِی الْمَاضِیْ لِتَقْرِيْبِ الْمَاضِیْ اِلَى الْحَالِ نَحْوُ قَدْ رَكِبَ الْاَمِيْرُ اَیْ قُبَيْلَ هٰذَا وَلِاَجْلِ ذٰلِكَ سُمِّيَتْ حَرْفَ التَّقْرِيْبِ اَيْضًا.......

اور نہیں داخل ہوتے یہ مگر فعل پر جیسا کہ گذرا۔ اور اگر ان کے بعد اسم واقع ہو تو وہ فعل کے مقدر کرنے کے ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ تم کہو اس شخص کو جس نے قوم کو مارا: هَلَّا زَيْدًا اَیْ هَلَّا ضَرَبْتَ زَيْدًا۔ اور یہ تمام حروف مرکب ہیں ان کا جزء ثانی حرف نفی ہے اور پہلا جزء حرف شرط یا استفہام ہے یا حرف مصدر ہے۔ اور لَوْلَا کے ایک اور معنی ہیں اور وہ جملہ ثانیہ کا امتناع ہے بسبب وجود جملہ اولیٰ کے جیسے لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔ اور اس وقت لَوْلَا دو جملوں کا محتاج ہوتا ہے ان میں سے پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے۔ (فصل) حرف توقع قَدْ ہے اور یہ ماضی میں ماضی کو حال کے قریب کرنے کیلئے ہے۔ جیسے قَدْ رَكِبَ الْاَمِيْرُ یعنی اب سے تھوڑی دیر پہلے۔ اور اسی وجہ سے نام رکھا گیا ہے حرف تقریب بھی.........

قولہ وَلَا تَدْخُلُ :- اور یہ حروف صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں اِس لئے کہ تخصیص کا تعلق فعل کے ساتھ ہوتا ہے یعنی فعل پر اُبھارا جاتا ہے اور اگر کہیں حرف تخصیص اسم پر آجائے تو وہاں فعل مقدر ہوگا جیسے هَلَّا زَيْدًا اَیْ هَلَّا ضَرَبْتَ زَيْدًا ۔ قولہ وَجَمِيْعُهَا:- اور حروف تخصیص تمام کے تمام مرکب ہوتے ہیں جن کا جزو ثانی حرف نفی ہوتا ہے اور پہلا جز بعض میں حرف شرط ہوتا ہے جیسے لَوْلَا اور لَوْمَا۔ اور بعض میں حرف استفہام جیسے هَلَّا اور بعض میں حرف مصدر جیسے اَلَّا۔ قولہ وَلِلَوْلَا:- اور کلمہ لَوْلَا کے تخصیص کے علاوہ دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ معنی جملہ اُولیٰ کے پائے جانے کی صورت میں جملہ ثانیہ کا منتفی ہونا ہے اور اُس وقت کلمہ لَوْلَا دو جملوں کا محتاج ہوتا ہے جن میں پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے جیسے لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔ قولہ حَرْفُ التَّوَقُّعِ:- تَوَقُّعْ کے معنی ہیں کسی چیز کے حصول کا انتظار، حرف توقع قَدْ ہے جو ماضی پر داخل ہو کر اُس کو حال کے قریب کر دیتا ہے اِسی لئے اُس کو حرف تقریب بھی کہتے ہیں جیسے قَدْ رَكِبَ الْاَمِيْرُ بیشک امیر ابھی سوار ہو گیا۔ یہ اُس شخص سے کہا جائے گا جس کو اِس خبر سے پہلے امیر کے سوار ہونے کا انتظار ہو یعنی جس چیز کا تمہیں انتظار تھا وہ ابھی واقع ہو گئی ہے۔ اِس مثال میں کلمہ قَدْ، توقع کے ساتھ ساتھ تقریب اور تحقیق کا بھی افادہ کر رہا ہے۔

وَلِهٰذَا تَلْزَمُ الْمَاضِيَ لِيَصْلَحَ اَنْ يَقَعَ حَالاً وَقَدْ تَجِيُّ لِلتَّاكِيْدِ اِذَا كَانَ جَوَابًا لِمَنْ يَّسْأَلُ هَلْ قَامَ زَيْدٌ تَقُوْلُ قَدْ قَامَ زَيْدٌ وَفِي الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيْلِ نَحْوُ اِنَّ الْكَذُوْبَ قَدْ يَصْدُقُ وَاِنَّ الْجَوَّادَ قَدْ يَبْخَلُ وَقَدْ تَجِيُّ لِلتَّحْقِيْقِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ وَيَجُوْزُ الْفَصْلُ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ الْفِعْلِ بِالْقَسَمِ نَحْوُ قَدْ وَاللّٰهِ اَحْسَنْتَ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ بَعْدَ قَدْ عِنْدَ الْقَرِيْنَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

اَفِدَ التَّرَحُّلُ غَيْرَ اَنَّ رِكَابَنَا	شعر	لَمَّا تَزُلْ بِرِحٰلِنَا وَكَاَنْ قَدِنْ

اَیْ وَ كَاَنْ قَدْ زَالَتْ

اور اسی وجہ سے وہ ماضی کو لازم ہے تاکہ ماضی حال بننے کی صلاحیت رکھے۔ اور کبھی تاکید کیلئے آتا ہے جبکہ اس شخص کا جواب ہو جو پوچھتا ہے هَلْ قَامَ زَيْدٌ تو تم کہو قَدْ قَامَ زَيْدٌ. تحقیق زید کھڑا ہے۔ اور قد مضارع میں تقلیل کیلئے ہے جیسے اِنَّ الْكُذُوْبَ قَدْ يَصْدُقُ. تحقیق جھوٹ بولنے والا کبھی سچ بولتا ہے۔ اور اِنَّ الْجَوادَ قَدْ يَبْخلُ. تحقیق سخی کبھی بخل کرتا ہے۔ اور کبھی مضارع میں تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ (تحقیق اللہ تعالیٰ روکنے والوں کو جانتا ہے) اور قد اور فعل کے درمیان قسم کے ساتھ فصل جائز ہے جیسے قَدْ وَاللّٰهِ اَحْسَنْتَ. اور کبھی بوقت قیام قرینہ لفظ قد کے بعد فعل حذف کیا جاتا ہے۔ جیسے شاعر کا قول: اَفِدَ التَرَحُّلُ غَيْرَ اَنَّ رِكَابَنَا - لَمَّا تزُلْ بِرِحَالِنَا وَكَاَنْ قَدِنْ ای و کان قد زَالَتْ.

قولہ وَلِهٰذَا تَلْزَمُ:- اور اسی وجہ سے کہ قَدْ ماضی کو قریب بحال کرتا ہے یہ ماضی کو لازم ہے تاکہ ماضی میں حال واقع ہونے کی صلاحیت ہو جائے اور کبھی یہ کلمہ تقریب کے معنی سے خالی ہو کر محض تاکید کیلئے آتا ہے اور کبھی تحقیق کیلئے۔ خلاصہ یہ کہ قَدْ ماضی میں تقریب کا فائدہ دیتا ہے اور مضارع میں تقلیل وتکثیر کا اور معنی تحقیق کا فائدہ دونوں میں دیتا ہے۔
قولہ وَيَجُوْزُ:- یعنی قَدْ اور فعل کے درمیان قسم کے ساتھ فصل جائز ہے اور کبھی قیام قرینہ کے وقت قَدْ کے بعد فعل کو حذف کردیا جاتا ہے جیسے شعر میں ہے وَكَاَنْ قَدِنْ، باتنوینِ ترنم جو اصل میں وَكَاَنْ قَدْ زَالَتْ تھا۔ ترجمہ:- کوچ کا وقت قریب آگیا مگر ہمارے اونٹ جن پر ہم نے سفر کرنا ہے روانہ نہیں ہوئے ہمارے کجاووں کے ساتھ گویا شان یہ ہے کہ وہ سواریاں عنقریب زائل ہو جائیں گی۔

فَصْلٌ حَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ اَلْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَتَدْخُلَانِ عَلَى الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةً كَانَتْ نَحْوُ اَزَيْدٌ قَائِمٌ اَوْ فِعْلِيَّةً نَحْوُ هَلْ قَامَ زَيْدٌ وَ دُخُوْلُهُمَا عَلَى الْفِعْلِيَّةِ اَكْثَرُ اِذِ الْاِسْتِفْهَامُ بِالْفِعْلِ اَوْلٰى وَقَدْ تَدْخُلُ الْهَمْزَةُ فِيْ مَوَاضِعَ لَا يَجُوْزُ دُخُوْلُ هَلْ فِيْهَا نَحْوُ اَزَيْدًا ضَرَبْتَ وَاَتَضْرِبُ زَيْدًا وَ هُوَ اَخُوْكَ وَ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَاَوَمَنْ كَانَ وَاَفَمَنْ كَانَ وَاَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ وَلَا تُسْتَعْمَلُ هَلْ فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ وَهٰهُنَا بَحْثٌ

(فصل) دوحرف استفہام کے ھمزہ اورھَل. ان دونوں کیلئے صدارت کلام ہے۔اور جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو جیسے اَزَیْدٌ قَائِمٌ. یا فعلیہ ہو جیسے ھَلْ قَامَ زَیْدٌ اور جملہ فعلیہ پر ان کا داخل ہونا اکثر ہے اس لیے کہ استفہام بالفعل اولیٰ ہے۔اور ہمزہ ایسے مواضع میں داخل ہوتا ہے جس میں ھَل کا دخول جائز نہیں۔جیسے اَزَیْدًا ضَرَبْتَ. اور اَتَضْرِبُ زَیْدًا وَھُوَ اَخُوْکَ. (کیا تو زید کو مارتا ہے حالانکہ وہ تیرا بھائی ہے) اور اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو. اور اَوَمَنْ کَانَ یا اَفَمَنْ کَانَ یا اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ. اور ھَلْ ان مواضع میں استعمال نہیں کیا جاتا۔اور یہاں پر بحث ہے۔

<u>قولہ حَرْفَا الْاِسْتِفْهَامِ</u>:-استفہام کے دوحرف ہیں ہمزہ اور ھَلْ،جن کے احکام یہ ہیں۔ (۱) ان دونوں کو صدارت کلام لازم ہے تاکہ اوّل امر سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کلام نوع استفہام ہے۔ (۲) یہ جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو یا جملہ اسمیہ مگر جملہ فعلیہ پر اِن کا داخل ہونا کثیر ہے اِس لئے کہ اسم کی نسبت فعل سے استفہام اَولیٰ ہے۔جملہ اسمیہ جیسے اَزَیْدٌ قَائِمٌ اور فعلیہ جیسے ھَلْ قَامَ زَیْدٌ۔ (۳) ہمزہ کبھی ایسے مواضع میں بھی آتا ہے جہاں ھَلْ نہیں آسکتا ہے اور وہ چار مواضع ہیں۔ <u>اوّل</u> فعل کے ہوتے ہوئے ہمزہ اسم پر داخل ہو جاتا ہے جیسے اَزَیْدًا ضَرَبْتَ،لیکن ھَلْ داخل نہیں ہوتا لہٰذا ھَلْ زَیْدًا ضَرَبْتَ نہیں کہہ سکتے اِس لئے کہ لفظِ ھَلْ اصل میں بمعنی قَدْ ہے اور فعل کے ساتھ مختص ہے لہٰذا جب فعل موجود ہوگا تو ھَلْ فعل کی طرف رغبت کرے گا اور اُسی کے ساتھ متصل ہوگا۔ <u>دوم</u>،استفہامِ انکاری میں ہمزہ کا استعمال جائز ہے کہ اُس کی وضع استفہامِ انکاری کیلئے ہے اور ھَلْ کا استعمال جائز نہیں کیونکہ اُس کی وضع استفہام انکاری کیلئے نہیں ہے۔ <u>سوم</u>،ہمزہ اَمْ متصلہ کے ساتھ آتا ہے جیسے اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو اور ھَلْ نہیں آتا۔ <u>چہارم</u>،ہمزہ حروفِ عاطفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا لیکن ھَلْ داخل نہیں ہوتا۔

فصل حُرُوفُ الشَّرْطِ اِنْ وَلَوْ وَاَمَّا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَيَدْخُلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهَا عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ اِسْمِيَّتَيْنِ كَانَتَا اَوْ فِعْلِيَّتَيْنِ اَوْ مُخْتَلِفَتَيْنِ فَاِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ نَحْوُ اِنْ زُرْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ وَلَوْ لِلْمَاضِيْ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُضَارِعِ نَحْوُ لَوْ تَزُوْرُنِيْ اَكْرَمْتُكَ وَيَلْزَمُهُمَا الْفِعْلُ لَفْظًا كَمَا مَرَّ اَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ اِنْ اَنْتَ زَائِرِيْ فَاَنَا اُكْرِمُكَ..........................

(فصل) حروف شرط اِنْ اور لَوْ اور اَمَّا ہیں۔ان کیلئے صدارت کلام ہے۔اوران میں سے ہرایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے خواہ وہ جملہ اسمیہ ہوں یافعلیہ ہوں یا مختلف ہوں۔پس ان استقبال کیلئے ہے اگر چہ ماضی پر داخل ہو جیسے اِنْ زُرْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ (اگرتو مجھے ملے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا) اور لو ماضی کیلئے ہے اگر چہ مضارع پر داخل ہو جیسے لَوْ تَزُوْرُنِيْ اَكْرَمْتُكَ (اگرتو میری زیارت کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا) اوران دونوں کو فعل لازم ہے لفظ کے اعتبار سے جیسا کہ گذرا یا تقدیر کے اعتبار سے جیسے اِنْ اَنْتَ زَائِرِيْ فَاَنَا اُكْرِمُكَ. اگرتو میری زیارت کرنے والا ہوتا تو میں تیرا اکرام کرتا..........................

قولہ حُرُوْفُ الشَّرْطِ:-حروفِ شرط تین ہیں اِنْ، لَوْ ، اَمَّا یہ ہمیشہ صدرِکلام میں آتے ہیں اور دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں خواہ دونوں اسمیہ ہوں یا فعلیہ یا اِن میں سے ایک جملہ اسمیہ ہو اور دوسرا فعلیہ ، پہلے جملہ کو شرط کہتے ہیں اور دوسرے کو جزا۔ سوال:-تعمیم مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ حرف اِنْ اور لَوْ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جو مصنف کے اپنے قول وَيَلْزَمُهُمَا الْفِعْلُ کے منافی ہے لہٰذا مصنف کے کلام میں تعارض ہے؟

جواب:-کبھی بظاہر حروفِ شرط اسم پر داخل ہوتے ہیں جیسے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ میں اِنْ بظاہر اسم پر داخل ہے اگر چہ یہاں فعل محذوف ہے تو اِس ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے تعمیم کردی ورنہ کلمہ اِنْ اور لَوْ کو حسبِ تصریحِ مصنف فعل کو لازم ہے۔ قولہ فَاِنْ:-یعنی کلمہ اِنْ استقبال کیلئے ہے خواہ اُس کا مدخول فعلِ ماضی ہو۔ اور کلمہ لَوْ، ماضی کیلئے ہے اگر چہ مضارع پر داخل ہو اور اِن دونوں کو فعل لازم ہے یعنی ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں خواہ وہ فعل لفظاً ہو یا تقدیراً۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِنْ لَا تُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِی الْاُمُوْرِ الْمَشْکُوْکَۃِ فَلَا یُقَالُ اٰتِیْکَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ بَلْ یُقَالُ اٰتِیْکَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَوْتَدُلُّ عَلٰی نَفْیِ الْجُمْلَۃِ الثَّانِیَۃِ بِسَبَبِ نَفْیِ الْجُمْلَۃِ الْاُوْلٰی کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا..

جان لیجئے کہ تحقیق ان نہیں استعمال کیا جاتا مگر مشکوک امور میں پس نہیں کہا جائے گا اٰتِیْکَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ بلکہ کہا جائے گا اٰتِیْکَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ ۔اور لو دلالت کرتا ہے جملہ ثانیہ کی نفی پر پہلے جملہ کی نفی کے سبب سے جیسے ارشاد باری تعالیٰ لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا..........................

قولہ وَاعْلَمْ:۔یعنی اِنْ شرطیہ ہمیشہ امور مشکوکہ کیلئے آتا ہے لہٰذا اٰتِیْکَ اِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ (میں تیرے پاس آؤں گا اگر سورج طلوع ہوگا) کہنا درست نہیں کیونکہ سورج کا طلوع ہونا امرِ مشکوک نہیں بلکہ امرِ یقینی ہے چنانچہ اُسوقت اٰتِیْکَ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ (میں تیرے پاس آؤں گا جب سورج طلوع ہوگا) کہا جائے گا۔ لطیفہ:۔اِنْ شرطیہ شک کیلئے ہے اور اپنے مدخول (فعل) کو جزم کرتا ہے اور کلمہ اِذَا جزم ویقین کیلئے ہے لیکن اپنے مدخول (فعل) کو جزم نہیں کرتا۔ علامہ زمخشری نے کہا۔

عِنْدِیْ سُوَالٌ مَنْ یَّحِلُّہٗ یُعَظَّمُ	سَلِّمْ عَلٰی شَیْخِ النُّحَاۃِ وَقُلْ لَہٗ
میرا ایک سوال ہے جو حل کرے گا تعظیم کیا جائے گا	نحویوں کے شیخ کو سلام کے بعد کہو کہ
وَاِذَا جَزَمْتُ فَاِنَّنِیْ لَمْ اَجْزِمٗ	اَنَا اِنْ شَکَکْتُ وَجَدْتُمُوْنِیْ جَازِمًا
اور جب میں جزم کروں تو میں نے جزم نہیں دیا؟	وہ یہ ہے کہ اگر میں شک کروں تو تم مجھے جازم پاتے ہو

جواب

جَزَمَتْ وَمَعْنَاھَا التَّرَدُّدُ فَاعْلَمْ	قُلْ فِی الْجَوَابِ بِاَنَّ اِنْ فِیْ شَرْطِھَا
حالانکہ وہ شک اور تردد کیلئے آتا ہے	اُسے جواب دو کہ اِنْ شرطیہ جزم دیتا ہے
وَلٰکِنْ لَفْظُھَا لَمْ یَجْزِمٗ	وَاِذَا الْجَزْمِ الْحُکْمِ اِنْ شَرْطِیَّۃً
لیکن اُسکا لفظ جزم نہیں دیتا	اِذَا شرطیہ جزم اور یقین کا افادہ کرتا ہے

قولہ وَلَوْ تَدُلُّ:۔اور کلمہ لَوْ اِس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جملہ ثانیہ منفی ہے بسبب منفی ہونے جملہ اُولیٰ کے جیسے لَوْ کَانَ فِیْھِمَا ...... اِلٰی اٰخِرِہٖ۔

وَاِذَاوَقَعَ الْقَسَمُ فِيْ اَوَّلِ الْكَلَامِ وَتَقَدَّمَ عَلَى الشَّرْطِ يَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ الْفِعْلُ الَّذِيْ تَدْخُلُ عَلَيْهِ حَرْفُ الشَّرْطِ مَاضِيًا لَفْظًا نَحْوُوَاللّٰهِ اِنْ اَتَيْتَنِيْ لَاَكْرَمْتُكَ اَوْمَعْنًى نَحْوُوَاللّٰهِ اِنْ لَّمْ تَاْتِنِيْ لَاَهْجُرْتُكَ وَحِيْنَئِذٍ تَكُوْنُ الْجُمْلَةُ الثَّانِيَةُ فِي اللَّفْظِ جَوَابًا لِّلْقَسَمِ لَاجَزَاءً لِّلشَّرْطِ فَلِذٰلِكَ وَجَبَ فِيْهَا مَاوَجَبَ فِيْ جَوَابِ الْقَسَمِ مِنَ اللَّامِ وَنَحْوِهَا كَمَارَأَيْتَ فِي الْمِثَالَيْنِ اَمَّااِنْ وَقَعَ الْقَسَمُ فِيْ وَسْطِ الْكَلَامِ جَازَاَنْ يُّعْتَبَرَ الْقَسَمُ بِاَنْ يَّكُوْنَ الْجَوَابُ لَهُ نَحْوُاِنْ اَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّكَ وَجَازَاَنْ يُّلْغٰى نَحْوُاِنْ تَاْتِنِيْ وَاللّٰهِ اٰتِكَ

اور جب قسم اول کلام میں واقع ہو اور شرط پر مقدم ہو تو اس فعل کا ماضی ہونا شرط ہے جس پر کہ حرف شرط داخل ہے خواہ لفظاً ماضی ہو جیسے اِنْ اَتَيْتَنِيْ لَاَكْرَمْتُكَ. یا معنیً جیسے وَاللّٰهِ اِنْ لَّمْ تَاْتِنِيْ لَاَهْجُرْتُكَ. اور اس وقت جملہ ثانیہ لفظ میں جواب قسم ہوگا نہ جزاء شرط کیلئے۔ اسی وجہ سے جملہ ثانیہ میں وہ واجب ہے جو جواب قسم میں واجب ہے یعنی لام اور اسکی مثل سے جیسا کہ تم نے دونوں مثالوں میں دیکھا۔ لیکن اگر قسم وسط کلام میں واقع ہو تو جائز ہے کہ قسم اعتبار کی جائے بایں طور کہ وہ جواب، قسم کا جواب ہو۔ جیسے اِنْ اَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّكَ. (اگر تو میرے پاس آئے گا تو اللہ کی قسم میں ضرور تیرے پاس آؤں گا) اور ملغیٰ کرنا بھی جائز ہے جیسے اِنْ اَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ اٰتِكَ..............

قولہ وَاِذَا:- یعنی جب قسم ابتداءِ کلام میں شرط سے پہلے واقع ہو تو فعلِ شرط کو ماضی لانا واجب ہے خواہ وہ لفظاً ماضی ہو جیسے وَاللّٰهِ اِنْ اَتَيْتَنِيْ اَكْرَمْتُكَ، اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیری عزت کروں گا۔ یا معنیً ماضی ہو جیسے وَاللّٰهِ اِنْ لَّمْ تَاْتِنِيْ لَاَهْجُرْتُكَ، اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تجھے بے ہودہ باتیں کہوں گا۔ اور اُس وقت جملہ ثانیہ باعتبار لفظ کے صرف جوابِ قسم ہوگا، شرط کی جزا نہیں ہوگا اور جملہ ثانیہ میں اُس چیز کا لانا واجب ہوگا جس کا جوابِ قسم میں لانا واجب ہوتا ہے مثلاً لام وغیرہ۔ فائدہ:- مذکورہ صورت میں جملہ ثانیہ صرف جوابِ قسم ہوگا اس لئے کہ اگر باعتبار لفظ کے جزا ہو تو مجزوم ہوگا اور جوابِ قسم ہو تو غیر مجزوم اور یہ اجتماعِ متنافیین ہے، البتہ معنیٰ کے اعتبار سے وہ جملہ جزا بھی ہوگا اور جواب بھی۔ قَالَ اِبْنُ مَالِكٍ۔

واحذف لدى اجتماع شرط وقسم جواب ما اخرت فهو ملتزم

قولہ وَاَمَّا اِنْ وَقَعَ:- یعنی اگر قسم وسطِ کلام میں واقع ہو تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے بایں طور کہ جواب، جوابِ قسم ہو جیسے اِنْ اَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّكَ اور یہ بھی جائز ہے کہ قسم کو لغو قرار دیکر جواب کو جزا قرار دیں اور اُس پر جزا کے احکام جاری کریں جیسے اِنْ اَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ اٰتِكَ۔

وَاَمَّا لِلتَّفْصِيْلِ مَاذُكِرَ مُجْمَلاً نَحْوُ اَلنَّاسُ سَعِيْدٌ وَّشَقِيٌّ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ وَيَجِبُ فِيْ جَوَابِهَا الْفَاءُ وَاَنْ يَّكُوْنَ الْاَوَّلُ سَبَبًا لِلثَّانِيْ وَاَنْ يُّحْذَفَ فِعْلُهَا مَعَ اَنَّ الشَّرْطَ لَا بُدَّ لَهٗ مِنْ فِعْلٍ وَذٰلِكَ لِيَكُوْنَ تَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِهَا حُكْمُ الْاِسْمِ الْوَاقِعِ بَعْدَهَا نَحْوُ اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ تَقْدِيْرُهٗ مَهْمَا يَكُنْ مِّنْ شَيْءٍ فَزَيْدٌ مُّنْطَلِقٌ فَحُذِفَ الْفِعْلُ وَالْجَارُّ

اور اَمَّا اجمالا مذکور شدہ چیز کی تفصیل کیلئے آتا ہے جیسے اَلنَّاسُ سَعِيْدٌ وَشَقِيٌّ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ. لوگ نیک بخت اور بد بخت ہیں لیکن جو نیک بخت بنائے گئے ہیں وہ جنت میں ہیں اور جو بد بخت ہیں وہ آگ میں ہیں۔ اور اس کے جواب میں فاء لازم ہے اور یہ کہ اول سبب ہو ثانی کیلئے اور یہ کہ حذف کیا جائے اس کے فعل کو باوجود یکہ شرط کیلئے فعل کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ اس لیے تا کہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ مقصود اس اما کے ساتھ اس اسم پر حکم لگانا ہے جو اَمَّا کے بعد واقع ہے۔ جیسے اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ. اس کلام کی تقدیر مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ ہے۔ پس جار مجرور اور فعل حذف کیا گیا

قولہ وَاَمَّا:- یعنی کلمہ اَمَّا اُس چیز کی تفصیل کیلئے ہے جس کو سابق میں مجملاً بیان کیا گیا ہے۔ جیسے اَلنَّاسُ سَعِيْدٌ وَشَقِيٌّ، یہ کلام باعتبار حکم کے مجمل ہے پس فَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا ...... الخ سے اِس کی توضیح وتفصیل کردی گئی ہے کہ سعید کا حکم دخولِ جنت ہے اور شقی کا دخولِ نار ہے۔ فائدہ:- کلمہ اَمَّا چند چیزوں کو الگ الگ بیان کرنے کیلئے بھی آتا ہے۔ جیسے فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا...... الخ، اِس ارشاد میں مجمل کی تفصیل نہیں بلکہ مومن وکافر میں سے ہر ایک کے حال کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔ اور کلمہ اَمَّا استیناف کیلئے بھی آتا ہے یعنی نئے کلام کے ابتدائی حصہ میں آتا ہے جیسے وہ اَمَّا جو کتابوں اور خطبوں کے اوّل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ قولہ وَيَجِبُ:- یعنی کلمہ اَمَّا کے جواب میں فاء کا آنا اور اوّل یعنی مدخولِ اَمَّا کا ثانی یعنی مدخول فاء کیلئے سبب ہونا واجب ہے تا کہ یہ دونوں چیزیں اَمَّا کے حرفِ شرط ہونے پر دلالت کریں اور اَمَّا کے مدخول فعل کا حذف بھی واجب ہے باوجود یکہ شرط کیلئے فعل جس پر وہ داخل ہو ضروری ہے اور یہ حذف اِس لئے ضروری ہے تا کہ فعل کے حذف سے مخاطب کو اِس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ اَمَّا سے جو تفصیل ہوئی ہے اُس سے مقصود وہ اسم ہے جو اَمَّا کے بعد واقع ہے یعنی اسم کی تفصیل بتانا مقصود ہے نہ کہ فعل کی جیسے اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ۔ قولہ تَقْدِيْرُهٗ اِلَخ:- یعنی اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ کی تقدیر ہے مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ،

وَالْمَجْرُوْرُ وَاُقِيْمَ اَمَّا مَقَامَ مَهْمَا حَتّٰى بَقِيَ اَمَّا فَزَيْدٌ مُّنْطَلِقٌ وَلَمَّا لَمْ يُنَاسِبْ دُخُوْلُ حَرْفِ الشَّرْطِ عَلٰى فَآءِ الْجَزَآءِ نَقَلُوا الْفَآءَ اِلَى الْجُزْءِ الثَّانِيْ وَوَضَعُوا الْجُزْءَ الْاَوَّلَ بَيْنَ اَمَّا وَالْفَاءِ عِوَضًا عَنِ الْفِعْلِ الْمَحْذُوْفِ ثُمَّ ذٰلِكَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ اِنْ كَانَ صَالِحًا لِلْاِبْتِدَاءِ فَهُوَ مُبْتَدَأٌ كَمَا مَرَّ وَاِلَّا فَعَامِلُهٗ مَا يَكُوْنُ بَعْدَ الْفَاءِ كَاَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُّنْطَلِقٌ فَمُنْطَلِقٌ عَامِلٌ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ عَلَى الظَّرْفِيَّةِ

اور اما کو انکے قائم مقام کر دیا گیا یہاں تک کہ اَمَّا زَيْدٌ مُنْطَلِقٌ رہ گیا۔ اور جب حرف شرط کا فاء جزائیہ پر دخول مناسب نہیں تھا تو نحات نے فاء کو جزء ثانی کی طرف منتقل کر دیا اور پہلی جزء یعنی زید کو اَمَّا اور فاء کے درمیان رکھ دیا درانحالیکہ وہ فعل محذوف کا عوض ہے۔ پھر یہ اول جزء اگر مبتدا ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو تو مبتدا ہوگا جیسا کہ گذرا ورنہ پس اس کا عامل وہ ہوگا جو فاء کے بعد ہے جیسے اَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ. پس مُنْطَلِقٌ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ میں عامل ہے ظرفیت کی بنا پر۔

فعلِ شرط اور جار مجرور یعنی يَكُنْ مِنْ شَيْئٍ کو حذف کر کے لفظ اَمَّا کو مَهْمَا کے قائم مقام کر دیا گیا تو اَمَّا فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ ہو گیا۔ چونکہ حرف شرط کا فاء جزائیہ پر داخل ہونا مناسب نہ تھا لہٰذ نُحات نے فاء کو جزء ثانی کی طرف منتقل کر دیا اور جزء اوّل کو اَمَّا اور فاء کے درمیان فعل محذوف کے عوض رکھ دیا تا کہ حرف شرط اور فاء کے درمیان اتصال نہ ہو پس اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ ہوا۔ سوال :-کلمہ اَمَّا اور فاء کے درمیان کس کس چیز سے فاصلہ کیا جاتا ہے؟ جواب:-کلمہ اَمَّا اور فاء کے درمیان چند چیزوں سے فصل کیا جاتا ہے۔ (۱) مبتدأ کے ساتھ جیسے اَمَّا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ ۔ (۲) خبر کے ساتھ جیسے اَمَّا فِي الدَّارِ فَزَيْدٌ ۔ (۳) جملہ شرطیہ کے ساتھ جیسے فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۔ (۴) اُس اسم کے ساتھ جو جواب شرط کی وجہ سے منصوب ہے جیسے فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ (۵) ظرف کے ساتھ جیسے اَمَّا بَعْدُ فَهٰذَا مُخْتَصَرٌ۔ (۶) جار مجرور کے ساتھ جیسے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ فائدہ:-کلمہ اَمَّا چار اُمور کا افادہ کرتا ہے۔ (۱) شرط کا، اِسی وجہ سے اُس کے بعد فاء لازم ہے۔ (۲) تاکید کا جیسے کہ اِنَّ مفید تاکید ہے۔ (۳) یہ فصلِ خطاب ہے، ابنِ اثیر نے کہا کہ علماء بیان اَمَّا بَعْدُ کے فصلِ خطاب ہونے پر متفق ہیں، یعنی متکلم حمد و ثناء اور اپنے مقصود کے درمیان اَمَّا بَعْدُ سے فصل کرتا ہے۔ (۴) تفصیلِ مجمل کے لئے غالبًا۔ قولہ ثُمَّ ذٰلِكَ الْجُزْءُ:- پھر وہ جز جو اَمَّا کے بعد واقع ہوا گر مبتداء ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ مبتدأ ہوگا اور مابعد اُسکی خبر ہوگی جیسے اَمَّا فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ میں زَيْدٌ مبتدا ہے، اور اگر وہ جزء مبتدأ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اِس لئے کہ ظرف ہے تو جزء اوّل میں عامل فاء کا مابعد ہوگا جیسے اَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ، اِس میں يَوْمَ الْجُمُعَةِ، مُنْطَلِقٌ کا معمول ہے اور بنا بر ظرفیت منصوب ہے۔

فَصلٌ حَرفُ الرَّدعِ کَلَّا وُضِعَت لِزَجرِ الْمُتَکَلِّمِ وَرَدعِہٖ عَمَّا یَتَکَلَّمُ بِہٖ کَقَولِہٖ تَعَالٰی وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰـہُ فَقَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَھَانَنِ کَلَّا اَیْ لَا یَتَکَلَّمُ بِھٰذَا فَاِنَّہٗ لَیسَ کَذٰلِکَ ھٰذَا بَعدَ الْخَبَرِ وَقَدْ تَجِیُٔ بَعدَ الْاَمْرِ اَیْضًا کَمَا اِذَا قِیْلَ لَکَ اِضْرِبْ زَیْدًا فَقُلْتَ کَلَّا اَیْ لَا اَفْعَلُ ھٰذَا قَطُّ وَقَدْ تَجِیُٔ بِمَعْنٰی حَقًّا کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وَحِیْنَئِذٍ تَکُوْنُ اِسْمًا یُبْنٰی لِکَوْنِہٖ مُشَابِھًا لِکَلَّا حَرْفًا وَقِیْلَ تَکُوْنُ حَرْفًا اَیْضًا بِمَعْنٰی اِنَّ لِتَحْقِیْقِ الْجُمْلَۃِ نَحْوُ کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی بِمَعْنٰی اِنَّ

(فصل) حرف ردع کَلَّا ہے جو وضع کیا گیا ہے متکلم کو زجر کرنے اور اس بات سے روکنے کیلئے جس کا وہ تکلم کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلاہُ رَبُّہٗ فَقَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَھَانَنْ کَلَّا یعنی وہ ہرگز یہ نہ کہے کیونکہ معاملہ اس طرح نہیں۔ یہ تفصیل خبر کے بعد ہے اور کبھی کَلَّا امر کے بعد بھی آتا ہے جیسا کہ جب تمہیں کہا جائے: زید کو مارو تو تم کہو کَلَّا یعنی میں یہ کبھی نہیں کروں گا۔ اور کبھی کَلَّا بمعنی حَقًّا آتا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اور اس وقت کَلَّا اسم ہوگا اور حرف کی مشابہت کی وجہ سے مبنی ہوگا اور کہا گیا ہے کہ کَلَّا بمعنی حَقًّا حرف ہے جو اِن کے معنی میں ہے جملہ کی تحقیق کیلئے۔ جیسے کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی میں اِنَّ کے معنی میں ہے۔

قولہ حَرْفُ الرَّدْعِ کَلَّا:- رَدْعٌ کے معنی ہیں جھڑکنا اور روکنا، حرفِ ردع کَلَّا ہے یعنی وہ حرف جو متکلم کو کلام کرنے سے روکنے کیلئے وضع کیا گیا ہے وہ کَلَّا ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے لیکن ابنِ یعیش کے نزدیک یہ کاف تشبیہ اور لاءِ نافیہ سے مرکب ہے۔ قولہ وَھٰذَا:- یعنی کَلَّا کا زجرِ متکلم کیلئے ہونا اُس وقت ہے جب یہ خبر کے بعد واقع ہو جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَھٰنَنْ کَلَّا، پس وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی وہ ہرگز ایسا نہ کہے۔ اور کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے اور اُس وقت نفیِ اجابت کیلئے ہوتا ہے مثلاً آپ سے کوئی کہے اِضْرِبْ زَیْدًا پس آپ جواب میں کہیں کَلَّا، اَیْ لَآ اَفْعَلُ ھٰذَا قَطُّ یعنی یہ کام ہرگز نہیں کروں گا۔ قولہ وَقَدْ تَجِیُٔ:- اور کَلَّا کبھی بمعنی حَقًّا بھی آتا ہے یعنی مضمونِ جملہ کی تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ بے شک عنقریب تم جان لوگے اور اُس وقت کَلَّا اسم ہوتا ہے اور کَلَّا حرفی کے ساتھ لفظی و معنوی مشابہت کی وجہ سے مبنی ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک کَلَّا بمعنی حَقًّا حرف بھی ہوتا ہے اور اِنَّ کی طرح تحقیقِ جملہ کیلئے آتا ہے۔ جیسے کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی (تحقیق انسان البتہ سرکشی کرتا ہے)

فَصْلٌ تَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةُ تَلْحَقُ الْمَاضِيَ لِتَدُلَّ عَلٰى تَانِيْثِ مَا اُسْنِدَ اِلَيْهِ الْفِعْلُ نَحْوُ ضَرَبَتْ هِنْدٌ وَقَدْ عَرَفْتَ مَوَاضِعَ وُجُوْبِ اِلْحَاقِهَا وَاِذَا لَقِيَهَا سَاكِنٌ بَعْدَهَا وَجَبَ تَحْرِيْكُهَا بِالْكَسْرِ لِاَنَّ السَّاكِنَ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ نَحْوُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَحَرْكَتُهَا لَا تُوْجِبُ رَدَّ مَا حُذِفَ لِاَجْلِ سُكُوْنِهَا فَلَا يُقَالُ رَمَاتِ الْمَرْأَةُ لِاَنَّ حَرْكَتَهَا عَارِضِيَّةٌ وَاقِعَةٌ لِرَفْعِ الْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ فَقَوْلُهُمْ اَلْمَرْأَتَانِ رَمَاتَا ضَعِيْفٌ..............................

(فصل) تائے تانیث ساکنہ ماضی کو لاحق ہوتی ہے تاکہ اس چیز کے مؤنث ہونے پر دلالت کرے جس کی طرف فعل مسند کیا گیا ہے جیسے ضَرَبَتْ هِنْدٌ. اور تم نے تاء کے وجوب الحاق کے مواضع جان لیے ہیں۔اور جب تاء تانیث کے بعد کوئی حرف ساکن اس کو لاحق ہو جائے تو اس کو کسرہ کے ساتھ متحرک کرنا واجب ہے کیونکہ ساکن جب متحرک کیا جائے تو وہ کسرہ کے ساتھ متحرک کیا جاتا ہے۔جیسے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ. اور تَاء کی حرکت نہیں لازم کرتی اس حرف کے واپس لانے کو جو تَاء کے سکون کی وجہ سے حذف کیا گیا۔پس نہیں کہا جائے گا رَمَاتِ الْمَرْأَةُ. اس لیے کہ تَاء کی حرکت عارضی ہے جو التقاء ساکنین کے دفع کرنے کیلئے آئی ہے۔پس ان کا قول اَلْمَرْأَتَانِ رَمَاتَا ضعیف ہے........

قولہ تَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةُ:-تائے تانیث ساکنہ فعلِ ماضی کے آخر میں آتی ہے تاکہ فاعل یا نائب فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرے۔جیسے ضُرِبَتْ هِنْدٌ۔ اور جب اِس تاء کے بعد کوئی حرف ساکن آجائے تو اِس کو حرکتِ کسرہ دینا واجب ہے کیونکہ ساکن کو حرکتِ کسرہ دی جاتی ہے جیسے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اور حرکت دینے کی وجہ، اِلتقاءِ ساکنین سے تحرز ہے۔ قولہ حَرْكَتُهَا:-یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ تاءِ ساکنہ کے ساتھ اِلتقاءِ ساکنین کی وجہ سے جو حرف حذف ہو گیا تھا جیسے رَمَتْ میں الف تو تاء کے متحرک ہونے کے بعد اُس حرف کو واپس آجانا چاہئے کیونکہ علتِ حذف زائل ہو گئی ہے جو اجتماع ساکنین ہے،لہٰذا رَمَاتِ الْمَرْأَةُ کہنا چاہئے یعنی رَمَتْ کے محذوفہ الف کو لوٹ آنا چاہئے۔ مصنف جواب دیتے ہیں کہ تاء کے ساکن ہونے کی وجہ سے جو حرف حذف ہو گیا تھا (مثلاً رَمَتْ کا الف) وہ تاء کے متحرک ہونے پر نہیں لوٹے گا اِس لئے کہ تاء کی حرکت عارضی ہے جو التقاءِ ساکنین کو دور کرنے کیلئے لائی گئی ہے لہٰذا الف کو لوٹاتے ہوئے رَمَاتِ الْمَرْأَةُ نہیں کہیں گے۔ سوال:-عرب کے قول اَلْمَرْأَتَانِ رَمَاتَا، میں الف کو کیوں لوٹایا گیا ہے؟۔ جواب:-یہ قول ضعیف ہے کیونکہ مذکورہ قاعدہ کے خلاف ہے۔

وَاَمَّا اِلْحَاقُ عَلَامَةِ التَّثْنِيَةِ وَجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَضَعِيْفٌ فَلَا يُقَالُ قَامَا الزَّيْدَانِ وَقَامُوْا الزَّيْدُوْنَ وَقُمْنَ النِّسَاءُ وَبِتَقْدِيْرِ الْاِلْحَاقِ لَا تَكُوْنُ الضَّمَائِرُ لِئَلَّا يَلْزَمَ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ بَلْ عَلَامَاتٌ دَالَّةٌ عَلٰى اَحْوَالِ الْفَاعِلِ كَتَاءِ التَّانِيْثِ فَصْلٌ اَلتَّنْوِيْنُ نُوْنٌ سَاكِنَةٌ تَتْبَعُ حَرَكَةَ اٰخِرِ الْكَلِمَةِ لَا لِتَاكِيْدِ الْفِعْلِ وَهِيَ خَمْسَةُ اَقْسَامٍ..........

اور لیکن تثنیہ اور جمع مذکر اور جمع مؤنث کی علامت کا الحاق پس وہ ضعیف ہے لہٰذا قَامَا الزَّیْدَانِ اور قَامُوْا الزَّیْدُوْنَ اور قُمْنَ النِّسَاءُ نہیں کہا جائے گا۔ اور بصورت الحاق یہ ضمیریں نہیں ہونگی تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے۔ بلکہ احوال فاعل پر دلالت کرنے والی علامات ہونگی۔ (فصل) تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو اور تاکید فعل کیلئے نہ ہو۔ اور وہ پانچ قسم پر ہے..........

قولہ اَمَّا اِلْحَاقُ:۔ یعنی جب فاعل اسمِ ظاہر ہو تو فعل کے آخر میں علامتِ تثنیہ و جمع لاحق کر کے قَامَا الزَّیْدَانِ یا قَامُوْا الزَّیْدُوْنَ یا قُمْنَ النِّسَآءُ کہنا ضعیف ہے کیونکہ اِس میں تکرارِ فاعل ہے جو جائز نہیں اور برتقدیرِ الحاق علامت، صیغہ تثنیہ میں الف اور صیغہ جمع مذکر میں واؤ اور جمع مؤنث میں نون، ضمیرِ فاعل نہیں ہوں گے۔ تا کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے بلکہ یہ تائے تانیث کی طرح علامات ہونگی جو فاعل کے تثنیہ و جمع یا مؤنث ہونے پر دلالت کریں گی۔ قولہ اَلتَّنْوِیْنُ:۔ علامہ میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تنوین کے لغتِ عرب میں کوئی معنی نہیں اِس لفظ کو انہوں نے استعمال ہی نہیں کیا یہ لفظ اہلِ عربیت کا ایجاد کردہ ہے اُنہوں نے نون سے تنوین بنایا جس کے حاصلِ معنی اُن کے نزدیک یہ ہیں کہ کسی کلمہ پر نون داخل کرنا۔ پھر اِس معنی سے نونِ مخصوص یعنی نونِ اصطلاحی کی جانب نقل کیا۔ تنوین، اُس نون کو کہتے ہیں جو آخرِ کلمہ کی حرکت کے تابع ہو اور تاکیدِ فعل کا افادہ نہ کرے۔ یہ تلفظ میں نون ساکن ہوتا ہے لیکن کتابت میں دو زبر، دو زیر اور دو پیش کی شکل میں لکھا جاتا ہے اِس لئے دو زبر، دو زیر اور دو پیش کو تنوین کہہ دیتے ہیں۔ فوائد قیود:۔ مصنف کے قول نُوْنٌ سَاکِنَةٌ، سے نونِ متحرک خارج ہو گیا اور تَتْبَعُ ...... اِلَخ سے مَنْ اور لَدُنْ کا نون خارج ہو گیا اِس لئے کہ یہ نون خود کلمہ کے مُنْتَہٰی اور آخر ہیں مُنْتَہائے کلمہ کے تابع نہیں اور لَا لِتَاکِیْدِ سے نونِ خفیفہ خارج ہو گیا کہ وہ تاکیدِ فعل کیلئے آتا ہے۔ سوال:۔ تنوین کی تعریف سے زَیْدُ نِ الْفَاضِلُ کا نون تنوین خارج ہو گیا اِس لئے کہ وہ ساکن نہیں حالانکہ وہ نونِ تنوین ہے؟ جواب:۔ ساکن سے مراد ساکنُ الْوَضع ہے اور زَیْدُ نِ الْفَاضِلُ کا نون باعتبار وضع کے ساکن ہے اور عارض یعنی التقائے ساکنین کی وجہ سے متحرک ہو گیا ہے۔ اقسامِ تنوین:۔ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں جن پر یہ شعر مشتمل ہے۔

زتنوین تنکیر باشد غرض ترنم، تمکن، تقابل، عوض

اَلْاَوَّلُ لِلتَّمَكُّنِ وَهُوَ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاِسْمَ مُتَمَكِّنٌ فِيْ مُقْتَضَى الْاِسْمِيَّةِ اَيْ اَنَّهٗ مُنْصَرِفٌ نَحْوُ زَيْدٌ وَرَجُلٌ وَالثَّانِيْ لِلتَّنْكِيْرِ وَهُوَ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاِسْمَ نَكِرَةٌ نَحْوُ صَهٍ اَيْ اُسْكُتْ سُكُوْتًا مَّا فِيْ وَقْتٍ مَّا وَاَمَّا صَهْ بِالسُّكُوْنِ فَمَعْنَاهُ اُسْكُتِ السُّكُوْتَ الْاٰنَ وَالثَّالِثُ لِلْعِوَضِ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ عِوَضًا عَنِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ نَحْوُ حِيْنَئِذٍ وَسَاعَتَئِذٍ وَيَوْمَئِذٍ اَيْ حِيْنَ اِذْ كَانَ كَذَا وَالرَّابِعُ لِلْمُقَابَلَةِ وَهُوَ التَّنْوِيْنُ الَّذِيْ فِيْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمَاتٍ وَهٰذِهِ الْاَرْبَعَةُ تَخْتَصُّ بِالْاِسْمِ وَالْخَامِسُ لِلتَّرَنُّمِ..

اول تمکن کیلئے۔ اور تنوین تمکن وہ ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم اسمیت کے تقاضا کرنے میں متمکن اور راسخ ہے۔ یعنی وہ منصرف ہے۔ جیسے زید اور رجل۔ دوم تنکیر کیلئے۔ اور تنوین تنکیر وہ ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم نکرہ ہے۔ جیسے صَہٍ اَیْ اُسْکُتْ سُکُوْتاً مَّا فِیْ وَقْتٍ مَّا۔ چپ کر کسی وقت چپ کرنا۔ اور لیکن صَہْ سکون کے ساتھ تو اس کے معنی ہیں اُسْکُتِ السُّکُوْتَ الْاٰنَ۔ (چپ کر خاص اسی وقت چپ کرنا)۔ سوم عوض کیلئے۔ اور تنوین عوض وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض ہو جیسے حِیْنَئِذٍ اور سَاعَتَئِذٍ اور یَوْمَئِذٍ۔ یعنی جس وقت ایسا ہوا۔ اور چہارم مقابلہ کیلئے اور تنوین مقابلہ وہ ہے جو جمع مؤنث سالم میں ہے۔ اور یہ چاروں اسم کے ساتھ مختص ہیں۔ اور پنجم ترنم کیلئے...........

تَمَکُّن ،تنوینِ تمکن وہ ہے جو اسم کے مقتضائے اسمیت میں راسخ ہونے پر دلالت کرے یعنی اسم کے منصرف ہونے پر، اسی لئے اِس کو تنوینِ صرف بھی کہتے ہیں جیسے زَیْدٌ اور رَجُلٌ کی تنوین۔ تنکیر ،تنوینِ تنکیر وہ ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے جیسے صَہٍ ،جس کے معنی ہیں اُسْکُتْ سُکُوْتاً مَّا فِیْ وَقْتٍ مَّا ،کسی وقت تو خاموش رہا کر! اور لفظِ صَہْ جو تنوین کے بغیر ہے اِس کے معنی ہیں اُسْکُتِ السُّکُوْتَ الْاٰنَ تو اَب چپ رہ! عوض ،تنوینِ عوض وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض اور بدلہ میں ہو جیسے حِیْنَئِذٍ اَیْ حِیْنَ اِذْ کَانَ کَذَا۔ اِذْ کے مضاف الیہ یعنی جملہ کَانَ کَذَا کو حذف کر کے اُس کے عوض اِذْ پر تنوین لے آئے۔ مقابلہ ،تنوینِ مقابلہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں آئے۔ جیسے مُسْلِمَاتٌ ،پس الف اور تاء اِس میں علامتِ جمع ہیں جیسے واوَ مُسْلِمُوْنَ میں علامتِ جمع ہے اور تنوین مُسْلِمُوْنَ کے نون کے مقابلہ میں ہے اور تنوین کی یہ اقسامِ اربعہ اسم کے ساتھ مختص ہیں۔

وَ هُوَ الَّذِيْ يَلْحَقُ اٰخِرَ الْاَبْيَاتِ وَالْمَصَارِيْعِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

وَقُوْلِيْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ	شعر	اَقِلِّيْ اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ

وَ كَقَوْلِهِمْ يَا اَبَتَا عَلَّكَ اَوْ عَسَاكَنْ: وَقَدْ يُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ اِذَا كَانَ مَوْصُوْفًا بِابْنٍ اَوْ ابْنَةٍ مُضَافًا اِلٰى عَلَمٍ اٰخَرَ نَحْوُ جَاءَ نِيْ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو وَهِنْدُ ابْنَةُ بَكْرٍ

فصل نُوْنُ التَّاكِيْدِ وَ هِيَ وُضِعَتْ لِتَاكِيْدِ الْاَمْرِ وَالْمُضَارِعِ اِذَا كَانَ فِيْهِ طَلَبٌ بِاِزَاءِ قَدْ لِتَاكِيْدِ الْمَاضِيْ...

اور تنوین ترنم وہ ہے جو ابیات اور مصرعوں کے آخر میں لاحق ہوتی ہے۔ جیسے شاعر کا قول: اَقِلِّيْ اللَّوْمَ عَاذِلَ والعِتَابَنْ - وَقُوْلِيْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ اور جیسے اس کے قول يَا اَبَتَا عَلَّكَ او عَسَاكَنْ میں۔ اور کبھی تنوین کو علم سے حذف کر دیا جاتا ہے جبکہ وہ موصوف ہو اِبْنٌ یا اِبْنَةٌ کے ساتھ دراں حالیکہ اِبْنٌ یا اِبْنَةٌ دوسرے علم کی طرف مضاف ہو۔ جیسے جَاءَ نِيْ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو. اور هِنْدُ ابْنَةُ بَكْرٍ. (فصل) نون تاکید اور وہ وضع کیا گیا ہے امر اور مضارع کی تاکید کیلئے جبکہ مضارع میں طلب کا معنیٰ ہو مقابلہ میں قَدْ کے جو ہونے والا ہے ماضی کی تاکید کیلئے۔

قولہ وھو، تنوینِ ترنم وہ ہے جو اَبیات اور مصاریع کے آخر میں تحسینِ آواز کیلئے لائی جاتی ہے یہ تنوین اسم، فعل اور حرف تینوں اقسام کلمہ پر آتی ہے۔ جیسے اَقِلِّيْ اللَّوْمَ ...... الخ، یعنی اے ملامت کرنے والی (محبوبہ!) ملامت اور عتاب کم کر، اگر میں صواب کو پہنچوں تو کہہ دے کہ صواب کو پہنچا۔ اِس شعر میں اَلْعِتَابُ اسم ہے اور اَصَابَ فعل ہے جنکے آخر میں تنوینِ ترنم ہے اور دوسری مثال میں عَسٰی فعل پر تنوین ہے یعنی اے میرے والد شاید کہ تو رزق پائے اور اُمید ہے کہ تو رزق پالے گا۔ قولہ وَقَدْ يُحْذَفُ:۔ یعنی تنوین ایسے علم سے حذف کر دی جاتی ہے جو علم کہ لفظِ اِبْنٌ یا اِبْنَةٌ کا موصوف ہو اور اِبْنٌ یا اِبْنَةٌ دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو۔ جیسے جَآءَ نِيْ زَيْدُ ابْنُ عَمْرٍو، وجہِ حذف محض تخفیف ہے۔ فائدہ:۔ تنوینِ ترنم کلمہ نہیں ہے کہ کلمہ معنیٰ کیلئے موضوع ہوتا ہے اور ترنم اِس تنوین کا معنیٰ نہیں لہٰذا اِس تنوین کو اقسام حروف میں شمار کرنا مسامحہ ہے یعنی باقی اقسام کے ساتھ تنوینِ ترنم کو بھی کلمہ کی ایک قسم یعنی حرف کی اقسام میں شمار کر دیا گیا ہے ورنہ معنی کیلئے موضوع نہ ہونے کی وجہ سے یہ کلمہ نہیں ہے۔ قولہ نُوْنُ التَّاكِيْدِ:۔ نونِ تاکید وہ نون ہے جو امر اور مضارع کی تاکید کیلئے موضوع ہو بشرطیکہ مضارع میں طلب کے معنی پائے جاتے ہوں، کیوں کہ اِس نون سے اُس چیز کی تاکید کی جاتی ہے جسمیں طلب کے معنیٰ ہوں اور یہ نون مضارع میں لفظِ قَدْ کے مقابلہ میں آتا ہے جو ماضی کی تاکید کے لئے آتا ہے

وَهِيَ عَلٰى ضَرْبَيْنِ خَفِيْفَةٌ اَىْ سَاكِنَةٌ اَبَدًا نَحْوُ اِضْرِبَنْ وَثَقِيْلَةٌ اَىْ مُشَدَّدَةٌ مَفْتُوحَةٌ اَبَدًا اِنْ لَمْ يَكُنْ قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبُنَّ وَ مَكْسُورَةٌ اِنْ كَانَ قَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اِضْرِبَانِّ وَ اِضْرِبْنَانِّ وَتَدْخُلُ فِي الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّى وَالْعَرْضِ جَوَازًا لِاَنَّ فِيْ كُلٍّ مِنْهَا طَلَبًا نَحْوُ اِضْرِبَنَّ وَلَاتَضْرِبَنَّ وَهَلْ تَضْرِبَنَّ وَلَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ وَاَلَا تَنْزِلَنَّ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا وَقَدْ تَدْخُلُ فِي الْقَسَمِ وُجُوْبًا لِوُقُوْعِهٖ عَلٰى مَايَكُوْنُ مَطْلُوْبًا لِلْمُتَكَلِّمِ غَالِبًا فَاَرَادُوا اَنْ لَّايَكُوْنَ اٰخِرُ الْقَسَمِ خَالِيًا عَنْ مَعْنَى التَّاكِيْدِ كَمَا لَا يَخْلُوْا اَوَّلُهٗ مِنْهُ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا...........

اور یہ نون دو قسم پر ہے۔ خفیفہ یعنی ہمیشہ کیلئے ساکن جیسے اِضْرِبَنْ اور ثقیلہ یعنی مشدد مفتوحہ ہمیشہ کیلئے اگر اس سے قبل الف نہ ہو جیسے اِضْرِبَنَّ اور مکسورہ اگر اس سے قبل الف ہو جیسے اِضْرِبَانِّ اور اِضْرِبْنَانِّ. اور امر اور نہی اور استفہام اور تمنی اور عرض میں جواز اً داخل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک میں طلب کا معنی ہے۔ جیسے اِضْرِبَنَّ و لَاتَضْرِبَنَّ وهَلْ تَضْرِبَنَّ ولَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ وآلا تَنْزِلَنَّ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْراً. اور کبھی قسم میں وجوباً داخل ہوتا ہے بوجہ واقع ہونے قسم کے اس چیز پر جو غالباً متکلم کو مطلوب ہوتی ہے تو انہوں نے ارادہ کیا کہ قسم کا آخر تاکید کے معنی سے خالی نہ ہو جس طرح سے اس کا اول اس سے خالی نہیں ہوتا۔ جیسے وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا..................

اور نونِ تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل، نون خفیفہ۔ مصنف نے نون خفیفہ کو مقدم کیا یا تو اِس لئے کہ اِس میں ثقیلہ کی نسبت تاکید کم ہوتی ہے لہٰذا یہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے یا اِس لئے کہ خفیفہ میں خفت ہے جو مقتضیٔ تقدیم ہے یا اِس لئے کہ ثقیلہ کا جز اور بعض ہے یہ نون ہمیشہ ساکن ہوتا ہے۔ دوم، ثقیلہ (مشدد) احوالِ ثقیلہ:-(۱) یہ نون ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اگر اِس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اِضْرِبَنَّ، اِس لئے کہ فتح حرکتِ خفیفہ ہے۔ (۲) الف کے بعد مکسور ہوتا ہے بمشابہتِ نونِ تثنیہ جیسے اِضْرِبَانِّ۔ قولہ وَتَدْخُلُ :-نونِ تاکید امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض پر جوازاً داخل ہوتا ہے اِس لئے کہ اِن میں طلب کے معنی پائے جاتے ہیں اور کبھی نفی میں بھی بمشابہتِ نہی، نونِ تاکید آتا ہے مگر یہ قلیل ہے اِس لئے مصنف نے اِس کو ذکر نہیں کیا۔ قولہ وَقَدْ تَدْخُلُ فِي الْقَسَمِ :-اور کبھی نونِ تاکید جوابِ قسم پر (جب کہ جوابِ قسم مثبت ہو) وجوباً داخل ہوتا ہے کیونکہ قسم اکثر اُس چیز پر واقع ہوتی ہے جس کا وجود متکلم کا مطلوب ومقصود ہوتا ہے لہٰذا نحات نے یہ چاہا کہ قسم کا آخر (جواب) تاکید سے خالی نہ ہو۔ جیسا کہ اُسکا اوّل تاکید سے خالی نہیں ہے جیسے وَاللّٰهِ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا۔

وَاعْلَمْ اَنَّهُ يَجِبُ ضَمُّ مَا قَبْلَهَا فِيْ جَمْعِ الْمُذَكَّرِ نَحْوُ اضْرِبُنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْوَاوِ الْمَحْذُوْفَةِ وَكَسْرُ مَاقَبْلَهَا فِي الْمُخَاطَبَةِ نَحْوُ اضْرِبِنَّ لِيَدُلَّ عَلَى الْيَاءِ الْمَحْذُوْفَةِ وَفَتْحُ مَا قَبْلَهَا فِيْ مَا عَدَاهُمَا اَمَّا فِي الْمُفْرَدِ فَلِاَنَّهُ لَوْ ضُمَّ لَا لْتَبَسَ بِجَمْعِ الْمُذَكَّرِ وَلَوْ كُسِرَ لَا لْتَبَسَ بِالْمُخَاطَبَةِ وَاَمَّا فِي الْمُثَنّٰى وَجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فَلِاَنَّ مَاقَبْلَهَا اَلِفٌ نَحْوُ اضْرِبَانِّ وَاضْرِبْنَانِّ وَزِيْدَتْ اَلِفٌ قَبْلَ النُّوْنِ فِيْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِكَرَاهَةِ اِجْتِمَاعِ ثَلٰثِ نُوْنَاتٍ نُوْنُ الضَّمِيْرِ وَنُوْنَا التَّاكِيْدِ.......

اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جمع مذکر میں نون کے ماقبل کا ضمہ واجب ہوتا ہے جیسے اِضْرِبُنَّ تا کہ واؤ محذوفہ پر دلالت کرے۔ اور اس کے ماقبل کا کسرہ مخاطبہ میں جیسے اِضْرِبِنَّ تا کہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے۔ اور اس کے ماقبل کا فتحہ ان دو صیغوں کے ماسوا میں۔ لیکن مفرد میں فتحہ اس لیے کہ اگر ضمہ دیا جائے تو جمع مذکر سے التباس ہوگا اور اگر کسرہ دیا جائے تو مخاطبہ سے التباس ہوگا۔ اور لیکن تثنیہ اور جمع مؤنث میں اس لیے کہ اس کا ماقبل الف ہے جیسے اِضْرِبَانِّ واِضْرِبْنَانِّ اور جمع مؤنث میں نون سے قبل الف زائد کیا گیا ہے اجتماع نونات ثلثہ کی کراہت کی وجہ سے ایک نون ضمیر کا اور دو نون تاکید کے...

قولہ وَاعْلَمْ اَنَّهُ:- اِس عبارت میں مصنف نے نون کے ماقبل کے احوال بیان کئے ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) صیغہ جمع مذکر میں نون کے ماقبل کو ضمہ واجب ہے تا کہ واؤ محذوفہ پر دلالت کرے۔ سوال:- جب حذف فاعل ناجائز ہے تو اِضْرِبُنَّ میں واؤ کا حذف کیسے جائز ہوگا حالانکہ واؤ ضمیر فاعل ہے؟ جواب:- چونکہ ماقبل کا ضمہ دال علی الفاعل موجود ہے اِس لئے یہ حذف جائز ہے۔ (۲) واحد مؤنث حاضر میں نون کے ماقبل کو کسرہ واجب ہے تا کہ یہ کسرہ یاء محذفہ پر دلالت کرے جیسے اِضْرِبِنَّ۔ (۳) مذکورہ دو صیغوں کے علاوہ باقی صیغوں میں نون کے ماقبل کو فتح واجب ہے صیغہ مفرد میں تو اِس لئے فتح واجب ہے کہ بصورتِ ضمہ جمع مذکر سے اور بصورتِ کسرہ واحد مؤنث سے التباس ہوگا اور تثنیہ اور جمع مؤنث میں اِس لئے فتح واجب ہے کہ اِن میں نون سے پہلے الف ہوتا ہے اور الف کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے۔ قولہ زِيْدَتْ:- اور صیغہ جمع مؤنث میں نون سے پہلے الف بڑھا دیا جاتا ہے تا کہ تین نون کا اجتماع (جو کہ مکروہ ہے) نہ ہو، ایک نونِ ضمیر اور دو نون تاکید کے۔ سوال:- تین نونوں کے اجتماع سے بچنے کیلئے الف کیوں بڑھایا گیا ہے؟ جواب:- اِس لئے کہ الف، حروفِ زوائد میں سے خفیف حرف ہے۔

وَنُوْنُ الْخَفِيْفَةِ لَا تَدْخُلُ فِى التَّثْنِيَةِ اَصْلاً وَلَا فِىْ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِاَنَّهٗ لَوْ حُرِّكَتِ النُّوْنُ لَمْ تَبْقَ خَفِيْفَةً فَلَمْ تَكُنْ عَلَى الْاَصْلِ وَاِنْ اَبْقَيْتَهَا سَاكِنَةً يَلْزَمُ الْتِقَاءُ السَّاكِنَيْنِ عَلٰى غَيْرِ حَدِّهٖ وَهُوَ غَيْرُ حَسَنٍ

تَمَّت بِالْخَيْرِ

اور نون خفیفہ تثنیہ میں بالکل داخل نہیں ہوتا اور نہ جمع مؤنث میں۔اس لیے کہ اگر تم نون کو حرکت دو تو وہ خفیفہ باقی نہیں رہے گا پس وہ اپنے اصل پر باقی نہیں رہے گا۔اور اگر نون کو ساکن باقی رکھو تو التقاء ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا اور وہ غیر مستحسن ہے۔

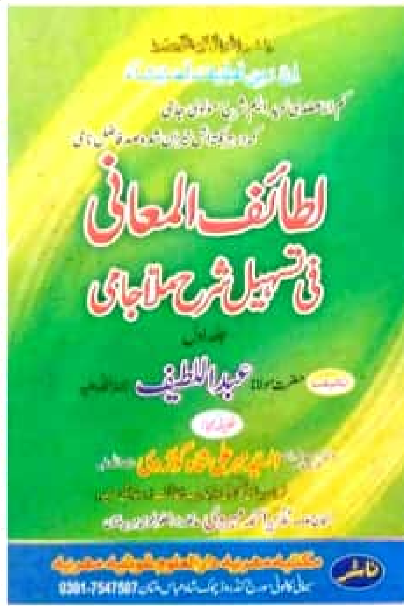
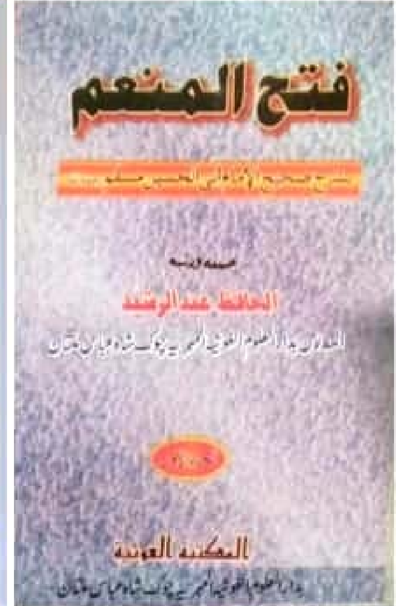
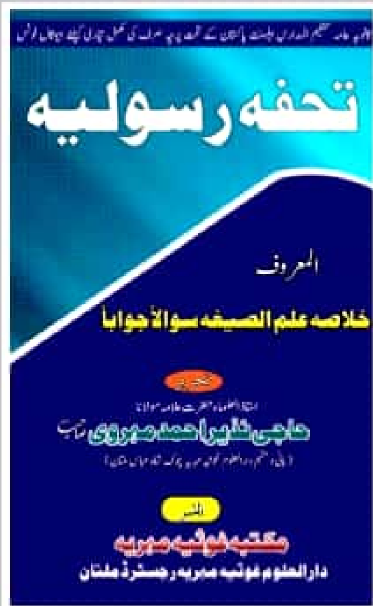
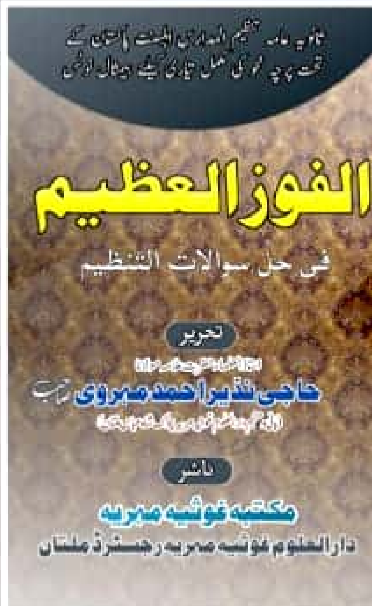
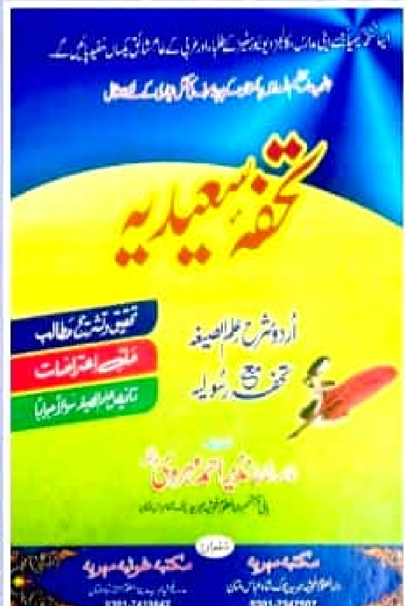
تمت بالخیر والحمد للہ فی اولہ و آخرہ. الذی وفقنی لاتمامہ بفضلہ و کرمہ.

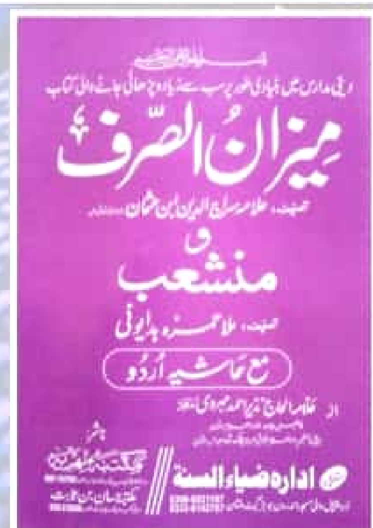
قولہ وَنُوْنُ الْخَفِيْفَةِ:-اور نونِ خفیفہ تثنیہ کے صیغوں میں بالکل نہیں آتا اور نہ جمع مؤنث میں،اِس لئے کہ اِن صیغوں میں نون کو اگر حرکت دی جائے تو وہ نونِ خفیفہ نہیں رہے گا کیونکہ نون خفیفہ ساکن الوضع ہے اور اگر نون کو حرکت نہ دی جائے تو التقائے ساکنین علی غیر حد لازم آئے گا کیونکہ الف ساکن الوضع ہے وہ بھی قابل حرکت نہیں اور یہ غیر مستحسن ہے۔یعنی ناجائز ہے **وانما عبر عنہ بغیر حسن اکتفاء بادنی ما بہ یکتفیٰ کذا فی الدرایہ. واللہ اعلم بالصواب.**

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّىْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ اَحِبَّآءِ كَ وَاجْعَلْهُ وَسِيْلَةً لِمَغْفِرَةِ ذُنُوْبِىْ وَارْحَمْ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ آمِيْن، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

☆☆☆☆☆

مصنف کی دیگر تصنیفات

مکتبہ غوثیہ مہریہ

دارالعلوم غوثیہ مہریہ رجسٹرڈ ملتان